اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امامِ اہلسنّت شاہ **مولانا احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اِرشادات کا مجموعہ

مع تخریج و تسہیل

مُسمّٰی بنامِ تاریخی **الملفوظ** (۱۳۳۸ھ)

معروف بہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت

مکمل 4 حصے

مؤلف: شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا

محمد مصطفےٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)
SC 1286

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

اعلیٰ حضرت مُجدِّدِ دین وملّت امامِ اہلسنّت شاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اِرشادات کا مجموعہ

مُسَمّٰی بنامِ تاریخی

اَلْمَلْفُوْظ (مکمل 4 حصے)

۱۳۳۸ھ

معروف بہ

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

﴿مع تخریج وتسہیل﴾

مؤلّف:

شہزادۂ اعلیٰحضرت تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند

حضرتِ علّامہ مولانا محمد مُصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

پیش کش

مجلِس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

ناشِر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ط

نام کتاب : **الملفوظ**

پیش کش : مجلس اَلۡمَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِیّۃ

تاریخِ اشاعت: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ، جون 2009ء

تاریخِ اشاعت: صفرالمظفر ۱۴۳۴ھ، دسمبر 2012ء تعداد:2000(دوہزار)

تاریخِ اشاعت: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ، اپریل 2013ء تعداد:3000(تین ہزار)

تاریخِ اشاعت: ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ، ستمبر 2013ء تعداد:3000(تین ہزار)

تاریخِ اشاعت: رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ، جولائی 2014ء تعداد:3000(تین ہزار)

ناشر : **مکتبۃ المدینہ** فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)

E.mail:ilmia@dawateislami.net
E.mail.maktaba@dawateislami.net
www.dawateislami.net
Ph:4921389-90-91 Ext:1268

اعتذار

مجلس المدینۃ العلمیہ نے کتاب "**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت**" مع تخریج وتسہیل جُمادَی الاُخریٰ 1430ھ، مطابق جون 2009ء کو شائع کی تھی۔ اس ایڈیشن میں چند عبارات شامل نہیں کیں، اس پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ اس ایڈیشن محرم الحرام 1434ھ، مطابق نومبر 2012ء میں ان عبارات کو شامل کردیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''اعلیٰ حضرت کے عرس کی تاریخ 25 صفر المظفر'' کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''25 نیّتیں''

(از: شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّاؔر قادری دامت برکاتہم العالیہ)

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: **نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ** ٥ مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵)

دو مَدَنی پھول: ﴿۱﴾ بغیر اچھّی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿۲﴾ جتنی اچھّی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و ﴿2﴾ صلوٰۃ اور ﴿3﴾ تعوُّذ و ﴿4﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿5﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا ﴿6﴾ حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور ﴿7﴾ قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿8﴾ قرآنی آیات اور ﴿9﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿10﴾ جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿11﴾ جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا ﴿12﴾ شَرعی مسائل سیکھوں گا۔ ﴿13﴾ اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علماء سے پوچھ لوں گا ﴿14﴾ حضرتِ سفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اِس قول ''عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ'' یعنی نیک لوگوں کے ذِکر کے وقت رَحمت نازل ہوتی ہے۔'' (حِلیۃُ الاولیاء، رقم ۱۰۷۵۰، ج ۷، ص ۳۳۵) پر عمل کرتے ہوئے ذکرِ صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا ﴿15﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضّرورت خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿16﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صفحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿17﴾ کتاب مکمّل پڑھنے کیلئے بہ نیتِ حصولِ علمِ دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿18﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿19﴾ اس حدیثِ پاک '' **تَھَادَوْا تَحَابُّوْا** یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔'' ﴿مؤطا امام مالک، ج ۲، ص ۴۰۷، رقم: ۱۷۳۱﴾ پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتابیں خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿20﴾ جن کو دُوں گا حتّی الامکان انہیں یہ ھدف بھی دوں گا کہ آپ اتنے دن (مثلاً 25) دن کے اندر اندر مکمل پڑھ لیجئے ﴿21﴾ اس کتاب کے مطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ ﴿22﴾ کتابت وغیرہ میں شَرْعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا (ناشرین ومصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرْف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا) ﴿23﴾ ہر سال ایک بار یہ کتاب پوری پڑھا کروں گا ﴿24﴾ جو نہیں جانتے انہیں سِکھاؤں گا ﴿25﴾ مشائخِ کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیۃ

از : شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّؔار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحسانہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

تبلیغِ قراٰن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''المدینۃ العلمیۃ'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کتبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب (۳) شعبۂ اِصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۵) شعبۂ تراجمِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیِ سنّت، ماحِیِ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوُسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بشُمُول ''المدینۃ العلمیۃ'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھ لیجئے

الحمدللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے عِلْمی وتحقیقی شعبے ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی تادمِ تحریر 163 سے زائد کُتُب (بشمول مختصر رسائل) **مکتبۃ المدینہ** سے شائع ہوکر علماء وعوام سے دادِ تحسین پاچکی ہیں۔ ان میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدِّدِ دین وملت حضرتِ علاّمہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ **امام اَحمد رَضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کی مایہ ناز تالیف ''جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار'' کی 4 جلدیں اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ **مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی شاندار تصنیف **بہارِ شریعت** کے 12 حصے بھی شامل ہیں جن میں سے پہلے 6 حصوں کو ایک جلد کی صورت میں شائع کیا جاچکا ہے۔
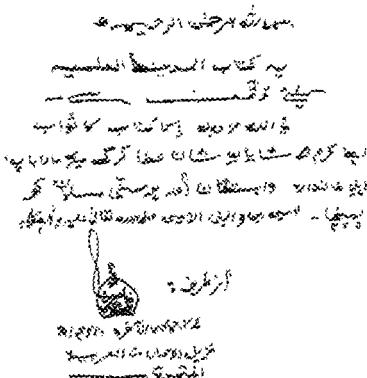
اب اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزّت کے اِرشادات پر مشتمل تالیف ''**الملفوظ**'' معروف بہ ''**ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃُ ربِّ العزّت''، تسہیل وتخریج اور حواشی کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ اس کتاب پر کام شروع کرنے کا سبب **شیخِ طریقت** امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطّار** قادری دامت برکاتہم العالیہ کا (بذریعہ ای میل (E.mail) بھیجا گیا) ایک مکتوب بنا جس میں آپ دامت برکاتہم العالیہ نے **عقیدتِ اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ڈوبی ہوئی خواہش کا اظہار اس طرح فرمایا: ''**دل میں ایک خواہش یہ بھی چٹکیاں لے رہی ہے کہ کاش ملفوظات (اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ ربِّ العزّت**) کے اس خزانۂ لاجواب کی تخریج وتسہیل کی بھی ترکیب ہوجائے۔**''

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اِس کتاب سے **امیرِ اہلسنّت** دامت برکاتہم العالیہ کی قلبی وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے

بیرونِ ملک سے خصوصی طور پر ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' کا نسخہ المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی) کی لائبریری کے لئے اس تحریر کے ساتھ **وقف** فرمایا:

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجدِ دِ دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے عطا کردہ اِن **مَدَنی پھولوں** کو اپنے دل کے **مَدَنی گلدستے** میں سجایئے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو مطالعہ کی ترغیب دے کر اپنے اَطراف کو بھی مہکایئے۔ **اللّٰہ** تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں **''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش''** کرنے کے لئے **مدنی انعامات** پر عمل اور **مدنی قافلوں** کا مسافر بنتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور **دعوتِ اسلامی** کی تمام مجالس بشمول **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

12 جُمادَی الاُخریٰ 1430ھ، بمطابق 5 جون 2009ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

تذکرۂ امام احمد رضا علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی

(از: شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ)

شَفاعت کی بِشارت

رَحمتِ عالم، نورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم، شفیعِ اُمَم، رَسُولِ اکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ شَفاعت نشان ہے: ''جو مجھ پر دُرُودِ پاک پڑھے گا میں اُس کی شَفاعت فرماؤں گا۔'' (القول البدیع، ص ۱۱۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

وِلادت باسعادت

میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیٔ نِعمت، عظیمُ البَرَکت، عَظِیمُ المَرْتَبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، حامیٔ سُنّت، ماحِیٔ بِدعت، عَالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْروبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ولادت باسعادت بریلی شریف کے مَحَلّہ جَسولی میں ۱۰ شَوّالُ الْمُکَرَّم ۱۲۷۲ھ بروز ہفتہ بوقتِ ظہر مطابِق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ سِنِ پیدائش کے اِعتبار سے آپ کا تاریخی نام اَلْمُختار (۱۲۷۲ھ) ہے۔ (حیاتِ اعلٰی حضرت، ج ۱، ص ۵۸، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی) آپ کا نامِ مبارک محمد ہے، اور آپ کے دادا نے احمد رضا کہہ کر پکارا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بچپن کی ایک حکایت

حضرتِ جناب سیِّد ایوب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو گھر پر ایک مولوی صاحب قرانِ مجید پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذِکر ہے کہ مولوی صاحِب کسی آیتِ کریمہ میں بار بار ایک لفظ آپ کو بتاتے تھے۔ مگر آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ ''زَبَر'' بتاتے تھے آپ ''زیر'' پڑھتے تھے یہ کیفیت آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھی حضور کو اپنے پاس بلایا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب نے غلطی سے زَیر کی جگہ زَبَر لکھ دیا تھا، یعنی جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے نکلتا تھا وہ صحیح تھا۔ آپ کے دادا نے پوچھا کہ بیٹے جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے تم اُسی طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کی میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ اِس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بارہا پیش آئے تو ایک مرتبہ تنہائی میں مولوی صاحب نے پوچھا، صاحبزادے! سچ سچ بتا دو میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا جن؟ آپ نے فرمایا کہ **اللہ** کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں، ہاں **اللہ** کا فضل و کرم شامل حال ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ا،ص ۶۸، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی) بچپن ہی سے نہایت نیک طبیعت واقع ہوئے تھے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

پہلا فتویٰ

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مُروَّجہ عُلُوم کی تکمیل اپنے والدِ ماجد رئیسُ الْمُتَکَلِّمِین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ المنّان سے کر کے سَنَدِ فراغت حاصل کر لی۔ اُسی دن آپ نے ایک سُوال کے جواب میں پہلا فتویٰ تحریر فرمایا تھا۔ فتویٰ صحیح پا کر آپ کے والدِ ماجد نے مَسنَدِ اِفتاء آپ کے سپرد کر دی اور آخر وقت تک فتاوٰی تحریر فرماتے رہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ا،ص ۲۷۹، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

اعلیٰ حضرت (علیہ رحمۃ رب العزّت) کی رِیاضی دانی

اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بے اندازہ عُلُومِ جَلِیلہ سے نوازا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کم وبیش پچاس عُلُوم میں قلم اُٹھایا اور قابلِ قدر کُتُب تصنیف فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر فن میں کافی دَسْتْرَس حاصل تھی۔ علمِ تَوقِیت، (عِلم ـ تَو ـ قِیْ ـ ت) میں اِس قدر کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی مِلا لیتے۔ وَقت بِالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک مِنَٹ کا بھی فرق نہ ہوا۔ علمِ رِیاضی میں آپ یگانۂ رُوزگار تھے۔ چُنانچِہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضِیاءُالدین جو کہ رِیاضی میں غیر ملکی ڈگریاں اور تَمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رِیاضی کا

ایک مسئلہ پوچھنے آئے۔ ارشاد ہوا، فرمایئے! اُنھوں نے کہا، وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی آسانی سے عَرض کروں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کچھ تو فرمایئے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی وقت اس کا تشَفّی بخش جواب دے دیا۔ اُنھوں نے انتہائی حیرت سے کہا کہ میں اِس مسئلہ کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا اِتّفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر مولانا سیِّد سُلَیمان اشرف صاحِب نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحِب بصد فرحت وُمسرّت واپس تشریف لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت سے اِس قدر مُتَأَثِّر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۲۲۳، ۲۲۸، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی) عِلاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عِلمِ تکسیر، عِلمِ ہَیئَت، عِلمِ جَفَر وغیرہ میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حیرت انگیز قُوّتِ حافظہ

حضرت ابوحامِد سیِّد محمد محدِّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تکمیلِ جواب کے لیے جُزئیّاتِ فِقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عَرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت آپ فرمادیتے کہ ''رَدُّالمُحتَار'' جلد فُلاں کے فُلاں صَفحہ پر فُلاں سَطر میں اِن الفاظ کے ساتھ جُزئِیّہ موجود ہے۔ ''دُرِّ مُختَار'' کے فُلاں صَفحے پر فُلاں سَطر میں عبارت یہ ہے۔ ''عالمگیری'' میں بقید جلد وصَفحہ وَسَطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہندیہ میں خیریہ میں ''مَبْسُوط'' میں ایک ایک کتاب فِقہ کی اصل عبارت مع صَفحہ وَسَطر بتادیتے اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا توؤ ہی صَفحہ وَسَطر و عبارت پاتے جو زَبانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔ اِس کو ہم زِیادہ سے زِیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خُداداد قوّتِ حافِظہ سے چودہ سو سال کی کتابیں حِفظ تھیں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۲۱۰، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

صرف ایک ماہ میں حِفظِ قراٰن

حضرتِ جناب سیِّد ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقِف حضرات میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اِس لقب کا اَہل نہیں ہوں۔ سیِّد ایوّب علی

صاحِب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی روز سے دَور شُروع کردیا جس کا وَقت غالِباً عشاء کا وُضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یاد فرمالیا۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ میں نے کلامِ پاک بالتَّرتیب بکوشش یاد کرلیا اور یہ اِس لیے کہ ان بندگانِ خُدا کا (جو میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلط ثابت نہ ہو۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۲۰۸، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی محمَّد

عِشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سراپا عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا نُمُونہ تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام (حدائقِ بخشش شریف) اس اَمر کا شاہد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نوکِ قلم بلکہ گہرائی قلب سے نِکلا ہوا ہر مصرَعہ آپ کی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سے بے پایاں عقیدت و مَحَبَّت کی شہادت دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کبھی کسی دُنیوی تاجدار کی خوشامد کے لیے قصیدہ نہیں لکھا، اس لیے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی اِطاعت وغلامی کو دل وجان سے قبول کرلیا تھا۔ اس کا اظہار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح فرمایا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الْحَمْد میں دنیا سے مسلمان گیا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی محمَّد

حُکَّام کی خوشامد سے اِجتناب

ایک مرتبہ رِیاست نانپارہ (ضِلع بہرائچ یوپی) کے نواب کی مَدح میں شعراء نے قصائد لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی گزارِش کی کہ حضرت آپ بھی نواب صاحِب کی مَدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مَطْلَع (غزل یا قصیدہ کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصروں میں قافیے ہوں وہ مَطْلَع کہلاتا ہے۔) یہ ہے۔ ؎

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص ، جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مَقْطَع (غزل یا قصیدہ کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلّص ہو وہ **مَقْطَع** کہلاتا ہے۔) میں ''نانپارہ'' کی بندِش کتنے لطیف اشارہ میں ادا کرتے ہیں۔ ؎

کروں مدح اہلِ دُوَل رضؔا پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین ''پارۂ ناں'' نہیں

فرماتے ہیں کہ میں اہلِ ثروت کی مَدح سرائی کیوں کروں۔ میں تو اپنے کریم اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے در کا فقیر ہوں۔ مرا دین ''پارۂ نان'' نہیں۔ ''نان'' کا معنیٰ روٹی اور ''پارہ'' یعنی ٹکڑا۔ مطلب یہ کہ میرا دین روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے جس کے لیے مالداروں کی خوشامدیں کرتا پھروں **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** عَزَّوَجَلَّ میں دنیا کے تاجداروں کے ہاتھ بِکنے والا نہیں ہوں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

بیداری میں دیدارِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو زیارتِ نبیِّ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی آرزو لیے روضۂ اَطہر کے سامنے دیر تک صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ اس موقع پر وہ معروف نعتیہ غزل لکھی جس کے مَطْلَع میں دامنِ رحمت سے وابستگی کی اُمّید دکھائی ہے۔ ؎

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

لیکن مَقْطَع میں مذکورہ واقِعہ کی یاس انگیز کیفیت کے پیشِ نظر اپنی بے مائیگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضؔا

تجھ سے شَیدا ہزار پھرتے ہیں

(اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مِصرعِ ثانی میں بطورِ عاجزی اپنے لیے ''کُتّے'' کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے مگر سگِ مدینہ عُفِیَ عَنْہُ نے اَدَباً یہاں ''شیدا''

لکھ دیا ہے)

یہ غَزَل عرض کر کے دیدار کے اِنتظار میں مُــؤَدَّب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اُٹھی اور چشمانِ سر سے بیداری میں زیارتِ حُضُورِ اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے مشرَّف ہوئے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۹۲، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

سبحٰن اللہ عزوجل! قربان جایئے ان آنکھوں پر کہ جنہوں نے عالمِ بیداری میں محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا دیدار کیا۔ کیوں نہ ہو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' **فَنا فی الرَّسول** '' کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام اِس اَمر کا شاہد ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !   صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی محمَّد

سیرت کی جھلکیاں

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے، اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کر دے تو ایک پر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم لکھا ہوا پائے گا۔ (سوانحِ امام احمد رضا، ص۹۶، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

تاجدارِ اہلسنّت، شہزادۂ اعلیٰحضرت حُضور مفتیٔ اعظم ھند مولینا مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الحنّان ''سامانِ بخشش'' میں فرماتے ہیں۔ ؎

خدا ایک پر ہو تو اِک پر محمد
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

مَشائخِ زمانہ کی نظروں میں آپ واقعی **فَنافِی الرَّسول** تھے۔ اکثر فراقِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم میں غمگین رہتے اور سرد آہیں بھرتے رہتے۔ جب پیشہ ور گستاخوں کی گُستاخانہ عبارات کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جَھڑی لگ جاتی اور پیارے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی حمایت میں گستاخوں کا سختی سے رَدّ کرتے تاکہ وہ جھنجھلا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بُرا کہنا اور لکھنا شروع کر دیں۔ آپ اکثر اس پر فخر کیا کرتے کہ باری تعالیٰ نے اس دور میں مجھے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے لیے ڈھال بنایا ہے۔ طریقِ استعمال یہ ہے کہ بدگویوں کا سختی اور تیز کلامی سے ردّ کرتا ہوں۔ کہ اس طرح وہ مجھے برا بھلا کہنے میں مصروف ہو جائیں۔ اس وقت تک کے لیے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی شان میں گستاخی

کرنے سے بچے رہیں گے۔حدائقِ بخشش شریف میں فرماتے ہیں۔ ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

غُرَباء کوکبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، ہمیشہ غریبوں کی اِمداد کرتے رہتے ۔ بلکہ آخری وَقت بھی عزیز و اقارِب کو وصیّت کی کہ غُرَباء کا خاص خیال رکھنا۔ان کو خاطِر داری سے اچھے اچھے اور لذیذ کھانے اپنے گھر سے کِھلایا کرنا اور کسی غریب کو مطلق نہ جھڑکنا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر تصنیف و تالیف میں لگے رہتے۔نماز ساری عمر باجماعت ادا کی ،آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خوراک بہت کم تھی ،اور روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹہ سے زیادہ نہ سوتے ۔ (حیات اعلیٰ حضرت ، ج ا ،ص ۹۶ ،مکتبۃ المدینہ کراچی)

سونے کا مُنفَرِد انداز

سوتے وَقت ہاتھ کے اَنگوٹھے کو شہادت کی اُنگلی پر رکھ لیتے تاکہ اُنگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بن جائے ۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیر پھیلا کر کبھی نہ سوتے ، بلکہ داہنی کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں مبارک سمیٹ لیتے۔اس طرح جسم سے لفظ ''محمّد'' بن جاتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ، ج ا ،ص ۹۹ ،مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

یہ ہیں **اللہ** کے چاہنے والوں اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کے سچے عاشِقوں کی ادائیں۔ ؎

نامِ خدا عزوجل ہے ہاتھ میں نامِ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے ذات میں

مُہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

ٹرین رُکی رہی !

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بار پیلی بھیت سے بریلی شریف بذریعہ رَیل جارہے تھے۔راستے میں نواب گنج کے اسٹیشن پر ایک دومنٹ کے لیے ریل رُکی ، مغرِب کا وَقت ہو چکا تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نَماز کے لیے پلیٹ فارم پر اُترے۔ساتھی پریشان تھے کہ رَیل چلی جائے گی تو کیا ہوگا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اطمینان سے اذان دِلوا کر جماعت سے نَماز شُروع کردی۔اُدھر ڈرائیور انجن چلاتا ہے لیکن رَیل نہیں چلتی ، اِنجن اُچھلتا اور پھر پٹری پر گرتا ہے۔

ٹی ٹی، اسٹیشن ماسٹر وغیرہ سب لوگ جمع ہوگئے، ڈرائیور نے بتایا کہ انجن میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اچانک ایک پنڈِت چیخ اُٹھا کہ وہ دیکھو کوئی دَرویش نماز پڑھ رہا ہے، شاید رَیل اسی وجہ سے نہیں چلتی؟ پھر کیا تھا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرد لوگوں کا ہُجوم ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اطمینان سے نَماز سے فارِغ ہوکر جیسے ہی رُفَقا کے ساتھ ریل میں سُوار ہوئے تو ریل چل پڑی۔ سچ ہے جو **اللہ** کا ہوجاتا ہے کائنات اسی کی ہوجاتی ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف عُنوانات پر کم وبیش ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں۔ یوں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۲۸٦ھ سے ۱۳٤٠ھ تک لاکھوں فتوے لکھے، لیکن افسوس! کہ سب کو نقل نہ کیا جاسکا، جو نقل کر لیے گئے تھے ان کا نام "العطایا النبّویة فی الفتاوی الرضویة" رکھا گیا۔ **فتاویٰ رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کُل صفحات: 21656، کل سُوالات وجوابات: 6847 اور کل رسائل: 206 ہیں۔** (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۱۰، رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور)

ہر فتوے میں دلائل کا سمندر موجزن ہے۔ **قرآن وحدیث، فِقہ، مَنْطِق اور کلام وغیرہ میں آپ** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وُسْعَتِ نظری کا اندازہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوٰی کے مُطالعے سے ہی ہوسکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند دیگر کُتُب کے نام درج ذیل ہیں:

"سبحٰنُ السُّبُّوح عَن عیبِ کِذب مَقبُوح" سچے خدا پر جھوٹ کا بہتان باندھنے والوں کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا، جس نے مخالفین کے دم توڑ دیئے اور قلم نچوڑ دیئے۔ "نُزُولِ آیاتِ فُرقان بَسُکونِ زمین و آسمان" اس کتاب میں آپ نے قرآنی آیات سے زمین کو ساکِن ثابت کیا ہے۔ سائنسدانوں کے اس نظریے کا کہ زمین گردِش کرتی ہے رَدّ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کتابیں تحریر فرمائیں: الـمُعتَمَدُ الـمُستَنَد، تَجَلِّیُّ الیقین، اَلْکوکَبَۃُ الشِّھابِیۃ، سِلّ السُّیُوف الھِندیۃ، حیاۃُ الموات وغیرہ۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

ترجمۂ قراٰن شریف

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے قراٰنِ مجید کا ترجمہ کیا جو اُردو کے موجودہ تراجم میں سب پر فائق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ترجمہ کا نام ''کنزُالایمان'' ہے۔ جس پر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خلیفہ صدرالافاضل مولانا سیِّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حاشیہ لکھا ہے۔

وفات حسرت آیات

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس دن پہلے خود اپنے وِصال کی خبر دے کر ایک آیتِ قرآنی سے سالِ وفات کا اِستخراج فرمایا تھا۔ وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے:

وَ یُطَافُ عَلَیْہِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّ اَکْوَابٍ ترجمۂ کنزالایمان: اوران پر چاندی کے برتنوں اور کُوزوں کا دَور ہوگا۔ (پ ۲۹، الدھر: ۱۵)

(سوانح امام احمد رضا، ص ۳۸۴، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

۲۵ صفر المُظَفَّر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو جُمُعَۃُ المبارک کے دن ہندوستان کے وقت کے مطابق 2 بج کر 38 منٹ پر، عین اذان کے وقت اِدھر مُؤَذِّن نے حَیَّ عَلَی الفَلاح کہا اور اُدھر اِمامِ اَھلسُنَّت ولیٔ نِعمت، عظیمُ البَرَکت، عظیمُ الْمَرْتَبَت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سُنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِطریقت، باعثِ خَیْروبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے داعیٔ اَجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مزارِ پُراَنوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہِ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

دربارِ رسالت میں انتظار

۲۵ صفر المُظَفَّر کو بیت المقدّس میں ایک شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے خواب میں اپنے آپ کو دربارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم میں پایا۔ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عِظام رَحِمَھُمُ اللّٰہ تعالٰی دربار میں حاضِر تھے، لیکن مجلس میں سُکوت طاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کا اِنتظار ہے۔ شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم میں عرض

کی، حُضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس کا انتظار ہے؟ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، ہمیں **احمد رضا کا اِنتظار** ہے۔ شامی بزرگ نے عرض کی، حُضُور! احمد رضا کون ہیں؟ ارشاد ہوا، ہندوستان میں بریلی کے باشِندے ہیں۔ بیداری کے بعد وہ شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تلاش میں ہندوستان کی طرف چل پڑے اور جب وہ بریلی شریف آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اس عاشقِ رسول کا اسی روز (یعنی ۲۵ صفر المُظفَّر ۱۳۴۰ھ) کو وصال ہو چکا ہے جس روز انہوں نے خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو یہ کہتے سنا تھا کہ **"ہمیں احمد رضا کا انتظار ہے۔"**

(سوانح امام احمد رضا، ص ۳۹۱، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یاالٰہی جب رضؔا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

منقبت بَر اعلٰی حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت

(از: شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ)

تُو نے باطِل کو مٹایا اے امام احمد رضا — دین کا ڈنکا بجایا اے امام احمد رضا
دَورِ باطل اور ضَلالت ہند میں تھا جس گھڑی — تُو مجدِّد بن کے آیا اے امام احمد رضا
تھرتھرائے کانپ اُٹھے باغیانِ مصطفٰے — قہر بن کے اُن پہ چھایا اے امام احمد رضا
علم کا دریا ہوا ہے موجزن تحریر میں — جب قلم تُو نے اُٹھایا اے امام احمد رضا
خَلْق کو وہ فیض بخشا علم سے بس کیا کہوں — علم کا دریا بہایا اے امام احمد رضا
اے امامِ اہلسنّت! نائبِ شاہ ہُدیٰ! — کیجئے ہم پر بھی سایہ اے امام احمد رضا
فیض جاری ہی رہے گا حشر تک تیرا شہا — کام ہے وہ کر دکھایا اے امام احمد رضا
قبر پر ہو بارشِ انوارِ حق تیری سدا — ہو نبی کا تجھ پہ سایہ اے امام احمد رضا
ہے بدرگاہِ خدا عطؔار عاجز کی دُعا — تجھ پہ ہو رحمت کا سایہ اے امام احمد رضا

تَعَارُف مُؤَلِّف

﴿یعنی شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حُضور مفتیٔ اعظم ہند، علامہ مولانا محمد مصطفٰی رضا خان علیہ رحمۃ المنّان﴾

وِلادت: شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ھند علامہ مولانا محمد مصطفٰی رضا خان نوری علیہ رحمۃ اللہ الباری اپنے والدِ محترم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی دعاؤں کا مظہر بن کر 22 ذوالحجہ 1310ھ 7 جولائی 1893ء بروز جمعۃ المبارک اس دنیا میں تشریف لائے۔

مُرشِد کی مُبارک باد: جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وِلادت ہوئی تو اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت، مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اُس وقت اپنے مُرشِد خانے میں تھے۔ حضرت اُبوالحسین نُوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے آپ کو پیدائشِ فرزند کی مبارک باد دی اور فرمایا: ''آپ بریلی تشریف لے جائیں۔'' کچھ دن بعد حضرت نُوری علیہ رحمۃ اللہ الباری بریلی تشریف لائے تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت کو آغوشِ نوری میں ڈال دیا گیا۔ حضرت نوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے فرمایا: ''یہ بچہ بڑا ہوکر دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے، یہ فیض کا دریا ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی انگشتِ مبارک (یعنی اُنگلی) مصطفٰی رضا خان علیہ رحمۃ المنّان کے منہ میں رکھ کر قادِری وبرکاتی برکات سے ایسا مالا مال کر دیا کہ یہی شہزادے بڑے ہوکر مفتیٔ اعظم ہند بنے۔

نام وعقیقہ اور تعلیم وتربیت: حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' نام تجویز فرمایا۔ ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا اور ''مصطفٰی رضا'' عرفِ عام قرار پایا۔ مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بچپن کا زمانہ اپنے والد ماجِد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے زیر سایہ علمی ماحول میں گزرا اور اِنہی کی سرپرستی میں تمام مروّجہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔

پہلا فتوٰی: حضور مفتیٔ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے بھی اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح پہلا فتوٰی رضاعت کے مسئلہ پر لکھا۔ اِصلاح کیلئے جب یہ فتوٰی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کیا گیا تو صحیح جواب لکھنے پر

آپ بہت خوش ہوئے اور "صَحَّ الْجَوَابُ بِعَوْنِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْوَھَّاب " لکھ کر دستخط ثبت فرما دیئے اور "ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خان" لکھ کر مہر بنوا کر عطا فرمائی اور باقاعدہ فتوے کی اِجازت دے دی۔ دنیائے اِسلام میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فتووں کو قدر و اِحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حق گوئی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے چند فتاوٰی کا مجموعہ "**فتاوٰی مصطفویہ**" کے نام سے پاک و ہند میں شائع ہو چکا ہے۔

خدمتِ دین : حضور مفتی اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر تحریری و تقریری طور پر عظیم علمی و دینی خدمات سرانجام دیں۔ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ درس و تدریس، رُشد و ہدایت اور راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں سفر میں گزارا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہندوستان کے طول و عرض میں دینِ متین کی تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے۔

نعتیہ دیوان : آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شہرہ آفاق نعتیہ کلام "حدائق بخشش" کی طرح آپ کا نعتیہ دیوان "سامان بخشش" بھی پڑھنے، سننے اور سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

وصال شریف : آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نہایت مقدس پاکیزہ اور بھرپور مصروف زندگی مبارک گزار کر 14 محرم الحرام 1402ھ بمطابق 12 نومبر 1981ء داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نمازِ جنازہ اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف میں ہوئی جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مزارِ پُر انوار خانقاہِ رضویہ محلّہ سوداگران بریلی شریف میں اپنے والد ماجد امامِ اہلسنّت **اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ** کے بائیں پہلو میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں ؎

مفتیٔ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم سے ہم کو پیار ہے　　ان شاء اللّٰہ اپنا بیڑا پار ہے

(تفصیلی حالات و خدمات جاننے کے لئے جہانِ مفتیٔ اعظم مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ملاحظہ کیجئے۔)

مَلفُوظَات کی اَھَمِّیَت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بلاشبہ بُزُرگانِ دین عَلَیۡھِمۡ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡمُبِیۡن کی کتابِ حیات کے ہر صفحہ میں ہمارے لئے **رہنمائی** کے مَدَنی پھول اپنی خوشبوئیں لُٹا رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان نُفُوسِ قُدۡسِیَّہ کے شام وسَحَر **اللہ ورسول** عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی **رضا** پانے کی کوشش میں گزرتے ہیں۔ جنت کی **نعمتیں**، عقبیٰ کی **مَسَرَّتیں** بالخصوص **خالقِ حقیقی** عَزَّوَجَلَّ کے **دِیدار** کی لذتیں ان کے پیشِ نظر ہوتی ہیں، لہٰذا یہ دنیا میں ایک **مسافر** کی سی زندگی بسر کرتے ہوئے جہانِ آخرت کو اپنی **منزل** سمجھتے ہیں اور اُس کی **آبادکاری وشادمانی** کے لئے اس طرح کوشاں دکھائی دیتے ہیں جیسے کوئی دُنیادار اپنی **دُنیا** بنانے کے لئے ہر لمحہ بے قرار دکھائی دیتا ہے۔ اِنہیں یہ **خوف** لاحق ہوتا ہے کہ اگر وہ دُنیاوی لذات اور آسائشوں میں کھو گئے تو اُخروی زندگی **ویران** ہوسکتی ہے۔ چنانچہ فکرِ آخرت اِن کے دل میں ایسا گھر کرلیتی ہے کہ انہیں نہ تو یہاں کے **عالیشان محلّات** بھاتے ہیں اور نہ دُنیاداروں کی **دولت کی چمک** اُن کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ یہی وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں کہ جن پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے **اِنعام واکرام** کی بارشیں نازِل فرماتے ہوئے انہیں قرانِ پاک میں اپنے **''اِنعام یافتہ بندے''** قرار دیا۔ چنانچہ سورۃُ النساء کی آیت 69 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾

(پ۵، سورۃالنساء:۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اِن کے ذکر سے دِلوں کو **فرحت**، رُوحوں کو **مُسرت** اور فکر ونظر کو **جَوْدَت** (یعنی تیزی) ملتی ہے اور ذکر کرنے والے پر **رحمت** نازل ہوتی ہے۔ حضرت سفیان بن **عُیَیۡنَہ** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''عِنۡدَ ذِکۡرِ الصَّالِحِیۡنَ تَنۡزِلُ الرَّحۡمَۃُ **یعنی** نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، رقم ۱۰۷۵۰، ج۷، ص۳۳۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِن پیاروں کے نقشِ قدم پر چل کر ہم بھی دُنیا وآخرت کی ڈھیروں **بھلائیاں** پاسکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم جیسے گنہگاروں کے لئے کامل طور پر اِن کے نقشِ قدم پر چلنا ناممکن نہیں تو بے حد **دُشوار** ضرور ہے

لیکن اِس دُشواری کو آڑ بنا کر اپنی اِصلاح کی کوشش **ترک** کر دینا بہت بڑی **نادانی** ہے۔ میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرچہ ہم اِن پاکیزہ ہستیوں جیسا نہیں بن سکتے مگر ان کے حالات وملفوظات کی روشنی میں اپنی نیتوں اور معاملات کی دنیا تو **سنوار** سکتے ہیں، اپنے نفس کی خُوشنُودی (خُش ۔نُو ۔دی) کے سودوں سے تو **باز** رہ سکتے ہیں، حلال وحرام کی **تمیز**، آخرت کے **نفع ونقصان** اور اپنے **ربّ قدیر** عَزَّوَجَلَّ کے **غضب ورضا** کا خیال تو رکھ سکتے ہیں۔ غالبًا اسی مقدس جذبے کے تحت جہاں مؤلفین ومؤرخین نے ان بزرگوں کے حالاتِ زندگی قلمبند کئے وہیں ہر دور میں کسی نہ کسی برگزیدہ ہستی کے **اِرشادات ومَلْفُوظات** کو ان کے **مُعتَقِدین** (یعنی عقیدت مندوں) نے آئندہ نسلوں کے لئے **محفوظ** رکھنے کی کوشش کی۔ میٹھے میٹھے **مَدَنی آقا** صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے **فرامین** کو ہم اِس سلسلے کی **بنیاد** کہہ سکتے ہیں لیکن دونوں میں **بنیادی فرق** یہ ہے کہ فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم شریعت کی دلیل اور بُزرگانِ دین علیہم رحمۃ اللہ المبین کے **ملفوظات عموماً** اِن فرامین کی (گویا) تشریح ہوتے ہیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

زبانِ ولی سے اَدا ہونے والے اَلفاظ **تاثیر کا تیر** بن کر سننے والے کے دل میں پَیوَسْت (پَے ۔وَسْت) ہو جاتے ہیں اور اس کی **اِصلاح** کا سبب بنتے ہیں، ایسی ہی ایک **اِیمان اَفروز حکایت** ملاحظہ کیجئے۔

زبانِ ولی کی تاثیر

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی خدمت میں ایک **نوجوان** حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''میں نے اپنی جان پر بہت **ظُلم** کیا ہے، مجھے کچھ نصیحت ارشاد فرمائیں جو مجھے **گناہوں** کو چھوڑنے میں مددگار رہو۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم **پانچ باتوں** کو اپنا لو تو گناہ تمہیں کوئی نقصان نہ دیں گے اور ان کی لذت ختم ہو جائے گی۔'' اس نے آمادگی کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''**پہلی بات** یہ ہے کہ جب تم **گناہ کا ارادہ** کرو تو **اللّٰہ** تعالیٰ کا رزق **مت کھاؤ**۔'' وہ نوجوان بولا: ''پھر میں کھاؤں گا کہاں سے؟ کیونکہ دنیا میں تو ہر شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا یہ **اچھا** لگے گا کہ تم رب تعالیٰ کا رزق بھی کھاؤ اور اس کی نافرمانی بھی کرو؟'' اس نوجوان نے کہا ''نہیں!'' اور کہا: ''دوسری بات بیان فرمایئے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''**دوسری بات** یہ ہے کہ جب تم کوئی **گناہ** کرنے لگو تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے **مُلک** سے

باہر نکل جاؤ۔'' وہ کہنے لگا: ''یہ تو پہلی بات سے بھی مشکل ہے کہ مشرق سے مغرب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی **مملکت** ہے۔'' آپ نے اِرشاد فرمایا: ''تو کیا یہ مناسب ہے کہ جس کا رزق کھاؤ یا جس کے ملک میں رہو، اس کی **نافرمانی** بھی کرو؟'' نوجوان نے نفی میں سر ہلایا اور کہا، ''تیسری بات بیان فرمائیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا، ''**تیسری بات** یہ ہے کہ جب تم کوئی **گناہ** کرو تو ایسی جگہ کرو جہاں تمہیں کوئی نہ **دیکھ** رہا ہو۔'' اس نے کہا، ''حضور! یہ کیسے ہوسکتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **تو ہر بات کا جاننے والا** ہے کوئی اس سے کیسے چھپ سکتا ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''تو کیا یہ **اچھا** لگے گا کہ تم اس کا رزق بھی کھاؤ، اس کی **مملکت** میں بھی رہو اور پھر اسی کے سامنے اس کی **نافرمانی** بھی کرو؟'' نوجوان نے کہا: ''نہیں، چوتھی بات بیان فرمائیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''**چوتھی بات** یہ ہے کہ جب **ملک الموت** علیہ السلام تمہاری روح قبض کرنے تشریف لائیں تو ان سے کہنا: ''کچھ دیر کے لئے ٹھہر جائیں تاکہ میں **توبہ** کر کے چند **اچھے اعمال** کرلوں۔'' اس نے کہا: ''یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس مطالبے کو مان لیں۔'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم جانتے ہو کہ موت **یقینی** ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں تو **چھٹکارے** کی تَوَقُّع (تَوَ۔قُع) کیسے کرسکتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''پانچویں بات ارشاد فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''**پانچویں بات** یہ ہے کہ جب زَبانِیَہ آئے (یعنی عذاب کے فرشتے آئیں) اور تجھے **جہنم** کی طرف لے جایا جائے تو **مت جانا**۔'' اس نے عرض کی: ''وہ نہیں مانیں گے اور نہ مجھے **چھوڑیں** گے۔'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''تو پھر تم **نجات کی اُمید** کیسے رکھ سکتے ہو؟''

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے حکمت بھرے **ملفوظات** سن کر وہ نوجوان پکار اٹھا: ''مجھے یہ **نصیحت** کافی ہے، اب میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے **معافی** مانگتا ہوں اور **توبہ** کرتا ہوں۔'' اس کے بعد وہ نوجوان مرتے دم تک **عبادت** میں **مشغول رہا**۔ (کتاب التوابین، توبۃ شاب مسرف علی نفسہ، ص ۲۸۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بُزُرگانِ دین علیہم رحمۃ اللہ المبین کے **ملفوظات** ان کی مَدَنی سوچ کے **ترجمان** ہوتے ہیں جن سے سُننے والوں کو شریعت وطریقت کے **آداب** معلوم ہوتے ہیں، نیکیوں کی **رغبت** بڑھتی اور گناہوں سے **نفرت** پیدا ہوتی ہے۔ **ملفوظات** کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ بہت **قدیم** ہے، عربی زبان میں اس کا ذخیرہ **اَمالِی**[1] کے نام سے موجود

[1]: وہ کتاب جس میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائدِ حدیث ہوں۔

ہے، چند مشہور اَمالی یہ ہیں:

(1) **اَمَالِی اِبْنِ حَجَرْ** (احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ)

(2) **اَمَالِیْ اِبْنِ عَسَاکَرْ فِیْ حَدِیْثٍ** (ابو القاسم علی بن الحسن الدمشقی متوفی سنہ ۵۷۱ھ)

(3) **اَمَالِیْ اَلْمُطْلَقَة** (امام عبدالرحمن جلال الدین السیوطی الشافعی متوفی سنہ ۹۱۱ھ)

(4) **اَمَالِیْ اَبِیْ الْفَرَجْ** (السرخی الشافعی عبدا لرحمن بن احمد متوفی ۴۹۴ھ)

(5) **اَمَالِیْ فَخْرُ الدِّیْن قَاضِیْخَان** (حسن بن منصور الاوزجندی متوفی سنہ ۵۹۲ھ)

(6) **اَمَالِیْ الْقِیْرَاطِی** (عثمان سعد بن محمد القیراطی متوفی سنہ ۳۳۰ھ)

(7) **اَلْمَبْسُوْط** (شمس آئمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی متوفی سنہ ۴۸۳ھ)

(8) **اَمَالِیْ** (امام ابو یوسف قاضی یعقوب بن ابراھیم الانصاری الحنفی متوفی ۱۸۲ھ)

(9) **اَمَالِیْ اَلْخَمْسُمِائَة** (ابو سعد عبدالکریم بن محمد الشافعی متوفی سنہ ۵۶۲ھ)

برصغیر پاک و ہند میں بھی **ملفوظات** جمع کرنے کا سلسلہ رہا ہے۔ مثلاً

(۱) ''دلیلُ العِرفان'' ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی

(۲) ''فَوَائدُ السَّالِکِیْن'' ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ رحمۃ اللہ الھادی

(۳) ''راحتُ الْقُلُوب'' ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(٤) ''فوَائِدُ الْفواد'' ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاً محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵) ''اَنِیْسُ الْاَ رْوَاح'' ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ماضی قریب میں اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت پروانۂ شمع رسالت شاہ مولانا **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے **ملفوظات** نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ علم و معرفت کے اِن **خوشبودار مَدَنی پھولوں** کو آپ کے شہزادے حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے ایک ''ہار'' میں پرو کر آنے والی نسلوں کے لئے **''الملفوظ''** کے نام سے بطورِ تحفہ پیش کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت[1] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقائد، کلام، تفسیر، حدیث، اُصولِ حدیث، فِقْہ، اُصولِ فِقْہ، تَصَوُّف، سُلوک، ادب،

[1]: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تفصیلی تعارُف اسی کتاب کے صفحہ 27 پر ملاحظہ کیجئے۔

لغت، تاریخ، مناظرہ، تکسیر، توقیت، ہیئت جیسے **55** سے زائد **عُلُوم** پر عُبُور رکھنے والے **جیّد عالمِ دین، مفتی، فقیہ اور محدّث** تھے۔ درجنوں علوم وفنون پر آپ کی **سینکڑوں تصانیف** موجود ہیں۔ ہر تصنیف میں آپ کی **علمی وجاہت، فقہی مُہارت** اور **تحقیقی بصیرت** کے جلوے دکھائی دیتے ہیں، بالخصوص **فتاوٰی رضویہ** تو غواصِ بحرِ فقہ کے لئے آکسیجن کا کام دیتا ہے۔ **فتاوٰی رضویہ** (غیر مخرجہ) کی 12 اور تخریج شدہ کی 30 جلدیں ہیں۔ یہ غالباً اُردو زبان میں دنیا کے ضَخیم ترین فتاویٰ ہیں جو کہ تقریباً بائیس ہزار (22000) صَفَحات، چھ ہزار آٹھ سو سینتالیس (6847) سُوالات کے جوابات اور دو سو چھ (206) رسائل پر مُشتَمِل ہیں۔ جبکہ ہزارہا مسائل ضِمناً زیرِ بحث آئے ہیں۔[1] **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودھویں صدی کے **مجدِّد** ہیں لہٰذا **الفاظ** آپ کے **قلم** سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوئے ہوں یا **زبان** سے، دونوں صورتوں میں ہمارے لئے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ **"الملفوظ"** میں قران وحدیث کی روشنی میں **شریعت کے اَحکام** بھی ہیں اور **طریقت کے آداب** بھی، **نبی اَکرم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اور اُن کے **صحابہ کرام** رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے **فضائل ومناقب** بھی ہیں اور **سلاطینِ اسلام** کے **تذکرے** بھی، اُصولی وفروعی **مسائل** کے **دلائل** بھی ہیں اور عُلُوم وفُنُون سے اِشتغال رکھنے والوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے **اِشکالات کے جوابات** بھی، **حرام وحلال** کے مسائل بھی ہیں اور **خوابوں کی تعبیریں** بھی، بُزرگوں کی اِیمان افروز **حکایات** بھی ہیں اور **ذاتی تجربات** بھی، **علمی مذاکرے** بھی ہیں اور **اشعار کی تشریح** بھی، ریاضیاتی اور سائنسی **نظریات** بھی ہیں اور **تاریخ** کے حقائق بھی، الغرض **"الملفوظ"** عوام وخواص کے لئے معلومات کا **اَنمول خزانہ** ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

مفتیِ اعظم ہند حضرت علّامہ مولانا محمد **مصطفیٰ رضا خان** علیہ رحمۃ المنّان کا ہم پر **احسان** ہے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی **زبانِ مبارک** سے نکلے ہوئے **علم وحکمت** کے اِن موتیوں کو رشتۂ تحریر میں جوڑ کر **"الملفوظ"** کے نام سے پیش کر دیا۔ اگر مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بارِ گراں اپنے کندھوں پر نہ اُٹھایا ہوتا تو شاید ہم علم وحکمت کے اس عظیم ذخیرے سے **محروم** رہ جاتے۔ اس عظیم الشان تالیف کی **وجہ** بیان کرتے ہوئے مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

[1]: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کے مکتبۃُ المدینہ نے فتاوٰی رضویہ کی سافٹ ویئر سی ڈی بھی شائع کر دی ہے، جسے مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے ھدیۃً طلب کیا جاسکتا ہے نیز دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے ڈاؤن لوڈ (download) بھی کیا جاسکتا ہے، اس کے لئے علاوہ بھی سینکڑوں کتب ورسائل اور مفید ودلچسپ سلسلے اس ویب سائٹ پر موجود ہیں۔

کی صحبت سے حاصل ہونے والی **برکتوں** کا جونقشہ کھینچا ہے وہ بھی لائق دید ہے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''**میری جان** ان پاک قدموں (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں) پر **قربان**! جب سے یہ قدم پکڑے **آنکھیں** کُھلیں، اچھے برے کی **تمیز** ہوئی، اپنا نفع وزِیاں (یعنی فائدہ اور نقصان) **سوجھا**۔ مَنْہِیات (یعنی ممنوعہ کاموں) سے تابمَقْدُور (یعنی اِمکان بھر) **اِحْتِراز** کیا (یعنی بچا) اور اَوامر (یعنی شرعی احکام) کی **بَجا آوری** میں مشغول ہوا، اور اب **اعلیٰ حضرت** مُدَّ ظِلُّہُ الاقدس کی **بافیض صحبت** میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ **شریعت وطریقت** کے وہ **باریک مسائل** جن میں مُدَّتوں **غور وخوضِ کامل** کے بعد بھی ہماری کیا بِساط (یعنی طاقت)! بڑے بڑے، **سرٹیک** کر رہ جائیں، فکر کرتے کرتے **تھکیں** اور ہرگز نہ **سمجھیں** اور صاف ''اَنَــــا لَا اَدْرِیْ'' (یعنی میں نہیں جانتا۔) کا دَم بَھریں، وہ یہاں **ایک فقرے** میں ایسے **صاف** فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا **اِشْکال** (یعنی دشوار) ہی نہ تھا اور وہ دَقائق ونِکاتِ **مذہب و مِلَّت** جو ایک **چیستان** (یعنی پہیلی) اور ایک **مُعَمَّا** ہوں جن کا حل دشوار سے زیادہ **دُشوار** ہو، یہاں منٹوں میں **حل** فرما دیئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہرِ عالیہ وزَواہرِ غالیہ (یعنی چمکدار قیمتی موتی) یونہی **بکھرے** رہے تو اِس قدر مفید نہیں جتنا انہیں سِلکِ تحریر میں نَظْم کر لینے (یعنی تحریر کی لڑی میں پرونے) کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی مُتَمَتِّع ہونا (یعنی نفع اُٹھانا) یا زیادہ سے زیادہ اِن کا نفع حاضر باشانِ دربارِ عالی (یعنی موجودین) ہی کو پہنچنا، باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ اِن (ملفوظات) کا نفع جس قدر عام ہو اُتنا ہی بھلا۔ لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔ مگر یہ کام مجھ سے بے بضاعت (یعنی بے مایہ) اور عَدِیْمُ الْفُرْصَت (یعنی مصروف ترین) کی بِساط سے کہیں سِوا (یعنی بڑھ کر) تھا اور گویا **چادر** سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا، اس لئے بار بار **ہمت** کرتا اور **بیٹھ** جاتا۔ میری حالت اس وقت اس **شخص** کی سی تھی جو کہیں جانے کے **اِرادے** سے کھڑا ہو مگر مُذَبْذَب (یعنی شش وپنج کا شکار) ہو ایک **قدم** آگے ڈالتا، اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو مگر دل جو **بے چین** تھا کسی طرح **قرار** نہ لیتا تھا آخر ''اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ'' (یعنی کوشش میری طرف سے اور تکمیل **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے۔) کہتا، کمرِ ہمت **چُست** کرتا اور ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل'' (یعنی **اللہ** تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔) پڑھتا اٹھا اور ان جواہرِ نَفِیسہ (یعنی عمدہ موتیوں) کا ایک خوشنما **ہار** تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس **ہار** ہی کو میری

جیت کا باعث بنائے ع اِیں دعا اَز مَن و اَز جُملہ جہاں آمین باد

(یعنی یہ دعا میری طرف سے اور آمین تمام جہان کی طرف سے۔ت)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ عظیم الشان مجموعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری **چند سال** کے **ملفوظات** پر مشتمل ہے اگر **طویل مدّت** کے **ملفوظات** جمع کئے جاتے تو آج ہمارے پاس **معلومات** کا بہت بڑا **خزانہ** ہوتا۔ پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان ارشادات کو **جمع** کرنے کا سلسلہ **مسلسل** نہیں تھا۔ خود مفتی اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اس کی صراحت فرماتے ہیں: ''میں نے چاہا تو یہ تھا کہ **روزانہ** کے مَلفوظات (یعنی اِرشادات) جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی (یعنی بلند) مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا، آگے قبول واجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں ''وَھُوَ حَسْبِیْ وَ رَبِّی'' (یعنی وہی میرا رب ہے اور مجھے کافی ہے۔ت)''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے یہ ''**ملفوظات**'' بنام ''اَلْمَلْفُوْظ'' ۱۳۳۸ھ/1919ء میں تالیف ہوئے۔ **اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ ربّ العزّت نے خود اس کا نام ''**الملفوظ**'' رکھا جو اس کی تاریخِ تالیف (۱۳۳۸ھ) پر مشتمل ہے اور یہ شعر عنایت فرمایا ؎

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ مصطفٰے مصطفٰے کا ہو ملحوظ

نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں زُبَروبَیِّنَہ میں الملفوظ

اللہ تعالیٰ ہمیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اِن **ملفوظات** کو **پڑھنے، یاد رکھنے** اور حتی المقدور ان پر **عمل** کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

اَلْمَلْفُوْظ اور اَلْمَدِيْنَةُ الْعِلْمِيَة (دعوتِ اسلامی)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روایت کا اعتبار راوی (یعنی روایت کرنے والے) کی **ثقاہت** (یعنی قابلِ اعتبار ہونے) پر ہوتا ہے۔ اگر راوی **ثقہ** (یعنی قابلِ اعتبار) ہو تو اس کی روایت بھی **مستند** سمجھی جاتی ہے اور اگر راوی کی ثقاہت میں **شک** ہو تو اس کی روایت بھی **مشکوک** ہو جاتی ہے۔ **ملفوظاتِ اعلیٰ** حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے راوی حضور **مفتیِ اعظم** ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ایسے **ثقہ** ہیں جن کے زُہد وتقوٰی، دیانت داری، علمی وَجاہت، وُسعتِ مطالعہ، قوّتِ حافظہ کی وجہ سے ثقاہت بھی اِن پر **ناز** کرتی ہے۔ لہٰذا حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کردہ **''الملفوظ''** میں کسی شک وشبہ کی **گنجائش** نہیں رہتی۔ لیکن یہ بھی ایک **حقیقت** ہے کہ فی زمانہ ملفوظات کے نسخوں میں باہم فرق، عبارتوں میں کمی بیشی، بعض مقامات کا بعض سے متضاد ہونا اور کتابت کی غلطیاں وغیرہ **موجود** ہیں۔ اس کی **وجہ** صاف ظاہر ہے کہ **''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کو مُرتَّب ہوئے تادمِ تحریر (یعنی ۱۴۳۰ھ میں) تقریباً 92 برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اِس طویل عرصے میں **نقل درنقل** کی وجہ سے کتابت کی **غلطیاں** بڑھتی چلی گئیں۔ لہٰذا **ملفوظات** میں پائی جانے والی **غلطیاں** بعد والوں کا حصہ ہیں، **صاحبِ ملفوظات اعلیٰ** حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا **مؤلّفِ کتاب** مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دامن ان سے **پاک** ہے۔ خود حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بعد والے نسخوں میں نقل وکتابت کی غلطیوں پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: **''نہ جانے کیسے چھپوا دیا ہے۔''**

آج مسلمانوں کی اکثریت بُزرگانِ دین علیہ رحمۃ اللہ المبین کے **علمی ذخائر** سے خاطر خواہ **فائدہ** نہیں اُٹھا پاتی جن میں ''الملفوظ'' بھی شامل ہے۔ اس کی **ایک** وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس مبارک زمانے میں اِن **ملفوظات کی** تالیف ہوئی، اور آج کے حالات میں بہت **فرق** ہے۔ اُس وقت **علمِ دین** سیکھنے سکھانے کا **جذبہ** آج کی نسبت کہیں **زیادہ** تھا۔ **صحبتِ علماء** میں رہنا پھر دینی کتب کا **مطالعہ** کرنا مسلمانوں کے معمولات کا **حصہ** تھا۔ آہ! آج مسلمانوں کی اکثریت **شوقِ علمِ دین** سے **محروم** ہے حتّٰی کہ **فرض عُلُوم** سیکھنے کی طرف بھی **توجہ** نہیں، اگر اس بات کا **یقین** نہ آئے تو کبھی بھرے مجمع میں **عوام** سے پوچھ لیجئے کہ **نماز** کی کتنی **شرائط** ہیں؟ کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ وضو وغسل کے کتنے **فرائض** ہیں؟ وغیرھا، چلئے یہی **پوچھ** لیجئے کہ **عید الفطر** کونسے اسلامی مہینے کی **کس تاریخ** کو ہوتی ہے تو ایسے بھی ملیں گے جو **لاعلمی** کا اظہار کریں گے۔ پھر **علمی اِسْتِعداد** (یعنی صلاحیت) کا کیا کہئے کہ اُن دِنوں جو باتیں **عوام** بھی جانتے تھے، آج درسِ نظامی (یعنی عالم کورس) کا **طالب علم** بھی

ٹھیک سے نہیں بتا پاتا۔ اِن سب باتوں کے ساتھ ساتھ **ملفوظات** کے اس علمی ذخیرے سے اِستفادہ یوں بھی مشکل ہو گیا کہ زمانے کے ساتھ ساتھ زبان بھی **بدلتی** چلی گئی، اَلفاظ کا **صحیح تلفُّظ** اور اِن کے **معنی** پر نظر رکھنا عوام کے لئے **دُشوار ترین** ہوتا چلا گیا اور یوں یہ بھی خوّاص کی ہی عادت قرار پائی۔ پھر صاحبانِ علم وفن جانتے ہیں کہ **فَصاحَت وبَلاغَت** (یعنی کلام کی عمدگی) اپنے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے کے لئے دوسری بہت سی باتوں کے ساتھ ساتھ مخاطب (یعنی جس سے کلام کیا جائے) اور وقتِ تَخاطُب (یعنی کلام کرنے کے وقت) کی محتاج ہوتی ہے۔

ان تمام باتوں کو **پیشِ نظر** رکھا جائے تو صاف ظاہر ہے آج عوام کا اپنے مُحسن، اعلیٰ حضرت، مجدد دین **وملت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے **اِن اِرشادات** سے مُستَفِید ہونا بے حد دُشوار ہے۔ وہ **عقیدت** میں **الملفو ظ** یا کوئی اور کتاب پڑھنے کے لئے کھولتے ہیں مگر تھوڑی دیر بعد مکمل سمجھ نہ آنے کی وجہ سے تھک کر **بند** کر دیتے ہیں اور ایک طرف **رکھ** چھوڑتے ہیں پھر **نفس وشیطان** انہیں دوبارہ کتاب **کھولنے** ہی نہیں دیتے کہ پڑھ کر کیا کرو گے سمجھ تو آتی نہیں! پھر **علماء** کی دلچسپی روایات وحکایات کے **حوالہ جات** میں بھی ہوتی ہے جس سے سابقہ نسخے **خالی** تھے۔ لہٰذا ''**الملفو ظ**'' کے ایسے نسخے کی **ضرورت** شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جس میں مشکل الفاظ کے **معنی** درج ہوں، مشکل جملوں کی **تسہیل** کی گئی ہو، **حوالہ جات** ہوں، **کتابت** کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہوں، پیچیدہ مقامات پر **حواشی** ہوں، **علاماتِ ترقیم** کا اہتمام ہو، الغرض ہر وہ **چیز** ہو جو کتاب کے حسن اور اِفادے میں **اِضافہ** کرے۔ اِسی **ضرورت** کے پیشِ نظر تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے علمی وتحقیقی شعبے کی مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے عاشقِ اعلیٰ حضرت، امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ **مولانا محمد الیاس عطّار** قادری دامت برکاتھم العالیہ کی خواہش کے احترام میں اس کتاب پر کام کا آغاز کیا۔ یہ کام جتنا **عظیم** تھا اُتنا ہی **مشکل ترین** بھی تھا مگر ''مُشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں'' کے مصداق **الملفو ظ** کے چاروں حصے **اللہ** عزَّوَجَلَّ کی رحمت سے بحسن وخُوبی مکمل ہوئے۔ **اس** عظیم تالیف پر ہم نے **جس انداز** سے کام کیا اس کی **تفصیل** مُلاحظہ کیجئے:

کام کرنے والوں کا اِنتخاب: اس نسخے کی تیاری کے لئے **جامعۃ المدینہ** (دعوتِ اسلامی) کے فارغ التحصیل 5 ذہین **مَدَنی علماء** دامت فیوضھم کو منتخب کیا گیا جو حوالہ جات کی تخریج، مقابلہ، پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ میں قابلِ قدر

مہارت وتجربہ رکھتے ہیں۔ پھر ان کا ذمہ دار اُس **مَدَنی عالم دین** دام ظلہ المبین کو بنایا گیا جو تقریباً 8 سال کے عرصے میں نئی وپرانی **100** سے زائد **کتابوں** پر کام کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں۔ پھر اس کام کے تمام **مراحل** کے لئے متعدد **مَدَنی مشورے** کئے گئے، **مفتیانِ کرام** دامت فیوضھم سے بھی **رہنمائی** لی گئی، اس کے بعد **اعلیٰ حضرت ومفتیٔ اعظم** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی بارگاہوں سے **استمداد** (یعنی مدد طلب) کرتے ہوئے کام کا **آغاز** کر دیا گیا۔

کتابت: اس نسخے کی کتابت (کمپوزنگ) حامد اینڈ کمپنی (مرکز الاولیاء لاہور) کے مطبوعہ نسخے سے کی گئی ہے۔

مُقابلہ: مقابلے کے لئے نسخے حاصل کرنے کے لئے پاکستان اور ہندوستان کے متعدد علماء اور اداروں سے بار بار رابطہ کیا گیا جس کے نتیجے میں 4 نسخے ﴿حامد اینڈ کمپنی (مرکز الاولیاء لاہور)، قادری کتاب گھر بریلی شریف (ہند)، مظہر العلوم یوپی (ہند) مشتاق بک کارنر (مرکز الاولیاء لاہور)﴾ حاصل ہوگئے مگر افسوس کہ وہ نسخہ جسے خُود مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرتب فرمایا تھا، حاصل نہ ہوسکا جس پر سوائے حسرت بھری آہ بھرنے کے کچھ نہ کرسکے۔ حال ہی میں الملفوظ کا **انگریزی ترجمہ** بھی ڈربن، ساؤتھ افریقہ سے شائع ہوا ہے، ایک اسلامی بھائی سے عاریتاً لے کر اس کا انداز بھی دیکھا گیا مگر کوئی خاص مدد نہ مل سکی۔ پھر 3 نسخوں (حامد اینڈ کمپنی (مرکز الاولیاء لاہور)، قادری کتاب گھر بریلی شریف (ہند)، مظہر العلوم یوپی (ہند)) کا انتخاب کر کے بیک وقت تین مَدَنی علماء سے **مقابلہ** کروایا گیا۔ پھر جہاں جہاں **فرق** نظر آیا اس کی نوعیت کے مطابق **ترکیب** بنائی گئی ہے۔ مثلاً اگر **کتابت** کی غلطی ہے تو درست کر دیا گیا، اگر محض **الفاظ میں فرق** ہے مگر معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو کتاب کے اُسلوب کی رہنمائی میں الفاظ یا تو **باقی** رکھے گئے یا کہیں کہیں **تبدیل** کر دیئے گئے ہیں، وغیرھا۔

ترجمہ: جن عربی وفارسی عبارتوں کا **ترجمہ** موجود نہیں تھا، وہاں بریکٹ () میں ترجمہ لکھنے کے بعد آخر میں نشاندہی کے لئے ''**ت**'' لکھ دیا گیا ہے۔ جن آیات کا ترجمہ پہلے سے درج نہیں تھا وہاں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہرۂ آفاق ترجمۂ قران ''**کنز الایمان**'' سے ترجمہ لکھا گیا ہے۔

عُنوانات وموضوعات: سوالات کے **عنوانات** اور حکایات کے **موضوعات** دیئے گئے ہیں تا کہ مطالعہ کرنے والوں کی دلچسپی بڑھے۔

مشکل الفاظ کے معانی واِعراب : پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے عربی عبارتوں اور مشکل الفاظ پر اِعراب لگانے کے بعد بریکٹ ''( )'' میں **مُرادی معانی** بھی لکھ دیئے گئے ہیں جبکہ مؤلف کی طرف سے دیئے گئے مفاہیم کو پھول دار بریکٹ ''﴿ ﴾'' میں دیا گیا ہے۔ پھر بھی علم بہت مشکل چیز ہے یہ مُمکِن نہیں کہ علمی دشواریاں بالکل جاتی رہیں ضرور بہت مواقع ایسے بھی رہیں گے کہ اہلِ علم سے سمجھنے کی حاجت ہوگی، اس لئے اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو علماء کرام دامت فیوضھم سے **رابطہ** کیجئے۔

حَواشی: متعدد مقامات پر تَوضِیح وتَطبِیق اور تَسہِیل کی غرض سے المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے تقریباً **217** حواشی بھی دیئے گئے ہیں۔ اِن حواشی کی تیاری میں مختلف کتب اور رسائل وجرائد سے بھی مدد لی گئی ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقریباً **30** حواشی ان کے علاوہ ہیں جن کے آخر میں '۱۲' 'یا' ۱۲منہ' 'یا'' ۱۲مولف غفرلہ'' لکھا ہوا ہے۔

علاماتِ تَرقِیم: کامہ، فُل اسٹاپ، اِستِعجابیہ وغیرہ کی علامات جہاں پڑھنے والوں کو آسانی **فراہم** کرتی ہیں وہیں بعض اوقات معنیٰ کو تبدیل ہونے سے بھی بچاتی ہیں، مثلاً ''روکو مت جانے دو'' کو بغیر علامات کے لکھا جائے تو معنیٔ مُرادی سمجھنا **مشکل** ہے لیکن اگر ''روکو! مت جانے دو'' یا ''روکو مت! جانے دو'' لکھا جائے تو لکھنے والے کا مقصد واضح ہو جائے گا۔ **ملفوظاتِ** اعلیٰ حضرت کے اس نسخے میں میں اس کا بھی التزام کیا گیا ہے، ایک مثال مُلاحظہ ہو؛ الملفوظ حصہ اوّل میں ہے:

ارشاد: میں نے اِس میں کافر لکھا ہے۔

یہ جملہ کافر لکھنے کے دعویٰ پر دلالت کرتا ہے لیکن دراصل یہ جملۂ استفہام ہے، لہذا! اگر آخر میں سوالیہ نشان ''؟'' لگا دیا جائے تو مطلب بالکل **واضح** ہو جاتا ہے۔

تَخرِیج: ملفوظات کے اکثر نسخوں میں حوالہ جات درج نہیں تھے، ایک آدھ نسخے میں تھے بھی تو بہت کم اور اتنے مختصر کہ کہیں جلد نمبر نہیں ہے تو کہیں صفحہ نمبر غائب اور کہیں مطبوعہ مَفقُود! جس کی وجہ سے ملفوظات میں درج آیات، احادیث اور فقہی مسائل کے اصل ماٰخذ تک پہنچنے کے لئے علماء کرام ومفتیانِ عِظام دامت فیوضھم کا کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آیاتِ قرانی، احادیثِ مبارکہ، فقہی مسائل اور حکایات کے **حوالہ جات** 'کتاب، جلد، باب، فصل اور صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ

حتی المقدور تلاش کیئے گئے اور انہیں شامل کتاب کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اب درسِ نظامی کے ابتدائی درجات کا طالب علم بھی ان مسائل کو اصل ماٰخذ میں بآسانی تلاش کرسکتا ہے۔ چونکہ کتابوں کے نام بار بار استعمال ہوتے تھے لہٰذا ہر کتاب کا مطبوعہ حوالے میں درج کرنے کے بجائے آخر میں **ماٰخذ ومراجع** کی فہرست مصنفین و مؤلفین کے ناموں، ان کی سنِ وفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کردی گئی ہے۔ حوالہ جات کے لئے فردِ واحد پر تکیہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کی صحت یقینی بنانے کے لئے یہ طریقہ کار اپنایا گیا کہ ایک مَدَنی اسلامی بھائی نے تخریج کی، پھر کمپیوٹر فائل میں ان حوالہ جات کو درج کرنے کے بعد پرنٹ آؤٹ کر کے دوسرے مَدَنی اسلامی بھائی سے اس کے لکھے ہوئے حوالہ جات کی تفتیش کروائی گئی، اگرچہ اس طریقہ کار کی وجہ سے کافی وقت صرف ہوا لیکن غلطی کا امکان کم سے کم رہ گیا۔

''**فتاوٰی رضویہ**'' میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے احادیث وآثار کو روایت بالمعنی کرنے میں ''مُلَخَّصًا'' اور ''ملتقطاً'' کی **اِصطلاحات** استعمال فرمائی ہیں۔ چنانچہ ہم نے بھی تخریج میں اس کی **صراحت** کردی ہے۔ **مُلَخَّصًا** کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث یا روایت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ اس کا مطلب تبدیل نہ ہو اور **مُلْتَقَطًا** کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث یا روایت کے الفاظ تو بالکل وہی رہیں اور اس میں سے کچھ الفاظ کو ذکر کردینا اور کچھ الفاظ کو حذف کردینا اس طرح کہ اس کا مطلب تبدیل نہ ہو۔

فہرست: سوائے ایک کے فہرست سے تمام نسخے **خالی** تھے، چنانچہ کتاب کے شروع میں ہم نے اپنے انداز کے مطابق نئی فہرست بھی بنادی ہے۔

ضِمنی فہرست: جامعِ ملفوظات مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اندازِ تالیف یہ ہے کہ وہ سائل کے سوال کو عرض اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے عطا کردہ ملفوظ کو ارشاد کے نام سے تعبیر فرماتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب کی ترتیب سائلوں کے سوالات کی ترتیب کے مطابق رکھی گئی لہٰذا کوئی فنی ترتیب قائم نہ ہوسکی مثلاً عقائد، عبادات، معاملات وغیرہ۔ اسی لئے **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ملفوظات رنگارنگ پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح سینکڑوں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے ہم نے کتاب کے آخر میں موضوعات کے مطابق ضِمنی فہرست بھی شامل کردی ہے تاکہ مسئلہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔

شُماریاتی جائزہ : ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِ العزت کے اِس علمی خزانے میں تقریباً **610** سوالات اور ان کے جوابات ہیں، جن میں تقریباً **194** آیاتِ قرآنی، **306** احادیث مبارکہ اور **157** حکایات شامل ہیں۔ چاروں حصوں کی جداگانہ تفصیل ملاحظہ ہو:

حصہ اوّل میں **219** سوالات اور ان کے جوابات ہیں، جن میں **63** آیاتِ قرآنی، **75** احادیث مبارکہ اور **29** حکایات شامل ہیں۔

حصہ دوم میں **94** سوالات اور ان کے جوابات ہیں، جن میں **43** آیاتِ قرآنی، **99** احادیث مبارکہ اور **81** حکایات شامل ہیں۔

حصہ سوم میں **221** سوالات اور ان کے جوابات ہیں، جن میں **44** آیاتِ قرآنی، **60** احادیث مبارکہ اور **27** حکایات شامل ہیں۔

حصہ چہارم میں **176** سوالات اور ان کے جوابات ہیں، جن میں **44** آیاتِ قرآنی، **72** احادیث مبارکہ اور **20** حکایات شامل ہیں۔

الحمدللہ عَزَّوَجَلَّ! **15** ماہ کے قلیل عرصے میں بڑے سائز کے **550** سے زائد صفحات پر مشتمل ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِ العزت کے چاروں حصوں پر کام مکمل ہوگیا، اس دوران دیگر کتب پر بھی کام جاری رہا۔

عرضِ حال

ملفوظات پر اس طرز سے کام کرنے میں جہاں مَدَنی علماء دامت برکاتہم العالیہ کی توانائیاں خرچ ہوئیں وہیں کُتُب، کمپیوٹرز اور تنخواہوں اور دیگر اخراجات کی مدّ میں **دعوتِ اسلامی** کا زرِ کثیر بھی خرچ ہوا۔ **اِن تمام تر کوششوں کے باوجود ہمیں دعویٔ کمال نہیں** لہٰذا اِس نسخے میں جو خوبی نظر آئے وہ ہمارے **اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ ربِ العزّت کے کلام کا جلوہ ہے، شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم علامہ مولانا **محمد مصطفےٰ رضا خان** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عاشقِ اعلیٰ حضرت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطّار** قادری دامت برکاتہم العالیہ **کا فیض** ہے اور جہاں **خامی** ہو وہاں ہماری غیر ارادی **کوتاہی** کو دخل ہے۔ اسلامی بھائیوں بالخصوص علمائے کرام دامت فیوضہم سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کریں بذریعہ مکتوب یا ای میل ہماری رہنمائی فرمائیں۔ **اللہ** تعالیٰ **دعوتِ اسلامی** کے تحقیقی واشاعتی شعبے "المدینة العلمیة" کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

12 جُمادَی الاُخریٰ 1430ھ، بمطابق 5 جون 2009ء

حصہ اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(خطبہ از: شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن)

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ اَحۡسَنُ الۡمَکۡتُوۡبَاتِ وَعُمۡدَۃُ الۡمَلۡفُوۡظَاتِ حَمۡدُ مُبۡدِعٍ اَنۡطَقَ الۡمَوۡجُوۡدَاتِ بِاَنۡ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مَوۡجُوۡدَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَخۡرَجَ الۡمَعۡدُوۡمَاتِ مِنَ الۡعَدَمِ اِلَی الۡوُجُوۡدِ فَشَہِدۡنَ اَنۡ لَّامَشۡہُوۡدَ اِلَّا اللّٰہُ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَعَلَّمَہُ الۡبَیَانَ وَاَنۡطَقَہٗ بِفَصِیۡحِ اللِّسَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الۡاَتَمَّانِ الۡاَکۡمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِ الۡاِنۡسِ وَالۡجَانِّ عَمِیۡمِ الۡجُوۡدِ وَالۡاِحۡسَانِ شَفِیۡعِنَا یَوۡمَ الۡجَزۡعِ وَالۡفَزۡعِ عِنۡدَ الۡمَلِکِ الۡمَنَّانِ الَّذِیۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِمَحۡضِ کَرَمِہٖ حَنَّانٌ وَّقَھَّارٌ عَلٰی اَجۡیَالِ الۡبَغۡیِ وَالۡعِنَادِ وَالۡفَسَادِ وَالۡکُفۡرَانِ جَبَّارٌ عَلَی الۡمُرۡتَدِّیۡنَ وَعَلٰی مَنۡ کَفَرَ بِہٖ وَبِرَسُوۡلِہٖ دَیَّانٌ ،نَبِیِّ الرَّحۡمَۃِ ذِی الۡکَرَمِ وَالۡغُفۡرَانِ حَامِی الۡاِیۡمَانِ مَاحِی الطُّغۡیَانِ غَافِرِ الذَّنۡبِ وَالۡفُسُوۡقِ وَالۡعِصۡیَانِ سَیِّدِنَا وَمَوۡلٰنَا نَاصِرِنَا وَمَاۡوٰنَا حَامِیۡنَا وَمَلۡجَاۡنَا السُّلۡطَانِ اَبِی الۡقَاسِمِ مُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ رَبِّنَا الرَّحۡمٰنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہِ الَّذِیۡنَ صَدَّقُوۡہُ بِالۡاِذۡعَانِ وَاٰمَنُوۡا بِمَوۡلَاھُمۡ بِالتَّصۡدِیۡقِ وَالۡاِیۡقَانِ وَسَعِدُوۡا فِیۡ مَنَاھِجِ الصِّدۡقِ وَصَعِدُوۡا مَعَارِجَ الۡحَقِّ بِالثَّبَاتِ وَالۡاِتۡقَانِ ھُمۡ لِلدِّیۡنِ اَسَاسٌ وَبُنۡیَانٌ وَاَرۡکَانٌ اَللّٰھُمَّ احۡشُرۡنَا مَعَھُمۡ بِکَرَمِکَ وَاَدۡخِلۡنَا بِھِمۡ دَارَ الۡجِنَانِ بِرَحۡمَتِکَ وَ مَغۡفِرَتِکَ یَاکَرِیۡمُ یَا رَحِیۡمُ یَاغَفَّارُ یَاسُبۡحَانُ اٰمِیۡن اٰمِیۡن یَااَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ

ترجمہ: **اللہ** کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا

ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرُود بھیجتے ہیں، سب سے اچھی تحریر اور عمدہ کلام، اس مُوجِد (حقیقی) کی تعریف ہے جس نے موجودات کو قوتِ گویائی عطا فرمائی بایں طور کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ اس نے مَعدُومات (یعنی غیر موجود) کو عدم سے وُجُود کی طرف نکالا تو انہوں نے گواہی دی کہ کوئی لائقِ ذکر نہیں سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے، لہٰذا تمام تعریفیں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا، اِسے بیان سکھایا اور اِسے فصیح زبان کے ساتھ قوتِ گویائی عطا فرمائی اور کامل واکمل دُرُود وسلام ہو تمام جن واِنس کے سردار، سخاوت واحسان کے منبع پر جو کہ گھبراہٹ (یعنی قیامت) کے دن اُس احسان کرنے والے بادشاہ (**اللہ** تعالیٰ) کے حضور ہماری شفاعت فرمانے والے ہیں جو محض اپنے کرم سے مؤمنوں پر احسان فرمانے والا، باغیوں، سرکشوں، فسادیوں، کافروں کی نسلوں پر قہر فرمانے والا، مرتدین پر غضب فرمانے والا اور اپنے اور اپنے رسول کے جھٹلانے والے کو بدلہ دینے والا ہے۔ یہ رحمت اور کرم وبخشش والے نبی، ایمان کی حمایت کرنے والے، سرکشی مٹانے والے، گناہ، نافرمانی اور معصیت بخشوانیوالے ہمارے سردار، ہمارے مولیٰ، ہمارے مددگار، ہماری جائے پناہ اور ہمارے حامی و ملجاء شہنشاہ ابو القاسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) جو ہمارے مہربان ربّ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور دُرُود وسلام نازِل ہو اُنکی آل واصحاب پر جنہوں نے سچے دل سے انکی تصدیق کی، اپنے مولیٰ پر صدق ویقین کے ساتھ ایمان لائے، راہِ صدق میں سعادت مند ہوئے اور حق کی بلندیوں میں ثابت قدمی ویقین کے ساتھ ترقی کی۔ وہ دین کی بنیاد، عمارت اور ستون ہیں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنی رحمت ومغفرت کا واسطہ! اپنے کرم سے ہمارا حشر انکے ساتھ فرما اور انکے صدقے ہمیں جنت میں داخل فرما۔ اے کریم! اے رحیم! اے غفار! اے سبحان! عَزَّوَجَلَّ قبول فرما، قبول فرما اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔ (ترجمہ از المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی))

مُقَدَّمۂ کتاب

(از:شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن)

اَللّٰہ اَللّٰہ اہلُ اللہ کی زندگی اللہ تعالٰی و تبارَکَ کی ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ اِن کی ذات پاک سے ہر مصیبت ٹلتی ہےاور ہر اَڑی مشکل بآسانی بدلتی ہے۔ سُبحانَ اللہ انہی نُفوسِ طیِّبہ طاہرہ (یعنی پاکیزہ ہستیوں) کے قُدُوم (یعنی تشریف آوری) کی بَرَکت سے وہ وہ عُقدۂ لَا یَنْحَلّ (یعنی وہ مشکل مسئلے جوحل نہ ہوسکیں) چٹکی بجاتے ہوئے حل ہوتے ہیں، جنہیں قیامت تک کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے، جس سے کیسا ہی کوئی عَقیل ومُدَبِّر (یعنی دانشمند) ہو حیران رہ جائے، کچھ نہ بول سکے، جسے میزانِ عَقْل میں کوئی نہ تول سکے۔ اَللہُ اَکْبَر! اِن کی صورت، اِن کی سیرت، ان کی رفتار، ان کی گُفتار (یعنی گفتگو)، ان کی ہر رَوِش (یعنی انداز)، ان کی ہر اَدا، ان کا ہر ہر کردار، اَسرارِ پَروَرْدْگار عَزَّ مَجْدُہٗ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بھیدوں) کا ایک بہترین مُرَقَّع (یعنی مجموعہ) اور بولتی تصویر ہے کہ یہ اَنفاسِ نفیسہ (یعنی پاک ہستیاں) مَظْہَرِ ذاتِ عُلْیا وصِفاتِ قُدسیہ (یعنی اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کے اَنوار کی جلوہ گاہ) ہوتے ہیں مگر بَفَحْوائے (یعنی بمطابق فرمانِ الٰہی)

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ (پ۲۰، القصص:۸۸) ترجمۂ کنزالایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔

اور

كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۚۖ وَّ یَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۚ (پ۲۷، الرحمٰن:۲۶،۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

دَوام (یعنی ہمیشگی) کسی کے لئے نہیں، ہمیشہ نہ کوئی رہا ہے نہ رہے۔ ہمیشگی ربّ عَزَّوَجَلَّ کو ہے، باقی جو موجود ہے مَعدوم (یعنی مٹ جانے والا، نہ رہنے والا ہے) اور ایک دن سب کو فنا ہے۔ اسی لئے اَسلافِ کِرام رحمۃ اللہ علیہم نے ایسے پاک اَنفاسِ قُدسیہ کے حالاتِ مبارکہ ومَکاتیبِ طیِّبہ (یعنی خطوط مبارک) وملفوظاتِ طاہرہ (یعنی پاکیزہ ارشادات) جمع فرمائے یا اس کا اِذْن دیا (یعنی اجازت دی) کہ ان کا نَفع قیامت تک عام ہوجائے اور ہمیں (یعنی ہم ہی) مُسْتَفِید (یعنی فائدہ اٹھانے والے) ومحظوظ (یعنی لطف اَندوز) نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں اور پھر وہ بھی یوں ہی اپنے اَخلاف (یعنی بعد میں آنے والوں کے لئے) کیلئے پَند ونصائح ووَصایا، تنبیہات واِخلاص کے ذخیرے، اَذکارِ عشق ومحبت، مسائلِ شریعت وطریقت کے مجموعہ، مَعْرِفت

وحقیقت کے گنجینہ (یعنی خزانہ) کو اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری رہے سچ ہے ؎

نـہ تـنہـا عشق اَز دیدار خیزد　　　بَسَا کیں دولت اَز گُفتار خیزد

﴿یعنی: نہیں عشق محتاجِ زیارت، کہ یہ دولت حاصلِ گفتار سے بھی ہے﴾ (کلیاتِ جامی)

فقیر جب تک سِنِّ شُعور (یعنی ہوش سنبھالنے کی عمر) کو نہ پہنچا تھا اور اچھے بُرے کی تمیز نہ تھی، بھلائی برائی کا ہوش نہیں تھا، اس وقت میں ایسے خیال ہونا کیا معنیٰ؟ پھر جب سِنِّ شُعور کو پہنچا تو اور زیادہ بے شُعور رہوا، جوانی دیوانی مشہور ہے مگر "اَلصُّحبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ" صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت! اور وہ بھی کون؟ (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جنہیں سَیِّدُ الْعُلَمَاء (یعنی علماء کا سردار) کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، جنہیں تاجُ الْعُرَفاء (یعنی عارفین کا پیشوا) کہیں بَجا (یعنی درست)، جنہیں مُجَدِّدِ وقت اور اِمامُ الْاَولیاء (یعنی ولیوں کا اِمام) سے تعبیر کریں تو صحیح، جنہیں حَرَمَیْن طَیِّبَیْن کے عُلَمائے کِرام نے مَدائحِ جلیلہ (یعنی خوب تعریفوں) سے سَراہا، "اِنَّہُ السَّیِّدُ الْفَرْدُ الْاِمَامُ" (یعنی یہ یکتا و یگانہ سردار و امام ہیں۔ ت) کہا، اِن کے ہاتھ پر بَیْعت ہوئے انہیں اپنا شیخِ طریقت بنایا، اِن سے سَنَدیں لیں، اِجازتیں لیں، اِنہیں اپنا اُستاذ مانا۔ پھر ایسے اچھے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ اِس صحبت کی برکت نے انسان کر دیا۔ اُس زمانے میں کہ آزادی کی تُند و تیز ہوا چل رہی تھی کیا عَجَب تھا کہ میں غریب بھی اس بادِصَرْصَر (یعنی آندھی) کے تیز جھونکوں سے جہاں صَد ہا بِئْسَ الْمَصِیر (بہت بُرے ٹھکانے میں) پہنچے وہیں جا رہتا مگر اپنے مولا کے قربان جس کی نظرِ عنایت نے پکا مسلمان بنا دیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ اب نہ وہ خُودی ہے جو بےخُود (یعنی اپنے آپ سے بے خبر) بنائے تھی۔ نہ وہ مَدہوشی جو بیہوش کئے تھی۔ نہ وہ جوانی کی اُمنگ نہ کسی قسم کی کوئی اور تَرَنگ (یعنی جوش وجذبہ)۔ مولانا مَعْنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ع

صُحبتِ صالح تُرا صالح کُنَد

(یعنی نیک آدمی کی صحبت تجھے نیک بنا دے گی۔ ت)

مولانا کے اِس فرمان کی مجھے آنکھوں دیکھی تصدیق ہوئی۔ اس معنیٰ میں حضرت سَعدِی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اور کتنا اچھا فرمایا۔ میں بار بار اُن کے اَشعار پڑھتا ہوں اور حَظ (یعنی لطف) اٹھاتا ہوں، جب پڑھتا ہوں ایک نیا لطف پاتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

قطعہ

گِلے خوشبوئے دَرْ حَمام روزے رسید اَز دستِ محبوبے بَدَسْتَم

بَدو گُفتم کہ مشکی یا عبیری کہ اَز بُوئے دِلآویزِ تو مستم

بگُفتا مَن گِلے ناچیز بُودم ولیکن مُدّتے با گُل نشستم

جمالِ ہم نشیں دَرمَن اثر کَرد وگرنہ مَن ہُماں خاکَم کہ ہستم

(یعنی: ایک دن حمام میں خوشبودار مٹی میرے محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آئی، میں نے اس سے پوچھا کہ تُو مشک ہے یا عنبر کہ میں دل کو چھو لینے والی خوشبو سے دیوانہ ہوا جا رہا ہوں، اس نے جواب دیا کہ میں ایک ناچیز و بے قدر مٹی تھی لیکن ایک مدّت تک مجھے پھول کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا، چنانچہ میرے ہم نشین کے حسن و جمال کی تاثیر مجھ میں اُتر گئی ورنہ میں تو وہی ایک بے قیمت مٹی تھی۔ت)

غرض میری جان ان پاک قدموں (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں) پر قربان! جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کُھلیں، اچھے برے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع وزِیاں (یعنی فائدہ اور نقصان) سوجھا۔ مَنْہِیات (یعنی ممنوعہ کاموں) سے تابمَقْدُور (یعنی اِمکان بھر) اِحْتِراز کیا (یعنی بچا) اور اَوامِر (یعنی شرعی احکام) کی بجا آوری میں مشغول ہوا، اور اب اعلیٰ حضرت مُدَّ ظِلُّہُ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مُدّتوں غور وخوضِ کامل کے بعد بھی ہماری کیا بِساط (یعنی طاقت)! بڑے بڑے سرٹیک کر رہ جائیں، فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف ''اَنَا لَا اَدْرِیْ'' (یعنی میں نہیں جانتا۔ت) کا دَم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اِشکال (یعنی دشوار) ہی نہ تھا اور وہ دَقائق ونِکاتِ مذہب و مِلّت (یعنی مذہب وملت کے باریک پہلو) جو ایک چِیْستان (یعنی پہیلی) اور ایک مُعَمّا ہوں جن کا حل دُشوار سے زیادہ دُشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرما دیئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہرِ عالیہ وزَواہرِ غالیہ (یعنی چمکدار قیمتی موتی) یونہی بکھرے رہے تو اس قدر مُفید نہیں جتنا انہیں سِلکِ تحریر میں نَظْم کر لینے (یعنی تحریر کی لڑی میں پرونے) کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی مُتَمَتِّع ہونا (یعنی نفع اُٹھانا) یا زیادہ سے زیادہ اِن کا نفع حاضر باشانِ دربارِ عالی (یعنی دربارِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت میں حاضر ہونے والوں) ہی کو پہنچنا باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کا نفع جس قدر عام ہو اُتنا ہی بھلا۔ لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق (یعنی بکھرے ہوئے موتی) جمع ہو، مگر یہ کام مجھ سے بے بِضَاعَت (یعنی بے مایہ) اور عَدِیْمُ الفُرْصَت (یعنی مصروف ترین) کی بِساط (یعنی طاقت) سے کہیں سِوا (یعنی بڑھ کر)

تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلاتا تھا، اس لئے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔ میری حالت اُس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مُذَبْذَب (یعنی شش وپنج کا شکار) ہو ایک قدم آگے ڈالتا، اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو مگر دل جو بے چین تھا کسی طرح قرار نہ لیتا تھا آخر "اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ" (یعنی کوشش میری طرف سے اور تکمیل **اللہ** تعالیٰ کی طرف سے۔ت) کہتا، کمرِ ہمّت چُست کرتا اور "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل" (یعنی **اللہ** تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ت) پڑھتا اٹھا اور ان جواہرِ نَفِیسہ (یعنی عمدہ موتیوں) کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس "ہار" ہی کو میری "جیت" کا باعث بنائے ؏

اِیں دعا اَز مَن و اَز جُملہ جہاں آمین باد

(یعنی یہ دعا میری طرف سے اور آمین تمام جہان کی طرف سے۔ت)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَھُوَ خَیْرُ رَفِیْقٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَامُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

(ترجمہ: اور **اللہ** تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔ وہ مجھے کافی ہے اور بہترین رفیق ہے۔ **اللہ** تعالیٰ درود وسلام اور برکتیں نازل فرمائے اپنی مخلوق میں سے بہترین یعنی ہمارے آقا ومولیٰ محمد اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ت)

میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے **مَلْفُوظات** (یعنی ارشادات) جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی (یعنی بلند) مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا، آگے قبول واجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں "وَھُوَ حَسْبِیْ وَ رَبِّیْ" (یعنی وہی میرا رب ہے اور مجھے کافی ہے۔ت) وہ اگر قبول فرمائے تو یہی میری بگڑی بنانے کو بس ہے۔ میں اپنے سُنّی بھائیوں سے امیدوار کہ وہ مجھ بے بِضاعت ومسافر بے توشۂ آخرت کیلئے دعا فرمائیں کہ ربُّ الْعِزَّت تَبارَكَ وَتَقَدَّسَ اِسے میری فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین آمین بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ الْمَکِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ مَّرْضِیٌّ لَدَیْہِ

(یعنی (اے **اللہ**) تمام رسولوں کے سردار عظیم وامین نبی کی عظمت کے صدقے قبول فرما۔ **اللہ** تعالیٰ دُرود وسلام اور برکتیں نازل فرمائے حضور پر اور ہر اس آدمی پر جو حضور کا پسندیدہ اور پیارا ہے۔ت)

سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا گیا؟

مولانا عبدُ العلیم صاحِب صِدِّیقی میرٹھی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) حاضرِ خدمت تھے انہوں نے **عرض** کی: حضور سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی گئی؟

ارشاد: حدیث میں ارشاد فرمایا:

یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْخَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ

اے جابر بے شک **اللہ** سُبْحَانَہٗ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(کشف الخفاء، ج ۱، تحت الحدیث ۸۲۶، ص ۲۳۷)

عرض: حضور میری مُراد دُنیا کی ہر چیز سے پہلے سے ہے۔

ارشاد: ربُّ العِزَّت تبارَکَ وَ تعالٰی نے چار روز میں زمین اور دو دن میں آسمان (بنایا)۔ (پ ۲۴ :السجدۃ ۹، تفسیرابن عباس، سورۂ یونس، تحت الایۃ ۳، ص ۲۱۸) یک شَنْبَہ تا چہار شَنْبَہ (یعنی اتوار تا بدھ) زمین، و پنجشنبہ (یعنی جمعرات) تا جُمُعہ آسمان نیز اس جُمُعہ میں بَیْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِب (یعنی عصر و مغرب کے درمیان) آدم علٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو پیدا فرمایا۔

(المستدرک للحاکم، الحدیث ۴۰۵۰، ج ۳، ص ۴۰۹ ملخصًا)

باطِنی عِلم کا ادنٰی درجہ

عرض: اَدنیٰ دَرَجہ علمِ باطِن کا کیا ہے؟

ارشاد: حضرتِ ذُوالنُّون مِصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ **علم** لایا جسے خواص وعوام سب نے **قبول** کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ **علم** لایا جسے خواص نے **قبول** کیا، عوام نے **نہ مانا**۔ سہ بارہ (یعنی تیسری بار) سفر کیا اور وہ **علم** لایا جو خواص وعوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سَیرِ اَقدام (یعنی قدموں سے چلنا) مراد نہیں بلکہ سَیرِ قَلْب (یعنی رُوحانی سفر) ہے۔ اِن کے عُلوم کی حالت تو یہ ہے اور **ادنٰی درجہ** ان سے اعتِقاد، اِن پر اِعتِماد و تسلیم۔ اِرشاد جو سمجھ میں آیا فَبِہَا (یعنی ٹھیک) ورنہ

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (پ ۳، اٰلِ عمرٰن: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: سب ہمارے رب (عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

حضرت شیخِ اکبر و اکابرِ فن (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے فرمایا ہے کہ **ادنیٰ درجہ** علمِ باطن کا یہ ہے کہ اِس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو اُن کی تصدیق نہ کرتا۔

نیز حدیث میں فرمایا ہے:

اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَکُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ — صبح کر اِس حالت میں کہ تُو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۴۳۷، ج۱، ص ۱۳۴)

غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے

عرض: کیا واعِظ (یعنی مذہبی بیان کرنے والے) کا عالم ہونا ضروری ہے؟

ارشاد: غیرِ عالم کو وعظ کہنا (یعنی مذہبی باتوں کا بیان کرنا) **حرام** ہے۔[۱]

عالِم کون؟

عرض: عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد: عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مُستَقِل ہو اور اپنی ضَرُوریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔

کیا علم صرف کتابیں پڑھنے سے حاصِل ہوتا ہے؟

عرض: کُتُب بینی (یعنی کتابیں پڑھنے) ہی سے علم ہوتا ہے؟

ارشاد: یہی نہیں بلکہ علم ''اَفواہِ رِجال'' (یعنی علم والوں سے گفتگو) سے بھی حاصل ہوتا ہے۔[۲]

[۱]: آقائے نِعمت اعلیٰ حضرت مجدِدِ دین وملّت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 23 صفحہ 409 پر فرماتے ہیں، ''جاہل اُردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اِس میں حَرَج نہیں کہ اِس وَقت وہ جاہل سفیرِ مَحض (یعنی محض پہنچانے والا) ہے اور حقیقۃً وَعظ اُس عالم کا ہے جس کی کتاب پڑھی جائے۔'' (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۰۹)

[۲]: اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت فتاوٰی رضویہ جلد 23 صفحہ 683 پر فرماتے ہیں، سند کوئی چیز نہیں بُہتیرے سَنَد یافتہ مَحض بے بَہرہ (یعنی علمِ دین سے خالی) ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی اِن کی شاگردی کی لیاقت بھی اُن سَنَد یافتوں میں نہیں ہوتی، عِلْم ہونا چاہئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۳)

مُجاہَدے کے لئے کتنی مُدّت درکار ہے؟

عرض: حضور! مجاہدے میں عمر کی قید ہے؟

ارشاد: مجاہدے کے لئے کم از کم اَسّی برس درکار ہوتے ہیں۔ باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اَسّی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اَسّی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اِس عالَم میں مُسَبَّبات (مُ۔سَبَّ۔بات) کو اَسباب سے مَربُوط فرمایا (یعنی جوڑا) گیا ہے اُسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جَذْب وعنایتِ ربّانی 'بعید (یعنی دُور نظر آنے والی منزل) کو قریب نہ کر دے تو اِس راہ کی قطع (یعنی طے کرنے) کو اَسّی برس درکار ہیں اور رحمت توجُّہ فرمائے تو ایک آن میں نَصرانی (یعنی عیسائی) سے اَبدال کر دیا جاتا ہے اور صدقِ نیت (یعنی سچّی نیّت) کے ساتھ یہ مشغولِ مجاہدہ ہو تو امدادِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (پ ۲۱، العنکبوت: ٦٩)

وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

دینی خِدمت بھی مُجاہَدہ ہے

عرض: یہ (یعنی مجاہدہ) تو حضور اِسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے۔ دُنیوی ذرائعِ معاش (یعنی روزی کمانے کے دُنیوی ذریعے) اگر چھوڑ دیئے جائیں تو یہ بھی نہایت دِقّتِ طلب (یعنی مشکل) ہے اور یہ دینی خدمت [1] جو اپنے ذمّہ لی ہے اُسے بھی چھوڑنا پڑے گا۔

ارشاد: اُس کے لئے یِہی **خدمات مجاہدات** ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔ امام ابواسحٰق اسفرائنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) جب انہیں مُبْتَدِعین (یعنی گمراہوں) کی بِدعات کی اِطّلاع ہوئی پہاڑوں پر اُن اَکابر **علماء** کے پاس تشریف لے گئے جو ترکِ دنیا و مَافِیْہا (یعنی دنیا اور اس کا ساز و سامان چھوڑ) کر کے **مجاہدات میں مصروف** تھے، ان سے فرمایا:

يَا اَكَلَةَ الْحَشِيْشِ اَنْتُمْ هٰهُنَا وَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِتَنِ

اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ اِمام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہوسکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مُبْتَدِعین کے رد میں نہریں بہائیں (یعنی شدید و کثیر رد کیا)۔

---

[1] : حمایتِ مذہبِ اہلِ سنت وردِّ وہابیہ وغیرہم مرتدین ۱۲ منہ

دُنیاوی فکروں کا قلبِ جاری پر اثر

عرض : کیا دُنیوی تفکُّرات کا قَلبِ جاری[1] پر اثر ہوتا ہے؟

ارشاد : ہاں! دُنیا کی فکریں جاری قَلْب کی حالت میں ضرور فرق ڈالتی ہیں۔

سفر کونسے دن کرنا چاهئیے؟

عرض : سفر کے لئے کون کون سے دن مخصوص ہیں؟

ارشاد : پنجشَنْبہ شَنبہ دوشنبہ (یعنی جمعرات، ہفتہ اور پیر)، حدیث شریف میں ہے بروز شَنبہ (یعنی ہفتہ) قبل طُلُوعِ آفتاب (یعنی سورج نکلنے سے پہلے) جو کسی حاجت کی طَلَب میں نکلے اس کا ضامِن میں ہوں۔

(کنز العمال، الفصل الثالث......الخ، الحدیث ١٦٨٠٨، ج٦، ص ٢٢١)

(اسی سلسلۂ تقریر میں فرمایا) بِحَمْدِ اللّٰہ دوسرے بار کی حاضریِ حرمَین طیّبیَن میں یہاں سے جانے اور وہاں سے واپس آنے میں اِنہیں تین دن میں سے ایک دن میں روانگی ہوئی تھی اور بِفَضْلِہٖ تعالیٰ فقیر کا یومِ وِلادت بھی شنبہ (یعنی ہفتہ) ہے۔

سیِّدُنا صدّیقِ اَکبَر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس عُمر میں اِسلام قبول کیا؟

عرض : عمر شریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبولِ اسلام کے وقت کیا تھی؟

ارشاد : ۳۸ (اڑتیس) سال اور سوائے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے کہ حضور کی عمر شریف ۸۲ سال ہوئی ہر سہ (یعنی تینوں) خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (میں سے ہر ایک) کی عمر مبارک نیز عمر شریف حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ **حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے برابر ہوئیں یعنی ۶۳ سال۔ اگرچہ اِسمیں کچھ روز و ماہ کم وبیش ضرور تھی لیکن سالِ وفات یہی تھا۔

قبولِ اسلام سے پہلے سیِّدُنا صِدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب

عرض : حضور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلِ قبولِ اِسلام کیا مذہب رکھتے تھے؟

ارشاد : صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بُت کو سجدہ نہ کیا۔ 4 برس کی عمر میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے باپ بُت خانے میں لے گئے اور کہا:

---

[1] قلبِ جاری وہ قلب ہے جو خدا اور رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذکر شریف میں مگن رہے۔ ۱۲ منہ

ھٰؤُلَاءِ اِلٰھَتُکَ الشُّمُ الْعُلٰی فَاسْجُدْ لَھُمْ　　یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا، انہیں سجدہ کرو۔

جب آپ بُت کے سامنے تشریف لے گئے، فرمایا: ''میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے، میں پتھر مارتا ہوں اگر تُو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔'' وہ بُت بھلا کیا جواب دیتا۔ آپ نے ایک پتھر اس کے مارا جس کے لگتے ہی وہ گر پڑا اور قوتِ خداداد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی انہیں غصہ آیا، انہوں نے ایک تھپڑ رخسار مبارک پر مارا، اور وہاں سے آپ کی ماں کے پاس لائے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا: ''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی کہ

یَا اَمَةَ اللّٰهِ عَلَی التَّحْقِیْقِ اَبْشِرِیْ بِالْوَلَدِ　　اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی سچی لونڈی تجھے مژدہ ہو اس

الْعَتِیْقِ اِسْمُهٗ فِی السَّمَاءِ الصِّدِّیْقُ لِمُحَمَّدٍ　　آزاد بچے کا، آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے، محمد

صَاحِبٌ وَّ رَفِیْقٌ (صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم)　　صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔

میں نہیں جانتی کہ وہ **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں اور یہ کیا معاملہ ہے؟'' اُس وقت سے صِدّیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کسی نے شرک کی طرف نہ بلایا۔ یہ روایت صِدّیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خود مجلسِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں بیان کی جب یہ بیان کر چکے، جبریلِ امین حاضرِ بارگاہ ہوئے ﴿علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾ اور عرض کی

صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ　　ابوبکر نے سچ کہا۔

یہ حدیث ''مَعَالِی الْفُرْشِ اِلٰی عَوَالِی الْعَرْشِ'' میں ہے اور اس سے امام احمد قسطلانی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے شرح صحیح بُخاری میں ذکر کی۔ (ملخصاً، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج۸، ص ۳۷۰)

حضرتِ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

جب سے خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہوئے کسی وقت جُدا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بعدِ وفات بھی پہلوئے اَقدس میں آرام فرما ہیں۔ ایک مرتبہ **حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے دستِ اقدس میں **حضرت صدیق** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ لیا اور بائیں دستِ مُبارک میں **حضرت عمر** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ لیا اور فرمایا:

ھٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ　　ہم قیامت کے روز یُوں ہی اٹھائے جائیں گے۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر، الحدیث ۳۶۸۹، ج۵، ص۳۷۸)

امامِ اہلسنّت سیّدُنا اِمام ابوالحسن اَشْعَرِی قَدَّسَ سِرَّہُ الْعَزِیز **فرماتے ہیں:**

لَمْ یَزَلْ اَبُوْبَکْرٍبِعَیْنِ الرِّضَا مِنْہُ — ابوبکر ہمیشہ **اللہ**تعالیٰ کی نظرِ رضا سے منظور رہے۔

(ملخصاً، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج۸، ص ۳۷۰)

ابنِ عساکر امام زُہری تلمیذِ اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہم **سے راوی**

مِنْ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّہٗ لَمْ یَشُكَّ فِی اللّٰہِ سَاعَةً (معرفة الصحابة، ج۱، ص۵۲) — **صدیق** (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) **کے فضائل سے ایک یہ** ہے کہ انہیں کبھی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) **میں شک نہ ہوا۔**

اِمام عَبْدُالْوَہَّاب شَعْرانی ''اَلْیَوَاقِیْت وَالْجَوَاهِر'' **میں فرماتے ہیں۔حضوراقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **نے ابوبکر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ **سے فرمایا** ''اَتَذْکُرُ یَوْمَ یَوْمٍ'' کیاتمہیں اُس دن والادن یاد ہے۔**عرض کی:**''ہاں یاد ہےاور یہ بھی یاد ہے کہ اُس دن سب سے پہلے حضور نے'' بَلٰی ''فرمایاتھا۔بالجملہ (الغرض) **صدیقِ اکبر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ **روزِاَلَسْتُ**[1] **سے روزِ ولادت اورروزِ ولادت سے روزِ وفات اورروزِ وفات سے اَبَدُ الآباد** (یعنی ہمیشہ ہمیشہ) **تک سردارِ مسلمین ہیں۔''**

حضرت مولاعلی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل پر مشتمل رسالہ

یوں ہی سیدنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیم **اس بارے میں میرا ایک خاص رسالہ ہے:**''تَنْزِیْهُ الْمَکَانَةِ الْحَیْدَرِیَّة عَنْ وَصْمَةِ عَھْدِ الْجَاھِلِیَّة ''[2]

دھوبی اور طَوائف کے ہاں کھانا کھانا کیسا؟

اِسْتِفْتَا : دھوبی کے یہاں گیارہویں شریف **کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اورفاحشہ** (یعنی طوائف) **کے یہاں کھانے اوراس سے قرآنِ عظیم کی تلاوت کرنے کی تنخواہ لینے کا کیا حکم ہے؟**

اَلْجَواب : دھوبی کے یہاں کھانے میں **کوئی حرج نہیں۔یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے یہاں کا کھانا ناپاک**

---

[1]: وہ دن جس میں **اللّٰہ** تعالیٰ نے تمام روحوں سے سوال کیا تھا کہ '' اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ '' (ترجمۂ کنزالایمان: کیامیں تمہارارب نہیں؟ (پ۹،الاعراف۱۷۲)'' اورروحوں نے جواب میں کہاتھا '' بَلٰی ''(ترجمۂ کنزالایمان: کیوں نہیں!(پ۹،الاعراف۱۷۲)''

[2]: یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ جلد۲۸،صفحہ۴۳۳ پرموجود ہے۔

ہے محض **باطل** ہے۔ ہاں فاحشہ کے یہاں کھانا **جائز** نہیں۔ وہ تنخواہ[1] اگر اُس **ناپاک آمدنی** سے دے تو وہ بھی **حرام قطعی** اور اگر اُس کے ہاتھ کوئی چیز بیچی ہو اور وہ اپنے اسی مال سے دے اس کا لینا **قطعی حرام**، البتہ اگر قرض لے کر قیمت دے تو **جائز** ہے۔ واللّٰہُ تَعالٰی اَعْلَمُ

ناک میں چڑھنے والے دودھ سے رَضاعت کا حکم

عرض: اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

ارشاد: منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف (یعنی پیٹ) میں پہنچے گا، **حرمتِ رضاعت** لائیگا۔

یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصبِ اِفتا عطا ہوا، اور اسی تاریخ سے بِحَمْدِ اللّٰہ تعالٰی نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ روزِ شنبہ (یعنی ہفتہ) وقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصبِ اِفتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینہ چار دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمتِ دین لی جارہی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

رُکوع وسجود میں ٹھہرنے کی مقدار

عرض: رُکوع وسجود میں بقدرِ سُبحَانَ اللّٰہ کہہ لینے کے ٹھہرنا کافی ہے؟

ارشاد: ہاں رُکوع وسجود میں اِتنا ٹھہرنا فرض ہے کہ ایک بار سُبحَانَ اللّٰہ کہہ سکے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم ......الخ، ج۲، ص ۱۹۳)

جو رُکوع وسجود میں تَعْدِیل (یعنی اِنہیں ٹھہر ٹھہر کرادا) نہ کرے ساٹھ برس تک اِسی طرح نماز پڑھے اُس کی **نمازیں قبول نہ ہوں گی**۔ حدیث میں ہے:

---

[1] قرانِ عظیم کی تلاوت پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اقرأو القرآن ولا تاکلوا بہ" (ترجمہ: قران پڑھو اور اسے خوردنی (یعنی کھانے) کا ذریعہ نہ بناؤ۔م) (دارمی، ص ۷ فضائل القرآن مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۳۵۷) ہاں جبکہ خاص تلاوت پر معاہدہ نہ ہوا ہو مثلاً ایک حافظ کو ملازم رکھا اور اس کے متعلق پھر یہ کام بھی کر دیا تو اب اسے تنخواہ لینا جائز ہے کہ وہ اجرت تلاوت قران کی نہیں بلکہ اس کے وقت کی اجرت ہے یہی مقصودِ اعلیٰ حضرت ہے اور تعلیم قران بخوف ذہابِ قران پر جوازِ اُجرت کا فتوی متاخرین نے دے دیا ہے۔ اگر یہ صورت ہو تو بھی جائز ہے اور محض تلاوت پر اجرت کا وہی حکم ہے۔۱۲

لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰی غَیْرِ الْفِتْرَۃِ (ہم اندیشہ کرتے ہیں کہ) اگر تُو اِسی حال پر مرا

اَلَّتِیْ فَطَرَ اللّٰہُ مُحَمَّدًا عَلَیْھَا تو دینِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ مرے گا۔

(ملتقطاً، صحیح البخاری کتاب الاذان باب اذا لم یتم الرکوع، الحدیث ۷۹۱،ج۱،ص۲۷۸)

کیا ہر مُمکِن چیز پیدا ہو چکی ہے؟

عرض : کیا جس قدر ممکنات ہیں وہ تحتِ قدرت بایں معنی (یعنی اس طور پر **اللہ** تبارک وتعالیٰ کی قدرت میں) داخل ہیں کہ اِن کو پیدا فرما چکا ہے؟

ارشاد : نہیں بلکہ بہت سی چیزیں وہ ہیں جو ممکن ہیں اور پیدا نہ فرمائیں مثلاً کوئی شخص ایسا پیدا کرسکتا ہے کہ سر آسمان سے لگ جائے مگر پیدا نہ فرمایا۔

جِنّ و پری کا مسلمان ہونا

عرض : حضور کیا جنّ و پری بھی مسلمان ہوتے ہیں؟

ارشاد : ہاں۔(تفسیر القرآن العظیم، پ۲۹، الجن تحت الایة ۱۱، ج۸، ص ۲۵۴)

مسلمان پَری کی حکایت

﴿اوراسی تذکرہ میں فرمایا﴾ ایک پری مشرف باسلام ہوئی اور اکثر خدمتِ اقدس میں **حاضر** ہوا کرتی تھی ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی۔ جب حاضر ہوئی سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی حضور! میرے ایک عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہوگیا تھا وہاں گئی تھی۔ راہ میں مَیں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر **ابلیس نماز** پڑھ رہا ہے میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کردینا ہے تو خود کیسے **نماز** پڑھتا ہے؟ اس نے کہا کہ شاید ربُّ العزت تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے۔

پیر کے وِصال کے بعد کسی اور سے بیعت ہونا کیسا؟

عرض : زید، محمد شیر میاں صاحب پیلی بھیتی (علیہ رحمۃ اللہ الھادی) سے بیعت ہوا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ اُنکا وِصال ہوگیا اب کسی اور کا **مرید** ہوسکتا ہے؟

ارشاد : تبدیلِ بیعت بلا وجہِ شرعی **ممنوع** ہے اور تَجدِید **جائز** بلکہ **مُستحَب** ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں (مُرید) نہ ہوا ہو اور

اپنے شیخ سے بغیر انحراف کئے (یعنی بیعت توڑے بغیر) اِس سلسلہ عالیہ میں **بیعت** کرے، یہ تبدیلِ بیعت نہیں بلکہ **تجدید** ہے کہ جمیع سَلاسِل اس سلسلۂ اعلیٰ (یعنی سلسلۂ قادریہ) کی طرف رَاجِع (یعنی متوجِّہ) ہیں۔

مُرِید ہونا اس سے سیکھو

(اسی سلسلے میں ارشاد ہوا) تین قلندر نظامُ الحق والدین محبوبِ الٰہی قَدَّسَ سِرَّہُ الْعَزِیز کی **خدمت** میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا۔ خُدّام کو لانے کا حکم فرمایا۔ خادِم نے جو کچھ اُس وقت موجود تھا، اُن کے سامنے رکھا۔ اُن میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر **پھینک** دیا اور کہا: "**اچھا کھانا لاؤ۔**" حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ خدّام کو اِس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم پہلے سے اچھا کھانا لایا، انہوں نے پھر **پھینک** دیا اور اِس سے بھی **اچھا** مانگا۔ حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا۔ غرض اُنہوں نے اِس بار بھی **پھینک** دیا، اور اِس سے بھی **اچھا** مانگا۔ اِس پر اُس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا: کہ یہ کھانا اس **مُردار بیل** سے تو اچھا تھا جو تم نے راستہ میں کھایا۔ یہ سنتے ہی قلندر کا حال مُتَغَیَّر (یعنی تبدیل) ہوا۔ راہ میں تین فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے ملا تھا، اُس کا گوشت کھا کر آئے تھے [1]۔ قلندر حضور کے قدموں پر گرا۔ حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا **عطا فرما دیا**۔ اس وقت وہ وَجْد میں رقص کرتا اور یہ کہتا تھا کہ **میرے مُرشِد نے مجھے نعمت عطا فرمائی ہے**۔ حاضرین نے کہا: بیوقوف جو کچھ تجھے ملا وہ **حضرت کا عطا کیا ہوا** ہے، یہاں تک تو تُو بالکل **خالی** آیا تھا۔ کہا: بے وقوف تم ہو اگر میرے **مرشد** نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے، یہ اُسی نظر کا ذریعہ ہے۔ اس پر حضرت نے کہا: یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا: "**بھائیو! مُرِید ہونا اس سے سیکھو۔**"

گائے کی قُربانی

ایک روز (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بعد نمازِ عَصْر مسجد سے تشریف لائے۔ اس وقت حاضرین میں مولانا امجد علی صاحب اعظمی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) بھی تھے، رسالہ "اَنْفَسُ الْفِکر فی قُرْبَانِ الْبقر" [2] اُن دنوں طبع ہو رہا تھا۔ اس میں مولوی عبدالحی صاحب کے دو فتوے کہ قربانی گاؤ سے متعلق تھے، اس رسالہ میں نَقْل کئے گئے تھے اسی رسالہ کی نسبت تذکرہ ہو رہا

---

[1]: مسئلہ: اضطرار کی حالت میں یعنی جبکہ جان جانے کا اندیشہ ہے اگر حلال چیز کھانے کے لیے نہیں ملتی تو حرام چیز یا مُردار یا دوسرے کی چیز کھا کر اپنی جان بچائے اور ان چیزوں کے کھالینے پر اس صورت میں مؤاخذہ نہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ص ۱۶ مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

[2]: یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ تخریج شدہ جلد ۱۴، ص ۴۴۵ پر موجود ہے۔

تھا۔ان فتووٗں کا بھی ذکر آیا۔اس پر مولانا سے فرمایا:

ارشاد : مولوی صاحب ہنود(یعنی ہندوؤں) کے دھوکے میں آگئے، مسلمانوں کے خلاف فتویٰ لکھ دیا۔تَنْبِیہ(یعنی سمجھانے) پر مُتَنَبِّہ (یعنی خبردار) ہوئے۔یہی سوال میرے پاس بھی آیا تھا بِفَضْلِہٖ تعالٰی بنگاہِ اَوّلیں (یعنی پہلی نظر میں) مَکْرِ مَکّاراں (یعنی مکاروں کی چالاکی) پہچان گیا اور "گُرْبہ کُشْتَن روزِ اول باید" (یعنی برائی کو پہلے ہی دن روک دینا چاہیے۔ت) پر عمل کیا۔وللّٰہ الحمد

اپنے فہم پر اِعتماد کے نقصانات

عرض : حضور اِن کے فتاوے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اِن کے اکثر اَقوال مُتَعارِض(یعنی متضاد) ہیں اور یہ اس لئے کہ یہ اپنے فہم پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔

ارشاد : ہاں اپنے فہم پر اعتماد اور وہ بھی ائمۂ کرام کے مقابلہ پر، کہیں لکھتے ہیں:

"وَاسْتَدَلُّوْا لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ بِوُجُوْہٍ وَالْکُلُّ بَاطِلٌ ابوحنیفہ کے لئے کئی طرح دلیلیں لائے اور سب باطل ہیں۔"

کہیں "قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ کَذَا وَالْحَقُّ کَذَا ابوحنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے۔"

امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہتے ہیں "ھٰھُنَا وَھْمٌ اٰخَرُ لِصَاحِبِ الْکِتَابِ یہاں کتاب والے کا ایک اور وہم ہے۔"

آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور ہے نہ کہ اپنے کو بُھولے یا سِتائِشِ مردم (یعنی آدمیوں کے تعریف کرنے) پر پُھولے، اپنے نَفْس کا علم تو حضوری ہے۔علمانے ابنِ تیمیہ کو لکھا ہے: "عِلْمُہٗ اَکْبَرُ مِنْ عَقْلِہٖ" اُس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔عِلْمِ نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔

ایک عجیب وغریب مسئلہ

(اسی ضمن میں ارشاد فرمایا) مولوی (عبدُالحی) صاحب نے اپنی کتاب "نَفْعُ الْمُفْتِی وَالسَّائِل" میں جس میں خود ہی سائل اور خود ہی مُجِیب (یعنی جواب دینے والے) ہیں، سوال وجواب کو اِسْتِفْسار و اِسْتِبْشار لکھا ہے۔ایک سوال قائم کیا کہ جس مکان میں جانور ہو، کوئی آدمی نہ ہو وہاں جماع جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب لکھا "ناجائز ہے۔" اس جواب سے **لازم** کہ مکان سے تمام مکھیوں کو نکالے اور چارپائیاں کھٹملوں سے صاف کرے اور یہ تکلیف مَالَا یُطَاق ہے(یعنی ایسے کام کا پابند بنانا ہے جس کے کرنے کی طاقت نہ ہو) حالانکہ فُقَہا تَصْرِیح فرماتے ہیں: "جو بچہ سمجھتا اور دوسرے کے سامنے بیان کرسکتا ہو، اس کے

سامنے جماع مکروہ ہے ورنہ حرج نہیں۔'' (الفتاوی الھندیة کتاب النکاح، مطلب عدد الثیاب المتعة، ج۱، ص ۳۰۴) **تو جب ناسمجھ** بچے کے سامنے جائز ہے حالانکہ آدمی ہے۔ جانور کے سامنے کیوں **ممانعت**؟

ناسمجھ بچے کے سامنے جماع کیوں ممنوع ہے؟

مؤلف : فقہائے کرام نے یہ شرط کیوں زائد کی کہ غیر سے بیان کرسکتا ہو! محض سمجھنا کافی تھا، اور اس پر یہ بھی الزام آتا ہے کہ گونگے اپاہج کے سامنے جائز ہو اور اسے کسی طرح عقل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ارشاد : سمجھنے کے دو معنی ہیں **ایک** نَفْسِ حرکات کو سمجھنا، یہ بچے میں **قوتِ بیان** (یعنی بولنے کی طاقت) آنے سے پہلے ہوتا ہے اور **(دوسرا)** یہ سمجھنا کہ یہ حرکات شرم وحیا ہیں، ان کا اِخْفا (یعنی چھپانا) ضرور ہے۔ یہ **قوتِ** بیان آنے کے بہت بعد ہوتا ہے۔ بیان کے لئے پہلا سمجھنا لازم ہے اور اسی قدر **ممانعت** کے لئے کافی کہ خود اگرچہ اسے کوئی امرِ شرم وحیا نہ سمجھا مگر دوسروں سے کہہ تو سکے گا بخلاف دوسرے معنیٔ فہم کے کہ وہ مانعِ مُسْتَقِل (یعنی مستقل رُکاوٹ) ہے، اس میں دوسرے سے بیان کی حاجت نہیں تو جس میں دوسرے معنی کا سمجھنا ہو، اس کے سامنے بدرجہ اَولیٰ مطلقاً **ممانعت** ہے اگرچہ بیان نہ کرسکے۔

تاریخ کی اِبْتِدا و اِنْتِہا کے 4 طریقے

عرض : حضور آج کیا پہلی تاریخ ہے؟

ارشاد : پہلی تاریخ تھی۔ کل چاند ہوا، آج **دوسری شب** ہے۔ **تاریخ** کی اِبتدا و اِنتہا میں **چار** طریقے ہیں: **ایک** طریقہ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کا کہ ان کے یہاں نِصْف شب سے نصف شب تک تاریخ کا شمار ہے۔ **دوسرا** ہنود (یعنی ہندوؤں) کا کہ طلوعِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک، **تیسرا** طریقہ فلاسفۂ یونان کا ہے کہ نصف النہار سے نصف النہار تک، علمِ ہیئات میں یہی ماخوذ ہے۔ **چوتھا** طریقہ مسلمانوں کا کہ غُروبِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک اور یہی عقلِ سلیم پسند کرتی ہے کہ ظُلْمَت (یعنی اندھیرا) نور سے پہلے ہے۔

کیا گائے کا گوشت صحت کے لئے نقصان دہ ہے؟

مؤلف : حاضرین میں گائے کا گوشت کھانے کا اور اس کے مُضِر (یعنی نقصان دہ) ہونے کا ذکر آیا۔ اس پر فرمایا:

ارشاد : وہ قطعاً حلال اور نہایت غریب پَرْوَر گوشت اور بعض اَمْزِجَہ (یعنی طبیعتوں) میں گوشتِ بُز (یعنی بکری کا گوشت) سے **نافع تر** (یعنی زیادہ مُفید) ہے۔ بُہتیرے گوشت کے **شوقین** اسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں اور اس کی **قربانی** کا

تو خاص قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے (پ ۱، البقرۃ: ۷۱) اور خود **حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس (یعنی گائے) کی **قربانی** ازواجِ مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کی طرف سے **فرمائی**۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج باب بیان وجوہ الاحرام الخ، الحدیث ۱۲۱۱، ص۶۲۸)

ہندوستان میں بالخصوص شعائرِ اسلام (یعنی اسلام کی نشانیوں) سے ہے اور اس کا باقی رکھنا **واجب**، بعض لیڈر بننے والے کہ ہنود سے اتحاد منانے کے لئے اس کا انسداد (یعنی روک تھام) چاہتے ہیں، بدخواہِ مسلماناں (یعنی مسلمانوں کا بُرا چاہنے والے) ہیں **مگر عجب** ہے کہ کوئی ہنود اِتحاد نکھارنے کو مساجد کے قریب بھی گھنٹا یا سنکھ بند کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ اتحاد کی یک طرفہ تالی اِن لیڈروں ہی کو نصیب ہے۔ ہاں! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گوشت تناوُل فرمانا **ثابت نہیں**[1] اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔

مصیبت زَدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا کی برکتیں

ایک صاحب نے میری دعوت کی، باصرار لے گئے۔ ان دنوں جناب سید حبیب اللہ دمشقی جیلانی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنارہے تھے اور حلوائی پُوریاں، یہ ہی کھانا تھا۔ سیِّد صاحب نے مجھ سے فرمایا: ''تُو **گائے کے گوشت** کا عادی نہیں اور یہاں کوئی اور چیز موجود نہیں بہتر کہ صاحبِ خانہ سے کہہ دیا جائے۔'' میں نے کہا کہ ''یہ میری عادت نہیں۔''[2] وہی پُوریاں

---

[1]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت فتاوٰی رضویہ جلد 20 صفحہ 321 پر لکھتے ہیں: ''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اِس کا ثبوت نہیں۔'' شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے اس پر حاشیہ لکھا کہ ''حدیثِ مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشتِ گاؤ (یعنی گائے کا گوشت) صدقہ میں آیا، وہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آیا' فرمایا: ''اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔'' اس سے بظاہر تناوُل فرمانا معلوم ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۲۰، ص۳۲۱)

[2]: امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 21 صفحہ 652 پر لکھتے ہیں: ''کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہیے، مکروہ وخلافِ سنت ہے۔ (سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی) عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمایا ورنہ نہیں اور پرائے گھر عیب نکالنا تو (اس میں) مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمالِ حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ ''گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں'' یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مضر (نقصان دیتی) ہے، اسے نہ کھانے کے عذر کے لئے اس کا اظہار کیا نہ (کہ) بطورِ طعن وعیب مثلاً اس میں مرچ زائد ہے میں اتنی مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی (اس وقت ہے کہ جب) بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اَور تکلیف نہ کرنی پڑے مثلاً دو قسم کا سالن ہے، ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتادے۔ اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے، اب اگر (یہ) نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اس کے لئے کچھ اور منگوانا پڑے گا، اُسے ندامت ہوگی اور تنگ دست ہے تو تکلیف ہوگی ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ، ج۲۱، ص۶۵۲)

کباب کھائے۔ اُسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حَلْق اور مونھ بالکل بند ہوگیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اُتارتا، اور اسی پر اِکتِفا کرتا، بات بالکل نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ قراءَتِ سرّیہ (یعنی آہستہ قراءت) بھی میسّر نہ تھی۔ سُنّتیں بھی کسی کی اِقتدا کر کے ادا کرتا۔ اس وقت مذہبِ حنفی میں عدمِ جوازِ قِراءَت خَلْفَ الْاِمَام (یعنی امام کے پیچھے قراءت جائز نہ ہونے) کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا، بخار بہت شدید تھا اور کان کے پیچھے گلٹیں۔ میرے منجھلے (یعنی مجھ سے چھوٹے) بھائی (مولانا حسن رضا خان) مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ اُن دنوں بریلی میں مرضِ طَاعُون[1] بشدت تھا۔ اُن صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا: ''یہ وہی ہے! وہی ہے! وہی ہے! یعنی **طاعون**۔'' میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا، حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں نہ مجھے طاعون ہے، نہ اِن شَآءَ اللّٰہُ الْعزیز کبھی ہوگا، اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ **دُعا** پڑھ لی ہے جسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہیگا۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا

وہ دُعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ	یعنی تمام تعریفیں اس **اللّٰہ** تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے اس سے بچایا جس
وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ط	میں تُو مبتلا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں سے کثیر لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ت

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات باب ما یقول اذا رای مبتلی، الحدیث ۳۴۴۲، ج۵، ص۲۷۲)

(دورانِ کلام اس دُعا کی برکتیں بتاتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:) **جن جن اَمراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اِسے پڑھا** بِحَمْدِہٖ تعالیٰ **آج تک اُن سب سے محفوظ ہوں اور** بِعَوْنِہٖ تعالیٰ (یعنی **اللّٰہ** تعالیٰ کی مدد سے) ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے **افسوس** ہے۔ مجھے نوعمری میں آشوبِ چشم[2] اکثر ہوجاتا اور بوجہ حِدَّتِ مزاج (یعنی مزاج کی گرمی کی بنا پر) بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوگی کہ رامپور جاتے ہوئے ایک شخص کو رَمَدِ چشم (یعنی آنکھوں کی بیماری) میں مبتلا دیکھ کر یہ دُعا پڑھی۔ جب سے اب تک آشوبِ چشم پھر نہ ہوا۔ اُسی

---

[1]: ایک ہلاکت خیز بیماری جس میں جسم پر گلٹیاں نکلتی ہیں اور تیز بخار ہوتا ہے۔

[2]: آنکھوں کی ایک بیماری جس میں آنکھوں میں شدید جلن ہوتی ہے اور مارے درد کے یہ سُرخ ہوجاتی ہیں اور ان سے پانی بہنے لگتا ہے۔

زمانہ میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی پھر وہ بھی صاف ہوگئی مگر درد، کھٹک، سرخی کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ **افسوس اس لئے** کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ نہ رکھو۔

(۱) زُکام: کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

(۲) کُھجلی: کہ اس سے امراضِ جِلد یہ جُذام (یعنی کوڑھ) وغیرہ کا اِنسداد ہوجاتا ہے (یعنی راستہ رُک جاتا ہے)۔

(۳) آشوبِ چشم: نابینائی (یعنی اندھے پن) کو دفع کرتا ہے۔

اُس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا، ایک اور مرض پیش آیا جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز عَلَی الْاِتِّصال (یعنی مسلسل) دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدّتِ گرمی کے باعث دو پہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا تو وسطِ شے مَرْئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر علاجِ چشم میں بہت سر برآوُردَہ تھا۔ سینڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاذ [1] جناب مرزا غلام قادِر بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [2] نے اِصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے۔ **علاج**

---

[1]: حضرت مرزا صاحب مرحوم مغفور اعلی حضرت قبلہ کے استاد بھی تھے کہ حضرت قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم مرزا صاحب سے کچھ دن حاصل کی اور اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے شاگرد بھی تھے کہ بعض کتب درسیہ غالباً ہدایہ وغیرہ انہوں نے حضور پرنور مرحوم مغفور سے پڑھیں۔۱۲

[2]: یہاں مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرزا قادیانی کا بھائی مُراد نہیں، کیونکہ وہ 1883ء/۱۳۰۱ھ میں فوت ہوگیا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کے اُستاذِ محترم مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش یکم محرم ۱۲۴۳ھ/25 جولائی 1827ء کی ہے اور سنِ وفات یکم محرم ۱۳۳۶ھ/18 اکتوبر 1917ء ہے۔ مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزّت کے پاس ایک استفتا بھیجا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزّت نے ۱۳۰۵ھ میں تاریخی نام سے ایک رسالہ لکھا تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ)۔ پھر یہی مولانا مرزا غلام قادر بیگ 1310ھ میں کلکتہ سے استفسار کرتے ہیں، پھر 1311ھ اور 1312ھ میں کلکتہ ہی سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ پھر کلکتہ ہی سے 1314ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزّت سے سوال کرتے ہیں۔ یہ فتوے، فتاویٰ رضویہ، جلد 22، ص152، فتاویٰ رضویہ (قدیم)، جلد 3 ص32۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 11، ص 45 (رضا فاؤنڈیشن لاہور) پر موجود ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص 1301ھ میں فوت ہوا اور پھر دوبارہ 1305ھ میں زندہ ہوجائے اور کئی سال تک فتوے طلب کرے؟ (ماخوذ از معارفِ رضا)

کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: ''کثرتِ کتاب بینی سے کچھ یَبُوْسَت (یعنی خشکی) آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔'' مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔ مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: ''مقدمہ نُزُولِ آب ہے (یعنی پانی اُترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد ﴿خدانا کردہ﴾ پانی اُتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی)۔'' میں نے اِلتِفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزولِ آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دُعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِرشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔ ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذِق (یعنی ماہر) طبیب کے سامنے ذکر ہوا، بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اُتر آئیگا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔ مجھے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے مَعَاذَ اللّٰہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں، اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا۔ نہ بعَوْنِہٖ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ اِن شآء اللّٰہ تعالیٰ کمی کروں۔ یہ میں نے **اس لئے بیان** کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جارہے ہیں اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کریں گے، میں اگر اُنہی واقعات کو بیان کروں جو اِرشادات کے منافع مَیں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر ہو۔

(پھر فرمایا) **مجھے** ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے **طاعون** کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کَرب (یعنی درد) بڑھا، میرے دل نے درگاہِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں عرض کی: ''اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ'' (یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب کا سچا اور طبیب کا جھوٹا ہونا ظاہر فرمادے۔ت) کسی نے میرے داہنے کان پر مونھ رکھ کر کہا کہ مسواک اور سیاہ مرچیں۔ لوگ باری باری سے میرے لئے جاگتے۔ اسوقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اِشارے سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں غرض بمشکل سمجھے۔ جب یہ دونوں چیزیں آئیں بِدِقّت (یعنی بمشکل) میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر چھوڑ دی کہ دانتوں نے بند ہوکر دبالی۔ پسی ہوئی مرچیں اِسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف و

اذیت محسوس نہ ہوئی۔اس کے بعد ایک **کلی** خون کی اور آئی بِحَمْدِ اللّٰہ تعالٰی وہ **گلٹیں** جاتی رہیں مونھ کھل گیا۔میں نے **اللہ** تعالٰی کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ **طاعون** بِفَضْلِہٖ تعالٰی دفع (یعنی دُور) ہوگیا، دو تین روز میں بِعَونِہٖ تعالٰی **بخار بھی جاتا رہا**۔

طاعُون کا سبب

مؤلف : چونکہ اَثنائے گفتگو میں **طاعون** کا ذکر تھا لہٰذا مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب نے یوں عرض کیا۔

عرض : غالبًا یہ بلائیں کفار جن ہوں۔

ارشاد : ہاں کفار ہیں۔حدیث میں ہے:"اَلطَّاعُوْنُ وَخْزُ اَعْدَائِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ" طاعون تمہارے دشمن جنوں کا کُونچا (یعنی نیزہ کا زخم) ہے۔(کنز العمال، الحدیث ۱۱۱۶۹، ج۴، ص۱۷۸) **ولہٰذا طاعون زدہ خاص شہداء میں شامل کیا جائے گا**۔

بیل کے گوشت میں گندھک کی بُو

﴾اسی سلسلے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ﴿ شیخ محقق عَولَقی مَدَنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) مجھ سے کہتے تھے کہ حضرت سید محمد یمنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نمازِ فجر کے لئے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ منبر پر ایک **بچہ** بیٹھا ہے سوا حضرت کے کسی نے نہ دیکھا، آپ نے کچھ تعرُّض نہ فرمایا (یعنی کوئی پوچھ گچھ نہ کی)۔نماز پڑھ کر تشریف لے آئے۔پھر ظہر کے لئے آئے تو دیکھا کہ ایک **جوان** بیٹھا ہے۔نماز پڑھ کر چلے آئے اور اس سے کچھ نہ کہا۔پھر عصر کے لئے گئے تو وہیں منبر پر ایک **بوڑھے** کو پایا۔اب بھی کچھ نہ پوچھا اور نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے۔پھر مغرب کے لئے گئے تو ایک **بیل** کو وہاں دیکھا۔اب فرمایا تُو کیا ہے کہ اتنی مختلف حالتوں میں مَیں نے تجھے دیکھا ہے! اس نے کہا: میں وَبا ہوں، اگر آپ اس وقت مجھ سے کلام کرتے جب میں بچہ تھا تو یمن میں کوئی بچہ **باقی نہ رہتا**، اور اگر اس وقت دریافت فرماتے جب جوان تھا تو یہاں کوئی **جوان نہ رہتا**، یونہی اگر اس وقت بات کرتے جب میں بڈھا تھا تو اس شہر میں کوئی **بوڑھا نہ رہتا**۔اب آپ نے اس حال میں کہ مجھے بیل دیکھا (اور) کلام فرمایا، یمن میں کوئی **بیل نہ رہے گا**۔یہ کہہ کر غائب ہوگیا۔یہ **اللہ** تعالٰی کی اپنے بندوں پر رحمت تھی کہ آپ نے پہلی تین حالتوں میں اس سے سوال نہ فرمایا۔بیلوں میں مرگ (یعنی موت) عام ہوگئی اگر اس وقت کوئی بیل اچھا بھی ذبح کیا جاتا تو اس کا گوشت ایسا خراب ہوتا کہ کوئی کھا نہ سکتا اُس میں **گندھک کی بو آتی**۔

تُو آگ میں ھے

اِنہیں سید محمد یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے مادرزاد ولی تھے۔ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف رکھی۔ایک شخص سے کہا لکھ:" فُلَانٌ فِی الْجَنَّۃِ" یعنی فلاں شخص جنت میں ہے۔یونہی نام بنام بہت سے اشخاص کولکھوایا۔پھر فرمایا لکھ:"فُلَانٌ فِی النَّارِ" یعنی فلاں شخص دوزخ میں ہے۔انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا، آپ نے پھر فرمایا، انہوں نے نہ لکھا آپ نے سہ بارہ (یعنی تیسری بار) ارشاد کیا۔انہوں نے لکھنے سے انکار کردیا۔اس پر آپ نے فرمایا:"اَنْتَ فِی النَّارِ" تُو آگ میں ہے۔وہ گھبرائے ہوئے ان کے والد ماجد (علیہ رحمۃ اللہ الواجد) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت نے فرمایا:" اَنْتَ فِی النَّارِ" کہا یا"اَنْتَ فِی جَھَنَّمَ"؟ عرض کی، "اَنْتَ فِی النَّارِ" فرمایا۔حضرت نے ارشاد فرمایا:"میں اس کے کہے کو بدل نہیں سکتا، اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی؟" عرض کی:"دنیا کی آگ پسند ہے۔" انکا جل کر انتقال ہوا۔

حدیث میں آگ کے جلے ہوئے کو بھی شہید فرمایا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب جامع فیمن ھو شھید، حدیث۳۸۷۸، ج۳، ص۵۵)

بچوں کے نام کیسے ہونے چاہئیں؟

عرض :[1] حضور میرے بھتیجا پیدا ہوا ہے اس کا کوئی **تاریخی نام** تجویز فرمادیں۔

ارشاد : تاریخی نام سے کیا فائدہ، **نام** وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔میرے اور بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام **محمد** رکھا، یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہوجائے۔حامد رضا خاں کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اور اس نام مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں، ایک دِقت (یعنی دشواری) تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسماءِ حُسنیٰ سے ایک یا دو جن کے اعداد موافقِ عددِ نامِ قاری (یعنی پڑھنے والے کے نام کے اعداد کے مطابق) ہوں عددِ نام دو چند (یعنی دُگنے) کرکے پڑھے جاتے ہیں۔وہ قاری کو اسمِ اعظم کا فائدہ دیتے ہیں، تاریخی نام سے مقدار بہت زیادہ ہوجائے گی مثلاً اگر کسی کی ولادت اس ۱۳۲۹ھ میں ہوئی تو اس کے مطابق عدد کے اسماءِ حُسنیٰ ۲۶۵۸ بار پڑھے جائیں گے اور محمد نام

[1]: یہ جناب دلاور حسین خاں صاحب مرحوم زمیندار موضع جواہر پور ضلع بریلی کی عرض ہے۔۱۲

ہوتا تو ایک سو چوراسی بار(184)، دونوں میں کس قدر فرق ہوا۔

نامِ "مُحَمَّد" کے فضائل

پھر اس نامِ اَقدس کے فضائل میں یہ چند حدیثیں ذکر فرمائیں۔

ایک حدیث میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو میری محبت کی وجہ سے اپنے لڑکے کا نام **محمد** یا **احمد** رکھے گا **اللّٰہ** تعالیٰ باپ اور بیٹے دونوں کو بخشے گا۔" (کنز العمال، کتاب النکاح ،قسم الاقوال، الحدیث ۴۵۲۱۵،ج۱۶،ص ۱۷۵_لفظہ "مَن ولد له مولود ذکر فسماه محمّداً حبّاً لی وتبرکاً باسمی کان هو و مولوده فی الجنة")

ایک روایت میں ہے: "قیامت کے دن ملائکہ کہیں گے کہ جن کا نام **محمد** یا **احمد** ہے جنت میں چلے جاؤ۔"

(فردوس الاخبار دیلمی، باب الیاء، الحدیث ۸۵۱۵،ج۲،ص۵۰۳_ ملتقطًا)

ایک روایت میں ہے: "ملائکہ (یعنی فرشتے) اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں جس میں کسی کا نام **محمد** یا **احمد** ہے۔"

ایک روایت میں ہے: "جس مشورے میں اِس نام (یعنی محمد نام) کا آدمی شریک ہو اس میں برکت رکھی جاتی ہے۔"

(کنز العمال ، کتاب النکاح ، قسم الاقوال، الحدیث۴۵۲۱۶،ج۱۶، ص۱۷۵)

ایک روایت میں ہے: "تمہارا کیا نقصان ہے کہ تمہارے گھروں میں دو یا تین محمد ہوں۔"

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الحدیث ۶۲۲، ج۵، ص ۴۰)

جُوتا پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

عرض : جوتا پہن کر نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

ارشاد : نہیں۔ عالمگیری میں تصریح ہے کہ مسجد میں جوتا پہن کر جانا، **بے ادبی** ہے۔

(الفتاوٰی الهندیه، کتاب الکراهیة، الباب الخامس فی اٰداب المسجد......الخ، ج ۵، ص ۳۲۱)

تَعْظِیم و توہین کا دارومدار عُرْف پر ہے

عرض : غیر مُقَلِّدِین پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سَرْوَرِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔

ارشاد : بعض اَحکام میں عُرْف ومَصالح (یعنی مصلحتوں) کے سبب تَغَیُّر و تَبَدُّل ہوتا ہے (یعنی تبدیلی ہوتی ہے)۔ میں نے خاص اس بارے ایک رسالہ مُسَمّٰی بنام تاریخی "جمالُ الاجمال لِتَوقِیفِ حُکمِ الصَّلوۃِ بِالنِّعَال" لکھا ہے اور اس کی ایک

شرح کمال الاکمال کی ہے ﴿پھر فرمایا﴾ **تعظیم وتوہین** عُرف پر مبنی ہیں ایک چیز سے ایک زمانہ میں تعظیم یا توہین ہوتی ہے، دوسرے زمانہ میں نہیں، یا ایک قوم میں ہوتی ہے دوسری قوم میں نہیں مثلاً عرب میں بڑے چھوٹے سب کو صیغۂ مفرد (یعنی واحد لفظ) سے خطاب ہے "اَنْتَ قُلْتَ" تُونے کہا۔ یہ وہاں کوئی توہین نہیں اور ہمارے یہاں توہین ہے یا **یورپ کا ادب** یہ ہے کہ ملاقاتِ معظَّم کے وقت سر ننگا کرلے اور جوتا پہنے ہو اور **ہمارے یہاں یہ توہین** ہے، ادب اس میں ہے کہ پاؤں ننگے ہوں اور سر پر عمامہ ہو۔ جب ہمارے یہاں یہ دربارِ بادشاہانِ مجازی کی توہین ہے تو دربارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کہ مَلِکُ الْمُلوک (یعنی بادشاہوں کے بادشاہ) اور حقیقی شہنشاہ سچے بادشاہ کا دربار ہے اَحَقّ بِالتَّعظِیم (یعنی تعظیم کا زیادہ حقدار) ہے۔

ٹرین میں بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا؟

عرض: ریل گاڑی میں بنچ پر بیٹھ کر پاؤں لٹکا کر فرض یا وتر پڑھے نماز ہوئی یا نہیں بعض ایسا کرتے ہیں؟

ارشاد: نہیں کہ قیام **فرض** ہے اور جب تک عجز نہ ہو **ساقط** (یعنی معاف) نہیں ہوسکتا، (حلبی کبیر، فرائض الصلوۃ، الثانی القیام، ص ۲٦۱) فرض اور وتر اور صبح کی سنّتیں یوں نہ ہوسکیں گے۔
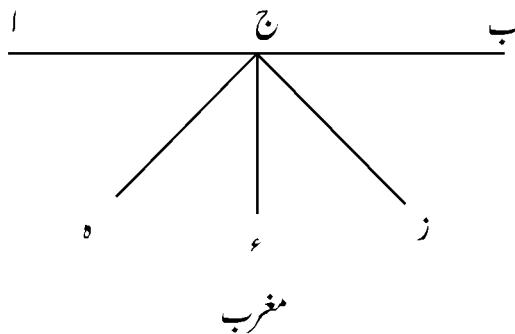
ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ

عرض: ریل میں ایسا موقع کم ملتا ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے۔

ارشاد: مجھے بڑے بڑے سفر کرنے پڑے اور بِفَضلِہٖ تعالٰی پنج وقتہ **جماعت** سے نماز پڑھی۔ قیام اور رُکوع تو ریل میں بھی بخوبی ہوسکتا ہے۔ ہاں بعض وقت سجدے میں دِقّت (یعنی مشکل) ہوتی ہے جبکہ قبلہ بنچ کی طرف ہو، وہ یوں ہوسکتا ہے کہ سر کو خم کرکے (یعنی ترچھا کرکے) بنچ کے نیچے کرے۔ صرف تھوڑا سا تکلّف کرنا ہوگا مگر اِس قدر خم نہ کرے کہ ۴۵ درجے کسی جانب مائل ہوجائے ۴۵ درجے کے قریب تک اجازت ہے۔ ایک خط کے نصف پر دوسرا خط عُمُود (یعنی اوپر سے نیچے سیدھا) قائم کرو کہ دوزاویہ قائمے بنائے گا، ان دونوں قائموں کی دوخطوں سے تَنْصِیف کرو، یہ ۴۵×۴۵ درجے کے زوایے ہوں گے، فرض کرو خط **ج ء** سمتِ قبلہ تو شمال کو **ء ہ** یا جنوب کو **ء ز** تک جھکنا مُفْسِدِ نماز (یعنی نماز توڑنے والا عمل) نہیں کہ سمتِ قبلہ نہ بدلے گی زیادہ میں فساد ہے؛

(شکل دیکھئے)

غَلَط پڑھی گئی نَمازوں کو دوبارہ پڑھنے کا حکم

عـــرض : جتنی نمازیں اس طرح پڑھی ہوں، ان کے اِعادہ (یعنی لوٹانے) کی ضرورت نہ ہوگی اس لئے کہ وہ نادانستگی (یعنی ناواقفی) میں پڑھی ہیں، ہاں آئندہ یونہی پڑھنا فرض ہے؟

ارشـــاد : جَہل عدمِ اِعادہ (یعنی دوبارہ نہ پڑھنے) کا سبب نہیں ہوسکتا۔ جہل خود گناہ ہے۔ ہمارے علمانے احکامِ شرعیہ شَرق سے غَرب تک روشن کردیئے اور قرآنِ عظیم میں فرمایا:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ تمہیں نہ معلوم ہوتو جاننے والوں سے پوچھو۔

(پ ١٤، النحل:٤٣)

اب نہ جاننے والے کی غلطی ہے کہ اس نے کیوں نہ سیکھا؟ ان نمازوں کا اِعادہ ضرور ہے۔

کتنی نَمازیں دوبارہ پڑھی جائیں؟

عرض : پھر کس قدر کا اِعادہ کیا جائے؟

ارشاد : **اِتنی** کہ ظنِّ غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی ہوں گی۔

نَماز میں مُصلّٰے ٹیڑھا ہونے کا حکم

عـــرض : ایک شخص نے نماز پڑھائی مصلّے کج (یعنی ٹیڑھا) تھا، نہ انہوں نے اِستقبالِ قبلہ (یعنی قبلے کو رُخ نہ) کیا نہ مصلّے ہی کو

ٹھیک کیا، نماز ہوئی یا نہیں؟

ارشاد : اگر مصلّے کا میلان (یعنی جھکاؤ) قبلہ سے ۴۵ درجے کے اندر تھا تو نماز ہوگئی، اور اگر زیادہ تھا تو باطل۔

(پھر فرمایا) بریلی میں اکثر مساجد قبلہ سے دودو درجے جانبِ شمال ہٹی ہوئی ہیں اور بمبئی کی مساجد دس درجے جانبِ جنوب، اگر شرع مطہر اس کی اجازت نہ دیتی تو لاکھوں نمازیں باطل ہوتیں۔ (پھر فرمایا) انسان کی پیشانی کے قَوسی شکل ہونے میں یہ بھی مصلحت ہے تاکہ یہ آسانی رہے کہ اگر قبلہ سے ۴۵ درجے تک اِنْحِراف (یعنی پھرنا) بھی ہوگا تو بھی پیشانی کے کسی جز (یعنی حصے) سے محاذات (یعنی برابری) ہوجائے گی اگر پیشانی مُسْتَوِی (یعنی سیدھی) ہوتی تو یہ بات حاصل نہ ہوتی ﴿انحرافِ مساجد کی وجہ بیان فرمائی﴾ لوگوں نے یہ سمجھا کہ مغرب کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑے ہوں کہ قُطْب داہنے شانے پر ہو تو جو جہت محاذیِ وجہ (یعنی چہرے کے سامنے) ہو وہی سمتِ قبلہ ہے۔ حالانکہ یہ تحقیق نہیں ہے البتہ ہندوستان میں تقریب کے لئے کافی ہے۔

باریک کپڑوں میں عورت کی نماز کا حکم

عرض : عورتوں کی نماز باریک کپڑوں سے ہوتی ہے یا نہیں؟

ارشاد : آزاد عورتوں کو سر سے پاؤں تک **تمام بدن کا چھپانا فرض ہے** مگر چہرہ یعنی پیشانی سے ٹھوڑی اور ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک (جس میں سر کے بالوں یا کان کا کوئی حصہ داخل نہیں نہ ٹھوڑی کے نیچے کا) یہ تو بِالْاِتفاق نماز میں چھپانا فرض نہیں اور گٹوں تک دونوں ہاتھ، ٹخنوں تک دونوں پاؤں، ان میں اختلافِ روایات ہے۔ ان کے سوا اگر کسی عُضْو کا چوتھائی حصہ نماز میں قَصْداً (یعنی جان بوجھ کر) کھولے اگرچہ ایک آن کو یا بلا قصد بقدر ادائے رُکْن یعنی تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے کی دیر تک کھلا رہے **تو نماز نہ ہوگی**۔ (درِّمختار معہ رد المحتار، کتاب الصلاۃ مطلب فی النظر الی وجہ الامرد، ج۲، ص۱۰۰) **اور باریک کپڑے** جن سے بدن نظر آئے یا رنگت دکھائی دے یا سر کے بالوں کی سیاہی چمکے **تو نماز نہ ہوگی**۔

(ملخصًا، الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث فی شروط الصلاۃ، الفصل الاول، ج۱، ص۵۸)

کیا نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو علمِ غیب تھا؟

مؤلف : ایک صاحب جن کا مَیلان قدرے وہابیت کی طرف تھا، انہوں نے عِلْمِ غیبِ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی نسبت سوال کیا تو فرمایا:

ارشاد : کیا آپ مُطْلَق علمِ غیب کو پوچھتے ہیں یا عِلْمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْن ،(یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا ان سب کا علم)، جیسا سوال ہو اُس کے مُوافِق جواب دیا جائے۔

عرض : میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل واعلیٰ جانتا ہوں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو روشن ضمیر مانتا ہوں مگر یہ کہ وہ دلوں کی بات جانتے ہیں، یہ نہیں مانتا۔

ارشاد : روشن ضمیر ہونے کے تو یہی معنی ہیں کہ دلوں کی حالتیں جانیں (پھر اس کے ثبوت کی طرف توجہ فرمائی) قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (پ ٤، ال عمرٰن:١٧٩)

اے عام لوگو **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے۔ ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پ٢٩، الجن:٢٦)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔

صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو علمِ غیب پر مُسَلَّط فرمادیا۔(اس کے بعد ارشاد فرمایا) کہ علمائے اہلِ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ جو فضائل اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عنایت فرمائے گئے وہ سب بِاکْمَل وُجُوہ (یعنی اکمل طور پر)، ان سے بَدَرَجہا (یعنی کئی درجے) زائد حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مَرْحَمَت (یعنی عطا) ہوئے اور اہلِ باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علی سیدھم وعلیھم کو ملے وہ سب حضور کے دیئے سے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے طفیل میں۔

اصحابِ صحیح بخاری و مسلم نے روایت کی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ

میں بانٹنے والا ہوں اور **اللہ** تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللّٰہ...... الخ، الحدیث ٧١، ج ١، ص ٤٣)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب النھی عن المسألۃ، الحدیث ١٠٣٧، ص ٥١٧)

اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابَت (کے بارے میں) فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اَیسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں۔ (پ۷، الانعام:۷۵)

اور لفظ "نُرِیْ" اِستمرار وتجدُّد (یعنی ہمیشگی اور تکرار) پر دال (یعنی دلالت کرتا) ہے جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لئے نہ تھا بلکہ مُستَمِرّ (یعنی ہمیشہ) ہے تو یہ صفت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اَکمل طور پر ثابت، حضور کے دیئے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جدِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہ وبارک وسلم کو یہ فضیلت ملی۔ اس کا اِنکار نہ کرے گا مگر کور باطن (یعنی کینہ رکھنے والا) اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ھٰذِہِ الْعَقِیْدَۃِ الْبَاطِلَۃِ (یعنی **اللہ** تعالیٰ ہمیں اس باطل عقیدے سے بچائے۔ت) اور لفظ "کَذٰلِکَ" تشبیہ کے واسطے ہے جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے اور تشبیہ کے لئے مُشَبَّہ (یعنی جسے تشبیہ دی گئی) اور مُشَبَّہ بِہٖ (یعنی جس سے تشبیہ دی گئی) ضرور (یعنی لازِم) ہے۔ "مُشَبَّہ" تو خود قرآنِ کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ باقی رہا "مُشَبَّہ بِہٖ" وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیبِ لَبِیْب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جیسے ہم آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں یونہی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں۔

(پ۳۰، التکویر:۲۴)

جس میں اِستِعداد (یعنی صلاحیت) پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بَخیل وہ جس کے پاس مال ہو اور صَرف (یعنی خرچ) نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بَخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بَخیل کی نفی کی گئی تو جب تک کوئی چیز صرف (یعنی خرچ) کی نہ ہو (نفی کا) کیا مَفاد (یعنی فائدہ) ہوا؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) غیب پر مُطَّلَع (یعنی خبردار) ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اِطّلاع بخشتے ہیں اور فرماتا ہے:

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شے کا روشن بیان کردینے کے لئے اُتاری۔ (پ۱۴، النحل:۸۹)

"تِبیَانًا" ارشاد فرمایا، "بیَانًا" نہ فرمایا کہ معلوم ہوجائے کہ اس میں بیانِ اشیا اس طرح پر ہے کہ اصلاً خِفا (یعنی پوشیدگی) نہیں اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم صبح کو نمازِ فجر کے لئے مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہوئے، اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی تشریف آوری میں دیر ہوئی۔ حَتّٰی کِدْنَا اَنْ نَّتَرَای عَیْنَ الشَّمْسِ یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) تشریف فرما ہوئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی "اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ" اللہ ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

فَاِذَا اَنَا بِرَبِّی تَبَارَکَ وتعالٰی فِی اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ — میرا ربّ (عَزَّوَجَلَّ) سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا۔

یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا۔ اس نماز میں عَبْد (یعنی بندہ) درگاہِ معبود میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی۔ "قَالَ یَا مُحَمَّدُ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی" اس نے فرمایا: "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرشتے کس بات میں مُخاصَمہ (یعنی تنازعہ) اور مُباہات (یعنی فخر) کرتے ہیں؟" "فَقُلْتُ لَا اَدْرِیْ" "میں نے عرض کی میں بے تیرے بتائے کیا جانوں،

فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، الحدیث ۳۲۴٦، ج۵، ص ۱٦۰) — تو ربّ العزّت (عَزَّوَجَلَّ) نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

صرف اسی پر اِکتِفا نہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شے سے مراد ہر شے متعلق بشرائع (یعنی شریعتوں کے متعلق ہر چیز) ہے بلکہ ایک روایت میں فرمایا:

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ — میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب التفسیر، الحدیث ۳۲۴۴، ج۵، ص۱۵۸)

اور دوسری روایت میں فرمایا:

فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ — اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب التفسیر، الحدیث ۳۲۴۵، ج۵، ص۱۵۹)

یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشادِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لئے فرمایا کہ کبھی شے معروف (یعنی معلوم) ہوتی ہے پیشِ نظر نہیں اور کبھی شے پیشِ نظر ہوتی ہے اور معروف نہیں جیسے ہزار آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو، وہ سب تمہارے پیشِ نظر ہوں گے مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوں گے۔ اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیشِ نظر بھی ہوگئیں، اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مسلمان دیکھیں نصوص میں بلاضرورت تاوِیل و تَخْصِیص باطِل و نامَسْمُوع ہے (یعنی ناقابلِ قبول ہے)۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہر چیز کا روشن بیان کردینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اُتاری۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی تو بلاشبہ یہ رویت و معرفت (یعنی دیکھنا اور پہچاننا)، جمیع مکنونات قلم و مکتوبات لوح (یعنی قلم اور لوحِ محفوظ کے تمام سربستہ رازوں) کو شامل ہے جس میں سب ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ مِنَ الْیَوْمِ الْاَوَّلِ اِلٰی یَوْمِ الْاٰخِرِ'' (یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا.. یا.. ہوگا) و جملہ ضمائر و خواطر (یعنی تمام پوشیدہ اُمور بشمول احوالِ دِل) سب کچھ داخل ولہٰذا طبرانی و نعیم بن حماد اُستاذِ امام بُخاری وغیرہما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ

بے شک **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

(مجمع الزوائد کتاب علامات النبوۃ باب ۳۳، الحدیث ۱۴۰۶۷، ج۸، ص ۵۱۰)

اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے صدقے میں **اللہ** تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے۔'' انہوں نے سچ فرمایا اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔ ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملۃ والدین نقشبند قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کی مثل نہ دیکھے۔'' اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک اعلیٰ جاہ کَفش بردار (یعنی بلند رتبہ غلام) ہیں اَعْنِی (یعنی) حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

نَـظَـرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰـہِ جَمْعًا   کَـخَـرْدَلَةٍ عَـلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

یعنی میں نے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا۔

اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہ تھا بلکہ عَـلَـی الْاِتِّـصَـال (یعنی لگاتار) یہ ہی حکم ہے، اور فرماتے ہیں: "اِنَّ بُؤْبُؤَۃَ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ میری آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں لگی ہے۔"

لوحِ محفوظ کیا ہے۔ اس کے بارے میں **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○   ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(پ ۲۷، القمر: ۵۳)

اور فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ   ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔

(پ ۷، الانعام: ۳۸)

اور فرماتا ہے:

لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○   کوئی تر و خشک ایسا نہیں جو کتابِ مبین میں نہ ہو۔

(پ ۷، الانعام: ۵۹)

تو جب لوحِ محفوظ کی یہ حالت کہ اس میں تمام کائنات روزِ اول سے روزِ آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو، بے شک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔

ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے؟

عرض: ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے؟

ارشاد: مذہبِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں دو مثل [1] تک رہتا ہے۔ (مختصر القدوری کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ، ص ۳۵) اور یہ ہی قول اَصَح ہے۔

عرض: اگر ایک مثل کے اندر ظہر پڑھی جائے اور بعد دو مثل عَصْر تو بہتر ہوگا کہ سب اَقوالِ علما جمع ہو جائیں گے۔

---

[1] : اس مسئلے کی تفصیل بہارِ شریعت حصہ سوم صفحہ 17 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ میں ملاحظہ کیجئے۔

ارشاد : ہاں اچھا ہے، امام (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) وصاحِبَین (یعنی امام اعظم کے دوجلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما) کے قول جمع ہو جائیں گے، تمام اقوالِ علما کا جمع کرنا ناممکن ہے کہ اصطخری شافعیہ سے اس امر کے قائل ہیں کہ بعدِ مثلین (یعنی دو مثل کے بعد) کسی نماز کا وقت ہی نہیں۔

گرمیوں میں ظُہر کا مُسْتَحَبّ وقت کونسا ہے؟

مولوی اَمْجَد علی صاحب : ظہر میں تاخیر، گرمی کے زمانہ میں مستحب ہے اس قدر کہ شدتِ حَر (یعنی گرمی کی شدت) جاتی رہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا:

اَبرِدُوا بِالظُّهرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِنْ فَيحِ جَهَنَّم ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کہ گرمی کی سختی جہنم کی سانس ہے۔

(صحيح البخاری کتاب مواقيت الصلاة باب الابراد بالظهر......الخ ، الحديث ۵۳۸، ج۱، ص ۱۹۹)

ارشاد : ہاں ایک مثل تک تو ہرگز شدتِ حَرّ (یعنی گرمی کی شدّت) میں کمی نہیں ہوتی، یہ اعلیٰ درجہ کی حدیث امام کی اعلیٰ دلیل ہے اور اسے واضح تر کر دیا بخاری کی حدیثِ ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ ایک منزل میں تشریف فرما تھے، مؤذن اذان کہہ کر حاضرِ بارگاہ ہوئے، فرمایا: ''اَبرِد'' وقت ٹھنڈا کرو، پھر دیر کے بعد حاضر ہوئے فرمایا ''اَبرِد'' وقت ٹھنڈا کرو ''حَتّٰی سَاوَی الظِّلُّ التُّلُوْلَ'' یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے ان کے برابر ہو گئے۔ اس وقت نماز ادا فرمائی۔

(صحيح البخاری کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر......الخ ، الحديث ۶۲۹، ج۱، ص۲۲۸)

خود ائمہ شافعیہ تصریح فرماتے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ شروع اس وقت ہوتا ہے جب اکثر ظہر کا وقت نکل جاتا ہے تو ان کے برابر کس وقت ہوگا یقیناً جبکہ مثلِ اول دیر کا نکل چکا ہو، قائلانِ مثلِ اول کے پاس اس حدیث صحیح سے اصلاً کوئی جواب نہیں۔ غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق میں جو حرکت مذبوحی اور حدیث سے مسخرگی کی ہے اس کا رَدّ میری کتاب ''حَاجِزُ البَحرَین'' میں دیکھئے۔

دو مثل سے پہلے نمازِ عصر پڑھنے کا حکم

عرض : اگر قبل دو مثل کے عصر کی نماز پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی؟

ارشاد : ہاں! صاحبین (یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دو جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما) کے نزدیک ہو جائے گی۔

(غنية المتملی، شرح منية المصلی، الشرط الخامس، ص۲۲۷)

عرض : کیا اِعادہ (یعنی نماز دوبارہ پڑھنا) واجب نہ ہوگا؟

ارشاد : فرض نہ ہوگا کہ اس قول پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے اگر چہ صحیح ومعتمد قولِ امام ہے۔

اِخْتِلافی مسائل کا حکم

عرض : تو کیا تمام مسائلِ اختلافیہ کا یہ ہی حکم ہے؟

ارشاد : نہیں بلکہ جس میں اختلافِ فتویٰ ہے اس کا یہ ہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا اور چونکہ اس میں علما دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتویٰ دیا ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائیگا مگر جو مُعتَقِدِ ترجیحِ قولِ امام (یعنی امام اعظم کے قول کو راجح مانتا) ہے اسے اِحْتِراز (یعنی بچنا) چاہیے۔ حرمین طیبین میں اب کچھ برسوں سے حنفی مصلّے پر نمازِ عَصر مثلِ ثانی میں ہونے لگی ہے۔ صبح کے سوا سب نمازیں پہلے مصلائے حنفی پر ہوتیں، شافعیہ نے شکایت کی کہ ہمارے لیے وقتِ عصر ہمارے مذہب کی رو سے تنگ ہو جاتا ہے۔ اس پر تو یہ ہوا نہیں کہ نمازِ عصر مثل صبح مُؤخَّر کر دی جائے، رکھی مُقدَّم اور مثلِ دوم میں کر دی۔ اس بار کی حاضری میں یہ نئی بات دیکھی مَیں اور مکّہ کے جلیل علمائے حنفیہ مثل مولانا شیخ صالح کمال مفتیٔ حنفیہ و مولانا سید اسمٰعیل محافظِ کتبِ حرم اس جماعت میں شریک ہوتے تو نفل کی نیت سے پھر حنفی وقت پر اپنی جماعت کرتے جس میں وہ اکابر اس فقیر کو امامت پر مجبور فرماتے۔

زوال کے وقت جمعہ ادا کرنا کیسا؟

عرض : جُمُعَہ اگر عین زوال کے وقت پڑھا جائے تو ہوگا یا نہیں؟

ارشاد : نہیں۔ کتبِ فِقْہ ''بحر'' وغیرہ میں تَصْرِیح فرمائی کہ جُمُعَہ مثلِ ظہر ہے۔

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج٢، ص٢٥٦)

ایک اِشکال اور اس کا جواب

عرض : زوال کے وقت نماز کی کراہت اس بنا پر ہے کہ جہنم روشن کیا جاتا ہے۔(الاشباه والنظائر، القول فی احكام يوم الجمعة، ص ٣٢١) اور یہ حدیث میں ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جُمُعَہ کے دن جہنم بھڑکایا نہیں جاتا۔(كنز العمال، كتاب الصلاة باب وقت الاستحباب، الحديث ١٩٥٩٢، ص ١٧١) لہٰذا چاہیئے کہ زوال کے وقت مکروہ نہ ہو کہ مانع (یعنی رکاوٹ) موجود نہیں۔

ارشاد : یہ اس وقت نوافل کی کراہت میں جاری ہوسکتا ہے فرائض کے تو اول و آخر وقت مقرّر ہیں، اوّل سے پہلے باطِل ہیں اور آخر کے بعد قضا مثلاً نمازِ صبح کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے اس سے پہلے شروع کی تو نماز قطعاً نہ ہوگی، نہ یہ کہ اسے جائز کہہ دیں کہ وہ وقتِ کراہت نماز کا نہیں، یوں ہی جُمُعَہ کے دن جہنم نہ سلگائے جانے سے اگر ثابت ہوا تو اتنا کہ وہ اوقاتِ کراہت سے نہ رہا نہ یہ کہ جُمُعَہ جس کا آغازِ وقت بعدِ زوال ہے پیش از وقت جائز ہوجائے، ہاں دربارہ نوافل اسی حدیث کی بنا پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزِ جُمُعَہ وقتِ زوال کراہت نہ مانی، اشباہ میں اسے صحیح و معتمد رکھا۔(الاشباہ و النظائر، القول فی احکام یوم الجمعۃ، ص ۳۲۱) مگر یہ حاوی قدسی سے ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ صاحب حاوی یوسفی المذہب ہیں ہر جگہ قولِ امام ابو یوسف کو بِہٖ نَأْخُذُ (یعنی ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں) کہتے ہیں۔ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب جس پر تمام مُتُون وشُرُوح ہیں ''اِطْلَاقِ منع'' ہے (یعنی مطلقاً منع ہے) اور یہی صحیح ومعتمد ہے۔

پانی اللّٰہ تعالٰی کی نعمت ہے

مؤلف : آج حضرت مولانا مولوی وَصی احمد مُحَدِّث سُورتی علیہ الرحمہ (جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے ''اَلْاَسَدُ الْاَسَدُّ الْاَشَدُّ'' (یعنی فتنوں کی مکمل روک تھام کرنے والا قوی شیر) سے مخاطب فرمایا تھا اور جناب مولانا مولوی حمد اللہ صاحب پیشاوری بھی دولت کدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ دوپہر کا وقت ہے، یہ حضرات اور حضرت قبلہ دامت برکاتہم کھانا ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریکِ طعام ہیں۔ بریلی کے **پانی کی نفاست** کا ذکر ہوا، اس پر:

ارشاد : ہوا کہ پانی **اللہ** تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے قرآنِ عظیم میں جا بجا بندوں پر مِنَّت رکھی (یعنی انہیں اپنا احسان یاد دلایا) اور ایک جگہ خاص اس پر شُکر کی ہدایت فرمائی:

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ۝

کیا تم نے دیکھا یہ پانی جو پیتے ہو کیا تم نے اسے بادلوں سے اُتارا یا ہم ہیں اُتارنے والے﴿بلکہ تو اے رب (عَزَّوَجَلَّ) ہمارے﴾ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کردیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے ﴿تیرے وجہِ کریم کے لئے ہمیشہ حمد ہے اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) ہمارے﴾ (پ ۲۷، الواقعہ: ۶۸، ۶۹، ۷۰)

حُضُور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کھانے پینے پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب نہ فرمائی مگر **ٹھنڈا پانی** دوبار طلب

فرمایا۔ایک بار فرمائش فرمائی: ''رات کا باسی لاؤ'' (ملخصاً، سنن ابن ماجه كتاب الاشربه باب الشرب بالاكف والقرع، الحديث ۳۴۳۲، ج٤، ص۸۳)

مدینے کے پانی کی کیا بات ھے !

میں نے مدینۂ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔خدّام کرام حاضرینِ بارگاہ کے لئے زَورقوں (یعنی پیالوں) میں پانی بھر کر رکھتے ہیں، گرمی کے موسم میں اس شہرِ کریم کی ٹھنڈی نَسیمیں (یعنی صبح کی ٹھنڈی خوشگوار ہوائیں) اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔**عمدہ پانی** کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں: **ایک صفت** یہ کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں اگر خنکی (یعنی ٹھنڈ) نہ ہو تو اس کا اُترنا بالکل معلوم نہ ہو، **دوسری** صفت شیرینی (یعنی مٹھاس) وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ایسا شیریں میں نے کہیں نہ پایا۔**تیسری** خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جانفزا پانی مسجد کریم میں، لہٰذا کھانا کھاتے میں پانی نہ پیتا۔کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیتِ اِعتکاف حاضر ہوتا اور اس عطیۂ سرکاری سے دل و جان سیراب کرتا، اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے۔پانی کے لئے اعتکاف نہ ہوتا تھا بلکہ اس کی منفعت (یعنی فائدہ) یہ ہے کہ غیر مُعتکِف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔

کھانے پینے کے لئے اِعتِکاف کرنا کیسا؟

عرض: کھانے پینے کے لئے اِعتِکاف جائز ہے؟

ارشاد: اعتکاف صرف ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کے لئے کیا جائے، بِالتَّبع (یعنی ضمناً) اس کے منافع اور ہوسکتے ہیں مثلاً روزے کے بارے میں حدیث ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا — روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے۔

(المعجم الاوسط،الحديث ۸۳۱۲،ج٦،ص۱٤٦)

تو یہ نہیں ہوسکتا کہ روزہ تندرستی کی **نیّت** سے رکھا جائے، بلکہ روزہ **اللہ** تعالیٰ کے لئے ہوگا اور تندرستی کی مُنْفَعَت بھی اس سے تَبْعاً حاصل ہوگی۔پھر حدیث میں فرمایا:

حُجُّوا تَسْتَغْنُوا حج کرو غنی ہوجاؤ گے۔

(مصنّف عبد الرزاق باب فضل الحج، الحديث ۹۳۵۹،ج۵، ص۸)

تو یہ نہیں کہ حج مال کی **نیت** سے کیا جائے بلکہ حج **اللّٰہ** تعالیٰ کے لئے ہوگا، اور یہ نفع بھی ضمناً ملے گا تو جس طرح یہ دونوں **اللہ** ہی کے لئے ہیں اور صحت وغنا اِن کے ضمنی منافع اسی طرح اعتکاف **اللہ** تعالیٰ کے لئے ہوگا اور کھانے پینے کا جواز نفع بالتبع۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے اگر مسجد میں سونا چاہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ دیر ذِکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں مشغول رہے پھر جو چاہے کرے۔ (الفتاوی الهندية، كتاب الكراهية باب اداب المسجد و القبلة......الخ، ج۵، ص۳۲۱)

ایک شعر کی وضاحت اور اس کا شرعی حکم

کھانے کے بعد ڈاک نکالنے کا حکم فرمایا۔ ڈاک نکالی گئی، مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب نے خطوط سنانا شروع کئے۔ جواب فرماتے جاتے، مولانا لکھتے جاتے۔ ان میں ایک خط حضرت سید شاہ نور عالم میاں صاحب صاحبزادہ سرکارِ خُوْرد (یعنی چھوٹے سرکار) مارہرہ مطہرہ کا تھا۔ انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ ایک مسئلہ حل طلب ہے۔ شرم اس بات کی ہے کہ کوئی دینی مسئلہ جس میں مجھے ثواب ملتا اور آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہوتا میں دریافت کرتا۔ سو یہ دینی مسئلہ نہیں دوسرے کوئی سوال آپ کے شایانِ شان ہوتا تو بھی مجھ کو پس و پیش نہ تھا (یعنی جھجک نہ تھی)۔ جو بات دریافت کرتا ہوں وہ بھی آپ کے مرتبہ عُلیا سے بہت دُون وادْوَن (یعنی بہت ہلکی) ہے، بہرحال آپ ہی ایسے ہیں کہ ہر فن کے اَکمل و مکمل آپ سے فیضیاب ہوسکتے ہیں لہٰذا بوجوہِ اعتقاد وامیدِ وثوق، سودا کا مطلع کہ اس وقت زیرِ بحثِ اَعِزّا (یعنی دوستوں کے درمیان زیرِ غور) ہے اور مجھ سے دریافت کیا گیا ہے پیش کرتا ہوں۔

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زُنّار تسبیح سلیمانی

کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ہر چند اس ناچیز سوال میں آپ کے ہمایوں ساعات (یعنی آپ کے مبارک اوقات) کو تلف (یعنی ضائع) کرنا بہت گستاخی ہے مگر کیا کریں آپ ہی ایسے ہیں جو اِن مشکلات کو بھی حل فرمائیں۔ میں تو آپ کو ہر فن میں اِمام اور اَعْلَمُ الْاَعْلَام (یعنی سب ماہرین سے بڑھ کر ماہر) خیال کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ آپ کے وجودِ مسعود باجُود (یعنی سخی اور مبارک وجود) کو زندہ سلامت باخیریت رکھے۔

اِنَّـــهٗ عَـلـــی کُـلِّ شَـیٍٔ قَـدِیْــرٌ ط　　　وَ بِـــالْاِجَـــابَۃِ جَــدِیْـــرٌ ط

(وہ ہر شے پر قادر ہے اور قبول فرمانا اس کی شان ہے۔)

اِس شعر کی شرح مختصر اور تھوڑی ترکیب عبارت اور خلاصہ اور نتیجہ مطلب خیز بذریعہ کسی طالب علم صاحب کے اِفادہ فرمایا جائے۔ ہم سب لوگ آپ ہی کے ارشاد وحلِ مطلب پر نظر کر رہے ہیں۔ ایک علی حَزِیں کا مَطلعِ توحید یہ جس کو بڑے بڑے ذہین وسخن سنج (یعنی شعر کہنے والے) نہ حل کرسکیں گے پہلے آپ نے آن کی آن میں حل فرمادیا تھا، یہ تو اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال متوقع ہوں کہ جواب سے مَسْرُور ومُفَخَّر (یعنی خوش اور نازاں) فرمایئے فقط۔

مولانا امجد علی صاحب : حضور! اِس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد : بہت آسان اور ظاہر ہے، اچھا! اِس کا جواب لکھئے اور اسی ڈاک سے روانہ فرمادیجئے۔

مؤلف : پھر حضرت قبلہ مدظلہ الاقدس نے یہ جواب لکھوا کر روانہ فرمایا:

بشرف ملاحظہ حضرت والا دامت برکاتہم

ظاہر مطلبِ شعر جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عُبَّاد وزُہَّاد (یعنی عبادت گزار اور پرہیز گار) رکھتے ہیں، شکلِ زُنّار[1] موجود ہے اور اس کا رکھنا تمغائے فقر قرار پایا ہے۔ شاعر کہ مذہباً سُنّی نہ تھا اور بدگمانی تمغائے شعرا ہے غالبًا اِس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہوگا اور یہ ایک بے ہودہ معنی تھے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک لفظ ایسا نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی وپُر مغز کردیا، وہ کیا یعنی لفظ "ثابت"۔ زُنّار کہ کفار باندھتے ہیں زُنّار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا، قائم رہے گی۔ یوں ہی کفر **دو قسم ہے کہ ایک** کفر زائل جو کفرِ کفار ہے اور جس کی سزا خُـلُوْد فِی النَّارِ (یعنی دوزخ میں ہمیشہ رہنا) ہے۔ ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ قَالَ تَعَالٰی

[1]: وہ دھاگا یا زنجیر جسے ہندو گلے اور بغل کے درمیان ڈالے رہتے ہیں جبکہ عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ ○ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ○ (پ ١٦، مریم: ٨١، ٨٢)

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** کے سوا اور خدا بنالئے کہ وہ انہیں زور دیں، ہرگز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اوران کے مخالف ہوجائیں گے۔

دوسرا کفر ثابت جوابدُ الآباد (ہمیشہ ہمیشہ) تک قائم رہے گا جسے علمائے دین نے جزِ ایمان فرمایا ہے وہ ہے جسے قرآنِ عظیم ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (پ٣، البقرہ: ٢٥٦)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو شیطان کو نہ مانے اور **اللہ** (عزّوجلّ) پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور **اللہ** (عزّوجلّ) سنتا جانتا ہے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا:

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ (پ ٢٨، الممتحنہ: ٤)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں **اللہ** (عزّوجلّ) کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے۔

صحیح حدیث میں ہے: ''جب مینھ برستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں **اللہ** عزّوجلّ کے فضل ورحمت سے مینھ ملا۔ **اللہ** عزّوجلّ اسے فرماتا ہے:

مُؤْمِنٌ بِیْ وَ كَافِرٌ بَالْكَوْكَبِ — ترجمہ: مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور نچھتر (یعنی ستاروں) سے کفر وانکار۔

(صحیح بخاری، کتاب الأذان ،باب یستقبل الامام الناس اذا سلّم،الحدیث ٨٤٥، ج ١، ص ٢٩٥)

اَلْحَمْدُ لِلّٰه طاغوت وشیطان وبُت وجملہ معبودانِ باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفر وانکار ابدالآباد تک قائم رہے گا بخلاف کفرِ کفار کے کہ **اللہ** ورسول (عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) سے اُن کا کفر قیامت بلکہ بَرْزَخ (یعنی موت اور قیامت کا درمیانی عرصہ) بلکہ سینے پر دَم آتے ہی جس وقت ملا ئکۂ عذاب (یعنی عذاب کے فرشتے) کو دیکھیں گے زائل ہوجائے گا مگر کیا

فائدہ

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ ترجمۂ کنزالایمان: کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا

(پ ۱۱، یونس: ۹۱)

اب معنی واضح ہوگئے کہ جو کفر ثابت ہے وہ تمغائے **مسلمان بلکہ جزوِ ایمان ہے بخلاف کفرِ زائل** وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی ۔اسی وقت صحیفہ شریفہ ملا۔ فوری جواب حاضر ہے۔

نرمی سے سمجھانے کے فوائد

مؤلف: اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنہوں نے اس وہابی خیال شخص کو پیش کیا تھا جس نے علمِ غیب (جسکا سوال پیچھے گزرا) میں کچھ دریافت کیا تھا۔

عرض: حضور وہ شخص جب یہاں سے گیا تو راستے ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مُدَّظِلُّہٗ کی باتیں میرے دل نے قبول کیں اور اب میں اِن شآءَ اللّٰہ تعَالٰی اُن کا مرید ہوں گا۔

ارشاد: دیکھو **نرمی** کے جو **فوائد** ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مُذَبْذَب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں اِن سے بھی ابتداءً بہت **نرمی** کی گئی۔ مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہوگئی تھی اور مصداق ثُمَّ لَایَعُوْدُوْنَ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔ اس وقت **سختی** کی گئی کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْؕ (پ ۱۰، التوبہ: ۷۳) اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے:

وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةًؕ لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔

(پ ۱۱، التوبہ: ۱۲۳)

زِنا کی اجازت مانگنے والا شخص

ایک شخص خدمتِ اقدس حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''یارسول اللہ! (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے لئے زنا حلال فرمادیجئے۔'' صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے اسے قتل کرنا چاہا کہ خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں حاضر ہوکر یہ گستاخی کے الفاظ کہے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے منع فرمایا اور اس سے فرمایا: ''قریب آؤ، وہ قریب حاضر ہوا، اور قریب فرمایا یہاں تک کہ اسکے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے۔'' اس وقت ارشاد فرمایا: ''کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟'' عرض کی نہ، فرمایا: ''تیری بیٹی سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''تیری بہن سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''تیری پھوپھی سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''تیری خالہ سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''کہ جس سے تو زنا کرے گا آخر وہ بھی کسی کی ماں یا بیٹی یا بہن یا پھوپھی یا خالہ ہوگی۔'' یعنی جو بات اپنے لئے نہیں پسند کرتا دوسرے کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ دستِ اقدس ان کے سینے پر مار کر دعا فرمائی کہ ''الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) زنا کی محبت اس کے دل سے نکال دے۔'' وہ صاحب کہتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا تھا تو زنا سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی چیز نہ تھی اور اب اس سے زیادہ کوئی چیز مجھے مبغوض (یعنی ناپسندیدہ) نہیں۔

اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے فرمایا کہ میری تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی کا اونٹ بھاگ گیا۔ لوگ اسے پکڑنے کو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں، جتنا دوڑتے ہیں وہ زیادہ بھاگتا ہے۔ اس کے مالک نے کہا تم لوگ ٹھہر جاؤ اس کی راہ مَیں جانتا ہوں۔ سبز گھاس کا ایک مٹھا لے کر چُمکارتا ہوا اُونٹ کے قریب گیا اور اسے پکڑ لیا اور بٹھا کر اس پر سوار ہولیا۔ فرمایا اس وقت اگر تم اسے قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا۔

قرض دبا لینا

عرض: حضور میرے کچھ روپے ایک شخص پر ہیں وہ نہیں دیتے؟

ارشاد: اِس زمانہ میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وصول ہوجائے گا، ایک مشکل خیال ہے۔ میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر قرض ہیں۔ جب قرض دیا، یہ خیال کرلیا کہ دے دے تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔ جن صاحبوں نے قرض لیا دینے کا نام نہ لیا ﴿پھر خود ہی فرمایا﴾ جب یوں قرض دیتا ہوں تو ہبہ کیوں نہیں کردیتا (یعنی تحفہ کیوں نہیں دے دیتا) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: جب کسی کا دوسرے پر دَین (یعنی قرض) ہو اور اس کی میعاد گزر جائے تو ہر روز اسی قدر روپیہ کی **خیرات کا ثواب** ملتا ہے جتنا دَین (یعنی قرض) ہے۔ (شعب الایمان، الحدیث ١١٢٦١، ج٧، ص٥٣٨) اِس **ثواب عظیم** کے لئے میں نے قرض دیئے ہبہ نہ کئے کہ پندرہ سو روپے روز میں کہاں سے خیرات کرتا۔

حافِظ کتنے اَفراد کی شَفَاعَت کرے گا؟

عرض: حضور حافظ کتنوں کی شفاعت کرے گا سنا گیا ہے کہ اپنے اَعِزَّا (یعنی رشتہ داروں میں) سے دس شخصوں کی؟

ارشاد: ہاں۔ (سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب فى فضل مَن تعلم القران و علمه، الحديث ٢١٦، ج١، ص١٤١) اور اُس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے اور شہید پچاس شخصوں کی، حاجی ستر کی، اور علما بے گنتی لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ عالم کے ساتھ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق ہوگا، اُس کی شفاعت کریں گے۔ کوئی کہے گا: میں نے وُضو کے لئے پانی دیا تھا، کوئی کہے گا: میں نے فُلاں کام کر دیا تھا۔ لوگوں کا حساب ہوتا جائے گا اور وہ جنّت کو بھیجے جائیں گے، علما کا حساب کب کا ہو چکا ہوگا اور وہ روکے جائیں گے۔ عرض کریں گے: الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) لوگ جارہے ہیں ہم کیوں روکے گئے ہیں؟ فرمایا جائے گا: تم آج میرے نزدیک فرشتوں کی مانند ہو شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت سے لوگ بخشے جائیں۔ ہر سُنّی عالم سے فرمایا جائے گا: اپنے شاگردوں کی شفاعت کر اگرچہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ اقدس

عرض: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ اقدس کیا ہے؟

ارشاد: حضور کے عَلَمِ ذات دو ہیں: کتبِ سابقہ میں **احمد** ہے اور قرآنِ کریم میں **محمد** ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اسماءِ صفات (یعنی صفاتی نام) بے گنتی ہیں۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے **پانچ سو** جمع فرمائے۔ (ملخصاً، المواهب اللدنيه، الفصل الاول فى ذكر اسمائه الشريفة ......الخ، ج١، ص٣٦٦) سیرتِ شامی میں **تین سو** اور اضافہ کئے اور میں نے **چھ سو** اور ملائے۔ کل **چودہ سو** ہوئے اور حضور کے اسما ہر طبقے میں **مختلف** ہیں اور ہر ہر جنس میں جدا گانہ ہیں، دریا میں اور نام ہیں پہاڑوں میں اور۔

عرض: یہ کثرتِ اسماء کثرتِ صفات پر دلالت کرتی ہے؟

ارشاد : ہاں۔

عرض : ہر طبقہ اور ہر جنس میں جُدا جُدا نام ہونا اس لئے کہ ہر جگہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی ایک خاص تجلّی ہے۔ جس جگہ جس صفت کا ظہور ہے اسی کے مناسب نام بھی ہے۔

ارشاد : یہ بھی ہے۔ (اس کے بعد بیان فرمایا) اِنجیل شریف کی بہت سی آیات ہیں، جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے اَوصاف بیان کر رہی ہیں، اگر چہ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) نے بہت تحریف کی ہے، اور اپنی چلتی وہ کل آیتیں جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے اوصاف میں تھیں، نکال ڈالیں مگر جس امر کو **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) پورا کرنا چاہے اس کو کون ناقص کرسکتا ہے۔ بہت سی آیتیں اب بھی رہ گئیں مگر انہیں سُوجھتی نہیں علیٰ ھٰذا القِیاس (یعنی اِسی طرح) تَورات وزَبُور میں۔

کیا اللّٰہ عزوجل اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا عِلْم برابر ہے؟

مؤلف : ایک صاحب شاہجہانپور سے حاضرِ خدمت ہوئے انہوں نے عرض کی میں نے سنا ہے اور بعض دیو بندیوں کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو جناب (یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ) **اللہ** تعالیٰ کے علمِ کریم کے برابر فرماتے ہیں مگر چونکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لئے میں نے چاہا کہ حضور کا شرفِ ملاقات حاصل کر کے اسے عرض کروں اور جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

ارشاد : اس کا فیصلہ قرآنِ عظیم نے فرمادیا:

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ○ ترجمۂ کنز الایمان: تو جھوٹوں پر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی لعنت ڈالیں۔

(پ۳، اٰلِ عمرٰن: ۶۱)

جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں۔ وہ کتابیں چَھپ کر شائع ہو چکی ہیں، کہیں اس کا کچھ نام ونشان ہو تو کوئی دکھادے۔ ہم اہلِ سُنّت کا مسئلہ علمِ غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے حضور کو علمِ غیب[1] عنایت فرمایا۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا

[1] : قرآنِ کریم کی بکثرت آیاتِ کریمہ مثل'' وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (پ۵، النساء: ۱۱۳) ''ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور **اللہ** کا تم پر بڑا فضل ہے۔'' اور بہت احادیث شریفہ مثلاً ''فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ ترجمہ: تو میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ (ملتقطاً، جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورة ص، الحدیث ۳۲۴۶، ج۵، ص ۱۶۰) نیز کثیر اَقوالِ ائمہ سے آفتابِ نصف النہار (یعنی آدھے دن کے سورج) کی طرح روشن ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو علمِ غیب عنایت ہوا۔ تفصیل کے لئے ''خالص الاعتقاد''، ''اَنباءُ المصطفٰی''، ''اَلدَّولَةُ الْمَکِّیَّة''، ''مَالِئُی الْجَیب'' وغیرہ رسائل شریفہ امام اہلسنت مجدد المائۃ الحاضرۃ دامت برکاتہم ملاحظہ ہوں۔ ۱۲ مؤلف غفرلہ

ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(پ ۳۰، التکویر ۲۴)

تفسیرِ معالم وتفسیرِ خازن میں ہے یعنی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کوعلمِ غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ (تفسیر خازن، سورۃ التکویر تحت الآیۃ ۲۴، ج ۴، ص ۳۵۷) اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں، اپنے خاتمہ[۱] کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لئے علمِ غیب کا ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعتِ علم نص (یعنی ایسی آیتِ قرآنی یا حدیث) سے ثابت ہے اور اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) کے دیئے سے بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو علمِ غیب حاصل نہیں ہوسکتا۔ برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اوّلین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی (یعنی محدود) کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی (یعنی لامحدود)، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہے۔

صدقے کا جانور ذبح کئے بغیر کسی کو دینا کیسا؟

عرض : صدقے کا جانور بلا ذبح کئے کسی مَصرفِ صدقہ (یعنی جسے صدقہ دینا جائز ہو) کو دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر صدقہ واجبہ ہے اور وُجوب خاص ذبح کا ہے تو بے ذبح ادا نہ ہوگا۔ مگر اس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت معین (یعنی مقرر) تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں اور وقت نکل گیا تو اب زندہ تَصَدُّق (یعنی صدقہ) کیا جائے گا۔ (الفتاوی الهندية، كتاب الاضحية، الباب الاول، ج ۵، ص ۲۹۴)

کیا نانا نانی وغیرہ عقیقے کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

عرض : عَقیقے کا گوشت بچے کے ماں باپ، نانا نانی، دادا دادی، ماموں چچا وغیرہ کھائیں یا نہیں؟

ارشاد : سب کھا سکتے ہیں "كُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَائْتَجِرُوا" (یعنی: کھاؤ صدقہ کرو اور کارِ ثواب میں صرف کرو۔ت) عُقُودُ الدُّرِّيه میں ہے "اَحْكَامُهَا اَحْكَامُ الْاُضْحِيَةِ" (یعنی عقیقے کے احکام قربانی کے احکام کی طرح ہیں۔ت)

(العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الذبائح و مطالبه، ج ۲، ص ۲۳۳)

---

[۱] "حضور کو مَعَاذَ اللّٰہ اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں اور دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں اور حضور کے لئے علمِ غیب کا ماننا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے اور شیطان کا علم وسیع ہے اپنے خاتمہ کا علم نہ ہونا" دہلی کے ایک وہابی نے کہا تھا۔ باقی سب کفریات براہینِ قاطعہ میں ہیں۔ مؤلف غفرلہ

مُحَرَّم وصَفَر میں نکاح کرنا کیسا؟

عرض: کیا مُحَرَّم وصفر میں نکاح کرنا منع ہے؟

ارشاد: نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں، یہ غلط مشہور ہے۔

رَبِیْبَہ کا نکاح

عرض: زید کی ربیبہ (یعنی سوتیلی) لڑکی کا نکاح زید کے حقیقی بھائی سے ہوسکتا ہے؟

ارشاد: ہاں جائز ہے۔

دورانِ عدّت نکاح کرنا کیسا؟

عرض: کیا عِدَّت کے اندر بھی نکاح ہوسکتا ہے؟

ارشاد: عدَّت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے۔

(الفتاوٰی الھندیۃ ، کتاب الطلاق، باب فی الحداد، ج۱، ص۵۳۴)

دورانِ عدّت نکاح پڑھانے والے کا حکم

عرض: اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت میں نکاح پڑھائے گا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟ اُس پڑھانے والے کے نکاح میں تو کچھ فرق نہ آئے گا اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور اُس پر کچھ کفارہ بھی لازم ہوگا یا نہیں؟ اور اس نکاح میں جو لوگ شریک ہوئے اُن کی نسبت بھی اِرشاد ہو، پیش اِمام نے اِقرار کیا کہ غلطی ہوگئی ہے، اب مجھے مسلمان معاف فرمائیں۔ مگر ایک مولوی صاحب نے اُس سے کہہ دیا کہ تم کہہ دو'' مجھے اطلاع نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا، اُن صاحب کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

ارشاد: جس نے دانستہ (یعنی جان بوجھ کر) عدت میں نکاح پڑھایا، اگر حرام جان کر پڑھایا، سخت **فاسق** اور زِنا کا دَلّال ہوا مگر اِس سے اُس کا اپنا **نکاح نہ گیا** اور اگر عدت میں نکاح **حلال** جانا تو خود اُس کا **نکاح جاتا رہا** اور وہ اِسلام سے خارِج ہوگیا۔ بہرحال اُس کی اِمامت **جائز نہیں** جب تک کہ **توبہ** نہ کرے۔ یہی حکم شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پیش اَز عدت (یعنی تکمیلِ عدت سے پہلے) ہورہا ہے اُس پر اِلزام نہیں اور جو دانستہ شریک ہوا، اگر حرام جان کر تو سخت **گناہگار** رہوا اور **حلال** جانا تو **اِسلام** بھی گیا۔ اور وہ شخص جس نے اِمام کو **جھوٹ** بولنے کی تعلیم دی سخت گناہگار رہوا، اُس پر توبہ **فرض** ہے۔

مَیکے میں رہنے والی عورت کا نان نَفَقَہ

عـــرض : ہندہ کے نکاح ورخصت کو دو سال ہوئے۔ رخصت کے بعد صرف چودہ پندرہ روز شوہر کے یہاں (یعنی شوہر کے گھر) رہی پھر اپنے میکے چلی آئی، جب سے نہ شوہر بلاتا ہے نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور ہندہ کا مَہر نصف مُـعَـجَّـل اور نصف مُؤَجَّل[1] ہے، اب شرعاً وہ نصف مُعَجَّل اور نان نَفَقَہ (یعنی خرچہ) مل سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : ہاں! نصف مُعَجَّل کا ابھی یا جب چاہے **دعویٰ** کرسکتی ہے۔(الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الحادى عشر......الخ ،ج ۱، ص ۳۱۸) اور اگر وہ شوہر کے یہاں جانے سے **اِنکاری** ہو کر نہ بیٹھی بلکہ وہاں جانا چاہتی ہے اور شوہر نہیں آنے دیتا تو نان نفقہ کی بھی **مستحق** ہے، مگر جتنا زمانہ گزرلیا اُس کا دعویٰ نہیں کرسکتی جب تک کچھ ماہوار مقرر نہ ہو گیا۔

(الفتاوى الهندية ،كتاب الطلاق باب السابع عشر فى النفقات، ج ۱، ص ۵۴۴)

دورانِ عِدّت نکاح کا حُکْم

(پھر ایک اِستفتا پیش ہوا) کہ زید نے اپنی عورت کو **طلاق** دی، دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے **نکاح** کرلیا۔ ابھی عدت نہ گزری تھی، آیا اُس کا **نکاح ہوا یا نہیں؟** اور اگر نہیں ہوا تو تیس برس تک اُس نے **حرام** کیا اور وہ حرام کا مُرتَکِب ہوا۔ اب ہم برادری والے اس پر **جرمانہ** ڈالنا چاہتے ہیں، شریعت کیا **حکم** دیتی ہے؟ ہم اُسے **سزا** بھی دینا چاہتے ہیں جو شرع فرمائے۔ وہ سزا ہم اُسے دیں یا اُسے برادری سے **جدا** کردیں، یا کچھ لوگوں کو **کھانا** کھلادیں؟

ارشاد : وہ نکاح نہیں ہوا، **حرام محض** ہوا، اور مرد وعورت پر **فرض** ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں، نہ مانیں تو برادری والے انہیں قطعاً برادری سے **خارِج** کردیں، اُن سے میل جول، بول چال، نشست برخاست (یعنی اٹھنا بیٹھنا) یک لخت (یعنی فوراً) **ترک** کردیں۔ اِس کے سوا یہاں اور کیا **سزا** ہوسکتی ہے اور جبراً کھانا ڈالنا یا جرمانہ لینا **جائز نہیں**۔

نکاح کی وَکالت لیتے وقت گواہ قائم کرنا

عرض : ہمارے یہاں اب یہ رواج ہو چلا ہے کہ **نکاح** کے وقت **شاھِدَیْن** (یعنی دو گواہ) بہ ہمراہیِ وکیل نہیں جاتے اور

---

[1] : مہر تین قسم کا ہے؛(۱) معجّل: جو خلوت سے پہلے دینا قرار پائے، (۲) مؤجل؛ جس کے لئے کوئی میعاد (یامُدّت) مقرر ہو، (۳) مطلق: جو نہ معجّل ہو اور نہ مؤجل۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (مہر کا) کچھ حصہ معجّل ہو اور کچھ مؤجل، کچھ مؤجل کچھ مطلق، یا کچھ معجّل اور کچھ مؤجل اور کچھ مطلق۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۷، ص ۶۶)

قاضی بوکالتِ وکیل اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے۔ یہ امر عِندَ الشرع (یعنی شریعت کی رُو سے) **محمود** (یعنی پسندیدہ) ہے یا **مردُود** (یعنی ناپسندیدہ)، نیز مذہبِ حنفی میں اِس طور پر نکاح **صحیح بھی ہوگا یا نہیں؟ کیا** وکیل کو اپنے ساتھ دو شاہِد (یعنی دو گواہ) رکھنا اور ان گواہوں کا عورت کی اِجازت سننا **ضروری** نہیں، اگر بطریقِ اوّل نکاح ہوا تو سب **گناہگار** ہوئے یا نہیں؟

ارشاد : وکیل کے ساتھ شاہدوں (یعنی گواہوں) کی کچھ **حاجت** نہیں۔ اگر واقع (یعنی حقیقت) میں **عورت** نے **وکیل** کو اِذن دیا (یعنی اجازت دی) اور اس نے نکاح پڑھا دیا، **نکاح ہوگیا**۔ ہاں اگر عورت **اِنکار** کرے گی کہ میں نے اِذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی **حاجت** ہوگی۔

ایک غَلَطی کی نشاند ہی

(پھر فرمایا) یہ تو کوئی غلطی نہیں ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور نکاح پڑھاتا ہے دوسرا۔ **مذہبِ صحیح و ظَاھِرُ الرِّوَایَہ** (یعنی محررِ مذہب حنفیہ امام محمد علیہ رحمۃ الصمد کی چھ مشہور متواتر کتابیں جَامِع کَبِیر، جَامِع صَغِیر، سِیَر کَبِیر، سِیَر صَغِیر، مَبْسُوط، زِیَادَات) میں وکیل بالنکاح (یعنی نکاح کا وکیل) دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا۔ اس میں بہت **دِقتیں** (یعنی دُشواریاں) ہیں جن کی **تفصیل میرے فتاویٰ** میں ہے۔ (ملخصاً، الفتاوی الرضویہ، ج ۱۱، رسالہ "ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند ......الخ" ۱۴۲ تا ۱۵۴)

لہٰذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہو اُسی کے نام کی **اِجازت** لی جائے یا اِذنِ **مُطلَق** لے لیا جائے۔

دُولہا کا سہرا

عرض : حضور نوشہ (یعنی دولہا) کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا **حکم** رکھتا ہے؟

ارشاد : خالی پھولوں کا سہرا **جائز** ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب **ناجائز و حرام** ہیں۔

ولیمہ سنّت ھے

عرض : حضور ولیمے کا کھانا شریعت کے کس حکم میں داخل ہے اور اس کا **تارِک** (یعنی چھوڑنے والا) کیسا ہے؟

اِرشاد : ولیمہ بعدِ زِفاف (یعنی سہاگ رات کے بعد) **سنّت** اور اس میں صیغۂ امر (یعنی حکم کا لفظ) بھی وارِد ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے **ارشاد فرمایا:** ''اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ'' ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی دُنبہ **یا اگرچہ ایک دُنبہ**۔[1] (ملتقطاً، جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی الولیمۃ، الحدیث ۱۰۹۶، ج۲، ص ۳۴۸) **دونوں معنیٰ مُحْتَمَل** (یعنی مُراد لئے جاسکتے) ہیں اور اوّل اظہر (یعنی پہلا معنیٰ مُراد لینا زیادہ ظاہر ہے)۔

نِکاح سے پہلے ولیمہ کرنا کیسا؟

عَرض : جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ نکاح سے پہلے اوّل روز جیسا رَواج ہے کھلا دیتا ہو تو اِن سب کے لئے کیا **حکم** ہے؟

اِرشاد : تارکانِ سُنّت ہیں مگر یہ سُنَنِ مُسْتَحَبّہ سے ہے۔ تارِک (یعنی چھوڑنے والا) گناہگار نہ ہوگا، اگر اِسے (یعنی ولیمے کو) حق جانے۔

رَضَاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

عرض : حضور اگر ہندہ بوقتِ شیر خوارگیِ عمرو پسرِ خود، (یعنی ہندہ اپنے بیٹے عمرو کے دودھ پینے کے وقت) بکر کو مدّتِ رَضاعت[2] کے اندر اپنا دودھ پلائے، اِس کے بعد ہندہ کے تین لڑکے سعید، فاضل، سلیم پیدا ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے سلیم کا **نکاح** جو عمرو کا برادرِ حقیقی (یعنی حقیقی بھائی) ہے **جائز ہے یا نہیں؟**

ارشاد : بکر کی لڑکی ہندہ کی اگلی پچھلی سب اولاد کی رضاعی بھتیجی ہے اور باہم مُنَاکَحَت (یعنی آپس میں نکاح کرنا) حرامِ قَطْعِی۔

رضاعت کا ایک مسئلہ

عرض : زید و بکر آپس میں چچازاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھی، زید کے حقیقی چھوٹے بھائی کا بکر کی حقیقی چھوٹی ہمشیرہ سے

---

[1] : پہلے معنی ایک دنبہ کی قلت پر دلالت کرتے ہیں یعنی زیادہ نہ ہو تو ایک ہی دنبہ سہی، دوسرے معنی اس کی کثرت پر یعنی اگرچہ پورا دنبہ صَرف کرنا پڑے۔ ۱۲ منہ

[2] : صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت میں لکھتے ہیں: بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد بطورِ علاج بھی دودھ پینا یا پلانا جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۷، ص ۲۹)

نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : جائز ہے۔

کیا کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہئے؟

﴿ایک علمی مذاکرہ﴾

مؤلف : ''تحفۂ حنفیہ'' کی جلد پیشِ نظر تھی ،اس میں یہ **مکالمہ** ملا۔ خیال ہوا کہ اسے بھی **ملفوظات** میں شامل کرلیا جائے کہ نہایت مفید اور ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہے۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ روز پنجشنبہ ۱۳۱۶ھ کو وقتِ چاشت جناب مولوی سیِّد محمد شاہ صاحب صدر رِدُوم ندوہ ابنِ مولوی سید حسن شاہ محدِّث رامپوری مع گرامی جناب سیِّد نوشہ میاں صاحب و جناب مولوی سید محمد نبی صاحب مختار و جناب تصدق علی صاحب وکیل۔ صاحبِ حجتِ قاہرہ (یعنی مضبوط دلیلوں والے)، مجدِ دِمأۃِ حاضرہ (یعنی موجودہ صدی کے مجدد) حامیِ اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم کے یہاں آئے اور دیر تک ایک نفیس جلسہ دلکشا مذاکرۂ علمی کا رہا۔ میاں صاحب سے مراد جناب صدر رِدُوم ندوہ ہیں۔ جو اَلفاظ دو خط ہلالی کے اندر (یعنی ﴿ ﴾ میں) ہوں وہ فقیر محررِ سُطُور (یعنی مُفتیِ اعظم ھند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے ہیں۔

میاں صاحب : ﴿بعد سلام و مصافحہ و باہمی گفتگوئے مزاج پرسی﴾ میں حَسَن شاہ محدِّث کا بیٹا ہوں۔

ارشاد : جناب میں اُن کے فضائل سے واقف ہوں اور آپ سے بھی ایک بار نیاز حاصل ہوا تھا۔

میاں صاحب : میں بالقصد (یعنی ارادتاً) ایک بات آپ سے گذارش کرنے کو آیا ہوں اگرچہ آپ کی طبیعت عَلِیل (یعنی خراب) ہے ﴿مسہلات (یعنی پیچش) ہو رہے ہیں﴾ آپ کو تکلیف ضرور ہوگی مگر بات ضروری ہے اور اِس میں آپ کی رائے دریافت کرنی ہے۔

ارشاد : میں حاضر ہوں جو فہمِ قاصر (یعنی ناقص فہم) میں آئے اسے گذارش بھی کروں گا، اگرچہ ''رَأیُ الْعَلِیْلِ عَلِیْلٌ'' (یعنی بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔ت)

میاں صاحب : میری رائے یہ ہے کہ **کسی کو برا کہنا نہ چاہئے** اس لئے کہ صائبؔ نے کہا ہے۔

دھنِ خویش بَدُشنام میالا صائبؔ　　کیں زر قلب بھر کس کہ دھی باز دھد

(ترجمہ: اے صائب گالی گلوچ سے اپنا منہ آلودہ نہ کر کیونکہ جسے تو برا کہے گا اس کے دل سے بھی وہی صدا نکلے گی۔ت)

رسالہ "سَلُّ السُّیُوْفِ الْھِنْدِیَّة عَلٰی کُفْرِیَاتِ بَابَا النَّجْدِیَّة" میاں صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا، یہ نصیحت اِس بنا پر تھی۔

ارشاد : بہت بجا(یعنی دُرست) فرمایا۔ جہاں اِختلافات فَرعِیَّہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فِرَقِ اہلسنّت (یعنی اہلسنّت کے گروہوں) میں وہاں ہرگز ایک دوسرے کو برا کہنا **جائز نہیں** اور فُحش دُشنام (یعنی گالی گلوچ) جس سے دَہَن (یعنی منہ) آلودہ ہو کسی کو بھی نہ چاہیے۔

میاں صاحب : کچھ اختلافاتِ فروعی کی قید نہیں۔ زمانۂ رسالت میں دیکھئے: منافق لوگ کیسے مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے تھے، نمازیں ساتھ پڑھتے، مجالس میں پاس بیٹھتے، شریک رہتے۔

ارشاد : ہاں صدرِ اسلام (یعنی شروعِ اسلام) میں ایسا تھا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صاف ارشاد فرمادیا کہ ﴿ندوے کا سا﴾ یہ گھال میل جو ہورہا ہے **اللہ** تعالیٰ تمہیں یوں رہنے نہ دے گا ضرور خبیثوں کو طیّبوں (یعنی پاکوں) سے **الگ** کردے گا۔

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ (پ ٤، اٰلِ عمرٰن: ١٧٩)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے۔

اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کیا ہُوا؟ بھری مسجد میں خاص جمعے کے دن عَلٰی رُؤُوْسِ الْاَشْھَاد (یعنی برسرِ عام) حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام بنام **ایک ایک** کو فرمایا: "یَا فُلَان فَاخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ، اُخْرُجْ یَا فُلَان فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ" اے فلاں نکل جا تو منافق ہے، اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ نماز سے پہلے سب کو **نکال** دیا۔ (یہ حدیث طبرانی و ابنِ ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی) (المعجم الاوسط، الحدیث ۷۹۲، ج ۱، ص ۲۳۱)

مخالفینِ دین کے ساتھ یہ **برتاؤ** اُن کا ہے جنہیں **ربُّ العزت** عَزَّجَلَالُہٗ **رحمۃٌ للعالمین** فرماتا ہے، جن کی رحمت رحمتِ اِلٰہیہ کے بعد تمام جہان کی رحمت سے **زیادہ** ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میاں صاحب : دیکھئے فرعون کے پاس جب موسیٰ (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ السَّلَام) کو بھیجا تو **اللہ** تعالیٰ نے فرمایا تھا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (پ ١٦، طٰہٰ: ٤٤) اُس سے نرم بات کہنا۔

ارشاد : مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِرشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْؕ (پ ۱۰، التوبہ: ۷۳) اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں سے اور ان پر شدت وسختی کر۔

یہ اُنہیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ○ (پ ۲۹، القلم: ٤) بے شک تُو بڑے خلق پر ہے۔

تو معلوم ہوا کہ مخالفانِ دین پر شدّت وغِلْظَت (یعنی سختی) مُنافیِ اَخلاق (یعنی بداَخلاقی) نہیں بلکہ یہی **خُلقِ حَسن** ہے۔

میاں صاحب : میری مراد کافروں سے نہیں۔﴿منافقین اور فرعون شاید مسلمان ہوں گے!﴾

ارشاد : جی آپ کی بہرکس (یعنی "ہرکسی") تو سب کو عام تھی۔ خیر اب کوئی دائرہ محدود کیجئے۔

میاں صاحب : جو کلمۂ کفر کہے اِسے اِن **لفظوں** سے بیان کیجئے کہ میرے فُلاں بھائی نے جو بات کہی ہے میرے نزدیک یہ **کلمۂ کفر** معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد : کفریات بکنے والا بِحَمْدِ اللّٰہ میرا **بھائی نہیں** اور جب اس کا کلمۂ کفر ہونا ثابت ہو تو ان گرے لفظوں کی کیا حاجت کہ "میرے نزدیک ایسا معلوم ہوتا ہے" جس سے **عوام** سمجھیں کہ احتمالی بات ہے، شک ہے۔

میاں صاحب : میرے نزدیک ضرور کہنا چاہئے۔

ارشاد : جب **دلیلِ شرعی** قائم ہو تو ضرور صاف کہنا چاہئے۔

میاں صاحب : خیر یہ کہو کہ کلمۂ کفر کہا مگر **گمراہ** نہ کہو۔

ارشاد : کیا خوب گمراہی کفریات بکنے سے بھی کسی **بدتر** چیز کا نام ہے؟

میاں صاحب : یوں تو داڑھی منڈا فاسق بھی گمراہ ہے مگر عرف میں گمراہ بہت **بُرا لقب** ہے۔

ارشاد : داڑھی منڈانے والا کہ اسے فعلِ حرام جانے **فاسق** ہے گمراہ نہیں، (کہ راہِ سنّت جانتا اور اِس پر اعتقاد رکھتا ہے اگرچہ شامتِ نفس سے اختیار نہ کی) مگر قائلِ کفریات ضرور **گمراہ** ہے۔

میاں صاحب : کوئی قائلِ کفریات ہو بھی! اب آپ نے اتنے بڑے عالم محدّث ﴿اسماعیل دہلوی﴾ جس کی عمر خدمتِ

حدیث میں کٹی، کو قائلِ کفریات بنا دیا۔

ارشاد: ''سَلُّ السُّیُوف'' آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے؟

میاں صاحب: ہاں۔

ارشاد: میں نے اس میں **کافر** لکھا ہے؟

میاں صاحب: نہیں کافر نہیں لکھا۔﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ بھی غنیمت ہے ورنہ بہت وہابیہ تو یہی رو رہے ہیں کہ تکفیر کردی۔﴾

ارشاد: تو جس قدر میں نے لکھا ہے وہ ضرور **ثابت** اور خدمتِ حدیث **مُسَلَّم** (یعنی تسلیم) بھی ہو تو اس سے انتفائے **ضَلالت** (یعنی گمراہی کا نہ ہونا) لازم نہیں۔قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ترجمۂ کنز الایمان: **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ (پ ۲۵، الجاثیہ:۲۳)

میاں صاحب: اب آپ نے لکھ دیا کہ انہوں نے کہا ہے: خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔

ارشاد: جی چھپی ہوئی کتاب موجود ہے، یہی لفظ جابجا دیکھ لیجئے۔

میاں صاحب: یہ کون کہے گا کہ نبی کا اعتقاد نہ رکھو۔

ارشاد: حضرت اُرْدُو زبان ہے۔آپ ہی فرمایئے کہ ماننے کے معنی کیا ہیں؟

میاں صاحب: بھلا ہم نبی کو نہ مانتے تو مڈل نہ پڑھتے کہ نوکری ملتی۔حدیث کیوں پڑھتے؟

ارشاد: یہ آپ اپنی نسبت کہیے۔اُس کے وقت نہ مڈل تھا نہ مڈل کی نوکری۔

مولانا حسن رضا خان صاحب: حضرت پچیس برس کی عمر کے بعد نوکری ملتی بھی تو نہیں۔

میاں صاحب: بھلا کوئی نبی کی شان میں گستاخیاں کرے گا؟

ارشاد: کیا مَعَاذَ اللّٰہ مر کر مٹی میں مل جانا بتانا گستاخی نہیں؟

میاں صاحب: ﴿اِنکاری لہجے میں﴾ ہوں۔کس نے کہا ہے؟

ارشاد: اسمٰعیل نے۔

میاں صاحب : کوئی نہیں۔ بھلا کوئی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو ایسا کہے ہے؟

ارشاد : ''تَقْوِیَۃُ الْاِیمان'' چھپی ہوئی موجود ہے، دیکھ لیجئے۔

میاں صاحب : بھلا کوئی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو ایسا کہے ہے؟

ارشاد : جی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) ہی کی شان میں کہا ہے، دیکھ لیجئے نا۔

سید مختار صاحب : جناب میاں صاحب اُس کے کلمات ضرور یہاں ایسے ہیں جن سے دل دُکھتا ہے۔ یہ ﴿اعلیٰ حضرت قبلہ﴾ اِن کے سبب جوش میں ہیں۔

میاں صاحب : مولوی رُوم نے مثنوی میں لکھا ہے کہ اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) تو ظالم ہے جتنا چاہے مجھ پر ظلم کئے جا، تیرا ظلم مجھے اَوروں کے انصاف سے اچھا لگتا ہے۔

ارشاد : مولانا قدس سرہٗ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یوں عرض کی ہے؟

میاں صاحب : جی مولانا نے۔

ارشاد : مثنوی شریف لاؤ۔ مولوی محمد رضا خاں صاحب (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی) مثنوی شریف لائے، جناب میاں صاحب کے سامنے رکھ دی۔ میاں صاحب نے ہاتھ سے ہٹا دی۔

ارشاد : حضرت بتائیے کہاں لکھا ہے؟

میاں صاحب : ﴿مثنوی شریف اور ہٹا کر﴾ اب اسی میں لکھا ہے: ع

"گهه شهید دیده از..........خر"

خر کے ساتھ شہید کا لفظ دیکھئے۔

ارشاد : یہ فِسْق پر اِسْتِہزا ہے۔ (یعنی گناہ کرنے پر گناہ گار کا مذاق اُڑایا ہے) (قرآن مجید میں) فرمایا:

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ○ ترجمۂ کنز الایمان: چکھ ہاں ہاں تُو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ (پ ۲۵، الدخان: ۴۹)

اِسی حکایت کی سرخی میں ہے:

''جان من .... رادیدی وکدورا ندیدی''

جناب نے یہ نہ دیکھا کہ مولانا کا یہ ارشاد تو ہماری دلیل ہے۔ جب ایک فاسِقہ کی نسبت اکابِر دین ایسے کلمات فرماتے ہیں تو گمراہانِ بددین زیادہ مستحقِ تشنیع وتوہین ہیں۔

میاں صاحب : اب آپ ہی جو اپنے آپ کو **عبدُالمصطفٰے** لکھتے ہیں؟

ارشاد : یہ مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن کی خوبی ہے! ربُّ العزت جل جلالہٗ نے قرآنِ عظیم میں جو فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ (پ ۱۸، النور: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

اِسے بھی **شرک** کہہ دیجئے۔ ﴿حضرت عالمِ اہلِ سنت (یعنی اعلیٰ حضرت) نے اپنے قصیدے ''اکسیر اعظم'' ۱۳۰۲ھ کی شرح ''مُجیر مُعظم'' ۱۳۰۲ھ میں تحریر فرمایا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے ''اِزَالَةُ الْخفا'' میں حدیث نقل کی ہے: امیرالمؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا'' كُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ'' میں حضور کا بندہ اور حضور کا خادِم تھا۔ (المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، خطبة عمر بعد ما ولی على الناس، الحديث ٤٤٥، ج١، ص ٣٣٣) اِس مسئلے کی بحث کافی اسی کتاب مُستطاب (یعنی بابرکت کتاب) میں ہے۔﴾

میاں صاحب : خیر بھائی تمہیں اختیار ہے بُرا کہو بُرا سنو۔

ارشاد : کافر کو کافر، رافضی کو رافضی، خارجی کو خارجی، وہابی کو وہابی **ضرور** کہا جائے گا اور وہ ہمیں بُرا کہیں تو اِس کی کیا پرواہ! ہمارے پیشواؤں صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو اِنتقال فرمائے ہوئے تیرہ سو برس گزرے آج تک اُن کا برا کہنا نہیں چُھوٹتا۔

میاں صاحب : ایسے ہی وہ (یعنی فریق مخالف) بھی کہتے ہیں پھر اس سے کیا حاصل؟

ارشاد : ضرور حاصل ہے۔ حدیث میں فرمایا:

اَتَرْعُوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَتٰى یَعْرِفُهُ النَّاسُ اُذْكُرُوْا الْفَاجِرَ بِمَا فِیْهِ یَحْذَرُهُ النَّاسُ

کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو! لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

﴿یہ حدیث امام ابوبکر ابنِ ابی الدنیا نے کتاب ''ذَمُّ الْغِیْبَۃ'' اور امام ترمذی محمد بن علی نے ''نَوادِرُ الْاُصُول'' اور حاکم نے ''کِتَابُ الْکُنٰی'' اور شیرازی نے ''کِتَابُ الْاَلْقاب'' اور ابنِ عدی نے ''کامل'' اور طبرانی نے ''معجم کبیر'' اور بیہقی نے ''سنن کبریٰ'' اور خطیب نے ''تاریخ'' میں حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ اور خطیب نے ''رُواۃ مالك'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی﴾

(موسوعة ابن ابی الدنیا، الغیبة والنمیمة، الحدیث ٨٤، ج٤، ص٣٧٤)

میاں صاحب: تو یہ تو فاسق کو کہا ہے۔

ارشاد: فسقِ عقیدہ، فسقِ عمل سے بدرجہا (یعنی کئی درجے) بدتر ہے۔

میاں صاحب: بے شک۔

ارشاد: خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بدمذہبوں کو جہنمی بتایا:

کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً ترجمہ: ایک فرقے کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخی ہیں۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ٤٨٨٦، ج٣، ص ٣٨٠) **اب کیا نہ کہا جائے گا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں!**

میاں صاحب: رافضی جہنمی نہیں۔

ارشاد: حدیث کا کیا جواب؟

میاں صاحب: ﴿سکوت فرمایا﴾

ارشاد: کیا آپ کے نزدیک ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کافر کہنے والا جہنمی نہیں؟

میاں صاحب: کون کہتا ہے؟ کوئی نہیں۔

ارشاد: رافضی کہتے ہیں۔

میاں صاحب: کوئی رافضی ایسا نہیں کہتا۔

مولوی سیِّد تَصَدُّق علی صاحب: چَھپی ہوئی کتابیں تو موجود ہیں اور کوئی کہتا ہی نہیں!

میاں صاحب: میرے دس بارہ ہزار ملاقاتی اور عزیز رافضی ہیں، کسی نے میرے سامنے اس کا اِقرار نہیں کیا، کوئی ایسا نہیں کہتا۔

سیِّد مختار صاحب: حضرت وہ ضرور ایسا کہتے ہیں۔ آپ کے سامنے تقیۃً (یعنی اپنے مذہب کو چُھپاتے ہوئے) کچھ

اور کہہ دیا ہوگا۔

ارشاد : حضرت اب وجہِ حمایت معلوم ہوئی!

میاں صاحب : پھر بھائی تم اُنہیں بُرا کہو، وہ تمہیں بُرا کہیں۔

ارشاد : اِس کی پرواہ نہیں۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو اَب تک (بُرا) کہا جاتا ہے۔

میاں صاحب : ایسے ہی وہ بھی کہتے ہیں۔

ارشاد : آپ کے نزدیک یہود و نصاریٰ گمراہ ہیں یا نہیں؟

میاں صاحب : ہوں گے۔

ارشاد : ہیں یا نہیں؟

میاں صاحب : ہوں گے ﴿**اللہ اللہ** ضروریاتِ دین میں بھی تأمُّل﴾

سیّد مختار صاحب : اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی وہ بھی آپ کو کہتے ہیں تو اہلِ باطل اگر اہلِ حق کو اہلِ باطل کہیں، اس سے اہلِ حق انہیں اہلِ باطل کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

میاں صاحب : تشدُّد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں رافضیوں نے سُنّیوں کو قتل کیا، سنیوں نے رافضیوں کو مارا۔ ہمارے نزدیک دونوں مرُدود ﴿**اللہ اللہ** کفریات بکنے والوں کو گمراہ نہ کہے، رافضیوں کو جہنمی نہ بتائے مگر سُنّی ضرور مردود۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾

ارشاد : آپ ایسا فرمائیے مگر اہلِ سُنّت ایسا ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

میاں صاحب : جب دونوں مسلمان ہیں اور باہم لڑے، دونوں مرُدود ہوئے ﴿سُبحٰنَ اللہ اسی دلیل سے خارجیوں نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ جَمَل و اہلِ صِفّین سب پر مَعَاذَ اللہ وہ حکمِ ناپاک لگایا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾

ارشاد : بھلا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جو ایک دن میں پانچ ہزار کلمہ گو قتل فرمائے جو نہ صرف مسلمان بلکہ قُرَّاء و علماء کہلاتے، اُس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

سید مختار صاحب : میاں صاحب یہ بحث ختم نہ ہوگی۔ اب تشریف لے چلئے اور اس جلسے کو خوشی و خوش اُسلُوبی پر

ختم کیجئے۔

میاں صاحب : ﴿کھڑے ہوکر تشریف لے جاتے وقت﴾ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کسی نے اُن کے سامنے برا کہا۔ لوگوں نے اسے قتل کرنا چاہا۔صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ قتل میرے برا کہنے والے کے لئے نہیں ہے۔

﴿آگے تَتِمَّہ (یعنی خاتمہ)، حدیث یوں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے،(المعجم الصغیر للطبرانی، ج ۱، ص ۲۳۶) میاں صاحب یہیں تک پہنچے کہ''اس کے لئے ہے کہ'' اعلیٰ حضرت قبلہ نے سبقت کر کے فرمایا﴾ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہے مَعَاذَ اللّٰہ مر کر مٹی میں مل گئے۔

حاضرین سوائے میاں صاحب، سب ہنسنے لگے۔

ارشاد : اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم امیر المؤمنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے تابع (یعنی پیروکار) ہیں جنہوں نے خوارِج کو نہ گلے لگایا نہ بھائی بنایا۔بد مذہبی کے ہوتے ہوئے کچھ پاس (یعنی لحاظ) نہ فرمایا۔

میاں صاحب : السلام علیکم

﴿جلسہ بالخیر (یعنی بخوبی) ختم وتمام وَالْحَمْدُ لِلّٰہ﴾

تہمت کی جگہ سے بچئے

مؤلف : حدیث میں ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ بچو تہمت کی جگہوں سے۔

(کشف الخفاء، حرف الهمزه مع الباء الموحدة، حديث ۸۸، ج ۱، ص ۳۷)

یہ امر کسی کے ساتھ خاص نہیں سب مسلمانوں کو عام ہے۔ وہ عام ہوں یا خاص اور ظاہر کہ اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) مُکلَّف (یعنی پابندِ قانونِ شرع) ہیں تو وہ بھی مامور (یعنی حکم میں شامل) ہوئے پھر اُنہیں اس امر کا خلاف کیونکر جائز ہوگا اور پھر اِس صورت میں صرف تُہمت کے موقع سے نہ بچنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کو بلاوجہ بدگمانی کا مرتکب کرنا بھی ہے، جو حرام ہے۔

ارشاد : شریعت میں اَحکامِ اِضطرار (یعنی بے اختیاری و مجبوری کے احکام)، اَحکامِ اِختیار سے **جدا** ہیں۔سب جانتے ہیں کہ خمر (یعنی شراب) وخنزیر حرامِ قطعی ہیں، مگر ساتھ ہی ارشاد ہوا:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ ترجمۂ کنزالایمان: جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو۔

(پ ٦، المائدہ :٣)

بھوک یا پیاس سے جان نکلی جاتی ہے اور کھانے یا پینے کو حرام کے سوا کچھ نہیں، اب اگر ترک کرے تو **گناہگار** ہوگا اور **حرام موت** مرے گا۔ بلکہ فرض ہے کہ جان بچانے کی قدر اِستعمال کرے۔

(درمختار معہ رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۵۵۹)

یوں ہی اگر نوالہ اَٹکا، دم نکلا جاتا ہے اور اُتارنے کو سوائے خمر کچھ نہیں۔ شریعت کا کلیہ قاعدہ ہے:

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ (یعنی ضرورتوں کی بنا پر ممنوع اشیاء مباح ہوجاتی ہیں۔ت)

(الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الخامسہ، ص۷۳)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ قلب (یعنی دل) کی محافظت اہم واعظم **فرائض** سے ہے۔ جب بحالتِ ضعف وتنگی (یعنی کمزوری اور مشقت کے وقت) اِس کا حفظ بے ایسے کسی اِظہار کے نہ بن پڑے تو یہ **واجب** ہوگا۔ حقیقتِ **فعل** سے جاہل (یعنی لاعلم) اسے **مرتکبِ حرام** جانے گا حالانکہ وہ ایک **مباح** (یعنی جائز کام) کررہا ہے اور فعل سے **واقف**، حالِ فاعل سے **غافل** (یعنی وہ شخص جو اُس کے عمل کو تو دیکھے مگر کرنے والے کی حالت پر توجّہ نہ کرے) اُسے **موضعِ تہمت** میں پڑتا، لوگوں کو بدگمانی میں ڈالتا، یوں خلافِ امر (یعنی حکمِ شرع کے خلاف) کرتا **گمان** کرے گا حالانکہ وہ ادائے **واجبِ اعظم** کررہا ہے۔ کیا اپنے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا **حرام** نہیں! لیکن مَعَاذَ اللّٰہ آکلہ (یعنی وہ زخم جو کسی عضو کی ساخت کو کھاتا اور گلاتا چلا جائے) ہوجائے تو **کاٹ** ڈالا جائے گا کہ اور بدن **محفوظ** رہے۔

سستا سودا

سیدنا ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو **اشرفیاں ملیں**۔ کنارۂ دجلہ پر ایک صاحب خط بنوا رہے تھے، اُن کو دیں **قبول** نہ کیں۔ حجام کو دیں (اُس نے) کہا: ''میں نے ان کا خط **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے بنانا چاہا ہے اس پر **عوض** (یعنی بدلہ) نہ لوں گا۔'' شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس **مال** سے فرمایا کہ تُو ایسی ہی **چیز** ہے جسے کوئی قبول نہیں کرتا اور دریا میں پھینک دیں۔

جاہل گمان کرے گا کہ تَضیعِ مال ہوئی (یعنی مال ضائع ہوا) حاشا (یعنی ہرگز نہیں) بلکہ ''حِفظِ قلب'' کہ اُس وقت یہی اِس کا **ذریعہ** تھا۔ دو صاحب سامنے تھے کسی نے **قبول** نہ کیں اب ان کو پاس رکھتے اور ایسے فقیر کی **تلاش** میں نکلتے جو قبول

کرلیتا اور معصیت (یعنی گناہ) میں نہ اٹھاتا، اتنی دیر تک کی زندگی پر تم لوگوں کو **اطمینان** ہوتا ہے وہاں ہر آن **موت** پیشِ نظر ہے اور ڈرتے ہیں کہ اُس وقت آجائے اور اس غیرِ خدا کا خطرہ (یعنی خیال) قلب میں ہو۔ جنگل میں پھینک دیتے تو نفس کا تعلق قطع نہ ہوتا کہ ابھی دَسْتْرَس (یعنی پہنچ باقی) رہتی۔ اب بتائیے سوا اِس کے اُن کے پاس کیا چارہ (یعنی راستہ) تھا کہ اُس (یعنی مال) سے فوراً فوراً اِس طرح ہاتھ خالی کرلیں کہ نفس کو یاس (یعنی مایوسی) ہوجائے اور اُس کے خیال سے باز آجائے۔ یہ صفائے قلب ودفعِ خطرۂ غیر (یعنی دل کی صفائی اور اس سے غیرِ خدا کا خیال نکالنے) کی **دولت**، کروڑوں اشرفیوں بلکہ تمام ہفت اقلیم (یعنی دُنیا) کی سلطنت سے کروڑوں دَرَجہ **اعلیٰ وافضل** ہے۔ کیا اگر سوا اشرفیاں خرچ کرکے **سلطنت** ملی، کوئی اسے تضیعِ مال (یعنی مال کا ضائع کرنا) کہہ سکتا ہے؟ بلکہ بڑی دولت کا بہت **اَرزاں** (یعنی سستا) حاصل کرنا، یہی یہاں ہے۔

وحدتُ الوُجُود کے معنی

عرض: وحدتُ الوجود کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: وجودِ ہستی بالذات، واجب تعالیٰ کے لئے ہے، اُس کے سوا جتنی موجودات ہیں اُسی کی ظِل پرتَو (یعنی عکس) ہیں تو حقیقتاً وجود ایک ہی ٹھہرا۔

عرض: اِس کا سمجھنا تو کچھ دُشوار نہیں پھر یہ مسئلہ اِس قدر کیوں **مشکل** مشہور ہے؟

ارشاد: اس میں غور وتَأَمُّل یا **موجبِ حیرت** (یعنی حیران کن) ہے یا باعثِ **ضلالت** (یعنی گمراہی کا سبب)۔ اگر اس کی تھوڑی بھی **تفصیل** کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے گا بلکہ اوہامِ کثیرہ (یعنی کثیر وہم) پیدا ہوجائیں گے۔

(اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک یاد رہی) مثلاً روشنی بالذات (یعنی بلاواسطہ) آفتاب وچراغ میں ہے، زمین ومکاں اپنی ذات میں بےنور ہیں مگر بالعرض (یعنی بالواسطہ) آفتاب (یعنی سورج) کی وجہ سے تمام دنیا مُنوَّر اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ اِن (یعنی زمین ومکاں) کی روشنی اُنہیں (یعنی آفتاب وچراغ) کی روشنی ہے۔ اُن (یعنی آفتاب وچراغ) کی روشنی اِن (یعنی زمین ومکاں) سے اٹھالی جائے تو وہ ابھی تاریکِ محض رہ جائیں۔

ہر جاہ تُو ہی تُو

عرض: یہ کیوں کر ہوتا ہے کہ ہر جگہ صاحبِ مرتبہ کو **اللہ** ہی **اللہ** نظر آتا ہے؟

ارشاد : اِس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا، اس لئے کہ یہی **اصل** ہے اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کے **ظِل** (یعنی عکس) ہیں مگر یہ صورتیں اُس کی صفاتِ ذات کے ساتھ مُتَّصِف (یعنی موصوف) نہ ہوں گی مثلاً سننے والی دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اِس لئے کہ یہ صورتیں صرف اُس کی سطحِ ظاہری (یعنی جسم کے ظاہری حصے) کی ظل (یعنی عکوس) ہیں، ذات کی نہیں اور سمع وبصر (یعنی سُننا اور دیکھنا) ذات کی صفتیں ہیں سطحِ ظاہر کی نہیں لہٰذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظِلال (یعنی عکوس) میں پیدا نہ ہوگا بخلاف حضرتِ انسان کہ یہ ظِلِ ذاتِ باری تعالیٰ ہے لہٰذا اظلالِ صفات سے بھی حَسبِ اِستِعداد (یعنی بقدرِ صلاحیت) بہرہ وَر (یعنی فیضیاب) ہے۔

دیدارِ الٰہی کس طرح ہو گا؟

مؤلف : حضور یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیوں کر دیکھتے ہیں، اگر ان ظِلال وعُکُوس کو کہا جاوے تو یہ ''اِتحاد'' ہے ''وحدت'' نہیں اور ''اتحاد'' کُھلا اِلحاد وزَندَقہ (یعنی کفر و بے دینی) ہے اور اگر یہ ظلال وعکوس کو نہیں دیکھتے بلکہ انہیں عدمِ محض میں سُلاتے ہیں ایک **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو یہ خود بھی ایک ظل ہیں یہ بھی معدوم ہوئے تو نہ ناظر (یعنی دیکھنے والا) رہا نہ نظر، پھر یہ کہ **اللہ** تعالیٰ کو دیکھنے کے کیا معنٰی؟ وہ اِس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اُسے احاطہ کرے وہ سب کو محیط ہے نہ کہ محاط (یعنی وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے مگر کوئی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا) یہ میرا ایمان ہے کہ قیامت میں **اِن شآءَ اللہ تعالیٰ** دیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے ہم مسلمان فیضیاب ہوں گے، مگر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رؤیت (یعنی دیکھنا) کیونکر ممکن ہے جبکہ احاطہ ناممکن۔ اگر یہ کہا جائے کہ منظور (یعنی جسے دیکھا جائے) کو نظر کا محیط ہو جانا کچھ ضرور نہیں مثلاً فلک (یعنی آسمان) ہے کہ اُس کا ایک حصہ انسان کی نظر میں سما سکتا ہے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے تو یہ تقریر وہاں جاری نہیں کہ وہ تَجَزّی (یعنی تقسیم) سے پاک ہے۔ میں اپنا مَا فِی الضَّمِیر (یعنی دل کی بات) اچھی طرح پر ظاہر نہ کرسکا مگر یہ جانتا ہوں کہ حضور میرے اِن ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے میرا مطلب خیال فرمالیں گے۔

ارشاد : ظلال وعکوس مرأتِ ملاحظہ ہیں، مرأت کا مَرْئی (یعنی نظر آنے والی چیز) سے متحد ہونا کیا ضرور! علم بالوجہ میں وجہ مرأت ملاحظہ ہوتی ہے، حالانکہ ذُوالوَجہ سے متحد نہیں بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں بلکہ شعاعِ بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا دہنی جانب بائیں اور بائیں

ذہنی معلوم ہوتی ہے تو آئینہ تمہارا عین نہیں مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضیِ وجود نہیں (یعنی وجود کا تقاضا نہیں کرتی)۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ترجمۂ کنز الایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔ (پ ۲۰، القصص:۸۸)

مگر وجودِ عطائی سے ضرور موجود ہیں۔اسلام کا پہلا عقیدہ ہے کہ

حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ ترجمہ:اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔

(شرح العقائد النسفية ، مبحث حقائق الاشياء ثابتة ، ص ۹)

نظر سے ساقط (یعنی اوجھل) ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فِی الْوَاقِع (یعنی درحقیقت) اِس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اُن کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔اہلسنّت کا ایمان ہے کہ قیامت وجنت میں مسلمانوں کو دیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بے کیف وبے جہت وبے محاذات (یعنی کیفیت وسمت ومقابلے کے بغیر) ہوگا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ کچھ منہ تروتازہ ہوں گے اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کو دیکھتے ہوئے۔ (پ ۲۹، القیامة: ۲۲، ۲۳)

کفار کے حق میں فرماتا ہے:

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ بے شک وہ اس دن اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) سے حجاب میں رہیں گے۔ (پ ۳۰، المطففين :۱۵)

یہ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں، بصر احاطۂ مرئی نہیں چاہتی۔آیۂ کریمہ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ ترجمۂ کنز الایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔ (پ ۷، الانعام: ۱۰۳)

کا یہی مفاد (یعنی فائدہ) ہے کہ وہ اَبصار وجملہ اشیاء کا محیط ہے اسے بصر اور کوئی شے محیط نہیں۔فلک وغیرہ کی مثالیں اِس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدمِ احاطہ مَعَاذَ اللّٰہ اسی طرح کا ہے وہاں بمعنی عدمِ اِدراکِ حقیقت

وکُنہ ہی رہا۔ یہ کہ ''رؤیت کیونکر'' یہ کیف سے سوال ہے وہ اوراس کی رؤیت کیف سے پاک ہے پھر **کیونکر** کو کیا دخل۔

مظہرِ حق

عــــرض : ذاتِ باری کے پرتَو تو صرف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ شیخ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدارج النبوۃ'' جلد ثانی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں اور عامہ مخلوق مظہرِ اسمائے الٰہیہ ہے۔

"وسیّدِ کُل مظھرِ ذاتِ حق ست وظھورِ حق دروے بالذات ست"

(یعنی حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ذاتِ حق کے مظہر ہیں اور ظہورِ حق آپ میں بالذات ہے۔ت)

(ملخصاً، مدارج النبوۃ تکملہ از صفات کاملہ ، ج۲، ص۶۰۹)

عرض : تو تمام مخلوق ظلالِ ذات کس طرح ہوگی؟

ارشــاد : اَسماء مُظہِرِ صفات ہیں اور صفات مظہرِ ذات اور مظہر کا مظہر مظہر ہے تو سب خَلق مظہرِ ذات ہے اگر چہ بواسطہ یا بوسائط۔ شیخ کا کلام مظہرِ ذات بلاواسطہ میں ہے وہ نہیں مگر حضور مظہرِ اول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لفظ دیکھئے کہ

" ظھورِ حق دروے بالذات ست"

(یعنی حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بلا واسطہ مظہرِ حق ہیں) (ایضاً)

صُلح کروانے کا مُعاوَضہ لینا ناجائِز ہے

عرض : دوشخصوں میں کچھ روپیہ کا جھگڑا تھا، چودھری نے صلح کرادی اور مدّعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) کو مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا) سے روپے مل گئے اور برادری میں یہ دستور ہے کہ جب چودھری تصفیہ کراتا ہے تو اپنا کچھ حق مقرر کر رکھا ہے وہ لے لیتا ہے چنانچہ اس صلح میں بھی چودھری اپنے حق کا طالب ہوا، اُس (یعنی مدعی) نے دینے سے انکار کیا۔ جب اُس (یعنی چودھری) نے اصرار کیا تو اُس (یعنی مدعی) نے سب روپے چودھری کو دے دیئے۔ چودھری نے کہا کہ میں صرف اپنا حق لوں گا سب نہ لوں گا۔ اُس نے کہا: ''میں خوشی سے دیتا ہوں۔'' چودھری نے وہ سب روپے لے لئے۔ بعد اِس واقعہ کے مدعی نے کچہری میں نالش (یعنی مقدمہ) دائر کی کہ مجھے روپے نہیں ملے اور دوشخصوں نے جو اِس واقعہ میں موجود تھے اور جن کے سامنے روپے دیئے گئے تھے قسم کھا کر شہادت دی کہ اسکو روپے نہیں ملے۔ ان سب کے لئے **شریعت کا کیا حکم ہے؟**

ارشاد : مدعی سے چودھری کو روپیہ لینا **حرام** ہے، ہاں! اپنی خوشی سے دے تو مضایقہ نہیں اور مدعی اور گواہوں پر **توبہ فرض** ہے کہ جھوٹا دعویٰ کیا اور جھوٹی گواہی دی اور جھوٹی قسم کھائی۔

رشوت کو اپنا حق قرار دینا کفر ھے

عرض : رشوت بھی اپنی خوشی سے دی جاتی ہے بلکہ چودھری نے تو مانگا اور مدعی نے اِنکار کیا۔ پھر جب چوہدری کا بہت اِصرار ہوا تو اُس نے سب دے دیئے جس سے **معلوم** ہوا کہ وہ ناخوش تھا اور یہ کہ خوشی سے دیتا ہوں جھوٹ تھا اور رشوت تو بغیر طلب خود دِی جاتی ہے پھر یہ کیوں جائز ہوا؟ اور وہ **تو حرام** ہی ہے اور چودھری کو جو پہلے لینا حرام تھا اس کی وجہ بھی نیتِ رشوت ہوگی؟

ارشاد : انسانی خواہش وہاں تک **معتبر** ہے جہاں تک نہی شرعی (یعنی شرعی ممانعت) نہ ہو، **رشوت** شرع نے **حرام** فرمائی ہے وہ کسی کی خوشی سے **حلال** نہیں ہوسکتی۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ فِی النَّار   رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

(مجمع الزوائد ، کتاب الاحکام ، باب فی الرشاء، الحدیث ٧٠٢٧،ج٤، ٣٥٩)

چودھری جو صلح ہو جانے پر صلح کرانے کا **معاوضہ** لیتے ہیں وہ رشوت نہیں ہے، بلکہ ایک **ناجائز اُجرت** ہے۔ جاہلانِ بے خرد (یعنی بے عقل جاہل) ایسی جگہ **حق** کا لفظ بولتے ہیں یہاں تک کہ رشوت خوار (یعنی رشوت کھانے والا) بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارا **حق** دلوایئے۔ یہ کفر ہے کہ حرام کو حق کہا۔ وَرع (یعنی تقویٰ) کا مرتبہ وہی ہے جو تم نے کہا کہ ظاہر اَنداز سے مظنون (یعنی گمان) ہوتا ہے کہ اس کا یہ دینا حقیقۃً خوشی سے نہ ہوا۔ اگرچہ بظاہر صاف کہہ رہا ہے کہ میں خوشی سے دیتا ہوں مگر شریعتِ مطہرہ میں زبان مُظْہِر مَا فِی الضَّمِیر (یعنی دل کی بات ظاہر کرنے والی) مانی گئی ہے، وہ جو کچھ ہے **قیاسی دلالت** ہے اور یہ کہ خوشی سے دیتا ہوں **صریح تصریح** ہے اور فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں مُصَرَّح (یعنی واضح طور پر بیان کیا گیا) ہے؛

اَلصَّرِیحُ یَفُوقُ الدَّلَالَۃَ   صریح کے آگے دلالت نہ لی جائے گی۔

(درمختار معہ رد المحتار، کتاب النکاح، باب فی منع الزوجۃ......الخ ،ج٢، ص٢٨٤)

فقہ میں بہت مسائل اِس پر مبنی ہیں کہ خانیہ و ہندیہ و دُرِّمختار میں ہیں اور تمام ''کتاب حِیَل'' (حیلے کی جمع) کی بنا ہی اس پر ہے ورنہ اصل غرضِ قلبی اس عقدِ ملفوظ (یعنی زبان کے ذریعے کئے گئے معاہدے) کے مطابق نہیں ہوتی۔ درزی سے کپڑا سلوایا اور

اُجرت دینے کا کچھ ذکر نہ آیا اُجرت واجب ہوگئی کہ اس کا پیشہ ہی **دلیلِ اجرت** ہے لیکن اگر اُس نے کہہ دیا تھا کہ میں تم سے اُجرت نہیں چاہتا اب نہیں لے سکتا، اگر چہ دوستانہ میں کہا ہو۔ اگر چہ ایسی صورت میں غالباً یہ کہنا دل سے نہیں ہوتا بلکہ محض مُرُوَّت ولحاظ سے، حتی الامکان مسلمان کا حالِ صلاح (یعنی اچھائی) پر محمول کرنا (یعنی سمجھنا) **واجب** ہے۔ قیاس سے ٹھہرالینا کہ اس نے خوشی سے دینا **جھوٹ** کہا اس کی طرف تین کبیروں کی نسبت ہے، **ایک** تو جھوٹ، **دوسرے** دھوکا دینا کہ دیا ناراضی سے اور اس پر رضا ظاہر کی، **تیسرے** حرام مال دینا **"جس کا لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔"** لہٰذا اس کا قول واقعیت (یعنی حقیقت) پر محمول کریں گے (یعنی سمجھیں گے)۔

قسم کا کفّارہ کب واجِب ہو گا؟

عرض : حضور قَسم کا کفّارہ کچھ نہیں؟

ارشاد : اِس صورت میں **کفّارہ** کچھ نہیں، **توبہ** ہے۔ کفّارہ اُس **قسم** کا ہوتا ہے جو آئندہ کے لئے کسی کام کے کرنے نہ کرنے پر کھائی اور اسکے خلاف کیا گزشتہ پر قسم کھانے سے **کفّارہ نہیں**۔ (الفتاوٰی الھندیۃ ، کتاب الایمان ، الباب الاول، ج ۲، ص ۵۱)

سلطنتِ بُخارا کا تَذکِرہ

مؤلف : شبِ جُمُعہ میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کے چھوٹے بھائی مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ آج ایک اَخبار سے **معلوم** ہوا ہے کہ سلطنتِ بخارا شریف رُوسیوں سے **منتقل** ہو کر سلطانُ المعظم کے زیرِ اثر آ گئی۔

اس پر **ارشاد** ہوا کہ یہ ایک قدیمی اِسلامی سلطنت ہے جہاں بڑے بڑے ائمہ ومجتہدین گزرے ہیں اور جن کے برکات اسوقت تک یہ موجود ہیں کہ ایک وقت میں سب جگہ اذان ہوتی ہے اور ایک ہی وقت میں نماز، دوکاندار اور کاروباری لوگ اپنا اپنا کام فوراً چھوڑ کر شاملِ جماعت ہو جاتے ہیں۔

وہ بُزُرگ کون تھے؟

پھر اسی تذکرۂ سلطنت بخارا میں فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جا رہا تھا میری عمر اس وقت جیلانی ﴿اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی مولانا ابراہیم رضا خان علیہ رحمۃ المنان﴾ کے برابر تھی ﴿دس سال﴾ کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش (یعنی سفید داڑھی والے) نہایت شکیل وجیہہ (یعنی خوبصورت) تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: "سنتا ہے

بچے آجکل عبدالعزیز ہے، اس کے بعد عبدالحمید اور اس کے بعد عبدالرشید ہوگا۔'' اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ چنانچہ اِس وقت تک اُن بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔ ایسے ہی ایک صاحب مسجد کے قریب ملے میرے بچپن کا زمانہ تھا، مجھے بہت دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا کہ تُو رضا علی خاں کا کون ہے؟ میں نے کہا: ''پوتا۔'' فرمایا: ''جبھی۔'' اور فوراً تشریف لے گئے۔

سنّت قبلیہ کا قضا ہونا

عرض : نمازِ فرض سے قبل کی سنّتیں نہ ملنے سے کیا وہ قضا ہو جاتی ہیں؟

ارشاد : اپنے وقت سے قضا سمجھی جائیں گی نہ وقتِ نماز سے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة ، الباب التاسع فی النوافل، ج ۱، ص ۱۱۲)

اِمام کی تقلید ضروری ہے

عرض : کیا ائمۂ مجتہدین (یعنی امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل وغیرھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں اختلاف ہے جو ہاتھوں کے باندھنے میں اختلاف ہے کہ بعض سینے پر اور بعض ناف پر باندھتے ہیں؟

ارشاد : خربوزہ کھایئے فالیز (یعنی خربوزے کے کھیت) سے کیا غرض، اس میں نہ پڑیئے جو کچھ ائمہ نے فرمایا مطابقِ شرع ہے اور جو خلاف کریں تو امام ہی کس بات کے۔ **ہر ایک کو امام کی تقلید چاہیئے۔**

زیارتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ

عرض: حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارتِ شریفہ حاصل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد : دُرُود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تکثیر (یعنی کثرت) رکھے بالخصوص اِس دُرُود شریف کو بعد عشاء سو بار یا جتنی بار پڑھ سکے پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ ط

حصولِ زیارتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لئے اس سے **بہتر** صیغہ نہیں مگر خالص **تعظیمِ شانِ اقدس** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لئے پڑھے اس **نیت** کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے **زِیارت** عطا ہو، آگے اُن کا **کرم** بے حد و بے انتہا ہے۔

فراق ووصل چه خواهی رضائے دوست طلب

که حیف باشد از و غیر اوتمنائی

(قربت وڈُوری سے کیا مطلب! دوست کی رضا وخوشنودی طلب کر کہ اِس کے علاوہ اُس سے دوسرے کی آرزو کرنا افسوس ناک بات ہے۔ت)

سائِل کا کُتُب کے حوالے طلب کرنا کیسا؟

پھر ایک مسئلہ معمولی پیش ہوا جس کے اخیر میں لکھا تھا کہ جواب بحوالہ کتب اِرقام فرمایا جائے (یعنی کتابوں کے حوالے سمیت لکھا جائے)۔

ارشاد: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی اِستفتا پیش ہوتے تھے جن کے جواب فرمادیئے جاتے تھے۔ **حوالۂ کتب** وہاں کہاں تھا اور آجکل **مُدَلَّل** (یعنی دلیل سے ثابت کیا ہوا)، مفصّل (یعنی بالتفصیل) صفحہ، سطر دریافت کرتے ہیں حالانکہ سمجھتے کچھ بھی نہ ہوں۔

اِستِغَاثَہ کس دن پیش کیا جائے؟

عرض: حضور ایک اِستغاثہ پیش کرنا ہے۔ اِس کے واسطے کونسا دن مناسب ہے؟

ارشاد: اِس کے لئے کوئی خاص دن **مقرر** نہیں البتہ **حدیث** شریف میں اِرشاد ہے کہ جو شخص کسی حاجت کو **ہفتے** کے دن صبح کے وقت قبل طلوعِ آفتاب اپنے گھر سے نکلے تو اس کی حاجت روائی (یعنی حاجت پوری ہونے) کا مَیں **ضامن** (یعنی ذمہ دار) ہوں۔ (کنز العمال، الحدیث ۱۶۸۰۸، ج ۶، ص ۲۲۱)

عرض: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر حاجت کے لئے ارشاد فرمایا ہے؟

ارشاد: ہاں جائز حاجت (کے لئے) ہونا چاہیے۔

نَماز میں قراٰن کا لفظ بدل جانے کا حُکم

عرض: الٓمّٓ ۚ کے پارے میں ایک جگہ ’’عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞‘‘ آیا ہے اگر نماز میں اَلِيْمٌ پڑھا ہو جائے گی یا نہیں؟

ارشاد: ہاں ہو جائے گی، نماز اُس غلطی سے جاتی ہے جس سے معنی فاسد ہو جائیں (یعنی بگڑ جائیں)۔

(الفتاوٰی الهندیة، کتاب الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ج ١، ص ٨٠)

نَماز میں بُلند آواز سے بسم اللّٰہ پڑھنے کا حکم

عرض: نماز میں اگر بِسْمِ اللّٰہ شریف بالجہر (یعنی بآوازِ بلند) نکل جائے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد: بِلا قصد (یعنی بلا ارادہ) نکل جائے تو **خیر** ورنہ قصداً **مکروہ**۔

(ملخصاً، غنیة المتملی، فصل کراهیة الصلاة، ص ٣٥٢)

ایک مَسْجِد کا سامان دوسری مَسْجِد میں لے جانا کیسا؟

عرض: دو مسجدیں قریب قریب ہیں ایامِ بارش میں ایک شہید ہوگئی اب اس کا سامان دوسری مسجد میں کہ وہ بھی شِکَسْتَہ (یعنی ٹوٹی پھوٹی) حالت میں ہے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد: ناجائز ہے حتی کہ ایک مسجد کا لوٹا بھی دوسری مسجد میں لے جانے کی **مُمانَعت** ہے[1] مسلمانوں پر دونوں کا بنانا اور آباد کرنا **فرض** ہے اور اس قدر قریب بنانے کی ضرورت ہی کیا؟

مَسْجِد کا چندہ کھا جانے والا جہنّم کا مُسْتَحِق ہے

عرض: حضور مسجد کے نام سے چندہ وصول کر کے خود کھا جائے تو کیا حکم ہے؟

---

[1]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت فتاوٰی رضویہ میں اس مسئلے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’آلات یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریا، مصلّی، فرش، قندیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیر ذٰلک، اگر سالم و قابلِ انتفاع (یعنی نفع اُٹھانے کے قابل) ہیں اور مسجد کو ان کی طرف حاجت ہے تو ان کے بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہوگئی یا معاذ اللّٰہ بوجہِ ویرانی مسجد ان کی حاجت نہ رہی، تو اگر مالِ مسجد سے ہیں تو متولّی، اور متولی نہ ہو تو اہلِ محلّہ مُتَدَیِّن امین باذنِ قاضی بیچ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دیئے تھے تو مذہبِ مفتٰی بہ پر اس کی ملک کی طرف عود کرے (یعنی لوٹے) گی جو وہ چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو اور اُس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو اُن کا حکم مثلِ لقطہ ہے، کسی فقیر کو دے دیں، خواہ باذنِ قاضی کسی مسجد میں صَرف کر دیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ١٦، ص ٢٦٥) ’’بہارِ شریعت‘‘ میں ہے: مسجد کی چٹائی جانماز وغیرہ اگر بیکار ہوں اور اِس مسجد کے لئے کارآمد نہ ہوں تو جس نے دیا ہے وہ جو چاہے کرے اُسے اختیار ہے اور مسجد ویران ہوگئی کہ وہاں لوگ رہے نہیں تو اُس کا سامان دوسری مسجد کو منتقل کر دیا جائے بلکہ ایسی منہدم ہو جائے اور اندیشہ ہو کہ اِس کا عملہ (یعنی سامان) لوگ اُٹھا لے جائیں گے اور اپنے صرف میں لائیں گے تو اسے بھی دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دینا جائز ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ ١٠، ص ٨٣)

ارشاد : جہنم کا مستحق ہے۔

اپنی زندگی میں ہی قَبْر تیار کروانے کا حکم

عرض : اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں پختہ (یعنی پکی) قبر بنوا کر تیار رکھے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

ارشاد : اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

(پ ۲۱، لقمٰن : ۳٤)

قبر تیار رکھنا جائز ہے البتہ تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں البتہ کفن سِلوا کر رکھ سکتا ہے کہ جہاں کہیں جائے اپنے ساتھ لے جائے اور قبر ہمراہ نہیں رہ سکتی۔

خُطبے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا؟

عرض : جُمُعَہ و عیدین کا خطبہ مع بِسْمِ اللّٰہ جائز ہے؟

ارشاد : اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھے اس کے بعد خطبہ پڑھے۔[1]

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی قول الخطیب......الخ، ج۳، ص ۲٤)

عمامے کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

عرض : اگر نماز کے وقت عمامہ باندھ لے اور سُنّتوں کے وقت اُتار لے کہ دردِ سر کا گمان ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : خیر، مگر اَولیٰ (یعنی بہتر) یہ ہے کہ نہ اُتارے۔ ایک جُمُعَہ عمامہ کے ساتھ ستر جُمُعَہ بغیر عمامہ کے برابر ہے۔

(کنز العمّال، الباب الثالث فی اللباس، الحدیث ۴۱۱۳۰، ۴۱۱۳۱، ج۱۵، ص۱۳۳)

بُخار کے شُکرانے میں نَوافِل ادا کرنے والے بُزُرگ

﴿اسی بیان میں ارشاد ہوا کہ﴾ دردِ سر اور بخار وہ **مبارک** اَمراض ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتے تھے، ایک ولی

[1]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزّت فتاوٰی رضویہ جلد 8 صفحہ 302 پر اسی قسم کے سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: (بسم اللہ شریف) نہ بآواز نہ با خفا بلکہ تنہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھ کر حمدِ الٰہی سے شروع کرے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۸، ص۳۰۲)

اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درد ِسر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں **تمام رات نوافل** میں گزار دی کہ ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَر ! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہوا تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔ پھر فرمایا: ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس مَوضِع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ **کفّارہ** اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے جس سے بِـاِذْنِہٖ تَعَالٰی (یعنی **اللہ** تعالیٰ کے حکم سے) تمام **رگ رگ کے گناہ** نکال لیتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ مجھے اکثر حرارت و درد ِسر رہتا ہے۔

خُلَفَائے راشِدین کے زمانہ میں بدمذہب موجود تھے؟

عرض: حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ وہابیہ تھا؟

ارشاد: ہاں یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المؤمنین حضرت علی کرَّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فہمائش (یعنی نصیحت) کی اجازت چاہی تھی اور بحکمِ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تم کو ناپسند آئی؟ انہوں نے کہا واقعہ صِفّین میں ابوموسیٰ اَشْعَری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حَـکَم (یعنی مُنصِف) بنایا یہ شرک ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ — حکم نہیں مگر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے لئے۔

(پ ۱۳، یوسف: ۶۷)

ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اسی قرآنِ کریم میں یہ آیت بھی تو ہے:

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ (پ ۵، النساء: ۳۵) — زن وشوہر میں خصومت (یعنی جھگڑا) ہو ایک حَکَم اس کی طرف سے بھیجو ایک حَکَم اس کی طرف سے۔

اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ان میں مَیل (یعنی ملاپ) کردے گا۔ دیکھو وہی طریقۂ اِستِدلال (یعنی دلیل پکڑنے کا طریقہ) ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علمِ غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی (یعنی کسی کے دیئے بغیر حاصل ہونے والی شے) وعطائی (یعنی **اللہ** کی عطا سے حاصل ہونے والی شے) کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔ اِس جواب کو سن کر اُن میں سے پانچ ہزار تائب (یعنی توبہ کرنے والے) ہوئے اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ

اپنی شیطَنَت (یعنی برائی) پر قائم رہے۔ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اُن کے قتل کا حکم فرمایا۔ اِمام حَسَن واِمام حُسین اور دیگر اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے قتل میں تاَمّل ہوا (یعنی جھجک محسوس ہوئی) کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن رات تلاوت میں بسر کرتی ہے ہم کیونکر اِن پر تلوار اٹھائیں مگر امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تو حضور عالِم مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی ماضی اور مستقبل کا حال جاننے والے) نے **خبر** دے دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشِدَّت پابند ہوں گے، بااِیں ہمہ (یعنی ان سب کے باوجود) دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔

(ملخصاً، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب فی صفة المارقة، الحدیث ٢١٩٥، ج٤، ص٨٠)

امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حکم سے لشکر اُن کے قتل پر مجبور ہوا، عین معرکے میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اُتر گئے۔ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: **واللہ** اِن میں سے دس اُس پار نہ جانے پائیں گے، سب اِسی طرف قتل ہوں گے۔ جب سب قتل ہو چکے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لوگوں کے دلوں سے اُن کے تقویٰ وطہارت وتہجد وتلاوت کا وہ **خدشہ دفع** (یعنی دُور) کرنے کے لئے فرمایا: ''تلاش کرو، اگر اِن میں ذُوالثَّدِیہ (یعنی پستان والا) پایا جائے تو تم نے بدترین اہلِ زمین کو قتل کیا، اور اگر وہ نہ ہو تو تم نے بہترین اہلِ زمین کو قتل کیا۔'' تلاش کیا گیا، لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستانِ زَن کے مشابہ تھا۔ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تکبیر کہی اور حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالائے اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہوگیا۔ کسی نے کہا: ''حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔'' امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہوگئے؟ ہرگز نہیں، اِن میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں۔ جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائیگا۔

(ملخصاً، الخصائص الکبری، باب اخباره علیه السلام بالخوارج، ج ٢، ص ٢٥٠)

حَتّٰی یَخرُجَ آخِرُهُم مَعَ الدَّجَّالِ یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

(ملخصاً، مسند امام احمد، مسند البصریین، حدیث ١٩٨٢٩، ج٧، ص١٨٩)

وہابیہ کی علامتیں

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانے میں نئے رنگ نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا اور اب اخیر وقت میں وہابیہ کے نام سے پیدا

ہوا، اِن کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں سب اِن میں موجود ہیں۔

تُحقِّرُوْنَ صَلَاتَکُمْ مَعَ صَلَاتِہِمْ وَصِیَامَکُمْ مَعَ صِیَامِہِمْ وَاَعْمَالَکُمْ مَعَ اَعْمَالِہِمْ — تم اُن کی نماز کے آگے اپنی نماز کو حقیر جانو گے اور اُن کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور اُن کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو۔

(مؤطا امام مالك، كتاب القران، باب ماجاء في القران، حديث٤٨٧، ج١، ١٩٥)

یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَاتُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ — قرآن پڑھیں گے ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔

یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو یا "مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ" بات بات پر حدیث کا نام لیں گے۔ (جامع ترمذی، كتاب الفتن، باب في صفة المارقة، الحديث٢١٩٥، ج٤، ص٨٠)

اور حال یہ ہوگا کہ

یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ — دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے۔

"سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ" ان کی علامت یہ ہے کہ اُن میں سے اکثر سر مونڈے۔ (مسند امام احمد، مسند البصريين، حديث١٩٨٠٤، ج٧، ص١٨٣)

"مُشَمِّرِی الْاُزُرِ" گُھٹنی ازاروں والے۔

اِن کے پیشوا ابنِ عبد الوہاب نجدی کو سر مُنڈانے میں یہاں تک **غُلُوّ** (یعنی اصرار) تھا کہ عورت اُس کے دینِ ناپاک میں داخل ہوتی اُس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانۂ کفر کے بال ہیں اِنہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا: جو مرد تمہارے دین میں آتے ہیں اُن کی داڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانۂ کفر کے بال ہیں، اس وقت سے باز آیا، اور اب وہابیہ کو دیکھئے ان میں اکثر وہی سر منڈانے اور گُھٹنے پائنچے والے ہیں۔

گُستاخِ رسول

﴿اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ﴾ **غزوۂ حنین میں حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غنائم (غنیمت کی جمع) تقسیم فرمائے اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں **عدل** (یعنی انصاف) نہیں پاتا کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے **عرض** کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اجازت دیجئے کہ میں اِس منافق کی **گردن ماردوں**۔ فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی **نسل** سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں۔ ﴿وہابیہ کی طرف اشارہ فرمایا﴾

اُس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں تو کون عدل کرے گا، اور فرمایا **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر کہ اِس سے زائد ایذا دیئے گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم، الحدیث ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ص ۵۳۱)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سَخَاوت

علما فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دِہش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہولئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشتِ مبارک پر اس کا **نشان** بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت **بخیل** نہ **پاؤ گے**۔ (ملتقطاً، صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الشجاعة فی الحرب......الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج۲، ص ۲۶۰)

حق ہے، اے مالکِ عرش (عَزَّوَجَلَّ) کے نائبِ اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہی کی عطا ہیں۔ دونوں جہان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی عطا سے ایک حصہ ہیں ۔

فَـاِنَّ مِـنْ جُـوْدِكَ الـدُّنْيَـا وَضَـرَّتَـهَـا

وَمِـنْ عُـلُـوْمِكَ عِـلْـمَ الـلَّـوْحِ وَالْـقَلَمِ

بے شک دنیا و آخرت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے تمام علومِ "مَاكَانَ وَمَايَكُوْن" (یعنی گذشتہ و آیندہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے علوم سے ایک ٹکڑا۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَصَحْبِكَ وَبَارَكَ وَكَرَّمَ

نَمَازی کا قَتْل

ایک روز بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) حاضر ہیں، ایک شخص آیا، اور کنارۂ مجلسِ اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا؟ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے **قتل** کرے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور جا کر دیکھا وہ نہایت خشوع و خضوع سے **نماز** پڑھ رہا ہے۔ صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی

حالت میں **قتل** کریں۔ واپس حاضر ہوئے اور سب ماجرا عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے **قتل** کرے؟ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔ **حضور** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے پھر ارشاد فرمایا: ''کون ہے کہ اسے **قتل** کرے؟'' مولیٰ علی (کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم) **اٹھے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ** (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) **میں**۔ فرمایا ہاں تم، اگر تمہیں ملے مگر تم **اُسے نہ پاؤ گے**۔ یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک جائیں وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔ ارشاد فرمایا: ''**اگر تم اسے قتل کر دیتے تو اُمت پر سے بڑا فتنہ اُٹھ جاتا۔**''

(ملتقطاً، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابو سعید، الحدیث ١١١١٨، ج٤، ص ٣٣)

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے۔ اس نے **مجلسِ اقدس** کے کنارے پر کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا تھا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں، یہ **غرور** تھا اس **خبیث** کو اپنی نماز و تقدُّس (یعنی پرہیزگاری) پر اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عملِ صالح وہ سب اس سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی غلامی و بندگی کی فرع ہے جب تک اُن کا **غلام** نہ ہولے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی، (یعنی حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی غلامی مثل ''جڑ'' ہے اور اَعمالِ صالحہ مثلِ ''شاخ'' اور پُر ظاہر کہ شاخ بغیر جڑ کے محض باطل و بیکار۔)

تعظیمِ رسُول

والہٰذا قرآنِ عظیم میں اِن کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مُقدّم رکھا کہ فرمایا:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ	تاکہ تم ایمان لاؤ **اللہ** و رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو،
وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ○	اور صبح و شام **اللہ** کی پاکی بولو یعنی نماز پڑھو۔

(پ ٢٦، الفتح: ٩)

تو سب میں مقدم **ایمان** ہے کہ بے اس کے **تعظیمِ رسول مقبول نہیں**، اس کے بعد تعظیمِ رسول ہے کہ بے اسکے **نماز** اور کوئی **عبادت** مقبول نہیں، یوں تو عبد اللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو عبدِ مصطفٰے (یعنی غلامِ مصطفٰے) ہے ورنہ عبدِ شیطان ہوگا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

قُربانی کی کھال مَدارِس میں دینا کیسا؟

مُؤلف : ایک روز مولوی سعید احمد ابنِ مولوی فتح محمد صاحب تائب لکھنوی اعلیٰ حضرت مدظلہٗ سے آکر دست بوس ہوئے اور **قربانی کی کھال** کے بارے میں دریافت کیا کہ مدارس میں دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

ارشاد : ہوا بلا شبہ ان کا صَرف (یعنی خرچ) مدرسہ میں **جائز** ہے۔

مولوی صاحب نے صاحبِ ہدایہ کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک قربانی کی کھال بیچنے سے اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوجاتا ہے اور صدقاتِ واجبہ کا مَصْرَف ''مصرفِ زکوٰۃ'' ہے اور مصرفِ زکوٰۃ میں تملیکِ فقراء (یعنی فقیروں کو مالک بنانا) شرط ہے۔

اس پر **ارشاد** فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ تَموُّل (یعنی حصولِ مال) کے لئے بیچے کہ وہ بوجہ تَقَرُّب (یعنی ثواب کی وجہ سے) صالحِ تَموُّل (یعنی حصولِ مال کا ذریعہ بننے کے لائق) نہ رہی، بخلاف اس صورت کے کہ فی سبیلِ اللہ مصارفِ خیر میں صَرف کے لئے بیچے کہ یہ بھی قُربت (یعنی ثواب) ہے اور یہاں **قربت** ہی مقصود ہے۔ علاوہ بریں (یعنی اس کے علاوہ) مدارس میں دینا بیچ کر ہی نہیں ضرور ہے اکثر کھالیں مدارس میں بھیج دیتے ہیں اور کھال تو غنی کو بھی دے سکتا ہے، پھر مدرسہ دینیہ نے کیا قصور کیا ہے؟

حیلۂ شرعی کا طریقہ

اُس وقت مولوی حسنین رضا خاں صاحب بھی حاضرِ خدمت تھے انہوں نے عرض کی کہ جب صدقاتِ واجبہ میں تملیک شرط ہے تو زکوٰۃ اور ایسے صدقات مدارس میں کیونکر صَرف کئے جاسکیں گے؟

ارشاد : مُہْتَمِم (یعنی ناظم) کو چاہیئے کہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقوم سے ضرورت پر طَلَبہ کو کتابیں **خرید** دے اور انہیں **مالک** بنادے یا یہ کہ جو کھانا طلبہ کو مدرسہ سے بطریقِ **اِباحت** دیا جاتا ہے (یعنی مالک بنائے بغیر صرف وہیں کھانے کی اجازت دی جاتی ہے۔) طُلَبا کو پہلے روپیہ دے کر مالک بنادے پھر وہ روپیہ مہتمم کو واپس کریں اور کھانے میں شریک ہوجائیں۔

دورانِ سفر قراٰنِ پاک کہاں رکھے؟

عرض : حضور اگر قرآنِ عظیم صندوق میں بند ہو اور ریل کا سفر یا کسی دوسری سواری میں سفر کررہا ہے اور تنگی جگہ کے باعث مجبوری ہے تو ایسی صورت میں صندوق **نیچے** رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہرگز نہ رکھے انسان خود مجبوریاں پیدا کرلیتا ہے، ورنہ کچھ دشوار نہیں، جس کے دل میں قرآنِ عظیم کی عظمت ہے وہ ہر طرح سے اس کی تعظیم کا خیال رکھے گا۔

عصر کا مکروہ وقت کونسا ہے؟

عرض: وقتِ عصر میں کراہت کس وقت آتی ہے؟

ارشاد: غُروبِ آفتاب سے بیس منٹ قبل تک کراہت نہیں یعنی سلام کے بعد بیس منٹ غروب میں باقی رہیں۔ اس کے بعد کراہت ہے کہ اس وقتِ تخمینی (یعنی اندازاً اس وقت) میں آفتاب پر نگاہ جمنے لگتی ہے۔

(رد المحتار علی الدرالمختار کتاب الصلاۃ، مطلب فی طلوع الشمس من مغربھا، ج۲، ص۳۲)

نَماز میں قِراءَت کا ایک مسئلہ

عرض: ایک شخص نے نماز میں سورۃ "زِلزال وعادیات" پڑھیں اور اَثْقَالَهَا اور تُحَدِّثُ کی ث کو س کے مخرج سے ادا کیا اور اَوْحٰی کی ح کو ہ اور ضَبْحًا کے ض کو دمُفخّم (یعنی پُر) بھی نہیں پڑھا بلکہ صریح دبْھًا پڑھا اور حُصِّلَ کے ص کو مشابہ س تو اس صورت میں اعادۂ نماز ہوگا یا نہیں؟

ارشاد: نماز نہ ہوئی پھر پڑھے۔

قَضا نمازیں کیسے ادا کرے؟

عرض: بعض حاضرین نے عرض کیا کہ حضور دُنیوی مکروہات (یعنی ناپسند معاملات) نے ایسا گھیرا ہے کہ روز اِرادہ کرتا ہوں آج قضا نمازیں ادا کرنا شروع کردوں گا مگر نہیں ہوتا۔ کیا یوں اَدا کروں کہ پہلے تمام نمازیں فجر کی ادا کرلوں پھر ظہر کی پھر اور اوقات کی، تو کوئی حرج ہے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟

ارشاد: قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا **لازم** ہیں۔ (رد المحتار علی درمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی بطلان الوصیۃ......الخ، ج۲، ص ٦٤٦) نہ معلوم کس وقت موت آجائے، کیا مشکل ہے ایک دن کی **بیس رکعت** ہوتی ہیں ﴿یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت اور ظہر کی چار اور عصر کی چار اور مغرب کی تین اور عشاء کی سات رکعت یعنی چار فرض تین وتر﴾ ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب وزوال کے ﴿کہ اس وقت سجدہ حرام ہے﴾ (رد المحتار علی در مختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی تعریف الاعادۃ، ج۲، ص ٦٣٤) ہر وقت

ادا کرسکتا ہے اوراختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرلے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء کی یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور اِن کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ (یعنی اندازہ) میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدرِ طاقت رفتہ رفتہ **جلد** ادا کرلے، کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل **قبول** نہیں کیا جاتا۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلے جو فجر مجھ سے قضا ہوئی۔ ہر دفعہ یہی کہے، یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں۔

قَضا نَمازیں ادا کرنے کا آسان طریقہ

اس کے لئے صورت تخفیف (یعنی آسانی) اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے اَلْحَمد شریف کے تین بار سُبحٰن اللہ کہے، اگر ایک بار بھی کہہ لے گا، تو فرض ادا ہوجائے گا نیز تسبیحاتِ رکوع وسجود میں صرف ایک ایک بار "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم "اور"سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پڑھ لینا کافی ہے۔ تَشَہُّد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ" وتروں میں بجائے دعائے قنوت "رَبِّ اغْفِرْلِی" کہنا کافی ہے۔ طلوعِ آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل، نماز ادا کرسکتا ہے۔ اس سے پہلے یا اس سے بعد نا جائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں **چُھپ** کر پڑھے کہ **گناہ کا اعلان جائز نہیں**۔

نیت صاف مَنْزِل آسان

﴿اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا﴾ اگر کسی شخص کے ذمے تیس یا چالیس سال کی نمازیں ہیں واجبُ الادا، اُس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ جن کے بغیر گزر نہیں کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا اور پکا ارادہ کرلیا کہ کُل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا اور فرض کیجئے اِسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک دن ہی کے بعد اُس کا انتقال ہوجائے تو **اللہ** تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کی سب نمازیں **ادا** کردے گا۔ قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (پ۵، النساء:۱۰۰)

جو اپنے گھر سے **اللہ** اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اُسے راستے میں موت آجائے تو اس کا ثواب **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے ذمۂ کرم پر ثابت ہو چکا۔

یہاں مطلق فرمایا، گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا اور موت نے آلیا تو پورا کام اس کے نامۂ اَعمال میں لکھا جائے گا اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں، سارا دارومدار حُسنِ نیت پر ہے۔

رَسُولوں اور ملائکہ کو ایصالِ ثواب کرنا

عرض : حضور جب رُسل وملائکہ معصوم ہیں تو ان کو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہہ کر ایصالِ ثواب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ارشاد : اول تو علیہ الصلوٰۃ والسلام ایصالِ ثواب نہیں بلکہ اظہارِ تعظیم ہے، اور ان پر نزولِ درود وسلام کی دُعا اور ہو بھی تو ملائکہ زیادتِ ثواب سے مُسْتَغْنِی (یعنی بے نیاز) نہیں۔

سونے کی بارش

حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے، ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ نے سونے کا مینھ اُن پر برسایا۔ آپ چادر مبارک پھیلا کر سونا اٹھانے لگے۔ ندا آئی: ''اے ایوب! (علیہ السلام) کیا ہم نے تمہیں اس سے غنی نہ کیا۔'' عرض کرتے ہیں: ''بے شک تُو نے غنی کیا ہے لیکن تیری برکت سے مجھے کسی وقت غنا نہیں۔''

(صحیح البخاری ، کتاب التوحید، باب قول اللہ **یریدون ان یبدلوا**......الخ، الحدیث ۷۴۹۳، ج ٤، ص ۵۷۲)

غُربت و اِفلاس کی شکایت کرنے والے پر اِنفِرادی کوشش

﴿اسی تذکرے میں فرمایا﴾ کہ ایک صاحب ساداتِ کرام سے اکثر میرے پاس تشریف لاتے اور غُربت وافلاس کے شاکی رہتے (یعنی شکایت کرتے)۔ ایک مرتبہ بہت پریشان آئے، میں نے اُن سے دریافت کیا کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو کیا وہ بیٹے کو حلال ہو سکتی ہے؟ فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا: حضرت امیر المؤمنین مولا علی (کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم) نے جن کی آپ اولاد میں ہیں تنہائی میں اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر اِرشاد فرمایا: ''اے دنیا! کسی اور کو دھوکا دے

میں نے تجھے وہ طلاق دی جس میں کبھی رَجْعَت (یعنی واپسی) نہیں۔'' پھر سادات کرام کا افلاس (یعنی غربت) کیا تعجب کی بات ہے۔ سید صاحب نے فرمایا: ''واللہ! میری **تسکین** ہوگئی۔'' وہ اب زندہ موجود ہیں اس روز سے **کبھی شاکی نہ ہوئے۔**

پریشانی دُور کرنے کا وظیفہ

مولوی عبدالرحمٰن صاحب بہاری جے پوری: حضور حاجی عبدالجبار صاحب کو اکثر اوقات پریشانی رہتی ہے۔

ارشاد : لاحول شریف کی کثرت کریں یہ ۹۹ بلاؤں کو **دفع** (یعنی دُور) کرتی ہے۔ اُن (بلاؤں) میں سب سے آسان تر پریشانی ہے اور ۶۰ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے روز پی لیا کریں۔

رِزْق میں بَرَکت کا وظیفہ

عرض : برکتِ رزق کی کوئی دُعا حضور ارشاد فرمائیں میں آجکل بہت پریشان ہوں۔

ارشاد : ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدمتِ **اقدس** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے اور عرض کی دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی۔ فرمایا کیا وہ **تسبیح** تمہیں یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے **روزی** دی جاتی ہے۔ خلقِ دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل وخوار ہو کر، طلوعِ فجر کے ساتھ سو بار کہا کر " **سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ**"

(لسان المیزان، حرف العین، الحدیث ۵۱۰۰، ج٤، ص ۳۰٤)

اُن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمتِ **اقدس** میں حاضر ہو کر عرض کی: ''حضور! دنیا میرے پاس اس **کثرت** سے آئی، میں حیران ہوں کہاں اٹھاؤں کہاں رکھوں!'' اس تسبیح کا آپ بھی وِرْد رکھیں، حَتَّی الامکان طلوعِ صبحِ صادق کے ساتھ ہو ورنہ صبح سے پہلے جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد پورا کیجئے اور جس دن قبلِ نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوعِ شمس سے پہلے۔

اھرامِ مصر[1] کس نے بنائے؟

مؤلف : مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا، اس پر فرمایا:

ارشاد : نوح علیہ السلام کی اُمت پر جس روز عذابِ طوفان نازل ہوا ہے، پہلی رجب تھی بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی

[1] مصر کے مثلث نما میناروں کو اہرامِ مصر کہا جاتا ہے، یہ مینار دریائے نیل سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔

پانی ابل رہا تھا بحکمِ ربُّ العالمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے ﴿حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام﴾ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اُترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا ''سُوْقُ الثَّمَانِین'' نام رکھا۔ یہ بستی جبلِ نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے،اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اُس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی،امیر المؤمنین حضرت مولی علی (كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم) سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے ''بُنِيَ الْهَرَمَانُ...... اَلنَّسْرُفِي سَرْطَانَ'' یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔نَسر دو ستارے ہیں: نسرِ واقع و نسرِ طائر اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نَسرِ واقع مراد ہوتا ہے۔ان کے دروازے پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اسکے پنجہ میں گنگچہ ہے جس سے تاریخِ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسرِ واقع برجِ سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برجِ جدی کے سولھویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجے سے زائد طے کر گیا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش (یعنی تخلیق) کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم (یعنی ضرور) **یہ قومِ جنّ کی تعمیر ہے** کہ پیدائشِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی ہے۔

آدمِ ثانی کون؟

عرض : حضور! اِنہیں ۸۰ انسانوں کی اولاد ہو کر دنیا بڑھی؟

ارشاد : پسماندگانِ طوفان سے کسی کی نسل نہ بڑھی صرف نوح علیہ السلام کی **نسل** تمام دُنیا میں ہے۔قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۟ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔ (پ ۲۳،الصافات: ۷۷)

اسی لئے انہیں **آدمِ ثانی** کہتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان للحقی،سورۃ ھود تحت الآیۃ ۴۸))

حضرتِ نوح علیہ السلام کی عمر کتنی تھی؟

عرض : کیا حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں ایک ہزار برس قیام فرمایا؟

ارشاد : نہیں بلکہ تقریباً **سولہ سو برس** تک تشریف فرما رہے۔

(الجامع لاحکام القران للقرطبی،سورة العنکبوت تحت الآیة ١٤،ج٧،ص ٢٥٠))

کیا انبیاء علیہم السلام پر حج فرض تھا؟

عرض : حضور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی حج فرض ہوا تھا؟

ارشاد: ان پر فرضیت کا حال خدا جانے! انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حج کرتے رہے۔

کعبہ کی فریاد

حضرت سلیمان علیہ السلام کا **تخت** ہوا پر اُڑتا جارہا تھا جب کعبہ معظّمہ سے گزرا تو کعبہ رویا اور بارگاہِ اَحدِیَت میں (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور) عرض کی کہ ''ایک نبی تیرے انبیاء سے اور ایک لشکر تیرے لشکروں سے گزرا نہ مجھ میں اُترا، نہ نماز پڑھی۔'' اِس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: ''نہ رو! میں تیرا حج اپنے بندوں پر **فرض** کروں گا جو تیری طرف ایسے ٹوٹیں گے جیسے پرندا پنے گھونسلے کی طرف اور ایسے روتے ہوئے دوڑیں گے جس طرح اُونٹنی اپنے بچہ کے شوق میں اور تجھ میں **نبی آخرالزماں** کو پیدا کروں گا جو مجھے سب انبیاء سے زیادہ پیارا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

(ملخصاً، تفسیر بغوی، سورة النمل تحت الآیة ١٨، ج٣، ص ٣٥١)

غَرُور اور غُرُور میں کیا فرق ہے؟

عرض : غَرور بِالفتح (یعنی زبر کے ساتھ) اور غُرور بِالضَّم (یعنی پیش کے ساتھ) میں کیا فرق ہے؟

ارشاد : غَرور بالفتح **فریبی** اور بالضم **فریب**۔

زِنا کا ثُبُوت

عرض : زید اپنے عَیال واَطفال (یعنی بیوی بچوں) کو اپنے بھانجے یا بھتیجے کی نگرانی میں چھوڑ کر خود باہر چلا گیا، اس کے چلے جانے کے بعد عورت کے بچہ پیدا ہوا، اس کی اطلاع خاوند کو دی گئی۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ جب واپس آیا تب بھی محض خاموش رہا، نہ کچھ کہا نہ سنا اور پھر باہر چلا گیا۔ پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کی خبر اطلاع دینے پر اس نے جواب لکھا

کہ تم میری عورت پر **تہمت** لگاتے ہو۔ اس صورت میں اولاد **حرامی** ہوگی یا نہیں؟

ارشاد: تاوقتیکہ (یعنی جب تک) چار مرد مسلمان آزاد عادل گواہانِ ثبوت اس طرح دیکھنے کی گواہی نہ دیں جیسے سرمہ دانی میں سلائی اُن کی شہادت شریعتِ مطہرہ میں قابلِ سماعت نہ ہوگی۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، مطلب الزانی لا یختص بما یوجب الحد بل اعم، ج٦، ص١٢)

کیا عہدِ رسالت میں گواہی سے زِنا کا ثبوت ہوا؟

عرض: حضور! عہدِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں کوئی ایسا واقعہ گزرا ہے یا نہیں؟

ارشاد: عہدِ رسالتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں **زنا کا ثبوت** گواہوں سے کبھی نہیں ہوا۔ البتہ دو بار یہ ہوا کہ مجرموں نے خود **اِقرار** کرلیا۔ پہلا واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، دوسرا ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ دونوں مجرم بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے اور شرعی سزا کے خواست گار (یعنی طلب گار) ہوئے کہ ہم پاک ہوجائیں۔ دونوں کو **سنگسار** کیا گیا۔ جس وقت حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگسار کیا آپ بھاگے لیکن سنگساریوں نے پکڑ کر قتل کردیا، اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر کُل واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: ''تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا جب وہ بھاگا تھا۔'' اور فرمایا: **''اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام شہر پر تقسیم کی جائے سب کو کافی ہو۔''**

(ملتقطاً، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنی، الحدیث ١٦٩٥، ص ٩٣٢)

صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) میں سے ایک صاحب نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت بُرے الفاظ فرمائے، اس پر ارشاد ہوا: ''برا نہ کہو میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ **جنت** کی نہروں میں غوطہ لگا رہا ہے۔''

(ملخصاً، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، تحت الحدیث ٦٨٢٠، ج١٢، ص١٠٩)

رَجم کی حکایت

اسی طرح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جرم کا خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اقرار کیا اور سزا کی خواستگار ہوئیں۔ ارشاد فرمایا: ''تیرے پیٹ میں حمل ہے بعد وضعِ حمل (یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد) آنا۔'' بعد فراغِ حمل **بچہ** کو لیکر

حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ اِس بچے کو اب کیا کروں؟ فرمایا: اِس کو دودھ پلاؤ۔ یہ ارشادِ عالی سن کر وہ بی بی واپس گئیں اور دو برس بعد بچے کو لے کر حاضر ہوئیں۔ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، عرض کی حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اب یہ روٹی کھاتا ہے، بچہ لے کر رَجم (یعنی سنگسار) فرمایا۔(ملخصًا، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنی، الحدیث ۱۶۹۵، ص ۹۳۲)

شرعی سزا سے پاک ہونا

عرض: کیا حضور! حدِّ شرعی (یعنی شرعی سزا) سے (گناہ کرنے والا) پاک ہوجاتا ہے؟

ارشاد: حد[1] سے پاک ہوجاتا ہے اور قصاص سے نہیں ہوتا۔[2] خونِ ناحق کرنے والے پر تین حق ہیں: **ایک** مقتول کے اَعِزَّہ (یعنی ورثا) کا، **دوسرا** مقتول کا، **تیسرا** ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ کا۔ جن میں سے اَعِزَّہ کا حق قصاص لینے سے ادا ہوجاتا ہے اور دو حق باقی رہتے ہیں۔

قِصاص میں قتل ہونے والے کی نمازِ جنازہ

عرض: اس شخص پر جو قصاص میں قتل کیا گیا، نماز پڑھی جائے؟

ارشاد: ہاں، جیسے خودکشی کرنے والے کی[3]۔ اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا، ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ هل یسقط فرض الکفایة ......الخ، ج۳، ص ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸)

بدمذہب کی نمازِ جنازہ پڑھنے والے کا حکم

عرض: ایک صاحب نے وہابی کے جنازے کی نماز پڑھی، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

---

[1]: حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اُس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس سے مقصود لوگوں کو ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہوگا۔ حد قائم کرنا بادشاہِ اسلام یا اُسکے نائب کا کام ہے یعنی باپ اپنے بیٹے پر یا آقا اپنے غلام پر نہیں قائم کرسکتا۔ اور شرط یہ ہے کہ جس پر قائم ہو اس کی عقل درست ہو اور بدن سلامت ہو لہٰذا پاگل اور نشہ والے اور مریض اور ضعیف الخلقۃ پر قائم نہ کرینگے بلکہ پاگل اور نشہ والا جب ہوش میں آئے اور بیمار جب تندرست ہوجائے اُس وقت حد قائم کرینگے۔(بہارِ شریعت، حصہ ۹، ص ۸۱) [2]: قصاص کے لغوی معنی ''کاٹنا، برابری اور پیچھے چلنے'' کے ہیں، اصطلاح میں قتل یا زخم میں برابری کرنے کو قصاص کہتے ہیں، نیز مقتول کا ولی یا مجروح قاتل اور جارح کے پیچھے پڑتا ہے بدلہ لینے کے لئے، لہٰذا پہلے معنی سے بھی یہ بات درست ہے۔(مراۃ، ج ۵، ص ۲۱۳) [3]: جس نے خودکشی کر لی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو جو شخص رجم کیا گیا یا قصاص میں مارا گیا اُسے غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے۔(بہارِ شریعت حصہ ۴، ص ۱۷۶)

ارشاد : وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہم کفار مُرتَدِّین[1] کے جنازے کی نماز نہیں ایسا (یعنی کافر) جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔

مِنبر چھوڑ کر خُطبہ پڑھنا خلافِ سنّت ہے

عرض : اگر امام منبر چھوڑ کر خطبہ پڑھے اور جب کہا جائے تو کہے کوئی حرج نہیں اس صورت میں **نماز** ہوگی یا نہیں؟

ارشاد : **خلافِ سُنّت** ہے۔ اِمام کو سمجھانا چاہئے **نماز** ہوگئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں برسوں کے بعد منبر شریف بنا، اکثر ستون کے سہارے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے خطبہ فرمایا ہے۔

(سنن الدارمی ، باب مقام الامام اذا خطب ، الحدیث ۱۵۶۲، ج۱، ص ۴۴۲)

نَمازی کے سامنے سے گزرنے کا طریقہ

عرض : حضور نمازی کے سامنے سے نکلنے کے لئے کتنا فاصلہ درکار ہے؟

ارشاد : خاشعین (یعنی ظاہری و باطنی آداب کی رعایت کرتے ہوئے مکمل توجہ رکھنے والوں) کی سی نماز پڑھے کہ قیام میں نظر موضعِ سجود (یعنی سجدے کی جگہ) پر جمائی تو نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اس سے آگے کچھ بڑھتی ہے۔ میرے تجربے میں یہ جگہ تین گز ہے یہاں تک نکلنا مطلقاً **جائز نہیں**، اِس سے باہر باہر صحرا اور بڑی مسجد میں نکل سکتا ہے۔ مکان اور چھوٹی مسجد میں دیوارِ قبلہ تک سامنے سے نہیں جاسکتا۔ فقہائے کرام نے جس کو بڑی مسجد فرمایا ہے، یہاں کوئی نہیں سوائے مسجدِ خوارزم کے جس کا ایک ربع (یعنی چوتھائی) چار ہزار ستون پر ہے، بڑی مسجد ہے یا مسجدِ حرم شریف میں نمازی کے سامنے **طواف** جائز ہے کہ وہ بھی مثلِ نماز **عبادت** ہے۔

اگر کوئی سامنے سے گُزرے تو نَمازی کیا کرے؟

﴿اسی سلسلۂ بیان میں فرمایا کہ﴾ اگر کوئی شخص تنہا اپنے گھر یا مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص دستک دے یا مسجد میں نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہتا ہو تو نمازی اس کو آگاہ کرنے کی غرض سے بالجہر (یعنی بآوازِ بلند) لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہہ دے اور اگر نماز میں بچہ سامنے آکر بیٹھ جائے تو اس کو ہٹا دے اور اگر تخت پر پڑھ رہا ہو اور بچے کے گر جانے کا احتمال ہو تو اس کو گود

---

[1]: مُرتَدِّین مُرتَدّ کی جمع ہے اور مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریاتِ دین سے ہو یعنی زبان سے کلمہ کفر بکے جس میں تاویلِ صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض افعال بھی ایسے ہیں جن سے کافر ہوجاتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا۔ مصحف شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔

(بہارِ شریعت، حصہ۹، ص۱۶۳)

میں اُٹھالے۔ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُمامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گود میں لیکر نماز پڑھی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقه فی الصلاۃ ، الحدیث ۵۱۶، ج۱، ص ۱۹۲)

اگر بچے کے کپڑے یا بدن میں نجاست لگی ہے اور وہ اس قابل ہے کہ گود میں خود رُک سکتا ہے تو نماز جائز ہے کہ بچہ حاملِ نجاست (یعنی نجاست اٹھانے والا) ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی کہ اب یہ خود حاملِ نجاست ہوا۔

(الدرالمختار ، کتاب الصلاۃ ، باب شروط الصلاۃ ، ج۲، ص۹۱)

نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے سے معجزہ طلب کرنا کیسا؟

عرض: جھوٹے مُدَّعیِ نبوت (یعنی نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے) سے مُعجِزَہ[1] طلب کیا جاسکتا ہے؟

ارشاد: اگر مدعیِ نبوت سے اِس خیال سے کہ اس کا عجز ظاہر ہو معجزہ طلب کرے تو حرج نہیں اور اگر تحقیق کے لئے معجزہ طلب کیا کہ یہ معجزہ بھی دکھاسکتا ہے یا نہیں تو فوراً کافر ہوگیا۔

(الفتاوٰی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین ، ج۲، ص۲۶۳)

مَذہَب چھوڑنے کی شرط پر مُباحَثَہ کرنا کیسا؟

﴿اسی تذکرے میں فرمایا کہ﴾ مباحثے میں لوگ یہ شرط کرلیتے ہیں کہ ''جو ساکت (یعنی لاجواب) ہوجائے گا وہ دوسرے کا مذہب اختیار کرلے گا۔'' یہ سخت حرام ہے اور اشد حماقت ہے۔ ہم اگر کسی سے لاجواب بھی ہوجائیں تو مذہب پر کوئی الزام نہیں کہ ہمارے مقدس مذہب کا مَدار ہم پر نہیں، ہم انسان ہیں اِس وقت جواب خیال میں نہ آیا۔

تحریری بات چیت کے فوائد

مؤلف: اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفرُ الدین صاحب اور مولانا مولوی احمد افتخار صاحب صِدّیقی میرٹھی اور مولانا مولوی احمد علی صاحب میرٹھی و مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب ناظمِ انجمن اہلِ سُنّت و مُدرِّس مدرسۂ اہلِ

---

[1]: نبی کے دعویٰ نبوت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اپنے صدق کا اعلانیہ دعوٰی فرماکر محالاتِ عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکروں کو اس کی مثل کی طرف بلاتا ہے اللہ عزوجل اس کے دعویٰ کے مطابق امر محال عادی ظاہر فرمادیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں کہ اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہوجانا اور یدِ بیضا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو جِلا دینا اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کردینا اور ہمارے حضور کے معجزے تو بہت ہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ۱، ص۳۸)

سُنّت ومولانا مولوی امجد علی صاحب مدرس مدرسۂ اہلسنت وُمہتمم مطبع اہلِ سُنّت وغیرہ حضرات علمائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) حاضرِ خدمت تھے۔ انجمن کے آریہ ناریہ[1] کے مقابل جلسے ہورہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسۂ مناظرہ سے مُظَفَّر ومنصور (یعنی کامیاب وکامران) واپس آئے تھے، رام چندر مناظرِ آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہورہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے۔

اس پر **ارشاد** فرمایا سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو، اِس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائیگا جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مُقرِّر ہے، برابر جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان **بند** کردے، بے حیا کفار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور نہ چُوکیں گے وہاں بھی زبان چلی ہی جائے گی، یہاں تک کہ منہ پر مُہر فرمائی جائے گی اور اعضاء کو حکم ہوگا بول چلو۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○

ترجمۂ کنز الایمان: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کردیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔ (پ ۲۳، یٰسٓ: ۶۵)

تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری گفتگو ہونا چاہیئے، کہ مُکر نے بدلنے بچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکہ ہوتا ہے کہ وہابیہ وغیرہ سے فرعی مسائل پر گفتگو کر بیٹھتے ہیں۔ وہابی غیر مقلد قادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اُصول چھوڑ کر فرعی مسائل میں گفتگو ہو، انہیں ہرگز موقع نہ دیا جائے۔ ان سے یہی کہا جائے کہ تم اسلام کے دائرے میں آلو، اپنا مسلمان ہونا تو ثابت کرلو پھر فرعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔

---

[1] : اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت فتاوٰی رضویہ جلد 21 صفحہ 124 پر لکھتے ہیں: (ہندوؤں) میں ایک نیا فرقہ ہے جو **آریہ** کہلاتا ہے، وہ زبانی طور پر توحید کا دعویٰ کرتے ہیں اور بت پرستی کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن برادری الفت ومحبت اور اتحاد میں ان کا رویہ بت پرستوں سے مختلف نہیں، ان بت پرستوں کے ساتھ ان کی الفت ومحبت ان کا اتحاد قائم ہے جو پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مورتیوں کو خدا سمجھتے ہوئے پوجتے ہیں اور یہ انھیں اپنا ہم مذہب اور دینی بھائی خیال کرتے ہیں۔ پھر یہ خبیث اگرچہ غیر کی عبادت وبندگی سے پرہیز کرتے ہیں مگر مادہ اور روح دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ پس اگر عبادت میں شرک نہ ہوا تو وجوبِ وجود میں شرک ہوگیا پس ہر وجہ سے ان پر تین خدا لازم ہوگئے لہذا وہ یقیناً مشرک ہیں، اُن کا دعویٰ توحید ہوا میں پاؤں رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم آخری درجہ پر فرض کرلیں کہ وہ مشرک نہیں تاہم ان کے کفر یعنی **کافر** ہونے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ جو **حضور** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ ہو وہ **کافر** ہے اور جو انھیں کافر نہ جانے وہ خود کفر میں ان کے ساتھ برابر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۲۴)

مُلاقات سے واپسی پر مُصافَحہ کا حُکم

عرض : مُصافَحہ واپسی کے وقت کرنے کی مُمانَعت فرمائی گئی ہے؟

ارشاد : نہیں۔اصحابِ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جب آپس میں ملتے تھے مصافحہ فرماتے۔(شعب الإیمان،قصة إبراهیم فی المعانقة فی الثالث والثلاثین من التاریخ،الحدیث ۸۹۵۸،ج۶،ص ۴۷۵) اور جب رخصت ہوتے مُعانَقَہ کرتے (یعنی گلے ملتے)۔

مُعانَقَہ کرنے کا طریقہ

عرض : معانقہ ایک جانب یا دونوں سے کرے؟

ارشاد : ایک طرف سے بھی ہو جائے گا لیکن عرب شریف میں دونوں طرف سے کرتے ہیں۔

نماز کے بعد مُصافَحہ کرنا کیسا؟

عرض : نمازِ جُمُعَہ یا عیدین یا بعد صلاۃ پنجگانہ مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

ارشاد : جائز ہے[1] نسیم الریاض میں ہے

اَلْاَصَحُّ اَنَّھَا بِدْعَةٌ مُبَاحَةٌ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جائز بدعت ہے۔

(نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی لقدر النبی، ج۲،ص ۱۳)

اذان میں روضۂ اَنور کی طرف منہ کرنے کا حکم

عرض : اذان میں نامِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) لیتے وقت روضۂ منورہ کی طرف منہ کرسکتا ہے؟

ارشاد : **خلافِ سنت** ہے۔سوائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے اور کسی کلمہ پر کسی طرف منہ نہیں پھیر سکتا یا خطبہ میں عَزَّجَلَالُہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے یہ **قلبی محبت** نہیں، قلبی محبت وہی ہے کہ شریعت کے **دائرے** میں رہے اس میں اپنی اِصلاح کی مداخلت نہ کرے البتہ خطبے میں اگر کلمہ شریف خطیب پڑھے تو رَفعِ سَبابہ کرنے (یعنی شہادت کی انگلی اٹھانے) میں کوئی حرج نہیں۔

[1] :اس مسئلہ کی تفصیل فتاوٰی رضویہ جلد 22 صفحہ 337/414/410/418/563 پر ملاحظہ کیجئے۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

عرض : گناہِ کبیرہ وصغیرہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد : گناہِ کبیرہ **سات سو** ہیں۔(الجامع لاحکام القران للقرطبی،سورۃ النساء تحت الآیۃ ۳۱،ج۳،ص۱۱۲) **اِن کی تفصیل** بہت طویل۔ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی مَعْصِیت جس قدر ہے سب **کبیرہ** ہے۔ اگر صغیرہ وکبیرہ کو علیحدہ شمار کرایا جائے تو لوگ صغائر (یعنی صغیرہ گناہوں) کو ہلکا سمجھیں گے، وہ کبیرہ سے بھی بدتر ہوجائے گا۔ **جس گناہ کو ہلکا جان کر کرے گا وہی کبیرہ** ہے۔ اِن کے امتیاز کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ **فرض کا ترک کبیرہ** ہے **اور واجب کا صغیرہ**۔ جو گناہ بے باکی اور اِصرار سے کیا جائے **کبیرہ** ہے۔

کونسی عورتیں غیر مَحْرَم کے ہاں جاسکتی ہیں؟

عرض : کون کون عورتیں غیر محرم کے یہاں جاسکتی ہیں؟

ارشاد : مریضہ، غاسِلہ (یعنی عورت کی میت کو غسل دینے والی)، قابِلہ (یعنی دائی) کا غیر محرم کے یہاں جانا **جائز** ہے۔

(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح ، باب فی السفر بالزوجۃ، ج٤، ص٢٨٧)

غیر مُسلِم کو مسلمان کرنے کا طریقہ

عرض : لامذہب کو مسلمان کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد : لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **ایک ہے۔ آسمان سے پانی اُتارنے والا ایک اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **ہے۔ زمین سے کھیتی اُگانے والا ایک اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **ہے۔ جلانے** (یعنی زندہ کرنے) **والا ایک اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **ہے۔ مارنے والا ایک اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **ہے۔ روزی دینے والا ایک اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **ہے۔ ایک اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **کی پوجا ہے۔ اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) **کے سوا کسی کی پوجا نہیں۔ لوگ اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے سوا جن جن کو پوجتے ہیں وہ سب **جھوٹے** ہیں۔ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے اپنے بندوں کو سچا راستہ دکھانے کے لئے اپنے نیک بندے بھیجے جنہیں نبی اور رسول کہتے ہیں، وہ جو کچھ خدا (عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے لائے وہ سب **حق** ہے۔ مَیں ان نبیوں اور کتابوں **پر ایمان** لایا، ان میں سب سے بڑے اور سب کے سردار **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہ جو کچھ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے لائے سب سچ ہے۔ میرا دین **مسلمانوں** کا دین ہے،

مسلمانوں کا دین سچا ہے۔ مسلمانوں کے دین کے سوا اور دین جتنے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم)

وَسْوَسوں کا علاج

عرض: وَسْوَسے کے دفع (یعنی دُور کرنے) کے لئے کیا پڑھے؟

ارشاد: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم (یعنی: میں **اللہ** ورسول پر ایمان لایا وہی اول وآخر، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔) پڑھنے سے وسوسے **رفع** ہوجاتے ہیں بلکہ صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ہی کہنے سے **دُور** ہوجاتے ہیں۔

رِیا کے لئے نماز وروزہ کا حکم

عرض: اگر ریا کے لئے نماز روزہ رکھا تو فرض ادا ہوگا یا نہیں؟

ارشاد: ﴿مَعَاذَ اللّٰہ﴾ فِقْہی نماز روزہ ہوجائے گا کہ مُفْسِد (یعنی نماز یا روزہ توڑنے والا کوئی کام) نہ پایا گیا، **ثواب** نہ ملے گا، بلکہ عذابِ نار کا مستحق ہوگا۔ روزِ قیامت اُس سے کہا جائے گا: ''او فاجر! او غادِر! او خاسِر! او کافِر! تیرا عمل حَبط (یعنی ضائع) ہوا، اپنا اجر اُس سے مانگ جس کے لئے کرتا تھا۔'' یہی ایک برائی **رِیا** کی مذمت کو کافی ہے۔

تبارک شریف کا مقصد

عرض: ''تبارک'' بعد مرنے ہی کے ہوسکتا ہے یا زندگی میں بھی کرسکتا ہے، اور مقدار سوامَن صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہر سال کریں یا ایک ہی سال، تبارک شریف سے مقصود **ایصالِ ثواب** ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ جتنا ہو اور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے لئے ہو، مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں ہر سال کریں کوئی حرج نہیں بلکہ مقرر کرکے **موقوف** کرنا نہ چاہیئے۔

سورۂ مُلک کی فضیلت

اِس کے فوائد بے شمار ہیں، اس میں سورۂ تبارک (یعنی سورۂ ملک) شریف پڑھی جاتی ہے۔ اِس سورۂ کریمہ کے برابر عذابِ قبر سے بچانے والی اور راحت پہنچانے والی کوئی چیز نہیں، اگر اس کے پڑھنے والے کے پاس ملائکہ عذاب (یعنی عذاب کے فرشتے) آنا چاہتے ہیں تو ان کو روکتی ہے، وہ دوسری طرف سے آنا چاہتے ہیں تو اُدھر حائل ہوتی ہے اور فرماتی ہے کہ

اِس کے پاس **نہ آؤ!** یہ مجھے پڑھتا تھا۔فرشتے عرض کرتے ہیں: ''ہم اس کے **حکم** سے آئے ہیں جس کا تُو **کلام** ہے۔'' تو فرماتی ہے کہ **ٹھہر جاؤ** جب تک میں واپس نہ آؤں اس کے پاس نہ آنا اور بارگاہِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں حاضر ہوکر اپنے پڑھنے والے کی **مغفرت** کے لیے ایسا جھگڑا کرتی ہے کہ مخلوق کو ایسا جھگڑنے کی طاقت نہیں، انتہا یہ کہ اگر مغفرت میں تاخیر ہوتی ہے عرض کرتی ہے: ''وہ مجھے پڑھتا تھا اور تُو نے اُسے نہ بخشا۔ اگر میں تیرا کلام نہیں تو مجھے اپنی کتاب میں سے چھیل دے۔'' اس پر ارشادِ باری (عَزَّوَجَلَّ) ہوتا ہے: ''جا ہم نے اسے **بخشا**۔'' وہ فوراً جنت میں جاتی ہے اور وہاں سے **ریشمی کپڑے** اور آرام **تکیے** اور **پھول** اور **خوشبوئیں** لے کر قبر میں آتی ہے اور فرماتی ہے: ''مجھے آنے میں دیر ہوئی **تُو گھبرایا تو نہ تھا**۔'' پھر **بچھونے** بچھاتی اور **تکیہ** لگاتی ہے۔فرشتے بحکمِ ربُّ العلمین **واپس** جاتے ہیں۔(ملخصاً، تفسیرالقران العظیم، سورة الملك، تحت السورة، ج۸، ص ١٩٥)

خواب میں کسی کو بعدِ وفات بیمار دیکھنا

عرض : حضور ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل (یعنی بیمار) اور برہنہ ہے۔ یہ **خواب** چند بار دیکھ چکا ہے۔

ارشاد : کلمہ طیبہ ستر ہزار (70000) مرتبہ معہ درود شریف پڑھ کر **بخش** دیا جائے اِن شآءَ اللّٰہ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے، دونوں کے لئے **ذریعۂ نجات** ہوگا اور پڑھنے والے کو دونا **ثواب** ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تِگنا اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مؤمنین ومؤمنات کو **ایصالِ ثواب** کرسکتا ہے۔اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو **ثواب** ہوگا۔

ایصالِ ثواب کی بَرَکتیں

حضرتِ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے ہوئے دفعتاً (یعنی اچانک) **رونے لگا**۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو **جہنم** کا حکم ہے اور فرشتے اسے لئے جاتے ہیں (اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا)۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی **کلمۂ طیبہ** ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا آپ نے اُس کی ماں کو دل میں **ایصالِ ثواب** کردیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا، آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا، لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے **جنت** کی طرف لئے جارہے ہیں۔ شیخ ارشاد فرماتے ہیں: ''اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کَشف سے ہوئی اور اس کے کَشف کی تصدیق اس حدیث سے۔''

عذاب رُوح پر ہوتا ہے یا جِسم پر؟

عرض : عذاب فقط رُوح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟

ارشاد : روح وجسم **دونوں** پر، یوں ہی **ثواب** بھی۔ (شرح العقائد النسفية بحث عذاب القبر، ص٩٩)

لنگڑے اور اندھے کی حکایت

حدیث میں ہے: ایک **لُنجھا** (یعنی لنگڑا) کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا، مگر اس تک جا نہ سکتا تھا۔ اتفاقاً ایک **اندھے** کا اس طرف گزر ہوا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر میوے اسے نظر نہ آتے۔ لُنجھے نے اندھے سے کہا: ''تُو مجھے باغ میں لے چل، وہاں جا کر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں''۔ اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کر کے باغ میں لے گیا، لُنجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے۔ اس صورت میں کون **مجرم** ہوگا؟ دونوں ہی **مجرم** ہیں۔ اندھا ''**جسم**'' ہے اور لُنجھا ''**رُوح**''۔

(شرح الصدور، الفائدة العاشرة، ص٣٢٧)

ہر ایک کے ساتھ کتنی رُوحیں ہوتی ہیں؟

عرض : ہر ایک کے ساتھ کتنی رُوحیں ہیں؟

ارشاد : صرف **ایک** روح ہے اگر مسلمان ہے تو **عِلِّیِّین** (یعنی جنتِ اعلیٰ) میں اور کافر ہے تو **سِجِّین** میں۔ جو شخص قبر پر جاتا ہے اس کو بخوبی **دیکھتی** ہے، اس کی بات **سنتی سمجھتی** ہے۔ مرنے کے بعد روح کا اِدراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔ شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں: روح کو قُرب و بُعدِ مکانی یکساں ہے (یعنی روح کے لئے کسی چیز کا دُور و نزدیک ہونا برابر ہے)۔ روحِ بصر (یعنی بینائی کی رُوح) کو دیکھو کنوئیں کے اندر سے ستاروں کو دیکھتی ہے یعنی نگاہ اٹھتی ہے زمین سے فلکِ ثوابت تک پہنچتی ہے جو یہاں سے آٹھ ہزار برس کی راہ پر ہے۔ حدیث میں رُوح زندہ و مردہ کی **مثال** پرند کی فرمائی کہ جب تک پنجرے میں بند ہے اس کے لائق پَر کھول سکتا ہے جب **قفس** (یعنی قید) سے نکال دو پھر اس کی **اُڑان** دیکھو۔

قبر کھودنے پر مُردے کی ہڈیاں ملیں تو......

عرض : قبر کھودی وہاں مُردے کی ہڈیاں نکلیں تو کیا کیا جائے؟

ارشاد : اگر اور جگہ مل سکتی ہے تو ہرگز اُس میں **دفن نہ کریں** اور اُس قبر کو بدستور دُرست کر دیں ورنہ اُن ہڈیوں کو ایک طرف رکھ کر حائل کا فصل دے کر (یعنی درمیان میں کوئی چیز رکھ کر) اُس کو **دفن** کریں، اور اگر یہ **معلوم** ہو کہ پہلے یہاں **قبر** تھی اگرچہ اب یہاں نشان باقی نہ رہا تو اِس صورت میں وہاں قبر کھودنا **جائز** نہیں، ہاں اگر کوئی اور جگہ نہ مل سکے اور یہ قبر پرانی ہو چکی تو **مجبوراً جائز** ہے۔

داڑھی منڈانا اور کَتَرْوَانا گناہِ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

عرض : داڑھی منڈانا اور کتر وانا گناہِ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

ارشاد : کتر وانا یا منڈوانا ایک دفعہ کا **صغیرہ گناہ** ہے اور عادت سے **کبیرہ** جس سے **فاسقِ مُعْلِن** (یعنی علانیہ کبیرہ گناہ کرنے والا) ہوجائے گا ، اس کے پیچھے نماز **مکروہِ تحریمی** کہ پڑھنی **گناہ** اور پھیرنی **واجب** ، اگر اِعادہ نہ کیا گیا (یعنی دوبارہ نہ پڑھی تو) **گناہ گار** ہوگا۔

فتوٰی نویسی کیسے سیکھیں؟

ایک روز حضرت مولانا شاہ سیِّد احمد اَشرف صاحب کچھوچھوی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) تشریف لائے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت اُنہوں نے عرض کیا کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو ، میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں ، حضور جو مناسب خیال فرمائیں اُن سے **کام** لیں ۔ اِرشاد ہوا : ”ضرور تشریف لائیں یہاں **فتوے** لکھیں اور مدرسے میں **درس** دیں۔ ”ردِّ وہابیہ“ اور ”اِفتا“ یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی **صرف** پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیبِ حاذِق (یعنی ماہر طبیب) کے مطب میں بیٹھنے کی **ضرورت** ہے۔ میں بھی ایک طبیبِ حاذِق کے مطب میں **سات** برس بیٹھا ، مجھے وہ وقت ، وہ دن ، وہ جگہ ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں ۔ میں نے ایک بار ایک نہایت **پیچیدہ حکم** کو بڑی کوشش و جانفشانی (یعنی جان توڑ محنت) سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح (یعنی زائد کلام نکالنے کے بعد) آٹھ ورق میں جمع کیں مگر جب حضرت **والد ماجد** قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک **جملہ** ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق **رَدّ** ہوگئے ۔ وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک اُن کا اثر باقی ہے۔ خود ستائی (یعنی اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا) جائز نہیں مگر وقتِ حاجت ، اظہارِ حقیقت **تحدیثِ نعمت** ہے (یعنی ضرورت کے وقت حقیقت کے اظہار کے لئے اپنی تعریف خود کرنے کی اجازت پر عمل ہے)۔

سیِّدُنا **یوسف** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہِ مصر سے فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○ (پ۱۳، یوسف:۵۵)	زمین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دے بے شک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔

بفضل ورحمتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) پھر بعون وعنایتِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد وعنایت سے) اِفتا اور ردِّ وہابیہ کے دونوں کامل فن دونوں نہایت عالی فن انہیں یہاں سے اچھااِن شآءَ اللّٰہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا، غیر ممالک کی بابت (یعنی بارے میں) نہیں کہتا۔ میں تو ہر شخص کو بطِیْبِ خاطر (یعنی بخوشی) سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جدِّ امجد یعنی حضور سیّدُ ناغوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا **صدقہ وعطیہ** ہے۔ آپ کے یہاں موجودِین میں **تَفَقُّہ** جس کا نام ہے وہ مولوی **امجد علی** صاحب (علیہ رحمۃ اللہ الوھاب) میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اِسْتِفْتا (یعنی سوالات) سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اَخّاذ (یعنی جلدی سمجھنے والی) ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ اسی طرح **علمِ توقیت** بھی ایک ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم (یعنی نایاب) ہیں۔ حالانکہ ائمۂ دین نے اسے **فرضِ کفایہ** بتایا ہے۔(تفسیر روح المعانی، سورۃ الانعام تحت الایۃ ۹۷، ج۷، ص۳۰۶) علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا اور کب غروب۔ بہت سی عمر گزر گئی تھوڑی باقی ہے، جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کرلیں......

سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ — مجھے گُم کرنے سے پہلے یعنی میری موت سے پہلے مجھ سے پوچھ لو۔ت

حضرت **مولیٰ علی** کَرَّمَ اللّٰہُ تَعالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم **کا** ارشاد ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، باب تفسير اٰية ......الخ ، الحديث ٣٣٩٤، ج٣، ص٩٥)

اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول بالکل صحیح ہے

"قدرِ نعمت پس از زوال بود"

(نعمت کی قدر اس کے زائل ہونے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ت)

خالی پیالہ

پھر لینے والے کو چاہیئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو، اپنے تمام **کمالات** کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ **"خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا"** اور جو اپنے آپ کو بھرا سمجھے گا تو ع

"انائے که پر شدد گر چو ن پرد"

"بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی۔"

خدمتِ عِلْم سے محروم ہو گئے

اور آجکل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا۔اس میں ایک زینہ (یعنی سیڑھی) ہے جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔اس زمانے میں ایک مُدرِّس (یعنی استاذ) صاحب کے ہدایہ اٰخرَین سپرد ہوا یہ کوئی آسان کتاب نہیں، جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا تو مجھ سے پڑھنا چاہا مگر شرط یہ کی کہ اس باہر کے زینے سے چھت پر مجھے بلالیا کیجئے اور وہاں تنہائی میں پڑھادیا کیجئے (تاکہ) کسی کو معلوم نہ ہو۔میں نے کہا: ''مولانا! ھدایہ اٰخرَین کا سبق کوئی سَرِقہ (یعنی چوری) نہیں جو لوگوں سے چُھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔'' ایک صاحب یہیں کے فتویٰ نویسی کرتے تھے، وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اِصلاح دے کر بھیج دیا۔ایک روز اُن سے کہا گیا: ''مولانا یُوں جواب تو ٹھیک ہوجائے گا مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں، مناسب یہ ہے کہ آپ بعد نمازِ عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر اِصلاح لے لیا کریں۔'' انہوں نے کہا کہ ''اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ غلط لکھا وہ غلط لکھا اور مجھے اِس میں ندامت ہوگی۔'' اس بندۂ خدا کے نام افریقہ اور امریکہ تک سے استفتا آتے (یعنی فتوے پوچھے جاتے) تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے اُن کے نام سے جواب جاتا تو لوگ اُنہیں کے نام اِستفتا بھیجتے۔اُس زمانے میں مکہ معظّمہ کے ایک عالمِ جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل حافظِ کتبِ حرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔مکہ معظّمہ سے صرف ملاقات فقیر کے لئے کرم فرمایا تھا، اُن کے سامنے اِسکا تذکرہ ہوا فرمایا: ''ایسا شخص برکتِ علم سے محروم رہتا ہے۔'' یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے۔اب بی۔اے (B.A) پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

شاگرد کی عاجِزی

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب میں بغرض تحصیلِ عِلْم (یعنی علمِ دین سیکھنے کے لئے) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہِ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ہَوا خاک اور ریتا اُڑا کر مجھ پر ڈالتی، پھر جب حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا شانۂ اقدس سے تشریف لاتے فرماتے: ''ابنِ عمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے چچا کے بیٹے) آپ نے مجھے

اطلاع کیوں نہ کرادی؟'' میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔''

(ملخصاً، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، حرف العین المھملۃ، ج٤، ص١٢٥)

یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآنِ عظیم نے فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ٢٦، الحجرات:٤،٥)

وہ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لئے بہتر تھا اور **اللہ** (عزّوجلّ) بخشنے والا مہربان ہے۔

اہلِ بیت کا ادب

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے رِکاب[1] تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''یہ کیا ہے؟ اے ابنِ عمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!'' اِنہوں نے کہا: ''ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ **ادب** کریں۔'' اِس پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اُترے اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا: ''ہمیں یہی **حکم** ہے کہ اہلِ بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔''

(ملتقطًا، المعجم الکبیر للطبرانی، زید بن ثابت الانصاری، حدیث٤٧٤٦، ج٥، ص١٠٦)

اُستاذ کے قدم دُھلانے والا شاگرد

ہارون رشید جیسے جبّار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کِسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اَجِلّہ علمائے قُرّائے سَبْعَہ میں سے ہیں[2]) عرض کیا۔ فرمایا: ''میں یہاں پڑھانے **نہ** آؤں گا، شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔'' ہارون رشید نے عرض کی: ''وہ وہیں **حاضر** ہو جایا کرے گا مگر اُس کا سبق **پہلے** ہو۔'' فرمایا: ''یہ بھی **نہ** ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔'' غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے **پاؤں** دھو رہے ہیں اور مامون رشید **پانی** ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر اُترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا: ''او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں **ایک** ہاتھ سے پانی ڈال اور **دوسرے** ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔''

[1]: وہ آہنی حلقہ جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکتا رہتا ہے اور سوار اس پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر چڑھتا ہے۔

[2]: اکابر علما کی روایت کردہ قرآنِ پاک کی سات مشہور متواتر قراءتوں میں سے ایک کے راوی ہیں۔

علم کی عزت

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابومعاویہ عزیز کی دعوت کی وہ آنکھوں سے **معذور** تھے۔ جب آفتابہ (یعنی ڈھکنے دار دستہ لگا ہوا لوٹا) اور چِلَمْچِی (یعنی ہاتھ منہ دھونے کا برتن) ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلپچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے **ہاتھ** دُھلائے اور کہا: ''آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟'' کہا: ''نہیں۔'' کہا: ہارون۔ (اُنہوں نے) کہا جیسی آپ نے **علم** کی عزت کی ایسی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا اِسی **دُعا** کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمه هارون ، ج ١٤ ، ص ٩)

علمائے کرام کا احترام

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی **عالم** تشریف لاتے، بادشاہ اُن کی **تعظیم** کے لئے سروقد (یعنی سَرو کے درخت کی طرح بالکل سیدھا) کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: ''یا امیر المؤمنین رعبِ **سلطنت** جاتا ہے۔'' جواب دیا: ''اگر علمائے دین کی **تعظیم** سے رعبِ سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔'' یہی وجہ تھی کہ ہارون رشید کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجۂ اتم (یعنی بہت زیادہ) تھا۔ سلاطینِ نصاریٰ (یعنی عیسائی بادشاہ) اس کا نام لیتے تھرّاتے تھے۔

عیسائیہ کا بیٹا

تخت قسطنطنیہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی اور وہ ہر سال خراج [1] ادا کرتی۔ جب وہ مرگئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج نہ حاضر کیا۔ اِدھر سے خراج کا **مطالبہ** ہوا تو اُس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک ایلچی (یعنی قاصد) کے ہاتھ اس مضمون کی **تحریر** بھیجی کہ:

''وہ مرگئی جو خود پیادہ [2] بنی تھی اور آپ کو رُخ [3] بنایا تھا'' (یعنی میری ماں جس نے آپ کی بالادستی قبول کی تھی وہ مرچکی ہے، اب میرے ساتھ آپ کا کوئی معاملہ نہیں ہے)

یہ تحریر لے کر ایلچی جب حاضرِ دربار ہوا، وزیر کو حکم ہوا سناؤ! وزیر نے اُسے دیکھ کر عرض کی: ''حضور مجھ میں **تاب** نہیں

---

[1]: خراج دو قسم پر ہے (١) خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا مقرر ہو جیسے حضورِ اقدس ﷺ نے یہودِ خیبر پر مقرر فرمایا تھا اور (٢) خراج مؤظف کہ ایک مقدار معیّن لازم کردی جائے خواہ روپے سالانہ دو روپیہ بیگھہ یا کچھ اور جیسے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۵، ص ۴۹) [2]: شطرنج کا ایک مہرہ۔ [3]: یہ بھی شطرنج کے ایک مہرے کو کہا جاتا ہے۔

جو اسے سنا سکوں۔'' فرمایا: ''لا مجھے دے۔'' اور اس تحریر کو پڑھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا **جلال** آیا جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔ صرف وزیر اور وہ ایلچی رہ گئے۔ وزیر کو حکم ہوا کہ جواب لکھ! اُس نے اِرادہ لکھنے کا کیا مگر **رُعبِ شاہی** اِس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھرتھرانے لگا اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: ''لا مجھے دے۔'' اور یوں لکھا:

''یہ خط ہے خدا کے بندے امیر المؤمنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو کہ او کافرہ کے جنے! جواب وہ نہیں جو تُو **سنے** جواب وہ ہے جو تُو **دیکھے گا**۔''

یہ فرمان ایلچی کو دیا اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ایلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو **فتح** کر کے اس بادشاہ عیسائی کو **گرفتار** کرلیا۔ اس نے بہت گریہ وزاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خراج دینے کا وعدہ کیا، **چھوڑ** دیا اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی: اس نے پھر **سرتابی** کی۔ فوراً واپس گئے اور پھر **فتح** کیا اور پھر اُسے **گرفتار** کیا۔ (ملخصاً، الکامل فی التاریخ، سنۃ ۱۸۷، ذکر غزو الروم، ج۵، ص۳۳۳) **پھر** اس نے ہاتھ جوڑے اور خوشامد کی پھر **چھوڑ** دیا۔ ایسے جبّار بادشاہ کی علما کے ساتھ یہ طرزِ تعظیم تھی۔

سجدے میں قُربِ الٰہی

عرض: بندوں کو قُربِ اِلَی اللہ کا مرتبہ علاوہ نماز بھی ہوتا ہے؟

ارشاد: ہاں ہر سجدے میں ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے قریب ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع...... الخ، الحدیث ۴۸۲، ص ۲۵۰) اور **سجدے** چار قسم (کے) ہیں: (۱) سجدۂ نماز (۲) سجدۂ تلاوت (۳) سجدۂ سہو (۴) سجدۂ شکر۔

سجدۂ شُکر مَسنُون ہے یا مُستَحَبّ؟

عرض: سجدۂ شکر مَسنون ہے یا مستحب؟

ارشاد: سُنّتِ مستحبہ ہے۔ (ردالمحتار علی درمختار، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص ۷۲۰) **جس وقت ابوجہل لعین کا سر** کٹ کر سرکار میں آیا تو **سجدۂ شکر** فرمایا۔

گستاخِ رسول کا اَنجام

عرض: اِس لعین سے بھی قلبِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو بہت تکلیف پہنچی؟

ارشاد : یہ ان بارہ لعینوں سے تھا جو سب کے سب **تباہ و برباد** ہو گئے۔ کسی کے سر پر بجلی گری، کسی پر پتھر برسے غرض طرح طرح کے عذابِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) ان خبثاء (یعنی خبیثوں) پر نازل ہوئے۔ایک مرتبہ عاص سفر کو گیا۔ تکان (یعنی تھکن) کے باعث ایک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ جبریلِ امین (علیہ السلام) بحکمِ ربُّ العالمین (عَزَّوَجَلَّ) تشریف لائے اور اس کا سر پکڑ کر درخت سے **ٹکرانا** شروع کیا۔ وہ چلاتا تھا کہ ''ارے! کون میرے سر کو درخت سے ٹکرا رہا ہے؟'' اُس کے ساتھی کہتے تھے کہ ''ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔'' یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا (یعنی مرکر جہنم پہنچا)۔

قیامت کے دن اِس جہنمی کی سب سے جدا **حالت** ہوگی: یہ اپنے آپ کو مَعَاذَ اللہ عزیز و کریم کہا کرتا یعنی عزت والا وکرم والا۔ داروغۂ دوزخ (یعنی دوزخ کے نگران فرشتے) کو حکم ہوگا کہ اس کے سر پر **گُرز**[1] مارو جس کے لگتے ہی ایک بڑا خلا سر میں ہو جائے گا اور جس کی وُسعت اتنی نہ ہوگی جتنی تم خیال کرتے ہو بلکہ جس کی ایک **داڑھ** کوہِ اُحُد (یعنی اُحُد پہاڑ) کے برابر ہوگی اس کے سر پھٹنے سے جو خلا ہوگا وہ کس **قدر وسیع** ہوگا! غرض اس خلا میں جہنم کا کھولتا ہوا پانی بھرا جائے گا اور اس سے کہا جائیگا

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ○ چکھ تُو تو عزت وکرم والا ہے۔

(پ ۲۵، الدخان: ۴۹)

اور کافر کو یہی پانی پلایا جائے گا کہ جب منہ کے قریب آئے گا منہ اس میں **گل** کر گر پڑے گا اور جب پیٹ میں اُترے گا، آنتوں کے **ٹکڑے** کر دے گا، اور اس پانی کو ایسا پئیں گے جیسے تُونس (یعنی نہ بجھنے والی پیاس) کے مارے اُونٹ۔ بھوک سے بیتاب ہوں گے تو خاردار تھوہر[2] کھولتا ہوا، چرخ دیئے (یعنی پگھلے) ہوئے تانبے کی طرح اُبلتا ہوا کھلائیں گے جو پیٹ میں جا کر کھولتے ہوئے پانی کی طرح **جوش** مارے گا اور بھوک کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اَنواع اَنواع (یعنی طرح طرح) کے عذاب ہوں گے۔ ہر طرف سے **موت** آئے گی اور **مریں** گے کبھی نہیں، نہ کبھی ان کے عذاب میں **تخفیف** (یعنی کمی) ہوگی۔ یہی حال تمام رافضیوں، وہابیوں اور قادیانیوں، نیچریوں تمام مرتدین کا ہے۔ جس نے کسی دوسرے کے بہکانے سے **کفر** کیا ہوگا وہ بارگاہِ ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) میں **عرض** کرے گا: ''اس نے مجھے بہکایا، اس پر دُونا عذاب کر۔'' **ربُّ العزت** (عَزَّوَجَلَّ) فرمائے گا: سب پر دُونا ہے مگر تم جانتے نہیں اور ناریوں (یعنی دوزخیوں) کے جسم ایسے ایسے بڑے بڑے ہوں گے جنکی ایک ایک داڑھ مثل کوہِ اُحُد کے۔

[1] :ایک ہتھیار جو اوپر سے گول موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے۔ [2] :ایک خاردار زہریلا پودا جس کے پتے سبز اور پھول رنگ برنگے ہوتے ہیں۔

مَسْجِد میں کپڑے سِینا کیسا؟

عرض : مسجد میں کپڑا سینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر اُجرت پر سیتا ہے تو ناجائز ورنہ کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الهندية، الفصل الثاني فيما يكره للصلاة وما لا يكره، ج۱، ص ۱۱۰)

سنّت کے مطابق کھانا کھانے کا طریقہ

عرض : کھانا کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ارشاد : داہنا پاؤں کھڑا ہو اور بایاں بچھا اور روٹی بائیں ہاتھ میں لے کر داہنے سے توڑنا چاہیئے۔ ایک ہاتھ سے **توڑ** کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادتِ مُتَکَبِّرِیْن (یعنی تکبر کرنے والوں کی عادت) ہے۔

فَاتحہ کا ثواب

عرض : فاتحہ میں اَلْحَمد شریف پڑھنے کو وہابیہ منع کرتے ہیں۔ آیا کچھ زیادہ ثواب ہے؟

ارشاد : جو کچھ تیس پاروں میں ہے وہ صرف اَلْحَمد شریف میں ہے۔ اس کی بابت حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

قُسِّمَتُ الصَّلٰوۃَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ عَبۡدِیۡ نِصۡفَیۡنِ — میں نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم فرمایا۔

نصف اول میرے لئے اور نصف آخر میرے بندے کے لئے ہے۔ جب بندہ پہلے تین آیتوں کو پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے، کہ میرے بندے نے میری **تَمۡجِیۡد** (یعنی بزرگی بیان) کی، اور جب بیچ کی آیت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ پڑھتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: یہ آدھی میرے لئے اور آدھی میرے بندے کے لئے، جب اخیر کی تین آیات پڑھتا ہے، ارشاد فرماتا ہے:

فَھٰٓؤُلَاءِ لِعَبۡدِیۡ وَلِعَبۡدِیۡ مَا سَأَلَ — یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے ہے وہ جو اس نے مانگا۔

(ملخصاً، الموطأ لامام مالك، كتاب الصلاة، باب القراءة خلف الامام......الخ،الحديث ۱۹۲، ج۱، ص۹۵)

یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ پہلی تین آیتوں میں: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی خالص **حمد وثنا** ہے اور پچھلی میں اِهْدِنَا سے آخر سورہ تک اپنے لئے دعا ہے اور بیچ کی آیت میں **ذکرِ عبادت واِستعانت** (یعنی عبادت اور مدد مانگنے کا ذکر) ہے۔ عبادت مولیٰ تعالیٰ کے لئے ہے اور استعانت (یعنی مدد طلب کرنا) بندے کا نفع۔ وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے کہ ایسی متبرک سورۃ کے پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔

قرآن پاک کو30 پاروں میں کس نے تقسیم کیا؟

عرض: حضور زمانۂ صحابہ (علیہم الرضوان) میں بھی قرآنِ عظیم کے پارے ہو گئے تھے؟

ارشاد: امام جلال الدین سیوطی نے کتاب "اَلِاتْقَان" میں جس قدر اَحادیث و رِوایات واَقوال قرآنِ عظیم کے ایسے اُمور کے متعلق ہیں جمع فرمادیئے ہیں۔ اس میں پاروں کا کہیں **ذکر نہیں** جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے وقت تک یہ تقسیم نہ تھی۔ ہاں **رُکوع** جاری ہوئے آٹھ سو برس ہوئے۔ مشائخ کرام نے اَلْحَمْد شریف کے بعد پانچ سو چالیس (540) رکھے کہ تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھے تو ستائیسویں شب میں کہ شبِ قدر ہے ختم ہو۔

اَحزاب و اَعشار کا آغاز کب ہوا؟

عرض: یہ اَحزاب وغیرہ کیسے شروع ہوئے؟

ارشاد: احزاب واعشار زمانۂ مبارک سے ہیں۔ **اعشار** دس دس آیتوں کے مجموعہ کا نام تھا یعنی صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) ایک عشر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھتے اور اس کے متعلق علوم ومعارف جو ان کے لائق ہوتے ان سب کو حاصل کرنے کے بعد دوسرا عشر شروع کرتے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقرہ شریف ختم فرمائی اور بعدِ اختتام ایک اونٹ قربانی فرمایا۔

سیدنا عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے سورۂ بقرہ شریف آٹھ برس میں پڑھی۔ (شعب الایمان، الحدیث ۱۹۵۶/۱۹۵۷، ج۲، ص ۳۳۱)

گانے والوں پر لعنت

عرض: کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرمارہے تھے؟

ارشاد : یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلسِ سماع میں قوالی ہورہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اِختراع کرلئے ہیں (یعنی نئی باتیں نکال لیں ہیں)، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر (یعنی آلاتِ موسیقی) بھی نہ تھے۔ حضرت سید **ابراہیم ایرجی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلسِ سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''تم جاننے والے ہو، مواجہۂ اقدس میں حاضر ہو، اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں۔'' انہوں نے مزارِ اقدس پر مراقبہ کیا، دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں۔

"این بد بختاں وقتِ مارا پریشان کردہ اند"

(یعنی ان بدبختوں نے میرے اوقات پریشان کررکھے ہیں۔ت)

وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا: ''آپ نے دیکھا۔''

کاکی کے معنیٰ

عرض : حضور کاکی کے کیا معنی ہیں اور اس کی وجہِ تسمیہ (یعنی اس نام کی وجہ) کیا ہے؟

ارشاد : حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند مسافر حاضر ہوئے، حضور کے یہاں اس وقت کچھ سامانِ خورد ونوش (یعنی کھانے پینے کا سامان) موجود نہ تھا غیب سے **کاک** ﴿روٹیاں﴾ آئیں جو سب کو کافی و وافی ہوگئیں جب سے آپ **کاکی** مشہور ہوگئے۔

جلی ہوئی روٹی اور کیڑے والا چھوہارا

﴿اسی تذکرے میں فرمایا﴾ کہ ایک مرتبہ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو میرے پیرو مُرشد (یعنی شاہ آلِ رسول مارہروی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ﴿جو مولانا بحر العلوم ملک العلماء کے شاگرد تھے﴾ پڑھتے تھے۔ دہلی میں تھے، جلسۂ وہابیہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حاضرین پر **کاک** اور **چھوہارے** برسا کرتے تھے۔ چنانچہ حسبِ دستور

آپ کے سامنے بھی بوچھاڑ ہوئی ایک کاک اور ایک چھوہارا آپ کو بھی ملا۔ آپ نے چھوہارا توڑا تو اُس میں سے **کیڑا** نکلا اور **کاک** کا کنارا جلا ہوا۔ یہ دیکھ کر تبسم کیا اور **باآوازِ بلند** کہا: ''صاحبو آج تک تو سنا کرتے تھے کہ **فرشتے** بھولتے نہیں یہ کیسا بھول گئے کہ روٹی بھی جلادی اور سنتے تھے کہ جنت کا میوہ **سڑتا گلتا** نہیں، تعجب ہے کہ چھوہاروں میں کیڑے پڑ گئے۔'' اس پر بہت شور وغل ہوا۔ آپ کو غصہ آیا، پردہ کو ہٹا دیا جس کے پیچھے سے یہ بارش ہو رہی تھی دیکھا تو اسماعیل دہلوی کا ایک غلام جس کا نام عبداللطیف تھا ایک جھولی میں کاک اور ایک میں چھوہارے لئے بیٹھا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی پردہ فاش ہوگیا۔

اِس کے بعد حضرت مولانا فضل رسول صاحب دہلی سے لکھنو حضرت مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اندر سے خبر آئی کہ آنے کی ممانعت ہے۔ آپ چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے اور عرض کی کہ ''میری کیا خطا ہے معلوم ہو کہ وہ **قابلِ معافی** بھی ہے یا نہیں؟'' جب بہت دیر گزر گئی تو مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''تمہیں میں نے اسی لئے پڑھایا تھا کہ وہابیوں کے جلسوں میں جاؤ۔'' آپ نے عرض کی کہ اتنا تو معلوم ہوگیا کہ ''میری خطا قابلِ معافی ہے۔'' اور پھر آپ نے سارا واقعہ اسماعیل دہلوی کے مکر وفریب کا عرض کیا اور کہا میں اس کا صرف پردہ فاش کرنے کو گیا تھا کہ نہ معلوم کتنے بندگانِ خدا (عَزَّوَجَلَّ) اس کی اس عیاری سے **گمراہ** ہو رہے تھے۔ آپ سن کر **خوش** ہوئے اور راضی ہوگئے۔

خوفزدہ بادشاہ

یہی مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز راستے میں تشریف لئے جا رہے تھے، سامنے سے علی بخش وزیرِ بادشاہِ اودھ، جو اُس کی ناک کا بال ہو رہا تھا، ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اُس نے حضرت کو دیکھ کر اِتنا **ادب** کیا کہ ہاتھی کو بٹھا دیا اور اُتر کر قریب حاضر ہوا اور **سلام** عرض کیا۔ آپ نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سلام نہ لیا کہ وہ رافضی تھا اور داڑھی مُنڈھی ہوئی تھی۔ سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں۔ دوسری طرف جا کر سلام عرض کیا۔ آپ نے اُدھر سے منہ پھیر لیا اور سلام قبول نہ فرمایا۔ تیسری دفعہ پھر سلام کیا، آپ نے **جواب** نہ دیا۔ اُس خبیث کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھی اور عورتوں کا سر نہ منڈوایا تو علی بخش نام نہیں۔ آپ جب مکان میں تشریف لے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے آستانے پر اس وقت میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا فضل رسول صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاضر تھے۔عرض کیا: حضور کہاں کا قصد (یعنی ارادہ) فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''بچو نورا کی حماقتے تو ہے (آپ کی زبان پوربی تھی) رافضی آیا تھا، سلام کیا تھا، جواب دے دیا ہوتا۔اب کسی کی داڑھی مونڑے (یعنی مونڈھے) ہے کسی کا مونڑ مونڑے ہے۔نورا کی حماقتے تو ہے۔'' اور آپ سیدھے بادشاہ کے محل کو تشریف لے چلے کہ اس سے پیشتر (یعنی پہلے) کبھی نہ گئے تھے، پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی ہولئے۔اُس دن نَوروز[1] کا دن تھا۔اُس کے محل میں **جشن** ہورہا تھا۔**شراب و کباب** اور **گانے بجانے** کے سامان موجود تھے۔جب دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا، گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا، اور بادشاہ کو خبردی۔بادشاہ سن کر **گھبرا** گیا اور حکم دیا کہ **فوراً** تمام مَنْہِیاتِ شرع (یعنی شرعاً ممنوع چیزیں مثلاً ساز وآلات اور شراب وغیرہ) اُٹھا دیئے جائیں اور خود دروازے تک **اِستقبال** کرکے حضرت کو اندر لے گیا اور باعزاز تمام بٹھایا۔علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا ہے، ''کاٹو تو بدن میں **خون** نہیں۔'' سمجھ رہا ہے کہ اب یہ **شکایت** فرمائیں گے اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا، مگر یہ ''وسیع ظرف'' اِس ''ہلکے قیاس'' سے وَرا ہیں۔یہ شکایت فرمانے تشریف نہ لے گئے بلکہ اُسے اپنی **عظمت** دکھانے کو کہ وہ ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے۔بادشاہ نے عرض کی: ''حضرت نے کیسی تکلیف فرمائی۔'' اِرشاد فرمایا: ''تیری زمین میں رہت (یعنی رہتے) ہیں ہم نے کہا ہو آئیں۔'' بادشاہ نے وہ شیرینی جو نَوروز کے لئے آئی تھی پیش کی۔فرمایا: ''ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔'' چنانچہ ان حضرات کو بھی بلالیا گیا۔تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس **تشریف** لائے۔

یہ دونوں حکایتیں مجھ سے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھنؤ میں بیان فرمائیں جب میں اور وہ ۱۳۰۹ھ میں کچھ کتابیں دیکھنے لکھنؤ گئے تھے۔

عِلمِ جَفَر

مؤلف: ایک روز نواب وزیر احمد خاں صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے ''تعریفاتِ اشیاء'' لکھی تھیں۔اعلیٰ حضرت مدظلہ کو بغرضِ اِصلاح بعدِ ظہر سنا رہے تھے۔علم جَفَر[2] کی تعریف سناتے وقت حضور نے ارشاد فرمایا: آپ نے عِلمِ زایرچہ کی

[1] :نوروز کا معنی ''نیادن'' ہے، نَو بمعنی نیا، اور روز بمعنی یوم، اور اس سے مراد وہ دن ہے جس میں سورج برجِ حمل میں پہنچ جاتا ہے۔(ردالمحتار، کتاب الصوم، باب سبب صوم رمضان، ج۷) اُس دن مجوسی جشن مناتے ہیں۔

[2] :اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت لکھتے ہیں: جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا علم ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے معرض کتابت میں لائے مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں امام جعفر صادق نے جامع میں ما کان وما یکون تحریر فرمادیا۔(فتاوی رضویہ، ج ۲۳ ص ۶۹۷)

تعریف نہ لکھی۔ یہ علمِ جفر ہی کا ایک شعبہ ہے، اس میں جواب منظوم عربی زبان ''بحرِ طویل''[1] اور حرفِ ل کی روی سے آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا مقطع[2] نہیں آتا جس کو صاحبِ علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا، میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی۔ اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا ورنہ نہیں۔ میں نے تین روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا اپختہ کنواں ہے۔ **حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چند **صحابۂ کرام** (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی حاضر ہیں جن میں سے میں نے حضرت **ابو ہریرہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض (یعنی چوڑائی) میں ڈیڑھ گز اور طول (یعنی لمبائی) میں دو گز ہوگا اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا تھا جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے **ا ھ ذ** اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے جس سے میں نے یہ مطلب نکالا کہ اس کا حاصل کرنا ''ہذیان'' فرمایا جاتا ہے۔ اس سے بقاعدۂ جفر اذن نکل سکتا تھا۔ ہ کو بطورِ صدر مؤخر آخر میں رکھا۔ اس کے عدد پانچ ہیں اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آگئی اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے یعنی پچاس جس کا حرف نون ہے یوں اِذن سمجھا تا مگر میں نے اس طرف اِلتفات نہ کیا اور لفظ کو ظاہر پر رکھ کر اس فن کو چھوڑ دیا کہ ''**اھذ**'' کے معنی ہیں ''فضول بک۔''

مزارِ مُرشِد پر حاضری کے آداب

عرض: مرید کو بعد وفاتِ شیخ قبر پر کس طرح ادب کرنا چاہیئے؟

ارشاد: **چار ہاتھ** کے فاصلے سے کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کی حیات میں جیسا ادب کرتا تھا (ویسا ہی اب بھی کرے) **سامنے** سے حاضر ہو کہ بالیں (یعنی سرہانے) سے حاضر ہونے میں مڑ کر دیکھنا پڑتا ہے اور اس میں تکلیف ہوتی ہے۔

صاحبِ مزار کی تاکید

﴿اسی سلسلۂ بیان میں یہ حکایت بیان فرمائی﴾ ایک بزرگ کا انتقال ہوا۔ ان کی صاحبزادی روزانہ **قبر** پر حاضر ہوتیں اور تلاوتِ قرآنِ عظیم کیا کرتیں۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد وہ جوش جاتا رہا۔ ایک روز حاضر نہ ہوئیں، شب کو خواب میں تشریف

[1]: شعر کو تولنے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں انہیں بحر کہا جاتا ہے۔ خلیل بن احمد نے شعر کے لئے 15 وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا، ان میں سے بحرِ طویل بھی ایک وزن ہے جو ایک مصرعہ میں دو مرتبہ فعولن مفاعیلن کے وزن پر آتا ہے۔ (فن شاعری اور حسان الہند، ص ۹۶/ ۹۸)

[2]: غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلص آتا ہے۔

لائے ،فرمایا: ''ایسا نہ کرو، آؤ اور میرے مواجہہ میں کھڑی ہو۔ یہاں تک کہ تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں۔ پھر میرے لئے دعائے رحمت کرو اور پھر چلی جاؤ رحمت آ کر مجھ میں اور تم میں حجاب ہو جائے گی۔'' [1]

نیا کفن

ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن اَیسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے، اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا **کفن** رکھ دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اُٹھ کر اُس شخص کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی اُس کا **اِنتقال** ہو گیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے **کفن** میں رکھ دیا اور کہا: ''یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔'' رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: ''خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت **اچھا کفن** بھیجا۔''

زائد کفن واپس دے دیا

اہبان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، ان کے کفن میں ایک تہبند زائد چلا گیا۔ شب کو اپنے صاحبزادے کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ تہبند لو اور اَلگنی (یعنی کپڑے لٹکانے کی رسی) پر ڈال دیا۔'' صبح اُن کی آنکھ کھلی تو **وہیں** رکھا ملا۔

بُرا پڑوسی

ایک شخص قبرستان میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر میں غافل ہو گیا (یعنی سو گیا)۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک بی بی اس قبر میں فرماتی ہیں: ''اے خدا کے بندے! اُس **بَلا** کو میرے پاس سے دُور کر جو تھوڑی دیر میں آنے والی ہے۔'' اس کی فوراً آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ ایک قبر وہیں کُھد رہی ہے اور سامنے سے ایک جنازہ جو کسی رئیس کا تھا چلا آ رہا ہے۔ اُس نے سب کو **منع** کیا کہ یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے، خراب ہے، ایسی ہے وَیسی ہے۔ غرض وہ لوگ **باز** رہے اور دوسری جگہ اس میّت کو لے گئے۔ شب کو اُس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ بی بی فرماتی ہیں کہ ''خدا (عَزَّوَجَلَّ) تجھے جزائے خیر دے کہ تُو نے آگ کو میرے پاس سے **دُور** کیا۔''

---

[1] : مزارات پر عورتوں کی حاضری کی نفیس تفصیل اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت کے رسالہ مبارکہ ''جُمَلُ النُّوْرِ فِی نَھْیِ النِّسَآءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ'' میں ہے۔ یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ جلد ۹ ص ۵۴۱ پر ہے۔

ربّ تعالیٰ کے لئے مؤنث کا صیغہ بولنے کا حکم

مؤلف : ایک روز مولوی امجد علی صاحب بعدِ عصر بہارِ شریعت حصّہ سوم بغرضِ اصلاح سنا رہے تھے۔اس میں ایک مسئلہ اس بارے میں تھا کہ ربُّ العزّت جل جلالہٗ کی طرف مؤنث کا صیغہ زبان سے نماز میں نکل جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

ارشاد : فرمایا صیغہ ہو یا ضمیر[1] ۔حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفعتاً (یعنی اچانک) سوتے سوتے اُٹھ بیٹھے اور بہت روئے۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا،فرمایا:''مَیں نے دیکھا ربُّ العزّت (عَزَّوَجَلَّ) کو کہ فرماتا ہے تُو اشعارِ لیلیٰ و سلمیٰ کو مجھ پر محمول کرتا ہے،اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو وہ **عذاب** کرتا جو کسی پر نہ کِیا ہو۔''

دُعا کرتے وقت ہاتھ ڈھانپ کر رکھنا کیسا؟

عرض: حضور دعا کے وقت اگر کسی شخص کے ہاتھ سردی کی وجہ سے ڈھکے رہیں تو کیسا ہے؟

ارشاد : ایک بزرگ (حضرت ابو سلیمان عبد الرحمٰن دارانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے دعا میں سردی کے سبب صرف ایک ہاتھ باہر نکالا تھا۔ اِلہام[2] ہوا:''ایک ہاتھ اٹھایا ہم نے اس میں رکھ دیا جو رکھنا تھا،دوسرا اُٹھاتا تو اسے بھی **بھر** دیتے۔''

(رسالہ قشیریہ ، ابو سلیمان عبد الرحمٰن بن عطیہ الدارانی ، ص ٤١)

دُعا کی قبولیت

عرض : دعا ہر وقت مقبول ہوتی ہے؟

ارشاد : حدیث شریف میں ہے:''**اللہ** تعالیٰ حیاوالا،کرم والا ہے اس سے شرم فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور انہیں **خالی** پھیر دے۔'' (جامع ترمذی ، کتاب الدعوات،باب ١٠٤، الحدیث ٣٥٦٧ ، ج٥،ص٣٢٦)

اور فرمایا:''جو دعا نہ مانگے **اللہ** تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔''

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات ، باب ما جاء فی فضل الدعاء، الحدیث ٣٣٨٤،ج٥، ص٢٤٤)

---

[1]: صیغہ اور ضمیر،علمِ صرف ونحو کی اصطلاحیں ہیں۔صیغہ کا لغوی معنی پیدائش اور ڈھالنا،اور اصطلاح میں صیغہ سے مراد وہ ہیئت ہے جو حروف کو مع حرکات وسکنات ترتیب دینے سے حاصل ہوتی ہے۔مثلاً ضَرَبَ میں ض،ر اور ب حروف ہیں جن میں سے ہر ایک پر زبر لگا کر لفظِ ''ضَرَبَ'' بنایا گیا ہے۔ضمیر کے لغوی معنی پوشیدہ کیا ہوا،اصطلاحی طور پر ضمیر وہ اسم ہے جو کسی حاضر متکلم یا ایسے غائب پر دلالت کے لئے وضع کیا (یعنی بنایا) گیا ہو کہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو۔

[2]: خدا عزوجل کی طرف سے نیک بندوں کے دل میں آئی ہوئی بات کو الہام کہتے ہیں۔

صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کا ثواب

عرض : کیاصفِ اول میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے؟

ارشـــاد : حدیث میں فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ صفِ اول میں نماز پڑھنے کا اس قدر **ثواب** ہے تو ضرور اس پر **قرعہ اندازی** کرتے ۔(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الصف الاول، الحدیث ۷۲۱، ج۱، ص۲۵٦) یعنی ہر ایک صفِ اول میں کھڑا ہونا چاہتا اور جگہ کی تنگی کے سبب قرعہ برداری (یعنی نام کی پرچی نکالنے) پر فیصلہ ہوتا ۔ سب سے پہلے امام پر رحمتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) نازل ہوتی ہے پھر صفِ اول میں جو اس کے محاذی (یعنی اس کی سیدھ میں) کھڑا ہو، اس محاذی کے دائیں جانب پھر بائیں اسی طرح دوسری صف میں پہلے محاذیٔ امام پر پھر داہنے پھر بائیں پر یوں ہی آخرِ صفوف تک ۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی کراھۃ قیام الامام، ج۲، ص ۳۷۲)

نصرانی طبیب مسلمان ہو گیا

مؤلف : برکاتِ اولیائے کرام کے ذکر میں فرمایا: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بیمار ہوئے ۔آپ کا قارورہ (یعنی پیشاب) ایک طبیب نصرانی کے پاس گیا۔ بغور دیکھتا رہا پھر دفعتاً (یعنی اچانک) کہا: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّمَ [1] لوگوں نے سبب پوچھا۔ کہا: ''میں دیکھتا ہوں یہ قارورہ ایسے شخص کا ہے جس کا جگر عشقِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) نے کباب کر دیا۔''

مؤمن کی فراست

یمن کے ایک نصرانی (یعنی عیسائی) نے یہ صحیح حدیث سُنی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ — مسلمان کی فراست سے ڈرو کہ وہ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے نور سے دیکھتا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب سورۃ الحجر، الحدیث ۳۱۳۸، ج۵، ص۸۸)

اس نصرانی نے چاہا کہ امتحان کرے، ادھر کے نصاریٰ زُنّار باندھتے ہیں، اس نے زنار نیچے چھپایا اور اوپر مسلمانی لباس پہنا، عمامہ باندھا اور مسلمان بن کر مشائخ کرام کی مجلسوں پر دورہ شروع کیا۔ ہر ایک کے پاس جاتا اور حدیث کے معنی

[1] : یعنی؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اللہ تعالٰی ان پر درود اور سلام نازل فرمائے۔

پوچھتا۔ وہ کچھ فرمادیتے، یہ دوسرے کے پاس حاضر ہوتا۔ یوں ہی بغداد شریف آیا اور حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہوا۔ عرض کی: ''یا سیدی! اس حدیث کے معنی کیا ہیں: ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰه'' فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ''زنار توڑ اور نصرانیت چھوڑ، اسلام لا۔'' وہ یہ سنتے ہی بے تاب ہوا اور **کلمۂ شہادت** پڑھا۔ (ملخصًا، تذکرۃ الاولیاء، ج۲، ص۱۰) اور کہا: ''یا سیدی میں اتنے مشائخ کرام کے پاس گیا اور کسی نے مجھے نہ پہچانا۔'' فرمایا: سب نے پہچانا، مگر تجھ سے تَعَرُّض نہ کیا (یعنی پوچھ گچھ نہ کی) کہ **تیرا اسلام میرے ہاتھ پر لکھا ہے۔**

مُجَاھَدے کا مطلب

عرض: مجاہدے کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: سارا مجاہدہ اس آیۂ کریمہ میں جمع فرمادیا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ

جو اپنے رب (عَزَّوَجَلَّ) کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے بے شک تو جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

(پ ۳۰، النزعٰت: ۴۰، ۴۱)

یہی جہادِ اکبر ہے۔ حدیث میں ہے: جہادِ کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

(كشف الخفاء، حرف الراء المهملة، الحديث ۱۳۶۰، ج ۱، ص ۳۷۵)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کِھلاتے ہیں

ایک صاحب کو اَنار کی خواہش میں **تیس برس** گزر گئے اور نہ کھایا۔ اِس کے بعد خواب میں زِیارتِ اَقدس حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے **مشرف** ہوئے کہ فرماتے ہیں: ''اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا'' تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔ صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) تشریف لائیں اور فرمائیں، اس سے یہی بہتر ہے کہ **صبر** کر۔ فوراً خواہش **دُور** ہوگئی۔

نفسانی اور شیطانی خواہش میں فرق

اس قسم کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی جس کے دو امتیاز سَہل (یعنی آسان) ہیں، ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو

اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ عجلت (یعنی جلدی) شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب البر، باب ما جاء فی التأنی والعجلة، الحدیث ۲۰۱۹، ج۳، ص۴۰۷)

اور نفس کو ایسی **جلدی** نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جمار ہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اُسے **بدلتا** نہیں۔ اُسے واقعی اُسی شے کی خواہش ہے۔ اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی، وہ نہ ملی، دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی اس واسطے کہ اُس کا مقصد **گمراہ** کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

مجھے شرم آتی ہے

ایک صاحب ایک بزرگ (حضرت داؤد طائی علیہ رحمۃ اللہ الباری) کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے۔ انہوں نے کہا: ''پانی دھوپ میں رکھا رہ گیا، گرم ہو گیا ہوگا۔'' فرمایا: ''صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آ گئی، مَیں نے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) سے **شرم** کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔'' (الرسالة القشیریة، فصل فی بیان عقائدهم فی مسائل التوحید، ص۳۵)

ٹھنڈا پانی

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ تھا۔ طاق (یعنی دیوار میں بنی ہوئی محرابی ڈاٹ) میں **پانی ٹھنڈا** ہونے کے لئے آب خورہ (یعنی پیالے) میں رکھ دیا تھا۔ عصر کے مراقبے میں تھے۔ حورانِ بہشتی (یعنی جنّتی حُوروں) نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا۔ جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے: ''تُو کس کے لئے ہے؟'' وہ ایک بندۂ خدا کا نام لیتی۔ ایک آئی اُس سے پوچھا۔ اُس نے کہا: ''میں اُس کے لئے ہوں جو روزے میں **پانی ٹھنڈا** ہونے کے لئے نہ رکھے۔'' فرمایا: ''اگر تُو سچ کہتی ہے تو اس کُوزے کو گرا دے۔'' اُس نے گرا دیا۔ اِس کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہ آب خورہ **ٹوٹا** پڑا ہے۔

(ملخصاً، روض الریاحین فی حکایات الصالحین، الحکایة العاشرة، ص۵۳)

دُودھ کا پیالہ

دو فرشتے آپس میں ملے۔ایک نے پوچھا:''کہاں جاتے ہو؟''دوسرے نے کہا:''فلاں عابد کے ہاتھ میں دُودھ کا پیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پَر ماروں اور گرا دوں اور تم کہاں جاتے ہو؟''کہا:''ایک فاسق دیر سے دریا میں بنچھی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنستیں مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔''

(احیاء علوم الدین، الجز الثالث بیان طریق الریاضۃ......الخ، ج۳، ص۱۱٤ بتغیّرما)

بیماری بھی نعمت ہے

﴿اسی تذکرے میں ارشاد فرمایا﴾ اگر چالیس (40) دن گزر جائیں کہ کوئی علّت (یعنی بیماری یا تکلیف) یا قِلّت (یعنی تنگی) یا ذلّت نہ ہو تو **خوف** کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔

دُعا قبول ہونے میں تاخیر کا ایک سبب

حدیث میں ہے، جب کوئی مقبول بندہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑگڑاتا ہے، جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ارشاد ہوتا ہے:''اے جبریل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑگڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا **اچھا** معلوم ہوتا ہے''اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے:''اے جبریل! اس کی حاجت جلد رَوا (یعنی پوری) کر دے کہ مجھے اپنی طرف اس کا مُنہ اٹھانا **اچھا نہیں معلوم ہوتا۔**''

(المعجم الاوسط، من اسمہ موسٰی، الحدیث ۸٤٤۲، ج٦، ص۱۸۳)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حاجت روا ہیں

اِس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاجت روا ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا و مشکل کشا و دافع البلاء (یعنی مصیبتیں دور کرنے والا) ماننے میں کس مسلمان کو تأمل ہوسکتا ہے! وہ تو جبریل کے بھی **حاجت روا** ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

امامتِ کبریٰ کا مُستَحِق کون؟

مؤلف: ایک روز مولوی مختار احمد صاحب میرٹھ سے تشریف لائے اور بعد نمازِ عشاء اعلیٰ حضرت مدظلہ سے دست بوس ہوئے

اور یہ مسئلہ پوچھا کہ آیا شرعی امامتِ کبریٰ کے لئے **قرشی** ہونا شرعاً ضروری ہے کہ بے اس کے شرعی امامتِ کبریٰ نہ پائی جائے گی اگرچہ عرفی ہو یا یہ کوئی استحسانی شرط ہے؟ (یعنی وہ شرط جس کا پورا کرنا ضروری نہ ہو)

ارشاد : یہ مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں ہمارا اور روافض (بدمذہبوں کا ایک گروہ) وخوارج [1] کا خلاف (یعنی اختلاف) ہے۔ خوارج کچھ **تخصیص** نہیں کرتے اور روافض نے اس قدر تنگی کی کہ صرف ہاشمیوں سے **خاص** کردی اور یہ بھی مولیٰ علی كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کی خاطر ورنہ بنی فاطمہ کی تخصیص کرتے۔ **اہلِ سُنّت** صراطِ مستقیم (یعنی سیدھے راستے) وطریقِ وسط (یعنی درمیانی راہ) پر ہیں۔ ہمارے تمام کتبِ عقائد میں تصریح ہے کہ اہلِ سُنّت کے نزدیک امامتِ کُبریٰ کے لئے ذکورت (یعنی مرد ہونا) وحریت (یعنی آزادی) وقرشیت **لازم** ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا اشتراط قطعی یقینی اجماعی ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج۲، ص۳۳۳)

خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں؟

عرض : خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مِصداق کون کون ہوئے، اور اب کون کون ہوں گے؟

ارشاد : خلافتِ راشدہ وہ خلافت کہ **منہاجِ نبوت** (یعنی نبوی طریقے) پر ہو جیسے حضرات **خلفائے اَربعہ** (یعنی چار خلفائے کرام حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر، حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم، حضرت سیّدنا عثمانِ غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وامام حسن مجتبیٰ وامیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کی اور اب میرے خیال میں ایسی خلافتِ راشدہ **امام مہدی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی قائم کریں گے۔ وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللّٰه (یعنی: اور غیب کا علم **اللہ** تعالیٰ کو ہے۔ ت)

قیامت کب آئے گی؟

عرض : قیامت کب ہوگی اور ظہورِ امام مہدی کب؟

ارشاد : قیامت کب ہوگی اسے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

[1] : وہ گمراہ فرقہ جو جنگِ صفّین کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا اس وجہ سے مخالف ہوگیا تھا کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ بندی کے لیے ثالثی قبول کر لی تھی۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اللہ (عَزَّوَجَلَّ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(پ ۲۹، الجن: ۲۶، ۲۷)

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالی **عٰلِم الغیب** ......الخ، ج ۱۵، ص ۳۹۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے **پہلے بعض علمائے کرام** نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن **ہزار ہجری** سے آگے نہ بڑھے گی۔ **امام سیوطی** (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا ''اَلْکَشْف عَنْ تَجَاوُزِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاَلْف'' اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ **امام جلال الدین** (**سیوطی** علیہ رحمۃ اللہ القوی) کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بِحَمْدِ اللّٰہ تعالٰی اِسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشراطِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔ **اِمام مہدی** کے بارے میں اَحادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر اِن میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

مؤلف : جب مَیں مکہ معظّمہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قاضی رحمت اللہ وہابی کو حاضرِ خدمت پایا اور یہ وہ وقت تھا کہ مولانا اس کو سندِ حدیث دے چکے تھے۔ مجھے یہ نہایت ہی گراں گزرا۔ مَیں نے مولانا عبدالحق صاحب سے عرض کیا کہ میں بھی آپ کی غلامی میں حاضر ہوا ہوں، اور یہ بھی آپ سے سند حاصل کر چکے ہیں تو یہاں وہ اختلاف جو ہم میں ان میں در بارہ مسئلۂ غیبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے علمِ غیب کے بارے میں) ہے بآسانی طے ہوسکتا ہے، اس پر مولانا نے تین دن میں ایک رسالہ ''بَفَرائِد السَّنِيَّة فِي الْفَوائِد الْبَهِيَّة'' تحریر فرما کر قاضی رحمت اللہ کو دیا۔ اس رسالہ میں مولانا نے آثارِ قیامت کے متعلق بہت سی اَحادیث جمع فرمائیں لیکن ان میں بھی تعینِ وقت نہیں۔

ارشاد : حدیث میں ہے: ''دنیا کی عمر سات دن ہے، میں اس کے پچھلے دن میں مبعوث ہوا۔''

دُوسری حدیث میں ہے: ''میں امید کرتا ہوں کہ میری اُمت کو خدائے تعالیٰ نصف دن اور عنایت فرمائے۔''

(سنن ابی داؤد ، کتاب الملاحم، باب قیام الساعة، الحدیث ٤٣٥٠، ج٤، ص١٦٧)

ان حدیثوں سے اُمت کی عمر پندرہ سو برس ثابت ہوئی:

اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ تیرے ربّ (عزَّوجلَّ) کے یہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے۔ (پ١٧، الحج:٤٧)

اِن حدیثوں سے جو مستفاد (یعنی نتیجہ حاصل) ہوا وہ اس توقیت کے منافی (یعنی مخالف) نہیں جو اس علم سے میرے خیال میں آئی ہے کیوں کہ یہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے ربّ عزَّ جلالہٗ سے استدعا (یعنی دعا) ہے۔ آئندہ انعامِ الٰہی (عزَّوجلَّ) وہ جس قدر زیادہ عمر عطا فرمائے جیسے جنگِ بدر میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو تین ہزار فرشتے مدد کے لئے آنے کی اُمید دلائی۔

اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ؕ (پ٤، اٰلِ عمرٰن:١٢٤) کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا ربّ (عزَّوجلَّ) تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔

اس پرحق سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی نے فرشتوں کا اضافہ فرمایا کہ

بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ○ (پ٤، اٰلِ عمرٰن: ١٢٥) کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تقویت پر رہو اور کافر اِبھی کے ابھی تم پر آئیں تو تمہارا ربّ (عزَّوجلَّ) پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

عرض: حضور نے جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد: ہاں! ﴿اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا﴾ آم کھایئے پیڑ نہ گنیئے، ﴿پھر خود ہی ارشاد فرمایا﴾ کہ میں نے یہ دونوں وقت (١٨٣٧ھ میں سلطنت اسلامی کا ختم ہونا اور ١٩٠٠ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سیّدُ الْمُکاشِفِیْن (یعنی اصحابِ کشف کے سردار) حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں، اللّٰہ اکبر! کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنتِ ترکی کا بانی اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر

قریب زمانہ آخر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے رموز (یعنی اشاروں کنایوں) میں سب کا مختصر ذکر فرمایا۔ ان کے زمانے کے عظیم وقائع (یعنی غیر معمولی واقعات) کی طرف بھی اشارے فرمادیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اس تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالتِ غضب کا اظہار ہوتا ہے، اس میں ختمِ سلطنتِ اسلامی کی نسبت لفظِ "ایــقــظ" فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ لَا اَقُوْلُ اَیْقَظ الْھِجرِیَۃ بَلْ اَیْقَظ الْجَفْرِیَۃ (یعنی میں ایقظ ھجریہ کے بارے میں نہیں کہتا بلکہ میری مراد ایقظ جفریہ ہے۔ت) میں نے اس "ایقظ جفری" کا جو حساب کیا تو ۱۸۲۳ھ آتے ہیں اور انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ ظہورِ امام مہدی کے اخذ کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: رباعی

اِذَا دَارَ الــزَّمَـــانُ عَـلٰـى حُـرُوفٍ	بِبِسْــمِ الــلّٰــهِ فَــالْـمَـهْـدِى قَــامـــا
وَيَـخْـرُجُ فِـى الْـحَطِيْمِ عَقِيْبَ صَوْمٍ	اَلَا فَـــاقْـــرَأْهُ مِـــنْ عِـنْـدِیْ سَلَامـــا

(یعنی: جب زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا تو امام مہدی ظہور فرمائیں گے اور حطیم کعبہ میں شام کے وقت تشریف لائیں گے، سنو انہیں میرا سلام کہنا۔ت)

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر

"اِذَا دَخَلَ السِّیْنُ فِی الشِّیْنِ ظَھَرَ قَبْرُ مُحْیِ الدِّیْن"

جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔

سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے۔ سلطان نے وہاں ایک قبّہ بنوادیا جو زیارت گاہِ عام ہے۔ (پھر فرمایا) چند جداول ۲۸۔۲۹ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے اب اس کا حساب لگاتے رہیئے کہ اس سے کیا مطلب ہے؟

ہولی دیوالی کی مٹھائی کھانا کیسا؟

عرض: کافر جو ہولی[1] دیوالی[2] میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں، مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

اِرشاد: اُس روز نہ لے۔ ہاں! اگر دوسرے روز دے تو لے لے نہ یہ سمجھ کر کہ ان خُبَثاء کے تیوہار کی مٹھائی ہے بلکہ "مالِ مُوذی نصیبِ غازی" سمجھے۔

[1]: ہندوؤں کا ایک مذہبی تہوار جو موسمِ بہار میں منایا جاتا ہے۔ اس میں وہ ایک دوسرے پر رنگ چھڑک کر خوشیاں مناتے ہیں۔
[2]: ہندوؤں کا ایک مذہبی تہوار جس میں وہ (اپنی دولت کی دیوی) لکشمی کی پوجا کرتے اور خوب روشنی کرتے اور جُوا کھیلتے ہیں۔

نماز میں بلغم آجائے توکیا کرے؟

عرض : اگر نماز میں بلغم آجائے تو کیا کرے؟

ارشاد : دامن یا آنچل میں لیکر مَل دے۔

کافِر سائِل پر ترس کھانا

عرض : حضور ہر سائل پر رحم کھانا چاہیے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کہ قرآنِ عظیم میں

وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۟ (پ ۳۰، الضحیٰ: ۱۰) **ترجمۂ کنزالایمان:** اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

فرمایا ہے۔

ارشاد: پھر سائل بھی تو ہو! بَحْرُ الرَّائِق وغیرہ میں تصریح ہے کہ کافر حربی (یعنی وہ کافر جو نہ تو حکومتِ اسلامیہ کو ٹیکس دیتا ہو اور نہ ہی کسی معاہدے کے تحت وہاں رہ رہا ہو) پر کچھ تَصَدُّق (یعنی صدقہ) کرنا اصلاً (یعنی ہرگز) جائز نہیں۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ، کتاب الزکاۃ، باب المصرف،ج۲، ص ٤٢٤)

فرمایا، یہ بھی ارشاد ہے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ (پ ۱۵، بنی اسرآء یل:۷۸) **نماز پڑھو۔**

تو کیا اِس سے یہ مطلب ہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو۔ شرط بھی تو موجود ہونا چاہیئے نہ کہ مطلق۔ فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) فرماتے ہیں: ’’اگر آدمی کے پاس ایک پیاس کا پانی ہو اور جنگل میں ایک کتا اور ایک کافر شدتِ تشنگی (یعنی پیاس کی شدت) سے جان بلب (یعنی مرنے کے قریب) ہو تو کتے کو پلا دے اور کافر کو نہ دے۔‘‘

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ نجات ہے

حدیث شریف میں ہے: ’’قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لئے بارگاہِ ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) میں لایا جائے گا۔ اُس سے سوال ہوگا: ’’کیا لایا؟‘‘ وہ کہے گا: ’’میں نے اتنی نمازیں پڑھیں علاوہ فرض کے اتنے روزے رکھے، علاوہ ماہِ رمضان کے اس قدر خیرات کی، علاوہ زکوۃ کے اور اس قدر حج کئے علاوہ حج فرض کے وغیـــــــر ذلك ۔‘‘ اِرشادِ باری

(عَزَّوَجَلَّ) ہوگا:

هَـلْ وَالَيْتَ لِیْ وَلِيًّا وَعَادَيْتَ لِیْ عَدُوًّا — کبھی میرے محبوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی؟

(تفسير الدر المنثور، سورة المجادلة تحت الأية ١٩، ج٨، ص٨٧)

تو عمر بھر کی عبادت ایک طرف اور خدا (عَزَّوَجَلَّ) اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی **محبت ایک طرف**۔ اگر محبت نہیں سب عبادات وریاضات بیکار۔

دشمنانِ رسول سے نفرت کیجئے

بھڑ کے کاٹنے سے ایک ذراسی آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کہیں اسے زمین پر پڑا دیکھیں کہ اس کا ایک پاؤں یا پَر بیکار ہوگیا ہے اور اس میں طاقتِ پرواز نہیں ہے تو اس پر رحم کیا جاتا ہے کہ پَیر سے مَسل دیتے ہیں تو خدا اور رسول عَزَّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کریں اور اُن سے دشمنی وعداوت رکھیں وہ **قابلِ رحم** ہیں؟ عوام کی یہ حالت ہے کہ ذرا کسی کو ننگا محتاج دیکھا سمجھے کہ قابلِ رحم ہے، خواہ خدا اور رسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دبّاغ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ذراسی اِعانت (یعنی مدد) کافر کی کرنا حتی کہ اگر وہ راستہ پوچھے اور کوئی مسلمان بتادے اتنی بات **اللہ** تعالیٰ سے اس کا عِلاقۂ مقبولیت قطع (یعنی **اللہ** تبارک وتعالیٰ سے بندے کی مقبولیت کا تعلق ختم) کر دیتی ہے۔ (الابريز، البــاب الاول، ج١، ص ٤٥٢) ہاں ذمی[1] مستأمن[2] کافروں کے لئے شرع میں رعایت کے **خاص اَحکام** ہیں، یہ اس لئے کہ اِسلام اپنے ذمہ کا پورا ہے اور اپنے عہد کا سچا۔

دریا کے پار اترنے والا

عرض : حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرتِ سیّدُ الطائفہ (یعنی گروہِ اولیاء کے سردار) جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''**یااللہ**'' فرمایا، اور دریا میں اُتر گئے، پورا واقعہ یاد نہیں۔

---

[1]: اگر کافروں نے دینِ حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام ان پر جزیہ مقرر کردے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، حصہ۹، ص۱۳۴)

[2]: مستامن وہ شخص ہے جو دوسرے ملک میں امان لیکر گیا۔ دوسرے ملک سے مراد وہ ملک ہے جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لیکر گیا تو مستامن ہے۔ (بہارشریعت، حصہ۹، ص۱۵۰)

ارشاد : غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور '' **یااللّٰہ** '' کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص آیا، اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی: ''میں کس طرح آؤں؟'' فرمایا: '' **یاجُنید یاجُنید** '' کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو '' **یااللّٰہ** '' کہیں اور مجھ سے ''یاجُنید'' کہلواتے ہیں۔ میں بھی ''**یااللّٰہ**'' کیوں نہ کہوں۔ اُس نے ''**یااللّٰہ**'' کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا: ''حضرت میں چلا'' فرمایا: ''وہی کہہ 'یاجُنید یاجُنید'' جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی: ''حضرت یہ کیا بات تھی آپ **اللّٰہ** کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں؟'' فرمایا: ''ارے نادان ابھی تُو جنید تک تو پہنچا نہیں **اللّٰہ** تک رَسائی کی ہَوَس ہے، اَللّٰہ اَکْبَر!۔ [1] (الحديقة الندية، مع كشف النور عن اصحاب القبور، ج۲، ص ۲۰ ـ وفيه ذكرسيدى محمد الحنفى الشاذلى)

اپنے نفس کی خاطر کوئی کام نہیں کیا

دو صاحب اَولیائے کرام سے ایک دریا کے اِس کنارے اور دوسرے اُس پار رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک صاحب نے اپنے یہاں **کھیر** پکوائی اور خادم سے کہا: ''تھوڑی ہمارے دوست کو بھی دے آؤ۔'' خادم نے عرض کی: ''حضور راستے میں تو دریا پڑتا ہے کیوں کر پار اُتروں گا، کشتی وغیرہ کا کوئی سامان نہیں۔'' فرمایا: ''دریا کے کنارے جا اور کہہ کہ میں اُس کے پاس سے آیا ہوں جو آج تک اپنی عورت کے پاس **نہیں گیا**۔'' خادم حیران تھا کہ یہ کیا معمّا ہے اِس واسطے کہ حضرت **صاحبِ اولاد** تھے۔ بہر حال تعمیلِ حکم ضرور تھی، دریا پر گیا اور وہ پیغام جو اِرشاد فرمایا تھا کہا۔ دریا نے فوراً **راستہ** دے دیا۔ اس نے پار پہنچ کر ان بزرگ کی خدمت میں **کھیر** پیش کی۔ انہوں نے نوشِ جان فرمائی (یعنی کھائی) اور فرمایا: ''ہمارا **سلام** اپنے آقا سے کہہ دینا۔'' خادم نے عرض کی کہ سلام تو جبھی کہوں گا جب دریا سے پار اُتر جاؤں۔ فرمایا: ''دریا پر جا کر کہہ: ''میں اس کے پاس سے آتا ہوں جس نے تیس برس سے آج تک کچھ **نہیں کھایا**۔'' خادمِ شش و پنج (یعنی اُلجھن) میں تھا۔ یہ عجیب بات

[1]: فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہ رحمۃ الغنی لکھتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ ''**یا جنید، یا جنید**'' کہے تو نہ ڈوبے اور ''اللہ، اللہ'' کہے تو ڈوب جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو ایسا کہنے والے کو صوبۂ مہاراشٹر پونہ بھیج دیا جائے کہ اُسی کے قریب حضرت قمر علی درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں ایک بڑا گول پتھر ہے جس کا وزن نوے (90) کلو بتایا جاتا ہے وہ ''قمر علی درویش'' کہنے پر انگلیوں کے معمولی سہارا دینے سے اُوپر اٹھتا ہے اور ''اللہ'' کہنے سے نہیں اٹھتا۔ میں بذات خود اِس کا تجربہ کرچکا ہوں۔ اس میں کیا راز ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، ص ا)

ہے ابھی تو میرے سامنے کھیر تناوُل فرمائی اور فرماتے ہیں اتنی مدت سے کچھ نہیں کھایا مگر بلحاظِ ادب خاموش۔ دریا پر آ کر جیسا فرمایا تھا کہہ دیا۔ دریا نے پھر راستہ دے دیا، جب اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا تو اس سے نہ رہا گیا اور عرض کی: ''حضور یہ کیا معاملہ تھا؟'' فرمایا: ''**ہمارا کوئی فعل اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتا۔**''

وھابیہ کی نماز؟

عرض : وہابیہ کی جماعت چھوڑ کر الگ نماز پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد : نہ اُن کی نماز **نماز** ہے نہ اُن کی جماعت **جماعت**۔

وھابیہ کی مسجد؟

عرض : وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد، مسجد ہے یا نہیں؟

ارشاد : کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔

وھابی مُؤَذِّن کی اذان کا اِعادہ

عرض : وہابی مؤَذِّن کی اَذان کا اِعادہ کیا جائے یا نہیں؟

ارشاد: جس طرح اُن کی نماز باطل اُسی طرح اذان بھی، ہاں تعظیماً **اللّٰہ** کے نام پر جَلَّ شَانُہٗ اور نامِ اقدس (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نام مبارک) پر دُرُود شریف پڑھے۔

کیا کفّار سے نرمی کرنی چاھئے؟

عــــرض : حضور یہ روایت صحیح ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کاشانۂ اقدس میں ایک کافر مہمان ہوا، اور اِس خیال سے کہ اَہلِ بیتِ اطہار بھوکے رہیں سب کھانا کھا گیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرہ شریف میں ٹھہرایا۔ پچھلی رات کے وقت پیٹ میں گرانی معلوم ہوئی اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اِجابت (یعنی پاخانے) کی ضرورت ہوئی۔ شرمندگی کی وجہ سے کہیں کوئی دیکھ نہ لے حجرے شریف میں **غلاظت** پھیلائی اور تمام بستر وغیرہ **خراب** کر دیا اور صبح ہوتے ہی وہاں سے چل دیا۔ جب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) حجرے شریف میں مہمان کی خیریت معلوم کرنے کی غرض سے تشریف لائے تو یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے نجاست کو صاف کروایا۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو اُس (کافر) کی اِس **ناشائستہ حرکت** پر

سخت غصہ آیا۔ اتفاقاً عُجلت (یعنی جلدی) میں وہ اپنی تلوار بھول گیا اور تلوار بہت اچھی تھی جس کے لئے اُسے مجبوراً پھر لوٹنا پڑا۔ یہاں آ کر دیکھا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) بستر صاف کروا رہے ہیں۔ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **سزا** دینے کا ارادہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ یہ میرا مہمان ہے اور اُس سے فرمایا: ''تم اپنی تلوار بھول گئے تھے جہاں رکھی تھی وہاں سے اُٹھالو۔'' (مثنوی شریف مترجم، دفتر پنجم، ص۲،۳)

وہ **حضور** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے اِس خُلقِ عظیم کو دیکھ کر فوراً **مشرف باسلام** ہو گیا تو حضور! اِس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار پر بھی نظرِ عنایت کرنا چاہیئے؟

ارشاد: اس کے قریب روایت ''مثنوی شریف'' (یعنی مثنوی مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم) میں مذکور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن ہی سے **خُلق** فرماتے جوڑ **جوع** لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ **سختی** فرماتے۔ اُن کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروائیں، ہاتھ کاٹے پاؤں کاٹے۔ پانی مانگا تو پانی تک نہ دیا۔ یہ سلوک کس کے ساتھ تھے؟ وہ جوڑ جوع لانے والے نہ تھے۔

سامنے سے کھانا اُٹھوا دیا

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانۂ خلافت ہے آپ **مسجدِ نبوی** (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے **نماز** پڑھ کر تشریف لئے جاتے ہیں۔ ایک مسافر نے کھانا مانگا، امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے ہمراہ لے آئے۔ خادِم بحکم امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا حاضر کرتا ہے۔ اتفاقاً کھاتے کھاتے اس کی زبان سے ایک بد مذہبی کا فقرہ نکل جاتا ہے جس پر حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً اُس کے سامنے سے **کھانا اُٹھوا** لیتے ہیں اور خادِم کو حکم دیتے ہیں کہ اُسے **نکال** دے۔

(کنز العمّال، کتاب العلم، الحدیث ۲۹۳۸٤، ج ۱۰، ص ۱۱۷)

وہابی واعِظ کا پردہ چاک ہو گیا

ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) کی شان ہے کہ بد مذہب کیسا ہی جامۂ عیاری پہن (یعنی بھیس بدل) کر میرے سامنے آئے، خود بخود دل **نفرت** کرنے لگتا ہے۔ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کے زمانۂ حیات میں دہلی کا ایک واعظ حاضر ہوا اور اس وقت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ اسماعیل دہلوی اور وہابیہ پر بڑے شدّ ومد (یعنی زور و شور)

سے دیر تک لعن طعن کی اور اس نے اپنے سُنّی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ میرے بچپن کا زمانہ تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنا خیال حضرت کی خدمت میں ظاہر کیا کہ مجھے تو یہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے۔ مولانا بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''ابھی تو وہ تمہارے سامنے وہابیوں اور اسمٰعیل پر تبرا (یعنی برا بھلا) کہہ گیا ہے!'' مَیں نے عرض کی کہ میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ یہ سب تَقِیَّہ (یعنی اپنے مذہب کو چُھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا) تھا، اسے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی اجازت ہمارے حضرت سے لینی ہے کہ بے حضرت کی اجازت کے یہاں وعظ نہیں کہہ سکتا، اس لئے اس نے تمہید ڈالی۔ دوسرے دن شام کو پھر حاضر ہوا۔ میں نے اسے مسائلِ وہابیت میں چھیڑا، ثابت ہوا کہ پکا وہابی ہے۔ (لہٰذا) دفع کر دیا گیا۔ اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔

اعلیٰ حضرت اور ایک نجدی کی ملاقات

حضرت والد ماجد قدس سرہٗ العزیز (یعنی رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ رحمۃ المنّان) کے وصال شریف کے کچھ دنوں بعد جب کہ اپنے منجھلے (یعنی درمیانے) بھائی مرحوم (یعنی شاہِ سخن، استادِ زَمن مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الحنّان) کے مکان میں رہتا تھا۔ باہر تنہا تھا۔ گلی میں سے ایک عربی صاحب نظر آئے۔ جب قریب آئے میں نے چاہا اُن کے لئے قیام کرتا کہ اہلِ عرب کے لئے قیام میری عادت تھی مگر اِس بار دل کراہت کرتا ہے۔ میں اٹھنا چاہتا ہوں اور دل اندر سے دامن کھینچتا ہے۔ آخر میں نے (اپنے نفس سے) کہا کہ یہ تیرا تکبُّر ہے۔ جبراً قہراً قیام کیا وہ آ کر بیٹھے۔ میں نے نام پوچھا کہا: عبدالوھاب۔ مقام پوچھا کہا: نجد۔ اب تو میں کھٹکا اور میں نے اُس سے مسائل متعلقہ وہابیت پوچھے۔ اتنا اشد وہابی نکلا کہ یہاں کے وہابیہ اُس کی شاگردی کریں۔ بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک لیتا، نہ اوّل میں کلمۂ تعظیم نہ آخر میں دُرُود۔ میں اُسے ہر بار روکتا اور کلماتِ تعظیم اور دُرُود شریف کی ہدایت کرتا اور وہ نہ مانتا۔ آخر مَیں نے سختی کے ساتھ اُس سے کہا تو مجبور ہو کر بولا: ''اَقُــوْلُ لِقَوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' میں تمہارے کہنے سے کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میں نے اسے دفع کیا۔ اخیر فقرہ یہ تھا کہ ہمارا ''رُخصتانہ (یعنی رُخصتی کا انعام)'' دو۔ میں نے شہر کے دو ایک وہابیوں کا پتہ بتا دیا کہ اُن کے پاس جا یہاں تیرے لئے کچھ نہیں۔ بالآخر وہ خائب وخاسر (یعنی ناکام ونامُراد) دفع ہوا۔ میں نے اپنے دل کو شاباش دی کہ تُو نے ہی ٹھیک کہا تھا۔

اعلیٰ حضرت اور ایک رافضی

ایک دفعہ علی گڑھ سے ایک شخص اپنا بیگ وغیرہ لئے آیا۔ اُس کی صورت دیکھ کر میرے قلب نے کہا: ''یہ رافضی

ہے۔'' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی رافضی ہے۔ کہا: ''مَیں اپنے مکان کو لکھنؤ جاتا تھا، راستے میں صرف آپ کی زیارت کے لئے اُتر پڑا ہوں، کیا آپ اہلِ سُنّت میں اَیسے ہی ہیں جیسے ہمارے یہاں مجتہدین؟ میں نے اِلتفات نہ کیا (یعنی اُس پر توجہ نہ دی)۔ غرض وہ رافضی اپنی طرف مجھے مخاطب کرتا تھا اور میں دوسری طرف منہ پھیر لیتا تھا۔ آخر اُٹھ کر چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد ایک صاحب شاکی (یعنی شکایت گزار) بھی ہوئے کہ وہ اتنی مسافت طے کر کے آیا اور آپ نے قطعی اِلتفات نہ فرمایا۔ میں نے یہی روایت (امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ بدمذہب ہے فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نِکلوادیا) بیان کی کہ ہمارے ائمہ نے ان لوگوں کے ساتھ ہمیں یہ تہذیب بتائی ہے۔ اب بھلا وہ کیا کہہ سکتے تھے؟ خاموش ہو گئے۔

دُشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے

مسلمانو! ذرا اِدھر خدا اور رسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دِل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلاوجہ محض فحش مُغلَّظہ (یعنی گندی گندی) گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں بلکہ اپنا دین ٹھہرا لیں، کیا تم ان سے **بکشادہ پیشانی** ملو گے؟ حاشا! **ہرگز نہیں**۔ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں اِنسانیت باقی ہے اگر تم ماں کو ماں سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو اُنہیں دیکھ کر تمہارے دل **بھر** جائیں گے، تمہاری آنکھوں میں **خُون** اُترے گا، تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارا نہ کرو گے۔ لِلّٰہ انصاف! صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) زائد یا تمہارے باپ؟ اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ادنیٰ غلام ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اُمُّ المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بیٹے کہلاتے ہیں، اُن کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ **برتاؤ** نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو تو ہم نہایت **نمک حرام غلام** اور حد بھر کے بُرے ناخلف (یعنی نااہل) بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے، آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ اُن کی شان کے خلاف کہا اُن کا تھوک اُڑنے لگتا ہے، آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ **اللہ** و رسول و معظمانِ دین (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے اپنی **وُقعت** دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب اُنہیں کو مبارک، فرزندانِ اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خود

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے بد مذہبوں کو نام لے لے کر اُٹھا دیا۔

ایک مرتبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازِ جُمعہ میں دیر ہوگئی، راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لَوٹے ہوئے آرہے تھے۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی، الگ چُھپ کر نکل گئے۔ (تفسیر طبری سورۃ التوبۃ تحت الآیۃ ۱۰۱، ج٦، ص٤٥٧)

ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ (پ ۱۰، التوبۃ:۷۳)

اور فرماتا ہے عَزَّوَجَلَّ؛

وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (پ ٢٦، الفتح: ٢٩)

اور فرماتا ہے جل وعلا؛

وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ (پ ۱۱، التوبۃ:۱۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے۔

کیا ستر دیکھنے سے وُضو جاتا رہتا ہے؟

عرض: اگر کسی شخص کا ستر کھل جائے تو جس نے دیکھا یا جس کا ستر کھلا، وضو رہے گا یا نہیں؟

ارشاد: وضو کسی چیز کے دیکھنے یا چھونے سے **نہیں** جاتا۔

جان بوجھ کر ستر کھولنے سے نماز جاتی رہتی ہے

﴿پھر فرمایا﴾ تیس عضو عورت کے عورت (یعنی پوشیدہ رکھنا ضروری) ہیں اور ۹ مرد کے، اِن میں سے کسی عضو کا چہارم بقدرِ رکن یعنی تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے تک بلاقصد کھلا رہنا مُفسدِ نماز ہے اور بالقصد تو اگر ایک آن کے لئے کھولے تو نماز جاتی رہے گی۔

(رد المحتار علی الدر المختار کتاب الصلاۃ مطلب فی النظر الی وجہ الامرد، ج٢، ص١٠٠)

وحدۃُ الوجود کسے کہتے ہیں؟

عرض : حضور وحدۃُ الوجود کسے کہتے ہیں؟

ارشاد : وُجود ایک اور موجود ایک ہے باقی سب اس کے ظِل (یعنی عکس) ہیں۔

اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہئے؟

عرض : اسمٰعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہیے؟

ارشاد: میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے[1] اگر کوئی کافر کہے منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔ البتہ غلام احمد (قادیانی)، سید احمد (علی گڑھی)، خلیل احمد (انبیٹھوی)، رشید احمد (گنگوہی)، اشرف علی (تھانوی) کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر

مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ت)

(در مختار معه رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب فی حکم سابّ الانبیاء، ج٦، ص٣٥٧)

---

[1] : اسماعیل دہلوی سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہینِ شانِ رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خُبَثَاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہلِ سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لئے ہوں۔ شرح فقہِ اکبر میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے۔ ان کے اس بیہودہ اعتراض اور ذلیل دھوکے کا جواب اتنا کافی ہے کہ ایک قول پر فقہا تکفیر فرماتے ہیں اور متکلمین نہیں کرتے۔ اب کہیں کیا کہتے ہیں، کیا فقہا کے نزدیک متکلمین اس کی تکفیر نہ کرکے جس کی تکفیر فقہا نے کی ہے معاذ اللہ فقہا کے نزدیک کافر ٹھہریں گے، یا متکلمین فقہا کو کافر کہیں گے اس لئے کہ انہوں نے متکلمین کے نزدیک جو کافر نہ تھا اس کی تکفیر کی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ان خبثاء کے اقوال بدتر از اَبوال (یعنی پیشاب سے بدتر اقوال) ایسے ہیں جن میں نام کو بھی تاویل کی گنجائش نہیں لہٰذا ان کے لئے یہ حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔ جو تفصیل چاہے وہ رسالہ "اَلْمَوْتُ الاحمر" مطالعہ کرے۔ ١٢ مولف غفرلہ

کیا ہر کافِر ملعون ہے؟

عرض : ہر کافر ملعون (یعنی لعنتی) ہے؟

ارشاد : ہاں عِندَ اللہ جو کافر ہے قطعاً **ملعون** ہے۔ کسی خاص کا نام لیکر پوچھا جائے گا ہم اسے ملعون نہ کہیں گے ممکن ہے کہ توبہ کرلے اور اگر عام کفار کی بابت سوال ہوا تو **ملعون** کہیں گے۔

اللہ و رسول کی محبت کیسے حاصل کی جائے؟

عرض : خدا اور رسول عزجلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کس طرح دل میں پیدا ہو؟

ارشاد : **تلاوتِ** قرآنِ مجید اور دُرود **شریف** کی کثرت اور **نعت شریف** کے صحیح اشعار **خوش اِلحانوں** (یعنی سریلی آواز والے) سے **بکثرت** سُننے اور **اللہ** ورسُول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی **نعمتوں** اور رحمتوں میں جو اس پر ہیں، **غور** کرے۔

پوسٹ کارڈ پر اسم جلالت "اللہ" لکھنا کیسا؟

ایک روز برادرم مولانا حسنین رضا خاں صاحب (سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے) برائے جواب کچھ استفتا سنا رہے تھے اور جواب لکھ رہے تھے۔ ایک کارڈ پر اسمِ جلالت لکھا گیا

اس پر **ارشاد** فرمایا: "یاد رکھو کہ میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا: (1) اسمِ جلالت **اللہ** اور (2) محمد اور احمد اور (3) نہ کوئی آیتِ کریمہ، مثلاً اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں: "حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام یا اسمِ جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ۔"

لفظ "شَھر" کس کے ساتھ بولیں؟

عرض: لفظِ شہر ہر مہینہ کے ساتھ بولا جاتا ہے یا نہیں، یہ کہہ سکتے ہیں: "شَھْرُ رَجَبُ الْمُرَجَّب"

ارشاد : **نہیں**، یہ لفظ ان تینوں مہینوں کے لئے ہے۔ شھر ربیع الاول، شھر ربیع الاخر، شھر رمضان المبارک ۔

(روح المعانی الجز الثانی تحت الایۃ ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ،ص ۶۲۴)

"اللہ میاں" کہنا کیسا؟

عرض : حضور "**اللہ** میاں" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : زبانِ اُردو میں لفظِ **میاں** کے تین معنی ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شانِ اُلوہیت **پاک ومُنزّہ** ہے اور ایک کا صِدق ہوسکتا ہے۔ تو جب لفظ دو خبیث معنوں میں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا، اور شرع میں وارِد نہیں تو ذاتِ باری پر اس کا اِطلاق **ممنوع** ہوگا۔ اس کے **ایک** معنی مولیٰ، **اللہ** تعالیٰ بے شک مولیٰ ہے، **دوسرے** معنی شوہر، **تیسرے** معنی زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔

جشنِ ولادت کا چراغاں

عرض : میلاد شریف میں جھاڑ (یعنی پنج شاخہ مشعل)، فانوس [1]، فروش [2] وغیرہ سے زیب وزینت **اِسراف** ہے یا نہیں؟

ارشاد : علما فرماتے ہیں:

لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ وَلَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ	یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں۔ ت

(ملخصاً، تفسیر کشاف، سورة الفرقان تحت الایة ٦٧، ج٣، ص٢٩٣)

جس شے سے تعظیمِ ذکر شریف مقصود ہو، ہرگز **ممنوع نہیں ہوسکتی۔**

ایک ہزار شمعیں

اِمام غزالی (علیہ رحمۃ اللہ الوالی) نے اِحیاءُ العلوم شریف میں سید ابوعلی رود باری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندۂ صالح نے مجلسِ ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں **ایک ہزار شمعیں** روشن کیں۔ ایک شخص ظاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر **واپس** جانے لگے۔ بانیِ مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا کہ جو **شمع** مَیں نے غیرِ خدا کے لئے روشن کی ہو وہ **بجھا** دیجئے۔ کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع **ٹھنڈی** نہ ہوتی۔

(احیاء علوم الدین، الجز الثانی کتاب اداب الأکل، فصل یجمع ادابا ......الخ ،ص٢٦)

تَحِیَّۃُ الْوُضو کی فضیلت

عرض : تحیۃ الوضو کی کیا فضیلت ہے؟

---

[1]: ایک قسم کا شمع دان جس پر پنجرے کی شکل کا باریک کپڑا یا کاغذ چڑھا ہوتا ہے جو گھمانے یا ہوا کے زور پر گردش کرتا ہے۔ [2]: یہ فرش کی جمع ہے۔ یعنی چونے وغیرہ سے زمین کی سطح ہموار کرنا۔

ارشاد : ایک بار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اے بلال! کیا سبب ہے کہ میں جنت میں تشریف لے گیا تو تم کو آگے آگے جاتے دیکھا۔'' عرض کی: یارسول اللہ (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جب وُضو کرتا ہوں دو رکعت **نفل** پڑھ لیتا ہوں۔ فرمایا: یہ ہی سبب ہے!

(ملخصاً، صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب فضل الطهور......الخ ، الحديث ١١٤٩ ، ج١،ص ٣٩٠)

رُکوع کے بعد پائنچے اوپر چڑھانے کا حکم

عرض : حضور بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ رکوع کے بعد پائنچے اوپر کو چڑھا لیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

ارشاد : **مکروہ** ہے۔(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في الكراهة التحريمية الخ، ج٣، ص ٤٩٠) اور اگر دونوں ہاتھ سے ہو تو بعض علما کے نزدیک مفسدِ صلوٰۃ (یعنی نماز توڑنے والا) ہے۔

ایک خواب اور اُس کی تعبیر

خــواب : ایک مسجد معمولی وُسعت کی ہے اور نماز تیار ہے، ایک شخص جس کو مَیں جانتا ہوں عقائدِ وہابیہ کا پیرو، اَذان کہتا ہے لیکن نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پھر مکبّر تکبیر کہتا ہے وہ بھی نامِ نامی تک۔ میں نے کہا یہ عجیب وہبڑوں نے دستور نکالا ہے۔ میں اندر **مسجد** کے اس وقت پہنچا جبکہ اِمام اپنی جگہ پر پہنچ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ تکبیرِ تحریمہ کہے، مَیں نے بآوازِ بلند اَلسَّــلامُ عَـلَـیۡـکُـم کہا۔ جس سے امام نے چونک کر میری طرف رُخ کیا اور پیچھے ہٹ آیا اور مَیں فوراً اُس کی جگہ کھڑا ہو کر **اِمامت** کرنے لگا جب سلام پھیرا فوراً آنکھ کھل گئی دیکھا تو **فجر** کا وقت تھا۔

تعبیر : اِن شآءَ اللہ وہابیہ کی دعوت بند ہوگی اور اہلِ سُنّت کی **ترقی** ہوگی۔

رکوع کا طریقہ

عرض : نوافل میں رکوع کس طرح کرنا چاہیے، اگر بیٹھ کر پڑھ رہا ہے؟

ارشاد : اتنا جھکے کہ سر گھٹنے کے **محاذی** (یعنی سمت میں) [1] آجائے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو پنڈلیاں مُقوّس (یعنی کمان کی طرح خم کھائے ہوئے) نہ ہوں اور کفِ دست (یعنی ہتھیلیاں) گھٹنوں پر قائم کر کے ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔

---

[1] : صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: ''بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رُکوع کا اَدنیٰ دَرَجہ یہ ہے کہ پیشانی گھٹنوں کی سمت میں آجائے۔'' مزید لکھتے ہیں: ''یہاں محاذات سے مراد سمت میں ہونا ہے کہ اتنا جھکنا کہ پیشانی کی زمین سے بلندی گھٹنے کے بالائی حصہ کے برابر ہو جائے۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج۱،ص۷۹)

ایک نمازی کی اصلاح

ایک صاحب کو میں نے دیکھا کہ حالتِ رکوع میں پشت بالکل سیدھی اور مُنہ اُٹھائے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا گیا: ''یہ آپ نے کیسا رکوع کیا؟ حکم تو یہ ہے کہ گردن نہ اتنی جھکاؤ جیسے بھیڑ اور نہ اتنی اٹھاؤ جیسے اونٹ۔'' وہ صاحب کہنے لگے کہ منہ اس وجہ سے اٹھالیا تھا کہ سمتِ قبلہ سے نہ پھر جائے۔ میں نے کہا تو آپ **سجدہ** بھی ٹھوڑی پر کرتے ہوں گے۔ اُن کی سمجھ میں بات آ گئی اور آئندہ کے لئے **اِصلاح** ہوگئی۔

عورت کا تنہا حج کو جانا کیسا؟

عــــرض: حضور ایک بی بی تنہا حج کرنا چاہتی ہیں اور سفرِ خرچ قلیل (یعنی تھوڑا) اور خود علیل (یعنی بیمار) اس صورت میں کیا حکم ہے؟

ارشاد: عورت کو بغیر محرم حج کو جانا جائز نہیں۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی قولهم یقدم حق العبد علی حق الشرع ،ج۳، ص ۵۳۱)

سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کو خداوندِ عرب کہنا کیسا؟

عرض: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''اے خداوندِ عرب'' کہہ کر ندا کرسکتے ہیں؟

ارشاد: کرسکتے ہیں۔ خداوندِ عرب کے معنیٰ ''مالکِ عرب''۔

عَجَم اور عَرَب کے معنٰی

عرض: حضورِ والا ''عجم'' کے معنیٰ ''بے پڑھی ولایتیں''؟

ارشاد: '' گونگی زبان'' اور ''عرب'' کے معنیٰ ''**تیز زبان**''۔

اولیاء اللّٰہ کا ایک وقت میں مُتَعَدِّد جگہ موجود ہونا

عرض: حضور! اولیا ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کرسکتے ہیں۔

ایک شُبہ اور اُس کا اِزالہ

عرضِ مؤلف : حضوراس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ''عالَمِ مِثال'' سے''اجسامِ مثالیہ''اولیا کے تابع ہوجاتے ہیں اس لئے ایک وقت میں **متعدد** جگہ ایک ہی صاحب نظر آتے ہیں ۔ اگر یہ ہے تو اِس پر شبہ ہوتا ہے کہ''مثل''تو شے کا غیر ہوتا ہے ۔ اَمثال کا وجود شے کا وجود نہیں تو اِن اَجسام کا وُجود اِس جسم کا وُجود نہ ٹھہرے گا؟

ارشاد: اَمثال اگر ہوں گے تو جسم کے ۔ (جبکہ) اُن کی روح پاک اِن تمام اَجسام سے متعلق ہو کر تصَرُّف فرمائے گی تو اَز روئے رُوح وحقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے یہ بھی فہمِ ظاہر میں ورنہ''سبع سنابل شریف''میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہٗ الشریف کا وقتِ واحد میں **دس مجلسوں** میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی حضرت نے **وقتِ واحد میں دس جگہ** تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا ہے، یہ کیونکر ہو سکے گا؟ شیخ نے فرمایا:''کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہوگیا، فتح محمد اگر چند جگہ **ایک وقت** میں ہو کیا تعجب ہے!'' (سبع سنابل سنبل ششم ، ص ۱۷۰)

یہ ذکر کر کے فرمایا:''کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں؟ حاشا! بلکہ شیخ بذاتِ خود ہر جگہ موجود تھے ۔ اسرارِ باطن فہمِ ظاہر سے وراہیں (یعنی باطنی راز ظاہری سمجھ سے بالاتر ہیں)، خوض وفکر بے جا ہے ۔''

ہندوستان میں اِسلام کب پھیلا؟

عرض: حضور ہندوستان میں اِسلام حضرت خواجہ غریب نواز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے وقت سے پھیلا؟

ارشاد : حضرت سے کئی سو برس پہلے **اِسلام** آگیا تھا ۔ مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے سترہ حملے ہندوستان پر ہوئے ۔

ایک شعر کا مطلب

عرض : اس شعر کا کیا مطلب ہے

ع اہلِ نظر نے غور سے دیکھا تو یہ کھلا
کعبہ جُھکا ہوا تھا مدینے کے سامنے

ارشاد : شبِ میلاد کعبے نے **سجدہ** کیا اور **جُھکا** مقامِ ابراہیم کی طرف اور کہا: حمد ہے اس کے وجہِ کریم کو جس نے مجھے بتوں سے **پاک** کیا ۔

کیا غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے؟

عرض : غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد : بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث کا کشف

عرض : غوث کے مراقبے سے حالات منکشف (یعنی ظاہر) ہوتے ہیں؟

ارشاد : نہیں! بلکہ اُنہیں ہر حال یوں ہی مثل آئینہ **پیشِ نظر** ہے۔ (اس کے بعد ارشاد فرمایا) ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب ''عبداللہ'' ہوتا ہے اور وزیر دستِ راست (یعنی دائیں طرف کا وزیر) ''عبدالرَّب'' اور وزیر دستِ چپ (یعنی بائیں طرف کا وزیر) ''عبدالملک''۔ اس سلطنت میں وزیر دستِ چپ، وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنتِ دنیا اس لئے کہ یہ سلطنتِ قلب ہے اور دل جانبِ چپ۔ غوثِ اکبر وغوثِ ہر غوث حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے وزیر دستِ چپ تھے اور فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وزیر دستِ راست۔ پھر اُمت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم وعثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی، اس کے بعد امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وامام حَسَن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے پھر مولیٰ علی (کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کو اور امامین محترمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حَسَن عسکری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب اُن کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیِّدُنا غوثِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مستقل غوث، حضور تنہا غوثیتِ کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضور ''غوثِ اعظم'' بھی ہیں اور ''سیِّدُ الافراد'' بھی، حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک سب نائبِ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوگی۔

اَفراد کون ہیں؟

عرض : حضور ''اَفراد'' کون اصحاب ہیں؟

ارشاد : اَجِلَّہ اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالٰی) سے ہوتے ہیں۔ولایت کے دَرَجات ہیں،غوثیت کے بعد فردیت۔

حُضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان

ایک صاحب اَجِلَّہ (یعنی جلیل القدر) اَولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالٰی) سے کسی نے پوچھا: حضرت **خضر** علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا: ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔فرماتے تھے: ''میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نُور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے۔'' ایک صاحب اُسے اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا: ''اُٹھو مشغول بخدا ہو۔'' کہا: ''آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے۔'' میں نے کہا: ''میں مشہور کئے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔'' کہا: ''میں مشہور کردوں گا کہ یہ **حضرت خضر** (علیہ السلام) ہیں۔'' میں نے کہا ''میرے لئے دعا کرو۔'' کہا: ''دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔'' کہا: ''وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ'' **اللہ** تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ (یعنی حصہ) زائد کرے اور کہا: میں اگر غائب ہوجاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا اور فوراً نظر سے غائب ہوگئے حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہوسکے۔وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اِسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خِیرہ کرتا (یعنی آنکھ کو چندھیاتا) ہے۔قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔غیب سے ندا آئی ''اے خضر (علیہ السلام) احتیاط کیجئے۔'' اُس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رُکے یہاں تک کہ رو کے گئے۔ میں نے کہا: ''اٹھ مشغول بخدا ہو۔'' کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: ''تو میں مشہور کئے دیتا ہوں: یہ ولی اللہ ہے۔'' کہا: ''میں مشہور کردوں گی کہ یہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔'' میں نے کہا: ''میرے لئے دعا کرو۔'' کہا: ''دُعا تو آپ کا حق ہے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔'' کہا: ''وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْه **اللہ** تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔'' پھر کہا: ''اگر میں غائب ہوجاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔'' میں نے دیکھا یہ بھی جاتی ہے، کہا: یہ تو بتایئے کیا تُو اُسی مرد کی بی بی ہے۔کہا: ''ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہوگیا تھا اس کی تجہیز وتکفین کا ہمیں حکم ملا تھا۔'' یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہوگئی۔حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' فرمایا: یہ لوگ ''اَفراد'' ہیں۔میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں۔فرمایا: ''ہاں! **شیخ عبدالقادر جیلانی**۔''

غوث کا جانشین

عرض : غوث کے اِنتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامُور ہوتا ہے؟

ارشــــاد : غوث کی جگہ ''اِمامَین'' سے **غوث** کردیا جاتا ہے اور اِمامین کی جگہ **اوتادِ اربعہ** سے اور ''اوتاد'' کی جگہ **بُدَلا** (یعنی ابدالوں) سے ''بُدَلا'' کی جگہ پر **ابدالِ سبعین** سے اوران کی جگہ تین سو ''نُقَبا'' سے۔ پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۂ مومنین سے کردیا جاتا ہے۔ کبھی بلالحاظِ ترتیب کافر کو مسلمان کرکے **بدل** کردیتے ہیں، اُن کا مرتبہ اَبدال سے **زیادہ** ہے۔

پانی کے مسام

عرض : پانی میں مَسام ہیں یا نہیں؟

ارشاد : **نہیں** کہ پانی میں بالطبع خلا بھرنے کی قوت رکھی گئی ہے۔ ضرور ہے کہ جو مسام **فرض** کئے جائیں وہ پانی کہ ان سے اوپر ہے ان کی طرف اُترے گا اور اُنہیں بھرے گا اور مسام ہونے پر فلسفۂ جدیدہ کی یہ **دلیل** کہ شکر ڈالنے سے پانی میں حل ہوجاتی ہے اور اس کا حجم نہیں بڑھتا **مقبول نہیں**۔ جب زیادت قدرِ احساس کو پہنچے گی ضرور حجم بڑھتا ہوا محسوس ہوگا مگر ایک اِستدلال اس پر یہ خیال میں آتا ہے کہ حوض کے کنارے ایک شخص کھڑا ہے، دوسرا غوطے لگائے اور باہر والا شخص باآواز پکارے اگر مسام ہیں تو ضرور سنے گا اور سنتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مسام ہیں بخلاف اس کے ایک کمرہ صرف آئینوں کا فرض کیجئے جس میں کہیں روزن نہ ہو، اس کے اندر کی آواز باہر نہ آئے گی اور باہر کی اندر نہ جائے گی اگرچہ اندر باہر وہ شخص مُتَّصِل (معنی قریب) کھڑے ہوکر ایک دوسرے کو باآواز بلند پکاریں مگر یہ استدلال بھی کافی نہیں آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاصل میں تموُّج (یعنی لہروں کا تلاطم) چاہیئے مسام کی کیا حاجت، ہاں جہاں تموُّج نہ ہو بذریعہ مسام پہنچے گی، آئینے میں نہ تموج نہ مسام لہٰذا نہ پہنچے گی۔ پختہ وخام عمارات میں تموج نہیں منافذ ومسام ہیں ان سے پہنچتی ہے۔ آب وہوا خود اپنے تموج سے پہنچاتے ہیں اور یہ ہی **اصل** ذریعۂ صوت (یعنی آواز پہنچنے کا ذریعہ) ہے۔ ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی سے اَلطف (یعنی زیادہ لطیف) ہے، وہ زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم۔ تالاب میں دو شخص دونوں کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے، دوسرے کو آواز پہنچے گی مگر نہ اتنی کہ ہوا میں۔

قطعۂ تاریخ عطیہ اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ مدظلہ الاقدس

میرے ملفوظ کئے کچھ محفوظ　مصطفٰے مصطفٰے کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اسکا رکھتا ہوں　زُبَر و بیِّنہ میں الملفوظ

۱۳۳۸ھ

تــــــــــمّــــــــــت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

﴿ملفوظات حصہ دوم﴾

دُعاؤں پر بھروسہ

مُؤَلِّف: حُضُور (یعنی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت) بعد نمازِ عَصْر صحن میں تشریف فرما ہیں، مُریدین ومعتقِدین (یعنی عقیدت رکھنے والے) حاضرِ خدمت کہ مولوی رحم الٰہی صاحب (علیہ رحمۃ اللہ الوھّاب) مدرّس دُوُم مدرسہ منظر الاسلام اور طالب علم مولوی نجیبُ الرَّحمٰن ایک کتاب ہمراہ لائے۔ حضور نے دَرْیافت فرمایا: کیا کتاب ہے؟

عَرْض کیا: حضور! ''اَعمالِ تسخیر'' (یعنی کسی جن یا انسان کو قابو کرنے کے عملیات کے بارے) میں ہے، ایک عِبارت کا مطلب دَرْیافت کرنا تھا۔

اِرْشاد: میرے پاس اِن عَملیات کے ذخائر بھرے ہیں لیکن بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی آج تک کبھی اِس طرف خیال بھی نہیں کیا۔ ہمیشہ اُن دُعاؤں پر جو اَحادیث میں اِرشاد ہوئیں عمل کیا۔ میری تو تمام مُشکِلات اِنہیں سے حل ہوتی رہتی ہیں۔

سمندری طُوفان سے نجات مل گئی

(اِسی تذکرے میں فرمایا) دوسری بار جب کعبۂ معظّمہ حاضر ہوا، یکا یک (یعنی اچانک) جانا ہوگیا، اپنا پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا۔ پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجِدَین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہمراہ رِکاب (یعنی ہمراہی میں) تھی۔ اُس وقت مجھے تئیسواں سال تھا۔ واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا، اِس کی تفصیل میں بہت طُول ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لئے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اِضْطِراب (یعنی پریشانی) دیکھ کر اُن کی تسکین (یعنی تسلی) کیلئے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اِطْمینان رکھیں، خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قَسَم میں نے حدیث ہی کے اِطْمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار

ہوتے وقت غرق (یعنی ڈوبنے) سے حفاظت کی دُعا اِرشاد ہوئی ہے۔[1] میں نے وہ دُعا پڑھ لی تھی لہٰذا حدیث کے وعدۂ صادِقہ (یعنی سچے وعدے) پر مطمئن تھا۔ پھر بھی قَسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی:

مَنْ یَّتَاَلَّ عَلَی اللّٰہِ یُکَذِّبُہ جو **اللہ** تعالیٰ پر قسم کھائے، **اللہ** اُس کی قسم کو رد فرما دیتا ہے۔(ت)

(کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، قسم الاقوال،الحدیث ۴۳۵۸۰،ج ۱۵، ص ۳۸۸)

حضرتِ عزّت (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف رُجوع کی اور سرکارِ رِسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے مدد مانگی **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کہ وہ مخالف ہَوا کہ تین دن سے بِشِدَّت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل مَوْقُوف ہوگئی (یعنی رُک گئی) اور جہاز نے نَجات پائی۔

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت کا دُوسرا سفرِ حج

والدہ سے اِجازت کیسے لی؟

(مزید فرمایا کہ) ماں کی محبت! وہ تین شَبانہ روز (یعنی دن رات) کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لَفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ ''حجِ فرض **اللہ** تعالیٰ نے ادا فرما دیا، **اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا!**'' اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی مُمانَعت کے ساتھ حجِ نَفْل جائز نہیں۔ **یوں** خُود اَدا کرنے سے مجبور تھا۔ یہاں سے ننھے میاں ﴿برادر خورد﴾

---

[1]: احادیث مبارکہ میں کشتی میں سوار ہوتے وقت کی دعائیں مختلف الفاظ کے ساتھ مذکور ہیں، ان میں سے دو دعائیں (جو زیادہ معروف ہیں) یہاں لکھی جارہی ہیں، دونوں کی وہی فضیلت ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت نے بیان فرمائی: ﴿1﴾ **بِسْمِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الرَّحْمٰنِ مَجْرٖھَا وَمُرْسَاھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** ترجمہ: اللہ مالک ومہربان کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے (کنز العمال، کتاب السفر، قسم الاقوال، الحدیث، ۱۷۵۳۴،ج ٦، ص ۳۰۳) ﴿2﴾ **بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسَاھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○** ترجمہ: اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے ○ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ، ص ۱۵۵)

(یعنی سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ المنان) اور حامد رضا خاں ﴿خلفِ اکبر﴾ (یعنی سرکارِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے شہزادے) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے لکھنؤ تک اِن لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا لیکن طبیعت میں ایک قسم کا اِنتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اِضطِراب ہوا اور دل وہاں (یعنی حرمین طیبین) کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعدِ مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سیکنڈ کلاس رِزَرْو (Reserve یعنی مخصوص) کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اُس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: ''اِسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے۔'' وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اِس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر (یعنی پہلے) اِطلاع دیتے۔ بیچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر (TicketCollector یعنی ٹکٹ وصول کرنے والا) جو قریب رہتا تھا مل گیا۔ اُس نے کہا: تم گھبراؤ مت! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔ اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ رِزَرْو کر دیا۔

عشا کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہولیا۔ شِکْرَم (یعنی چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آ گئی۔ صرف والدہ ماجدہ سے اِجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مَسْئَلَہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اِجازت نہ دیں گی کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازتِ والدہ حجِ نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا: ''کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔'' پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا کہ: ''خدا حافظ!'' یہ (یعنی والدہ کا یوں بآسانی اجازت دے دینا) اُنہیں دعاؤں کا اثر تھا۔ میں اُلٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ چلتے وقت جس لگن (یعنی برتن) میں میں نے وُضو کیا تھا، والدہ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اُس کے وضو کا پانی ہے۔

بریلی شریف سے بمبئی تک کا سفر

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کیا۔ وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حَسَن میاں ﴿یعنی اعلیٰ حضرت مدظلہٗ کے منجھلے بھائی﴾ تشریف لا رہے ہیں، اِس واسطے کہ ان کا سالِ آئندہ میں ارادہ تھا، میرا کسی کو گمان بھی نہ

تھا، غرض دن کے دن تک سب کو تَذَبْذُب (یعنی اِضطِراب) رہا۔ ادھر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہوگئی کہ آگرہ پر میل نکل گیا اور ہماری گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کاٹ کر کیوں جدا کرلی؟ کہا: ''میل رِزَرْوْ نہ تھا آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا۔'' یہاں تک کہ وہ دن آگیا جس روز حجاج بمبئی کے قَرَنْطِیْنَہ [1] میں داخل ہونے والے تھے اور میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا۔ اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں گے اور میں رہ گیا، اب جانا کیونکر ہوگا؟ یہ دن پنجشنبہ (یعنی جمعرات) کا ہے۔ تار آچکا تھا کہ پنجشنبہ کو بھپارا ہوکر (یعنی جوش دی ہوئی دوا لے کر) لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں۔ گاڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ میں جُمُعَہ کے دن صبح آٹھ بجے پہنچا۔ اسٹیشن پر دیکھا، بمبئی کے اَحباب کا ہجوم ہے، حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لئے موجود ہیں۔

سلام ومُصَافَحَہ کے بعد پہلا لفظ جو انہوں نے کہا یہ تھا: ''شہر کو نہ چلئے سیدھے قَرَنْطِیْنَہ چلئے، ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں۔'' میں شکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالایا اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخلِ قَرَنْطِیْنَہ ہوا۔ یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ ''گئی ہوئی مراد'' عطا فرمائی۔ میں نے واقعہ پوچھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا: عجب ہے اور سخت عجب! ایسا کبھی نہ ہوا تھا، پنجشنبہ کو روزِ موعود (یعنی مقرر دن) پر ڈاکٹر آیا اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا (یعنی جوش دی ہوئی دوا دی) کہ دفعۃً (یعنی اچانک) اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کہا کہ باقی کا بھپارا کل ہوگا، یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے۔

بمبئی سے سوئے عرب روانگی

اب ایک اور دِقّت پیش آئی کہ اُس جہاز کا ٹکٹ بالکل تقسیم ہوچکا تھا جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے۔ بَمَجبوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور وہ بھی تیسرے درجے کا جس کی حِکمت آگے ظاہر ہوگی اور حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ ''سرکار (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم)! مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں، ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیونکر حاضر ہوں گا!'' تلاش کی گئی کہ اِس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں جو اکیلے جانے والے ہوں جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بھیڑی کے ساکن مل گئے جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا، وہ اس

---

[1] : وہ میعاد (مقررہ مدت) جس میں مسافروں یا وَبازدہ علاقے کے بیماروں کو جبراً سب سے علیٰحدہ رکھا جاتا ہے تاکہ مرض پھیلنے نہ پائے

جہاز میں گئے اور میں بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاز میں رہا۔

سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے پہلا ٹکٹ تیسرے دَرَجے کا اسی لئے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے جن کا ٹکٹ تیسرے ہی دَرَجے کا تھا، ان سے تبدیلی میں مالی نقصان نہ ہو۔ بعدِ قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہوکر سوا سو روپے داخل کر کے اوّل درجے کا ٹکٹ تبدیل کرالیا۔

سمتِ قبلہ نکالنے میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت کی مہارت

جب عَدَن[1] کے قریب جہاز پہنچا میں نمازِ عصر پڑھ رہا تھا۔ نماز میں ایک عَرَبی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمتِ قِبْلَہ یہ نہیں ہے۔ میں نے کچھ خیال نہ کیا اِس لئے کہ میں مُؤامَرَہ ہَنْدَ سِیَّہ سے عَدَن و کامران کی سمتِ قِبْلَہ نکال چکا تھا۔ وہ اتنی دیر کہ میں نے نماز پڑھی وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے۔ جب میں فارغ ہوا تو ان سے پوچھا: ''اِس وقت بتائیے سمتِ قبلہ کس طرف ہے اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی؟'' اور حساب لگا کر سمجھایا کہ اس وقت سمتِ قبلہ ہی پر نماز ہوئی جس کو انہوں نے بھی تسلیم کرلیا۔ جب کامران آیا تو قرنطینے میں داخل ہوئے، وہاں دس روز ٹھہرنا ہوا۔ **اللہ** تعالیٰ اُن تُرکی کارکنوں کو جزائے خیر دے! حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دن بیمار رہتے اور یہاں کے آرام کا لُطف اٹھاتے، بمبئی میں کیا مَجال تھی کہ کوئی اس اِحاطہ سے باہر قدم رکھتا۔ احاطہ کے اندر ہر بات کی روک ٹوک تھی۔ ہندو سپاہی قَصْدًا حجاج کو تنگ کرتے تھے۔

مَزارشریف کی حاضری

یہاں میں نے سنا کہ کامران سے کوئی ایک میل فاصلہ پر کسی بُزُرگ کا مزار ہے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا اِرادہ کیا، تُرکی ڈاکٹر سے پوچھا، بُکشادہ پیشانی (خوش دلی سے) اجازت دی اور کہا، آپ کے ساتھ کَے (یعنی کتنے) آدمی ہوں گے؟ میں نے کہا: دس بارہ۔ ان سب کو بھی اجازت دی اور ہم زِیارت سے فارغ ہوکر آئے۔

---

[1] :عرب شریف کے جنوب مغربی کونے میں ایک جزیرہ نما مقام۔

جہاز میں بیانات

جہاز اور کامران میں تقریباً روزانہ میرے بیانات ہوتے جس میں اکثر مَناسِکِ حج کی تعلیم ہوتی اور وہ جو ہمیشہ میرے بیان کا مقصودِ اعظم رہتا ہے یعنی "تعظیمِ شانِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔" ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں تھا، شریکِ وَعظ ہوتا، مسائل سنا کرتا مگر تعظیمِ شانِ اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بَشاشَت (یعنی خوشی) کی جگہ کُدُورَت (کُدُو۔رَت، یعنی ناپسندیدگی) ہوتی، میں سمجھا وہابی ہے۔ دریافت کئے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی کا مرید ہے۔ اس روز میں نے رُوئے سخن (یعنی بات کارُخ) ردِّ وہابیہ وگنگوہی کی طرف پھیرا، جبراً قہراً سنتا رہا مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا، میں نے حمد کی کہ جلسہ پاک ہوا۔

اِستغاثہ کی بَرَکت

اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے۔ کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعۃً رات کو میرے سب ساتھیوں کو دردِ شِکَم (یعنی پیٹ کا درد) واِسْہال (اِس۔ہال، یعنی پیچش) عارض (یعنی لاحق) ہوا، میرے درد تو نہ تھا مگر پانچ بار اِجابت (یعنی رفعِ حاجت) کو مجھے جانا ہوا، دن چڑھ گیا اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا، باہر تُرکی مرد اور اندر عورتوں کو تُرکیہ عورت روزانہ آکر دیکھا کرتے۔ میرے بھائی ننھے میاں سلمہ (یعنی علامہ محمد رضا خان علیہ رحمۃ الحنان) کو اندیشہ ہوا اور عَزْم کرلیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹر سے کہہ دو۔ مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا: اگر بیمار سمجھ کر روک لئے گئے اور حج کا وقت قریب ہے مَعَاذَ اللّٰہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو کیسا خسارہ (یعنی نقصان) ہوگا۔ کہا: "اب ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی آتے ہوں گے اگر انہیں اطلاع ہوئی تو ہمارا نہ کہنا اِخفا (یعنی پوشیدگی) میں نہ ٹھہرے گا؟" میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو! میں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔" مکان سے باہر جنگل میں آیا اور حدیث کی دعائیں پڑھیں اور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اِسْتِمْداد (یعنی مدد طلب) کی کہ دفعۃً سامنے سے حضرت سید شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکار بانسہ شریف کہ اولاد اَمجاد حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تھے اور بمبئی سے ہمارا ان کا ساتھ ہوگیا تھا، سامنے سے تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری فالِ حَسَن (یعنی نیک شگون) تھی۔ میں نے ان سے بھی دُعا کو کہا، انہوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے، اب جو مکان میں جاکر دیکھا بِحَمْدِ اللّٰہ

سب کو ایسا تندرُستی (تَن۔دُرُسْت) پایا کہ گویا مَرَض ہی نہ تھا، درد وغیرہ کیسا! اس کا ضُعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ (یعنی پیدل) چل کر سَمُنْدَر (سَمَن۔دَر) کے کنارے پہنچے۔

غیب سے مدد

جَدہ شریف میں جب جہاز پہنچا حجاج کی بے حد کثرت اور جانے کا صرف ایک راستہ جو دو طرفہ ٹَٹّیوں (ٹَٹ۔ٹِیوں، یعنی بانس یا سرکنڈوں وغیرہ سے بنائی گئی دیواروں) سے بہت دور تک مَحْدُود (یعنی گھرا ہوا)۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو! زَنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی اِنتظار میں گذر گئے کہ ذرا ہُجُوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں لیکن اس وقت سلسلہ مُنْقَطِع (مُن۔قَطِع) (یعنی ختم) نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دوپہر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان! جب بہت دیر ہوگئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خاں نے مجھ سے آ کر کہا: یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟ میں نے کہا: تمہیں جلدی ہے تو جاؤ، میں تاوقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ اب کس کی مجال تھی جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا: ''یَا شَیْخُ مَا لِی اَرَاكَ حَزِیْنًا کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟'' میں نے عرض کیا: ''پریشانی ظاہر ہے، ہمارے ساتھ میں مستورات ہیں اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم، ہمیں پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے۔'' فرمایا: ''اپنے مردوں کا حَلْقَہ (حَلْ۔قَہ) بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔'' غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لئے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ بھر ہمارے شانے (یعنی کندھے) سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

المدد یارسولَ اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)

جَدَّہ پہنچتے ہی مجھے بخار آگیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ محاذاتِ یَلَمْلَم [1] سے

---

[1] یعنی: یَلَمْلَم پہاڑ کے سامنے، پاک و ہندوالوں کے لئے میقات (یعنی احرام باندھنے کا مقام) کو یَلَمْلَم کی محاذات ہے یہ جگہ کامران سے نکل کر سمندر میں آتی ہے۔ (فتاوی رضویه، ج۱۰، ص ۷۳۱)

بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی احرام بندھ چکا تھا۔اس سردی میں رضائی گردن تک اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع ہے، سوجاتا آنکھ کھلتی تو بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی رضائی گردن سے اصلاً (یعنی بالکل) نہ بڑھی ہوتی۔تین روز جدّہ میں رہنا ہوا اور بخار ترقی پر ہے، آج چل کر جدّہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی۔بخار میں کیا حالت ہوگی؟ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی بخار معاً (یعنی فوراً) جاتا رہا اور تیرھویں تک عود نہ کیا (یعنی دوبارہ نہ آیا)۔جب بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی تمام مناسکِ حج سے فارغ ہولئے، تیرہویں تاریخ بخار نے عود کیا۔میں نے کہا: ''اب آیا کیجئے، ہمارا کام ربُّ العزت نے پورا کردیا۔''

لائبریرین کی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت سے عقیدت

بعد فراغِ مناسک، کتب خانۂ حرمِ محترم کی حاضری کا شُغل رہا۔پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظِ کتبِ حرم ایک وجیہ وجمیل عالمِ نبیل مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) تھے۔یہ پہلا دن اُن کی زِیارت کا تھا۔یہ حضرت مثل دیگر اکابرِ مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوصِ تام رکھتے تھے جس کا سبب میرا فتویٰ مسمّٰی بہ ''فَتَاوَی الْحَرَمَین بِرَجف نَدْوَۃِ الْمَین'' تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں ردِّ ندوہ کے لئے اٹھائیس سوال وجواب پر مشتمل جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا اور بذریعہ بعض حجاج خادمانِ دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا اور انہوں نے اپنی گراں بہا (یعنی قیمتی) تقریظات سے اسے مُزَیَّن (یعنی آراستہ) فرمایا اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلماتِ دُعا وثنا کا شرف دیا اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہوکر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکا تھا۔اُس وقت سے مولا عَزَّوَجَلَّ نے اِس ذرہ بے مقدار کی کمال محبت ووقعت اُن جلیل قلوب میں ڈال دی تھی مگر ملاقاتِ ظاہری نہ ہوئی تھی۔حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے نکلوائیں۔حاضرین میں سے کسی نے اِس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبلِ زوال رَمی (یعنی زوال کے وقت سے پہلے جمرات یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا) کیسی؟ مولانا نے فرمایا: ''یہاں کے علماء نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔'' حامد رضا خاں سے اِس بارے میں گفتگو ہورہی تھی۔مجھ سے اِستفسار (یعنی سوال) ہوا، میں نے کہا: ''خلافِ مذہب (یعنی اَحناف کے مؤقف کے خلاف) ہے۔'' مولانا سید صاحب نے ایک مُتَدَاوَل (یعنی مُرَوَّج) کتاب کا نام لیا کہ اُس میں جواز کو ''عَلَیْہِ الْفَتْوٰی'' (یعنی اِسی پر فتویٰ ہے) لکھا ہے۔میں نے کہا: ممکن کہ روایتِ جواز ہو مگر ''عَلَیْہِ الْفَتْوٰی'' ہرگز نہ ہوگا۔وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکلا اور اُسی صورت

سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی یعنی اُس میں ''عَلَیْہِ الْفَتْوٰی'' کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا خاں سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خاں کو بھی نہ جانتے تھے مگر اُس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی لہٰذا اُن سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بیتابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے۔ پھر تو بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی وِدَاد (یعنی الفت ودوستی) نے کامل ترقی کی۔

مسئلۂ علمِ غیب پر دو گھنٹے تک دلائل دئیے

اِس بار سرکارِ حرمِ محترم میں میری حاضری بے اپنے اِرادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اُس کا کچھ بیان اوپر ہو چکا ہے، وہ حکمتِ الٰہیہ یہاں آکر کُھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی، بعض وزرائے ریاست اور دیگر اہلِ ثروت (یعنی اُمرا) بھی ہیں۔ حضرت شریف (یعنی گورنر مکہ) تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علمِ غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اَعلم علمائے مکہ (یعنی مکے کے سب سے بڑے عالم) حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضیِ مکہ ومفتیِ حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدِّث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے صاحبزادے عزیزی مولوی عبدالاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میں نے بعدِ سلام ومصافحہ مسئلہ علمِ غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹے تک اسے آیات واحادیث واقوالِ ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں اُن کا ردّ کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت (یعنی خاموشی) کے ساتھ ہمہ تن گوش (یعنی مکمل متوجہ) ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی، چُپکے اٹھتے ہوئے، قریب الماری رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کے رسالہ ''اِعْلَامُ الْاَذْکِیَاء'' کے اس قول کے متعلق کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ''ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (یعنی وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہ سب کچھ جانتے ہیں)'' لکھا، چند سوال تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھا لائے مجھے دکھایا اور فرمایا: ''تیرا آنا اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکتا۔'' میں حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالایا اور فرُودگاہ (یعنی قیام گاہ) پر واپس آیا۔

علمائے حرم کی فرمائش پر صرف دو دن میں علمِ غیب کے موضوع پر "اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ" تصنیف فرمائی

مولانا سے مقامِ قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا۔ اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نامعلوم، آخر خیال فرمایا کہ ضرور کُتُب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے، بعد نمازِ عصر میں کتب خانے کے زینے (یعنی سیڑھی) پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں، بعد سلام ومصافحہ دفترِ کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور ان کے نوجوان سعید، رشید بھائی سید مصطفیٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اِس وقت یاد نہیں، تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علمِ غیب کے متعلق پانچ سوال تھے ﴿یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریرِ فقیر کے بعد چاک فرما (یعنی پھاڑ) دیا﴾ مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیِّدُنا کے ذریعہ سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ ﴿سیدنا وہاں شریفِ مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے﴾ میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گزارش کی کہ قلم دوات دیجئے۔

حضرت مولانا شیخ کمال ومولانا سید اسمٰعیل ومولانا سید خلیل سب اکابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے کہ تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اس کے لئے قدرے مہلت چاہئے، دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے؟ حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا: "کل سہ شنبہ (یعنی منگل)، پرسوں چہار شنبہ (یعنی بدھ) ہے، اِن دو روز میں ہو کر پنجشنبہ (یعنی جمعرات) کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کردوں۔" میں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِعانت (یعنی مدد) پر بھروسہ کرکے وعدہ کرلیا اور شانِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا، اسی حالتِ تپ (یعنی بخار) میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تَبْیِیض کرتے (یعنی مُسَوَّدے کو صاف اور خوشخط کرکے لکھتے)، اس کا شُہرہ مکہ معظّمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجّہ کیا ہے اور وہ جواب لکھ رہا ہے۔

شیخُ الخطباء کی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت سے عقیدت

میں نے اِس رسالہ میں ''غیوبِ خمسہ'' [1] کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصدِ تکمیل آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں حضرت شیخُ الخطباء، کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر مِرْدَاد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سُننا چاہتا ہوں، میں اسی حالت میں جتنے اَوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسمِ اوّل ختم ہوچکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسمِ دوم لکھی جارہی تھی جس میں وہابیہ کا رَدّ اور اُن کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخُ الخطباء نے اوّل تا آخر سن کر فرمایا: ''اِس میں علمِ خمس کی بحث نہ آئی۔'' میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی، فرمایا: ''میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو، مَیں نے قبول کیا، رخصت ہوتے وقت اُن کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا۔ حضرت موصوف نے باں فضل وکمال و باں کبرِ سال کہ عمر شریف سَتّر برس سے متجاوز تھی، یہ لفظ فرمائے کہ '' اَنَا اُقَبِّلُ اَرْجُلَکُمْ ، اَنَا اُقَبِّلُ نِعَالَکُمْ ''میں تمہارے قدموں کو بوسہ دُوں، میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دُوں۔

یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کہ ایسے اَکابر کے قُلُوب میں اِس بے وقعت کی یہ وقعت! مَیں واپس آیا اور شب ہی میں بحثِ خمس کو بڑھایا۔

جَلِیْلُ الْقَدر مُحَدِّث کا اجازتِ حدیث لینا

اب دوسرا دن چہار شنبہ (یعنی بدھ) کا ہے، صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید عبدالحی ابن مولانا سید عبدالکبیر محدِّث ملکِ مغرب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) (کہ اُس وقت تک اُن کی چالیس کتابیں علومِ حدیثیہ ودینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں) اُن کا خادِم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدے میں آج ہی کا دن باقی ہے اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے، عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی دیں کل میں خود حاضر ہوؤں گا۔ فوراً خادم واپس آیا کہ میں آج ہی مدینہ طیبہ جاتا ہوں، تَبرِیز ہوچکی ہے یعنی قافلے کے اونٹ بیرونِ شہر جمع ہولئے ہیں، ظہر پڑھ کر سوار ہوجاؤں گا۔ اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی۔ وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اِجازتیں فقیر سے طلب فرمائیں اور لکھوائیں

[1] : یعنی (۱) قیامت کب آئے گی؟ (۲) مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا؟ (۳) مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ (۴) کل کیسا ہوگا؟ (۵) فلاں کہاں مرے گا؟ (فتاوٰی رضویہ مخرجہ، ج۲۹، ص۴۷۳)

اور علمی مذاکرات ہوتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی، وہاں زوال ہوتے ہی معاً اذان ہوجاتی ہے، میں اور وہ نماز میں حاضر ہوئے۔ بعدِ نماز وہ عازِمِ مدینہ طیبہ ہوئے اور مَیں فِرُوْدْگاہ (یعنی قیام گاہ) پر آیا۔ آج کے دن کا بڑا حصہ یُوں بالکل خالی گیا اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں اور بعدِ عشاء فضلِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) اور عنایتِ رِسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب کی تکمیل وتبییض سب پوری کرادی۔ " اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃُ بِالْمَادَۃِ الْغَیْبِیَّۃ" (۱۳۲۳ھ) اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ (یعنی جمعرات) کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں پہنچادی گئی۔

مکّۃ المکرّمہ میں " اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃُ " کی پذیرائی

مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشاء کی نماز وہاں شروع وقت پر ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد سے نِصْف شب تک کہ عَرَبی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں[1] شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی اور عَلَی الْاِعْلان فرمایا: ''اِس شخص نے وہ عِلْم ظاہر کیا جس کے اَنوار چمک اٹھے اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔'' حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے؛ ایک احمد فلکیہ کہلاتا، دوسرا عبدالرحمٰن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمۂ کتاب کی آمد ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف ذی علم ہیں مسئلہ اُن پر مُنکشف ہوجائے گا لہٰذا چاہا کہ سننے نہ دیں، بحث میں اُلجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا، حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جواب دیا۔ آگے بڑھے، انہوں نے پھر ایک مُہْمَل اعتراض کیا، حضرت مولانا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جواب دیا اور فرمایا: ''کتاب سن لیجئے پوری کتاب سننے سے پہلے اِعتراض بے قاعدہ ہے، ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب ہی میں آئے اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمّہ دار ہوں اور مجھ سے نہ ہوسکا تو مصنّف موجود ہے۔'' یہ فرما کر آگے پڑھنا شروع کیا، کچھ دُور پہنچے تھے، اُنہیں اُلجھانا مقصود تھا پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا کہ یَا سَیِّدَنَا! حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں اور یہ جا بجا بے جا اُلجھتے ہیں، حکم ہو تو ان

---

[1]: گھڑیاں دو طرح کی ہوتی ہیں (۱) زَوالی، (۲) غُروبی۔ زَوالی گھڑی کا نظام الاوقات دن کے 12 بجے سے رات 12 بجے تک ہے اور غُروبی گھڑیوں میں غُروبِ آفتاب کے وقت 12 بجتے ہیں اور نصف شب 6 بجے ہوتی ہے۔ حرمین طیبین میں آج بھی بعض مقامات پر دکھائی دیتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت غالبًا انہی گھڑیوں کے حساب سے نصف شب کا وقت بیان فرما رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کے اعتراضوں کا جواب دُوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں؟ شریف نے فرمایا: ''اِقْرَاء'' آپ پڑھیے! اب اُن کی ''ہاں'' کو کون ''نا'' کرسکتا تھا، معترضوں (یعنی اعتراض کرنے والوں) کا مُنہ مارا گیا اور مولانا کتاب سناتے رہے۔

اس کے دلائلِ قاہرہ سن کر مولانا شریف نے بآوازِ بلند فرمایا: ''اَللّٰہُ یُعْطِی وَھٰؤُلَآءِ یَمْنَعُوْنَ یعنی **اللہ** تعالیٰ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔'' یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی، اب دربار برخاست ہونے کا وقت آ گیا۔ شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا: یہاں نشانی رکھ دو، کتاب بغل میں لے کر بالاخانے (یعنی چھت) پر آرام کے لئے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک اُنہیں کے پاس ہے۔

لوہے ٹھنڈے ہوگئے

اصل سے متعدّد نقلیں مکہ معظّمہ کے علماءِ کرام (علیہ رحمۃ اللہ السلام) نے لیں اور تمام مکہ معظّمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا، وہابیہ پر اوس پڑ گئی۔ بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی سب لوہے ٹھنڈے ہوگئے۔ گلی کوچہ میں مکہ معظّمہ کے لڑکے ان سے تَمَسْخُر کرتے (یعنی مذاق اُڑاتے) کہ اب کچھ نہیں کہتے، اب وہ جوش کیا ہوئے، اب وہ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عُلُومِ غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا؟ تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے: ''اِس شخص نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔''

''اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّة'' پر علمائے حرم کی تقاریظ اور انہیں ضائع کرنے کے لئے بد مذہبوں کی سازش

مولا عَزَّوَجَلَّ کا فضل، حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم کہ علماءِ کرام نے کتاب پر دُھوم دھامی تقریظیں لکھنی شروع کیں۔ وہابیہ کا دل جلتا اور بس نہ چلتا، آخر اِس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تَلَف کر دی جائیں۔ ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ ابوالخیر مِرْ دَاد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھا چاہتے ہیں، کتاب ہمیں منگوا دیجئے۔ وہ سیدھے مقدّس بُزُرگ اُن کے فریبوں کو کیا جانیں! اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مِرداد کو میرے پاس بھیجا، یہ صاحب مسجدِ حرام کے امام ہیں اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبداللہ مرداد کا لینے کو آنا مجھے شبہہ کی کوئی وجہ نہ ہوتی مگر مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت میں اُس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔

حضرت مولانا اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جَنّاتِ عالیہ میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں نہایت ترشی اور جلالِ سیادت سے فرمایا: ''کتاب ہرگز نہ دی جائے گی، جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو۔'' میں نے گزارش بھی کی کہ ''حضرت مولانا ابوالخیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) منگاتے ہیں اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں اور ان کا جو تعلق فقیر سے ہے آپ کو معلوم ہے۔'' فرمایا: ''جو لوگ وہاں جمع ہیں اُن کو میں جانتا ہوں وہ منافقین ہیں، مولانا ابوالخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے۔'' یوں اس عالمِ نبیل سید جلیل کی برکت نے کتاب بِحَمۡدِ اللّٰہِ تَعَالٰی محفوظ رکھی وَلِلّٰہِ الۡحَمۡد

تُرک فوجی افسر کے ہاتھوں وہابیہ کی ذلت ورسوائی

جب وہابیہ کا یہ مکر بھی نہ چلا اور مولانا شریف کے یہاں سے بِحَمۡدِہٖ تَعَالٰی اُن کا منہ کالا ہوا، ایک ناخواندہ (یعنی اَن پڑھ) جاہل کہ نائبُ الحرم کہلاتا ﴿اُسے کسی طرح اپنے﴾ موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانہ میں گورنرِ مکہ معظّمہ تھے۔ آدمی ناخواندہ مگر دیندار، ہر روز بعدِ عصر طواف کرتے، (وہابیوں نے) خیال کیا کہ شریف ذی علم تھے کتاب سن کر معتقد ہوگئے، یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بھڑک جائے گا۔ ایک روز یہ (یعنی احمد راتب پاشا) طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائبُ الحرم نے اُن سے گزارش کی: ''ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیئے ہیں اور اب اہلِ مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے'' اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیونکر جمے گی کہ ایک ہندی مکّیوں کے عقیدے بگاڑ دے لہٰذا مجبوراً اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا کہ ''اور اکابر علماءِ مکہ مثل شیخ العلماء سید محمد سعید بابصیل و مولانا شیخ صالح کمال و مولانا ابوالخیر مِرداد؛ اُس کے ساتھ ہوگئے ہیں۔'' مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہ واقعی بات جو اُس نے مجبورانہ کہی اُس پر اُلٹی پڑی۔ پاشا نے بکمالِ غضب ایک چپت اُس کی گردن پر جمائی اور کہا: ''یَا خَبِیۡثُ ابۡنَ الۡخَبِیۡثِ یَا کَلۡبُ ابۡنَ الۡکَلۡبِ اِذَا کَانَ ھٰؤُلَاءِ مَعَہٗ فَھُوَ یُفۡسِدُ اَمۡ یُصۡلِحُ (یعنی) اے خبیث ابنِ خبیث اے کلب ابن کلب (اے کتے کے بچے) جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا۔''

اُس روز سے مولانا سید اسمٰعیل وغیرہ اسے ''نَاھِبُ الۡحَرَمِ (یعنی حرم کا لُٹیرا)'' کہتے اور احمد فلگیہ کو احمق سَفِیہ (یعنی انتہائی جاہل و بیوقوف) اور ایک اور مخالف کو مفصوم (یعنی کتا پھٹا ہوا)۔ مولانا شریف کا دربار مُہذّب دربار تھا وہاں وہابیہ کو مُہذّب ذِلّت پہنچی، یہ ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا، اسی طریقے کی ذلّت پائی۔

حُسام الحرمین پر علمائے حرم کی تقریظیں

''دولتِ مکیہ'' کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی حُسَامُ الْحَرَمَیْن [1] کی کارروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالیشان تقریظات اس پر لکھیں، آپ حضرات کے پیشِ نظر ہیں۔ ابتدا ہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کے پاس تقریظ کو گیا تھا، اُدھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائدِ ضالہ (یعنی گمراہی کن عقائد) اوراس کی کتاب ''براہینِ قاطعہ'' کا بھی ذکر کر دیا تھا۔

خلیل انبیٹھی کا راہِ فرار اختیار کرنا

انبیٹھی کو خبر ہوئی، مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا: کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا: ہاں! مولانا نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس! تو نے براہینِ قاطعہ میں وہ شَنِیع (یعنی بری) باتیں کیسے لکھیں میں تو تجھے زِندِیق (یعنی بے دین وکافر) لکھ چکا ہوں۔'' ﴿اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کتاب ''تَقْدِیْسُ الْوَکِیْل عَنْ تَوْھِیْنِ الرَّشِیْدِ وَالْخَلِیْل'' لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انبیٹھی اور ان کے استاد گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے﴾

انبیٹھی نے کہا: ''حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں اِفْتِرا (یعنی بہتان) ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں۔'' فرمایا: تمہاری کتاب براہینِ قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ انبیٹھی نے کہا: حضرت! کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کسی مُتَرْجِم کو بلائیں اور براہینِ قاطعہ انبیٹھی کو دکھا کر ان کلمات

---

[1]: علمِ کلام کی مشہور کتاب ''اَلْمُعْتَقَدُ الْمُنْتَقَد'' پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تحریر کردہ حاشیہ مبارکہ ''اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَد'' کا وہ حصہ جس میں آپ نے چند بدمذہبوں کی کفریہ عبارات ونظریات ذکر کر کے اس پر حکمِ شرعی بیان فرمایا تھا، جب مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کے اکابر علمائے اسلام کے سامنے تصدیق کے لئے پیش کیا گیا تو اُن حضرات نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ ''مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِھِمْ وَعَذَابِھِمْ فَقَدْ کَفَرَ'' یعنی جو ان لوگوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں ۳۳ جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں اور واشگاف الفاظ میں تحریر کیا کہ ''مرزا قادیانی کے ساتھ ساتھ افرادِ مذکورہ بلا شک وشبہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں'' اور سرکارِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت کو حمایتِ دین کے سلسلے میں بلا خوفِ لَوْمَۃِ لَائِم اِحْقاقِ حق واِبْطالِ باطل پر بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔ علمائے حرمین طیّبین کے یہ فتوے اور تقریظات ''حُسَامُ الْحَرَمَیْنِ عَلٰی مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن'' کے نام سے ۱۳۲۴ھ میں شائع کر دیئے گئے۔

کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جدّہ کو فرار ہو گئے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے حضرت مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا اور انہوں نے بِعَینہٖ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا۔ وہ اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔[1] صبح کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فقیر کے پاس تشریف لائے

---

[1]: انبیٹھی کے بارے میں مولانا صالح کمال کا ایک نامی نامہ

صاحب الفضيلة والاخلاق والمحبة الجميلةحضرة السيد اسمٰعيل افندى حافظ الكتب حضر عندنا قبل تاريخة رجل من اهل الهنـد يقال له خليل احمد مع بعض علماء الهند المجاورين بمكة يستعطف خاطرنا عليه لانه قد بلغه انى شديد الغيظ عليه وانا لا اعـرفـه شـخـصـا فـقـال يـاسيدى بلغني انكم واجدون عليّ و ذلک بسبب انى ذكر ت ما وقع منه في البراهين القاطعة لدى حـضـرت الاميـر حـفـظـه الله فقلت له لعلّک خليل احمد الانبيتهى فقال نعم فقلت له و يحک كيف تقول في البراهين قاطعه تـلـک الـمـقـالات الشـنـيـعة وتـجـوز الكذب على الله جل جلاله كيف لا اغتاظ عليک ولقد كتبت عليها بانک رجل زنديق وكيف تـعتذر و تنكر و هى قد طبعت و شاعت عنک وقال يا سيدى هى لى ولكن ليس فيها تجويز الكذب على الله ولان كان فيها فانا تائب وراجع عمافيها مما يخالف اهل السنة والجماعة فقلت له ان الله يحب التائبين والبراهين موجودة وساخرج لک مـنـهـا هـذا الـذى انـكـرته وتجارته به على الله جل شانه فصار ينتصل ويعتذر و يقول ان كان فهو مكذوب عليّ و انا رجل مسلم مـوحـد مـن اهل السنة والجماعة ما قلت فيها هذا ولا غيره مما يخالف مذهب اهل السنة والجماعة فتعجبت منه كيف ينكرما هـو مطبوع فى رسالته البراهين القاطعة المطبوعة بلسان الهند وظهر لى انه انما قال ذالک تقية كانهم مثل الرافضة يرون التقية واجبة و اردت ان احـضـرهـا واحـضـر من يفهم ذالک اللسان لاقرره وما فيها واستتيبه لكنه فى ثانى يوم من مجيئه عندنا هرب الى جدة ولاحول ولا قوة الا بالله احببنا اعلامكم بذلک ودمتم! محمد صالح كمال ٢٨ ذى الحجه ١٣٢٣ھ

ترجمہ خط: بزرگی اور اخلاق اور محبتِ جمیلہ والے حضرت سید اسمٰعیل آفندی حافظ الکتب! آیا ہمارے پاس آج سے پہلے ایک شخص ہندی جس کو خلیل احمد کہا جاتا ہے ہمراہی میں بعض علمائے ہند کی جو مکہ میں مجاور ہیں مہربان کرنا چاہتا تھا ہمارے دل کو اپنے اوپر اس لیے کہ اسے خبر پہنچی کہ میں سخت ناراض ہوں اس پر، پس کہا: اے میرے سردار مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ مجھ پر ناراض ہیں۔ یہ آنا اس کا اس سبب سے تھا کہ جو کچھ اس سے براہینِ قاطعہ میں واقع ہوا تھا اس کو میں نے حضرت امیر حَفِظَہُ اللّٰہ سے ذکر کر دیا تھا۔ پس میں نے اس سے کہا: شاید تو خلیل احمد انبیٹھی ہے۔ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: تجھ پر افسوس ہے! تو کیوں کر کہتا ہے براہینِ قاطعہ میں یہ گندی باتیں اور جائز رکھتا ہے تو کذب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر، کیوں کر نہ ناراض ہوں میں تجھ پر اور البتہ تحقیق لکھ چکا ہوں میں تجھ کو ان کے برابر زندیق اور کس طرح عذر کرتا ہے اور انکار کرتا ہے حالانکہ براہینِ قاطعہ چھپ کر تیری جانب سے شائع ہو چکی ہے۔ پس کہا: اے سردار وہ کتاب تو میری ہے مگر اس میں اِمکانِ کذب کا مسئلہ نہیں ہے اور اگر ہے اس میں تو میں توبہ کرتا ہوں اور اس میں جو کچھ مخالفت مذہبِ اہلسنت وجماعت ہے اس سے رجوع کرتا ہوں۔ پس میں نے کہا: بے شک **اللّٰہ** توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور براہین میرے پاس موجود ہے ابھی نکالتا ہوں وہ کہ جس کا تُو نے انکار کیا ہے اور جرأت کی تُو نے **اللّٰہ** جَلَّ شَانُہٗ پر تو عذر وخوشامد کرنے لگا اور بولا اگر وہ براہینِ قاطعہ میں ہے تو مجھ پر اِفْتِرا ہے اور میں مسلمان مُوَحِّد سنی ہوں، میں نے نہ اس میں یہ کہا نہ کچھ اور جو مخالفت مذہبِ اہلِ سُنّت ہے۔ مجھے تعجب ہوا کیوں کر انکار کرتا ہے اس بات کا، جو چھاپی جا چکی اس کے رسالہ براہینِ قاطعہ میں کہ زبانِ ہندی میں طبع ہوئی اور مجھ پر کھل گیا کہ وہ یہ باتیں تقیہ سے کہتا ہے گو یا وہ مثل روافض کے ہے جو تقیہ کو واجب جانتے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ براہینِ قاطعہ لاؤں اور اس شخص کو بلاؤں جو اس زبان کو سمجھتا ہے تا کہ اس سے اقرار لوں اس کا جو کچھ کہ براہینِ قاطعہ میں ہے اور توبہ لوں لیکن وہ ہمارے پاس آنے کے دوسرے دن جدہ کو بھاگ گیا "وَلَاحول ولاقوّۃ الا باللّٰہ" ہم نے دوست رکھا خبر دار کرنا اس واقعہ پر آپ کو اور آپ ہمیشہ رہیں۔

محمد صالح کمال ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

اور خود یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا: ''میں نے سنا کہ وہ رات ہی میں بھاگ گیا۔'' میں نے کہا: ''مولانا! آپ نے بھگادیا۔'' فرمایا: ''میں نے!'' میں نے کہا: ''ہاں! آپ نے۔'' فرمایا: ''یہ کیونکر؟'' میں نے عرض کیا: ''جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی ؟ آپ نے کیا فرمایا؟'' فرمایا: ''میں نے کہا ہوتی ہے۔'' میں نے کہا: ''اِسی نے اُسے بھگایا، آپ کو یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرے اس کی توبہ قبول نہیں۔'' فرمایا: ''واللہ! یہ مجھ سے رہ گئی۔'' میں نے کہا: ''تو آپ ہی نے بھگایا۔''

علمائے حرم کی طرف سے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت کی دعوتیں

زمانۂ قیام میں عُلَماءِ عُظَماءِ مکّۂ معظّمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا، مذاکراتِ عِلْمِیّہ رہتے۔ شیخ عبدالقادر کُردی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے شاگرد تھے۔ مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں اُن کا مکان تھا انہوں نے تَقَرُّرِ دعوت (یعنی دعوت رکھنے) سے پہلے باصرارِ تام (مکمل اصرار سے) پوچھا کہ تجھے کیا چیز مَرغُوب (یعنی پسند) ہے؟ ہر چند عذر کیا، نہ مانا، آخر گزارش کی کہ ''اَلْحُلُوُّ الْبَارِد'' شیریں سرد۔ اُن کے یہاں دعوت میں اَنواعِ اَطْعِمَہ (یعنی طرح طرح کے کھانے) جیسے اور جگہ ہوتے تھے، ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اِس ''اَلْحُلُوُّ الْبَارِد'' کی پوری مِصْداق تھی، نہایت شیریں وسرد اور خوش ذائقہ! ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے؟ کہا: ''رَضِیُ الْوَالِدَیْن'' اور وجہِ تسمیہ (یعنی نام کی وجہ) یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں۔

علمائے حرم کی تشریف آوری

فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔ مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر اِلٰہ آبادی اور کتب خانے میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فِرُودگاہِ فقیر (یعنی قیام گاہ) پر تشریف لایا کرتے، صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صَرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں اور مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) التزاماً روزانہ تشریف لاتے خصوصاً ایامِ علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سَلْخِ محرم (یعنی محرم کے آخری دنوں) تک مسلسل رہی،

دن میں دو بار بھی تشریف لاتے اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا۔ آخر محرم میں کہ طبیعت بہت رُوبہ صحت ہوگئی تھی، ایک ضرورت کے سبب دو روز تشریف لانا نہ ہوا۔ اُن دو روز میں میرا اُن کی طرف اشتیاق میں ہی جانتا ہوں۔ میں نے اُن سید جلیل کو ایک پرچے پر یہ تین شعر لکھ کر بھیجے۔[1]

هٰذَانِ يَوْمَانِ مَا فُزْنَا بِطَلْعَتِكُمْ وَلَوْ قَدَرْنَا جَعَلْنَا رَأْسَنَا قَدَمَا

قَالُوا لِقَاءُ خَلِيْلٍ لِلْعَلِيْلِ شِفًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ تَبْرُوا لَنَا سَقَمَا

عَوَّدْتُمُوْنَا طُلُوْعَ الشَّمْسِ كُلَّ ضُحًى وَهَلْ سَمِعْتُمْ كَرِيْمًا يَقْطَعُ الْكَرَمَا

اِس رقعہ کو دیکھ کر سیِّد موصوف کی جو کیفیت ہوئی حاملِ رقعہ نے دیکھی، فوراً اس کے ساتھ ہی تشریف لے آئے اور پھر روزِ رخصت تک کوئی دن خالی جانا مجھے یاد نہیں۔

مولانا عبدالحق الٰہ آبادی علیہ رحمۃُ اللہِ الھادِی سے ملاقات

حضرت مولانا عبدالحق الٰہ آبادی (علیہ رحمۃُ اللہِ الھادِی) کو چالیس سال سے زائد مکہ معظّمہ میں گزرے تھے، کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے۔ قیام گاہِ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃُ اللہِ الجلیل) وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خَرقِ عادت ہے۔ مولانا کا دَم (یعنی وجود) بَسا (یعنی بہت) غنیمت تھا، ہندی تھے مگر ان کے انوار مکّہ میں چمک رہے تھے، اِلتزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃُ اللہِ الجلیل) فرماتے تھے کہ ایک سال زمانۂ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب (علیہ رحمۃُ اللہِ الوھّاب) بہت علیل اور صاحبِ فراش تھے، نویں تاریخ اپنے تَلامِذَہ سے کہا: ''مجھے حرم شریف میں لے چلو!'' کئی آدمی اٹھا کر لائے کعبہ معظّمہ کے سامنے بٹھایا، زَمزَم شریف منگا کر پیا اور دعا کی کہ ''الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) حج سے محروم نہ رکھ۔'' اُسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اور حج ادا کیا۔

---

[1] **ترجمۂ اشعار:** (۱) یہ دو دن ہیں کہ ہمیں دیدار نہ ملا اور ہم میں طاقت ہوتی تو سر سے آتے۔ (۲) لوگ کہتے ہیں: لِقائے خلیل شِفائے علیل ہے یعنی دوست کا آنا مرض کا جانا ہے۔ کیا آپ ہمارے مرض کی شفا نہیں چاہتے؟ (۳) آپ نے ہمیں عادی کر دیا کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے اور آپ نے کسی کریم کو سنا ہے کہ کرم قطع کرے۔ ۱۲

مفتئ حَنَفِیّہ سے ملاقات

مکہ معظّمہ میں بنام ''عِلم'' کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں سوا شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتیِ حنفیہ تھے اور وہاں مفتیِ حنفیہ کا منصب شریف سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے، اپنے منصب کی جلالتِ قدر (یعنی عظیم الشان ہونے) نے انہیں فقیر غریبُ الوطن کے پاس آنے سے روکا۔ اپنے ایک شاگردِ خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتیِ حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زِیارت کا بہت مُشتاق ہوں۔ مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہِ الجلیل) اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے چاہا کہ حاضری کا وعدہ کروں مگر اللّٰہُ اَعلَم (عَزَّوَجَلَّ) حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم نے ان اَکابر کے دل میں اِس ذرۂ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی، فوراً روکا اور فرمایا: ''واللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) یہ نہ ہوگا، تمام علما ملنے آئے ہیں وہ کیوں نہیں آتے!'' میں ان کی قَسم کے سبب مجبور رہا مگر تقدیرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں ان سے ملنا تھا اور نئی شان سے تھا۔ اس کا ذریعہ یہ ہوا کہ انہیں دنوں میں مولانا عبداللہ مِرداد و مولانا حامد احمد محمد جدّاوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفتاء کیا تھا جس میں بارہ سوال تھے اور میں نے بکمالِ اِستِعجال (یعنی انتہائی جلدی میں) اس کے جواب میں رسالہ ''کِفلُ الفَقیِہ الفَاھِمِ فِی اَحکامِ قِرطَاسِ الدَّرَاھِم''[1] تصنیف کیا تھا، وہ تبییض کے لیے حرم شریف کے کتب خانے میں سید مصطفٰے برادر خورد مولانا سید اسمٰعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں۔ زمانۂ سابق میں جب میرے استاذ الاستاذ حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفتیِ حنفیہ تھے، اُن سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا اور جواب تحریر فرمایا تھا کہ ''علم علما کی گردنوں میں امانت ہے مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔'' ایک دن میں کتب خانہ میں جاتا اور ایک شان دار صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا رسالہ ''کِفلُ الفَقِیہ'' مطالعہ کر رہے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچے، جہاں میں نے ''فتح القدیر'' سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیہ کو بیچے جائز ہے مکروہ نہیں۔ (فتح القدیر، کتاب الکفالۃ، ج٦، ص٣٢٤) پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے: ''اَینَ جمالُ بُنُ عَبدِ اللّٰہ مِن ھذا النَّصِّ الصَّریح! حضرت جمال بن عبداللہ اس نصِ صریح سے کہاں غافل رہے!''

پھر کوئی مسئلہ دیکھنا تھا اس کے لئے کتابیں نکلوائیں، ان کی عبارتیں نکال کر نقل کرنا چاہتے تھے اور میں رسالے کی

---

[1]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِ العزت کا کرنسی نوٹوں کے بارے میں تحقیقی رسالہ جس کی شہرت عرب وعجم میں ہے۔ المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے تخریج وتسہیل کے بعد ''کرنسی نوٹ کے احکام'' کے نام سے مکتبۃ المدینہ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

نَقْل کی تَصْحِیح (تَص ۔حِیح) کررہا تھا۔اس وقت تک نہ انہوں نے مجھے جانا ہے نہ میں نے ان کو، اتنے میں انہوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی جسے نہ دیکھ رہے تھے نہ اس سے کچھ نَقْل کررہے تھے، میں نے ان پر نہ اعتراض کیا بلکہ کتاب کی تعظیم کے لئے اتار کر نیچے رکھ دی، انہوں نے پھر اٹھا کر کتاب پر رکھ دی اور کہا ''بَحرُ الرَّائِق کتَابُ الْکَرَاھِیَة'' میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔میں نے ان سے یہ تو نہ کہا کہ ''بَحرُ الرَّائِق'' کتَابُ الْکَرَاھِیَة تک کب پہنچی وہ ''کتَابُ الْقَضَاء'' میں ہی ختم ہوگئی ہے، ہاں یہ کہا کہ ایسا نہیں بلکہ ممانعت کی تَصْرِیح فرمائی ہے مگر لکھتے وقت بضرورت مثلاً وَرَق ہوا سے اُڑیں نہیں۔کہا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں میں نے کہا: ابھی لکھتے تو نہیں ہو، وہ خاموش ہورہے اور حضرت سید اسمٰعیل سے مجھے پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ یہ ہی اس رسالے کا مُصَنِّف ہے، اب ملے مگر خَجلت (یعنی شرمندگی) کے ساتھ اور عُجلت کے ساتھ (یعنی جلدی سے) اٹھ گئے۔حضرت سید اسمٰعیل نے فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰه ! یہ کیسا واقعہ ہوا۔''

آبِ زم زم سے علاج

یہ چہارُم صفر ۱۳۲۴ھ تھی اس سے پہلے محرم شریف میں شدید ومَدِید (یعنی انتہائی سخت اور طویل) دورہ بخار کا رہ چکا تھا۔دوبارہ مُسْہِل ہوئے، ایک بار ایک ہندی کی رائے سے اور نفع نہ ہوا۔دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک نمک دیا کہ آبِ زمزم شریف میں ملا کر پی لو اور پیاس بے پیاس زمزم شریف کی کثرت کرو۔اس سے بِحَمْدِاللّٰہ تعالٰی بہت نفع ہوا اور انہوں نے دوا وہ بتائی جو مجھے بالطبع محبوب ومرغوب تھی یعنی زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے، میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو با آنکہ (یعنی اس وجہ سے کہ) مزاج گرم ہے فوراً زکام ہوجاتا ہے۔میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کردیا تھا، جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کرکے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کی سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتا ہوں اس سے تسکین ہوتی (یعنی سکون ملتا) ہے مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں، تازہ باسی بکثرت پیا اور نفع ہی کیا۔زَورقیں (یعنی پانی بھرنے کے ڈنڈی دار برتن) ہر وقت بھری رکھی رہتی تھیں، بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی۔کلی

کر کے زمزم شریف پی لیا۔ وضو سے پہلے پیتا، وضو کے بعد پیتا بارہ بارہ زور قیں ایک دن رات میں صِرف میرے صَرف (یعنی استعمال) میں آتیں، پونے تین مہینے کے قیامِ مکہ معظّمہ میں میں نے حساب کیا تو تقریباً چار مَن زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔

حضرت مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) کو **اللہ** تعالیٰ جناتِ عالیہ نصیب فرمائے، میری واپسیِ حج کے چند سال بعد ۱۳۲۸ھ میں مجھ سے ملنے آئے ہیں اور میرے شوقِ زمزم کا ذکر ہوا، فرمایا تھا ''کہ ہر مہینے اتنے طنک یعنی پیپے بھیج دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صَرف کو کافی ہوں۔'' مگر یہاں سے جاتے ہی انہیں سفرِ بابِ عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیتِ الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً

عُلَماءِ حَرَم کا عِیَادت کے لئے آنا

محرم شریف مجھے تقریباً بخار ہی میں گزرا، اُسی حالت میں علمائے کرام کو اِجازات لکھی جاتیں اور اِسی حالت میں ''کِفلُ الْفَقِیْه'' تصنیف ہوا۔ وہاں پلنگ کا بھی رواج نہیں بالا خانوں (یعنی گھر کی اُوپری منزلوں میں) میں زمین پر فرش ہیں اس پر سوتے ہیں مگر حضرت سید اسمٰعیل وحضرت مولانا شیخ صالح کمال رحمہما اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک عمدہ پلنگ منگوا دیا تھا۔ ایامِ مرض میں مَیں اسی پر ہوتا اور علماء عظماء عیادت کو آتے اور فرش پر تشریف رکھتے میں اِس سے نادِم ہوتا، ہر چند چاہتا کہ نیچے اُتروں مگر قَسموں سے مجبور فرماتے۔

سفرِ مدینہ کی تیاری

اِمْتِدَادِ مرض (یعنی بیماری کے طویل ہوجانے) میں مجھے زیادہ فکر حاضریٔ سرکارِ اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی تھی۔ جب بخار کو اِمتداد دیکھا، میں نے اُسی حالت میں قصدِ حاضری کِیا، یہ عُلَما (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) مانع ہوئے (یعنی روکنے لگے)۔ اوّل تو یہ فرمایا ''کہ حالت تو تمہاری یہ ہے اور سفر طویل!'' میں نے عرض کی: ''اگر سچ پوچھئے تو حاضری کا اصل مقصود زیارتِ طیبہ ہے، دونوں بار اسی نیت سے گھر سے چلا، مَعَاذَ اللّٰه اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لطف نہیں۔'' انہوں نے پھر اِصرار اور میری حالت

کا اِشعار کیا (یعنی میری حالت یاد دلائی)۔ میں نے حدیث پڑھی:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

(کشف الخفاء، الحدیث ۲۴۵۸، ج ۲، ص ۲۱۸)

فرمایا: ''تم ایک بار تو زیارت کر چکے ہو۔'' میں نے کہا: ''میرے نزدیک حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ عمر میں کتنے ہی حج کرے زیارت ایک بار کافی ہے بلکہ ہر حج کے ساتھ زیارت ضرور ہے، اب آپ دعا فرمائیے کہ میں سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) تک پہنچ لوں۔ روضۂ اقدس پر ایک نگاہ پڑ جائے اگرچہ اسی وقت دَم نکل جائے۔''

حضرت مولانا شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اجازتیں لینا اور مسائل دریافت کرنا

حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو **اللہ** تعالیٰ جنّاتِ عالیہ عطا فرمائے باں (یعنی باوجود اس) فضل و کمال کہ میرے نزدیک مکہ معظّمہ میں اُن کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا، اِس فقیر حقیر کے ساتھ غایت اِعزاز بلکہ اَدب کا برتاؤ رکھتے، بار بار کے اِصرار کے ساتھ مجھ سے اِجازت نامہ لکھوایا، جسے میں نے ادباً کئی روز ٹالا، جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ تین تین پہر میری ان کی مُجالَسَت (یعنی بیٹھک) ہوتی اور اس میں سوا ''مذاکراتِ علمیہ'' کے کچھ نہ ہوتا۔ جس زمانے میں قاضیِ مکہ معظّمہ رہے تھے اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے، حقیر جو بیان کرتا اگر ان کے فیصلے کے موافق ہوتا بشاشت وخوشی کا اثر چہرہ مبارک پر ظاہر ہوتا اور مخالف ہوتا تو مَلال وکبیدگی اور یہ سمجھتے کہ مجھ سے حکم میں لَغزِش ہوئی۔ مجھے بھی ان دونوں صاحبوں کے کرم کے سبب ان سے کمال بے تَکَلُّفی! ہر قسم کی بات گذارش کر دیتا۔ ایک بار کہا: ''مؤذِنوں نے یہ جواذان واقامت وتکبیراتِ انتقال میں نغمات ایجاد کیے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں فرماتے؟ ''فتح القدیر'' میں مبلّغ (یعنی مکبّر) کے نغموں کو مفسدِ نماز لکھا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۳۲۲) اور یہ کہ اس کی تکبیرات پر جو مُقتدِی رُکوع وسُجود وغیرہ افعالِ نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔'' فرمایا: ''حکم یہی ہے مگر اُن پر علما کا بس نہیں (چلتا)، یہ جانبِ سلطنت سے ہیں۔''

خطیب کی اِصلاح

ایک جُمُعہ میں مَیں خطیب کے قریب تھا، اس نے خطبے میں پڑھا:

وَارْضِ عَنْ اَعْمَامِ نَبِیّكَ الْاَطَائِبِ حَمْزَةَ وَالْعَباسِ وَ اَبِی طَالِبٍ (اور اپنے نبی کے پاک چچا ''حمزہ، عباس اور ابو طالب'' سے راضی ہو۔ت)

یہ بدعت[1] تازہ ایجاد ہوئی، پہلی بار کی حاضری میں نہ تھی اور یہ بداھۃً جانبِ حکومت سے تھی۔ اسے سنتے ہی فوراً میری زبان سے بآوازِ بلند نکلا:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مُنْکَر (الٰہی! یہ بُرا ہے۔ت)

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (تم میں جو کوئی برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ت)

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر......الخ، الحدیث ٤٩، ص ٤٤)

فقیر بتوفیقِ ربِّ کریم یہ حکمِ اَحْکَم بَر وَجْہِ اَوْسَط بجالایا (یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے اس مضبوط حکم کی تعمیل درمیانے درجے ''زبان کے ذریعے روک کر'' کی) اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تَعَرُّض (یعنی آڑے آنے) کی جرأت نہ ہوئی، فرضوں کے بعد ایک اَعرابی (یعنی عرب شریف کے رہنے والے ایک دیہاتی) نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا: ''رَأَیْتَ'' تم نے دیکھا! میں نے کہا ''رأیتُ'' ہاں دیکھا۔ کہا: ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' اور تشریف لے گئے۔ دونوں اکابر علماء نے ہماری مجلسِ خلوت (یعنی تنہائی) میں اس کی مبارک باد دی کہ اس ردِّ منکر (یعنی برائی روکنے) پر کوئی مُعْتَرِض نہ ہوا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے اُمور میں کہ جانبِ حکومت سے ہیں سُکُوت شایاں (یعنی خاموشی بہتر) ہے۔

[1]: اس مسئلے کی نفیس تفصیل و تحقیق پڑھنے کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِ العزت کا رسالہ مبارکہ ''شَرْحُ الْمَطَالِبُ فِیْ مَبْحَثِ اَبِیْ طَالِبْ'' فتاویٰ رضویہ شریف جلد 29 میں ملاحظہ کیجئے۔

سیِّد جلیل کی عقیدت

اسی واقعۂ مفتیِ حنفیہ کے وقت میں نے جناب سید مصطفٰے خلیل برادر حضرت سید اسمٰعیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) سے کہا "ھَلْ عِنْدَکُمْ شَیْئٌ مِنْ ھُزْمَۃِ جِبْرِیْلَ" آپ کے پاس سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے؟[1] سیدزادے نے فرمایا: "نَعَمْ (یعنی ہاں)" اور کٹورے میں زمزم شریف لائے۔ میں اسے ضُعف (یعنی کمزوری) کے سبب بیٹھا ہی ہوا پی رہا تھا، آنکھیں نیچی تھیں، جب نظر اٹھائی، دیکھا تو وہ سید جلیل مؤدب ہاتھ باندھے کھڑے تھے یہاں تک کہ کٹورا میں نے اُنہیں دیا۔ یہ حال ان مُعَظَّم ومُعَزَّز بندگانِ خدا کے ادب واِجلال کا تھا۔

حضرت شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت

بایں ہمہ (یعنی اس سب تعظیم وتوقیر کے باوجود) شدتِ مرض وشوقِ مدینہ طیبہ میں جب وہ جملہ میں نے کہا کہ "روضۂ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دَم نکل جائے۔" دونوں علمائے کرام کا غصے سے رنگ مُتَغَیَّر ہوگیا اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا: "ہرگز نہیں بلکہ "تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ یَکُوْنُ" تو روضۂ انور پر اب حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو۔" مولیٰ تعالیٰ اُن کی دُعا قبول فرمائے۔

والِد محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بشارت

ان کی اِس غایت محبت کے غصے نے مجھے وہ حالت یاد دلائی جو اس حج سے تیرہ چودہ برس پہلے میں نے خواب میں اپنے حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ العزیز سے دیکھی تھی۔ میں اس زمانہ میں بشدّت دردِ کمر اور سینہ میں مبتلا تھا اسے بہت اِمتداد و اِشتداد ہوا تھا (یعنی یہ درد بہت طویل وشدید تھا)۔ ایک روز دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور حضرت کے شاگرد مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کہ میرے پیر بھائی اور حضرت پیر مُرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی تھے۔ کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیرو مرشد کا نام پاک لیتے اور ان کے آنسو رَواں (یعنی جاری) نہ ہوتے، جب ان کا اِنتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں

[1]: ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے زمین پر ٹھوکر ماری تھی جس سے زم زم نکل آیا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن، البقرۃ، تحت الآیت: ۲۵۱، ج۲، ص۱۹۶) غالباً یہاں اسی روایت کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

اُترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی ۔ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُشَرَّف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں ۔عرض کی: یارسولَ اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا: ''برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے ۔'' [1] الحمدللہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا[2] یہ وہی برکاتِ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھیں کہ محبتِ پیر و مرشد کے سبب انہیں حاصل ہُوئیں ۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝
(پ ۲۸، الجمعة: ٤)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ **اللّٰہ** کا فضل ہے جسے چاہے دے اور **اللّٰہ** بڑے فضل والا ہے۔

ہاں تو اس خواب میں دیکھا کہ مولوی برکات احمد صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بھی حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ہمراہ میری عیادت کو تشریف لائے ہیں ۔ دونوں حضرات نے مزاج پرسی فرمائی ۔ میں شدتِ مرض سے تنگ آچکا تھا، زبان سے نکلا کہ ''حضرت دعا فرمائیں کہ اب خاتمہ ایمان پر ہوجائے ۔'' یہ سنتے ہی حضرت والد ماجد قدس سرہ الشریف کا رنگ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا: ''ابھی تو باون برس مدینے شریف میں ۔'' واللّٰہُ اَعْلَم اِس ارشاد کے کیا معنی تھے مگر اِس کے بعد جو دوبارہ حاضریِ مدینہ طیبہ ہوئی ہے اُس وقت مجھے باون واں (52) ہی سال تھا یعنی اکاون برس پانچ مہینے کی عمر تھی ، یہ چودہ برس کی پیش گوئی حضرت نے فرمائی ۔ **اللّٰہ** تعالیٰ اپنے بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کَفش بردار ہیں، علومِ غیب دیتا ہے اور وہابیہ کو جنابِ سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے انکار ہے ۔

---

[1]: حضرت مولانا برکات احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جنازہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شرکت کا معاملہ ایسا ہے جس کی نظیر دورِ صحابہ میں بھی موجود ہے چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خواب میں آکر فرمایا ''لاحضر جنازة ابی بکر الصديق'' مجھے ابوبکر کے جنازہ میں جانا ہے (فتوح الشام، ج۱، ص ۷۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھی ۔(تاریخ الخلفاء، ص ٢٥) امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں ''امت کے نیک لوگوں کے جنازہ میں تشریف لے جانے وغیرہ ایسے امور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے افعالِ برزخیہ میں سے ہیں جیسا کہ احادیث و اثار میں وارد ہوا'' (الحاوی للفتاوی، ج ۲ ص ۱۸۵ حدیث ۳۷۹۶) [2]: یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا برکات احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے نیک شخص کی نمازِ جنازہ پڑھانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر رہے ہیں ۔(تحقیقات ص ۱۳۸)

روزہ نہ چھوڑنا

ابھی چندسال ہوئے ماہِ رجب میں حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: ''اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا۔'' ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بِحَمْدِ اللّٰہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اسی کی برکت نے بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ شفادی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔

(المعجم الاوسط،الحدیث ۸۳۱۲،ج٦،ص۱٤۷)

پڑھنے کی خواہش

وہ حضرات علماء بہت اس کے مُتَمَنّی (یعنی خواہش مند) رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں قیام زائد ہو۔ حضرت مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) نے فرمایا: ''یہاں کی شدتِ گرمی تمہارے لیے باعثِ تَپ (یعنی بخار کا سبب) ہے۔'' طائف شریف میں موسم نہایت مُعْتَدِل اور وہاں میرا مکان بہت پُر فضا ہے، چلئے گرمی کا موسم وہاں گزاریں۔'' میں نے گذارش کی کہ ''اِس حالتِ مرض میں قابلیتِ سفر ہوتو سرکارِ اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کی حاضری ہو۔'' ہنس کر فرمایا کہ ''میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد و شُد (یعنی آنے جانے والوں) کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔''

شادی کی پیش کش

مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: ''اِجازت ہوتو ہم یہاں تمہاری شادی کی تجویز کریں۔'' میں نے کہا: ''وہ کنیزِ بارگاہِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) جسے میں اُس کے دربار میں لایا اور اُس نے مناسکِ حج ادا کیے، کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ میں اسے یوں مَغْمُوم (یعنی غم زدہ) کروں؟'' فرمایا: ''ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا۔''

وہ بُزُرگ کون تھے؟

اس طُولِ مرض میں کئی ہفتے حاضریِ مسجدِ اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانے (یعنی گھر کی اُوپری منزل) پر تھا، چالیس زینے (یعنی سیڑھیوں) کا تھا اور اس سے اترنا اور چڑھنا نا مقدور (یعنی دشوار ترین) تھا۔ مسجد الحرام شریف میں کوئی

ناآشنا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خاں کو ملے تو فرمایا: ''کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہ دیکھا۔'' انہوں نے عرض کیا: ''علیل ہیں۔'' پانی دَم فرما کر دیا کہ یہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن کے تم کو یہیں ملوں گا۔'' دس بجے دن کے نہ بخار رہا، نہ وہ ملے اور اب میں مسجد شریف اور کتب خانۂ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا جس میں چوتھی صفر کا وہ واقعہ تھا جو مفتیِ حنفیہ کے ساتھ پیش آیا۔

نمازِ عصر کی حنفی مذہب کے مطابق ادائیگی

نمازِ صبح کے سوا، کہ ہمارے نزدیک اس میں اِسْفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تَغْلِیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، (ملتقطًا، فتح القدیر مع الهداية، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، ج ١، ص ١٩٧-١٩٨) تین مصلوں پر نماز پہلے ہوجاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد۔ باقی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وقتِ عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے۔ (فتح القدير مع الهداية، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، ج ١، ص ١٩٤) اس (یعنی دو مثل سایہ گزرنے) کے بعد نماز حنفی ہوتی اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ (یعنی شوافع، مالکیہ، حنابلہ) اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوششیں کر کے حنفیہ سے یہ کرالیا کہ تمام (لوگ) عصر مطابق قولِ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثلِ دوم کے شروع میں پڑھ لیں۔ اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی۔ اگرچہ کتبِ حنفیہ میں یہاں قولِ صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر ''اَصَحّ واَحْوَط واَقْدَم'' قولِ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلے میں بے خاص مجبوری کے قولِ امام سے عُدُول (یعنی پھرنا) گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیلِ جلیل میرے رسالہ ''اَجلَی الْاِعْلَام بِاَنَّ الْفَتْوٰی مُطْلَقاً عَلٰی قَوْلِ الْاِمَام''[1] میں ہے:

اِذَا قَالَ ''الْاِمَامُ'' فَصَدِّقُوْهُ　　فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ ''الْاِمَامُ''

(ترجمہ: جب کسی مسئلے میں امامِ اعظم کچھ فرمائیں اسے تسلیم کرلو کیونکہ معتبر قول وہی ہے جو امامِ اعظم نے فرمایا ہے۔ت)

ہم ''حنفی'' ہیں نہ کہ ''یوسفی'' یا ''شیبانی''[2] میں اس بار جماعتِ عصر میں بہ نیتِ نفل شریک ہوجاتا اور فرضِ عصر مثلِ دُوم کے

---

[1] 84 صفحات پر مشتمل یہ مبارک رسالہ فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد 1 صفحہ نمبر 95 پر موجود ہے۔

[2] یعنی ہم امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے مقلّد ہیں نہ کہ اُن کے عظیم المرتبت شاگردوں امام ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے۔

بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال، حضرت مولانا سید اسمٰعیل (رحمۃ اللہ علیہما) و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے جس میں وہ حضرات اِمامت پر اِس فقیر کو مجبور فرماتے۔

وحشی کبوتر بھی ادب کرتے

پہلے شیخ عمر صحی کا مکان کرایہ پر لیا تھا پھر سید عمر رشیدی ابنِ سید ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے۔ بالا خانے کے درِ وَسطانی (یعنی بیچ والے دروازے) پر میری نَشِست تھی، دروازوں پر جو طاق (یعنی دیوار میں بنے ہوئے محراب دار ڈاٹ) تھے بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا، وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے۔ اس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے، جب علالت میں میرے لئے پلنگ لایا گیا، وہ اس در کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے۔ اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ وَسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھتے ان پر تنکے گرتے۔ حضرت مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا: ''وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں''۔ میں نے عرض کی: ''صَالَحْنَاهُمْ فَصَالَحُوْنَا'' ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کی۔ اِس پر بعض علمائے حاضرین نے فرمایا: کہ ہم پر کیوں تنکے پھینکتے ہیں، ہم نے ان سے کون سی جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: ''میں یہاں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آ کر بیٹھتے ہیں انہیں اُڑاتے ہیں، کنکریاں مارتے ہیں۔ سلامیوں کی توپیں جب چھوٹتی ہیں یہ خوف سے تھر تھرا کر رہ جاتے ہیں۔ یہ سب میرا مشاہدہ ہے حالانکہ یہ حرمِ محترم کے وحشی ہیں، انہیں اُڑانا یا ڈرانا منع ہے۔ پیڑ کے سایے میں حرم کا ہرن بیٹھتا ہو آدمی کو اجازت نہیں کہ اسے اٹھا کر خود بیٹھے۔'' اُن عالم نے فرمایا، ''یہ کبوتر اِیذا دیتے ہیں، اوپر سے کنکریاں پھینکتے ہیں، لیمپ کی چمنی توڑ دیتے ہیں''۔ میں نے کہا: ''کیا یہ ابتدا بِالْاِیذا (یعنی تکلیف پہنچانے میں پہل) کرتے ہیں؟'' کہا: ہاں! میں نے کہا: ''تو فاسق ہوئے اور کبوتر بالاجماع فاسق نہیں چیل کوے فاسق ہیں۔'' وہ ساکت (یعنی خاموش) ہو گئے۔ ''شریعت میں وہ جانور فاسق ہے جو بغیر اپنے نفع کے بالقصد ابتداءً ایذا پہنچائے۔'' (فتح الباری، کتاب جزاء الصید تحت الحدیث ۱۸۲۹، ج ٤، ص ۳۳ ملخصًا) ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے۔ جیسے چیل، کوا، بندر، چوہا۔ (بحر الرئق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، فصل ان قتل محرم صید، ج ۳، ص ۵۹) چیل، کوے زیور اُٹھا کر لے جاتے ہیں، بندر کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں۔ چوہے کتابیں کُترتے ہیں جس میں اُن کا کوئی نفع نہیں، محض

براہِ شرارت اِیذا دیتے ہیں لہٰذا فاسق ہیں بخلاف بلی کے کہ اگر چہ مرغی پکڑتی، کبوتر توڑتی ہے مگر اپنی غذا کے لیے نہ تمہاری اِیذا کے لیے۔ کنکریاں اگر طاق میں ہوں کبوتر کے چلنے پھرنے سے گریں گی نہ یہ کہ چمنی پر کنکری مارنا انہیں مقصود ہو۔

اِس قسم کے وقائع (یعنی واقعے) بہت تھے کہ یاد نہیں۔ اگر اُسی وقت مُنْضَبِط کر (یعنی لکھ) لیے جاتے محفوظ رہتے مگر اس کا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو اِحساس بھی نہ تھا۔

بارش میں طوافِ کعبہ

جب اَواخرِ محرم میں بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی صحت ہوئی۔ وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اُس میں نہایا۔ باہر نکلا ہوں کہ ابر (یعنی بادل) دیکھا، حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برستے میں طواف کرے وہ رحمتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگِ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھیرے طواف کیا، بخار پھر عود کر (یعنی واپس) آیا۔ مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا: ''ایک ضعیف حدیث کے لئے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی!'' میں نے کہا: ''حدیث ضعیف ہے مگر امید بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی قوی ہے۔'' یہ طواف بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین (یعنی طواف کرنے والوں) کی وہ کثرت نہ تھی۔

حجرِ اسود کے بوسے

اور اس سے بھی زیادہ لطف کا طواف بِفَضْلِہٖ عَزَّوَجَلَّ گیارھویں ذی الحجہ کو نصیب ہوا تھا۔ طوافِ زیارت کے لیے، کہ بعد وقوفِ عرفہ فرض ہے، (الهداية، الجزء الاول، كتاب الحج، باب الاحرام، ص١٤٦) عام حجاج دسویں ہی کو منیٰ سے مکہ معظّمہ جاتے ہیں، میرے ساتھ مَستُورات (یعنی گھر کی خواتین) تھیں اور خود بھی بخار اٹھائے ہوئے تھا۔ گیارہویں کو بعدِ زوال رمیِ جمار (یعنی شیطانوں کو کنکریاں مار) کر کے اونٹوں پر مع مَسْتُورات روانہ ہوا، حرم شریف میں نمازِ عصر ادا کی۔ آج تمام حجاج منیٰ میں تھے، حرم شریف میں صرف پچیس تیس آدمی۔ یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا۔ ہر بار جی بھر کر سنگِ اسود شریف پر منہ مَلنا اور بوسہ لینا نصیب ہوتا۔ ایک عربی صاحب کو جنہیں پہچانتا نہیں مولیٰ تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرما دیا کہ ہر پھیرے کے ختم پر چند آدمی جو طواف کر رہے تھے اُنہیں روک کر کھڑے ہو جاتے کہ بہنوں کو سنگِ اسود شریف کا بوسہ لینے دو، یوں ہر پھیرے

پر میرے ساتھ کی مستورات بھی مُشَرَّف بہ بوسۂ سنگِ اقدس ہوئیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَتَقَبَّلَ اللّٰہُ۔

غلافِ کعبہ تھام کر دُعا مانگی

بعدِ ختمِ طواف مَیں دیوارِ کعبہ معظّمہ سے لپٹا اور غلافِ مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی:

یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَاتُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَۃً اَنْعَمْتَھَا عَلَیَّ یعنی: یاواجد! یاماجد مجھ سے وہ نعمتیں زائل نہ کر جو تو نے مجھے عطا فرمائیں۔ت

اور بہت پُرکیف رِقَّت طاری ہوئی کہ آزادی اور یکسوئی تھی مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آ کر کھڑے ہوئے اور بآواز چِلّا کر رونا شروع کیا ان کے چِلّانے سے کچھ طبیعت بٹی، پھر خیال آیا ممکن کہ یہ مقبولانِ بارگاہ سے ہوں اور ان کے قرب کا فیض مجھ پر تجلّی ڈالے، اِس تَصَوُّر سے پھر اطمینان ہوگیا۔ مغرب پڑھ کر منیٰ کو واپس آئے۔

سَنَدِ عالی کی تلاش

اِس تقریباً تین مہینے کے قیام میں مَیں نے خیال کیا کہ حدیث میں کسی کی سند میری سند سے عالی ہو تو میں ان سے سند لے کر عُلُوّ حاصل کروں مگر بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی تمام علما سے میری ہی سند عالی تھی۔[1]

علمِ جفر میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت کی مہارت

یہ بھی خیال کیا کہ یہ شہرِ کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے۔ اہلِ مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن کہ کوئی صاحب جَفْر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ ایک صاحب معلوم ہوئے کہ جَفْر میں مشہور ہیں، نام پوچھا (تو) معلوم ہوا (کہ) ''مولانا عبدالرحمٰن دہّان''، حضرت مولانا احمد دہّان کے چھوٹے صاحبزادے، میں نام سن کر اِس لیے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دہّان علیہ رحمۃ المنان کہ اب قاضیِ مکہ معظّمہ ہیں مجھ سے سندِ حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبدالرحمٰن کو بلایا، وہ تشریف لائے، کئی گھنٹے خَلْوَت (یعنی صحبت) رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جوان کے پاس ناقص تھا قدرے اس کی تکمیل ہوگئی۔

اِسی کے قریب سرکارِ مدینۂ طیبہ میں واقع ہوا، وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمٰن نام ہی کے ملے۔ یہ عبدالرحمٰن دہّان

---

[1]: سندِ عالی اس سند کو کہتے ہیں جس میں صاحبِ سند کے حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تک سماعتِ حدیث کے واسطے کم ہوں جتنے واسطے کم ہوں گے اُتنی ہی سند عالی ہوگی۔ (نزھة النظر في توضیح نخبة الفکر، ص ١١٥)

عربی مکی ہیں اور وہ عبدالرحمٰن آفندی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے اور دیر تک بیٹھ کر چلے جاتے، ہجومِ حضرات اہلِ علم ومعززین کے سبب انہیں بات کا موقع نہ ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی۔ کہا: تنہائی میں کہوں گا۔'' دوسرے دن ان کے لئے وقت نکالا۔ کہا: ''میں جفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے فرمایا: ''یہاں نہ میرا اب قیام ہے نہ تیرا، میں خاص اِس کی تحصیل کو تیرے پاس ہندوستان میں آؤں گا۔''

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت نے علمِ جفر کیوں ترک کیا؟

وہ تو نہ آئے مگر مولانا سید حُسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدُالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانے پر قیام فرمایا اور یہ علم اور ''علمِ اوفاق وتکسیر'' سیکھے۔ انہیں کے لیے میں نے اپنا رسالہ ''اَطَائِبُ الاکسِیرِ فِیْ عِلْمِ التَّکسِیر'' زبانِ عربی میں اِملا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا اور وہ لکھتے جاتے اور اُسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علمِ جفر میں اتنی دَست گاہ (یعنی مشق) ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اِس علم سے اِجازتِ تعلیم کا سوال پہلے کرلیا تھا اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اِسی کے واسطے اتنی دور سے سفر کرکے آئے ہیں، اگر چند مہینے اور رہتے تو اُمید تھی کہ سب جواب صحیح نکالنے لگتے۔ میں نے جو جَدَاوِلِ کثیرہ اس فن کی تکمیلِ جلیل کے لیے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں، رخصت کے وقت انہیں نذر کردیں کہ خود اِس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا۔ جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

موت کب اور کہاں ہوگی؟

اور بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جن کا مذہب سُنّی نہ تھا۔ انہوں نے میرے آقازادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتہم کے ذریعے سے سوال کرایا، جواب نکلا: ''سُنِّیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں۔'' اور اِس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے بلا رُورعایت صاف کہہ دیا جائے، میں نے یہی لکھ بھیجا یہ منظور نہ ہوا اور مرض بڑھتا گیا۔ اب حضرت ہی کے ذریعے سے یہ سوال آیا کہ ''موت کب اور کہاں ہوگی؟ اپنے شہر میں یا نینی تال پر'' کہ اس وقت تبدیلِ آب وہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا۔ یہ سوال ۸ شوال المکرّم ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا: ''محرم'' یعنی ماہِ محرم میں موت ہوگی۔ اور کہاں ہوگی؟ اس کے جواب میں مَیں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد ق اور اس

کے بعد ۲ کا ہندسہ اور آگے لفظ ''خویش'' لکھ دیا، وہاں کے جفّار (یعنی ماہرینِ علمِ جفر) بلائے گئے کہ اس معمے کو حل کریں، انہوں نے حرفِ نامِ شہر سے تو شہر مراد لیا اور قاف سے قلعہ اور آگے نہیں چلتا۔ حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا اور ق سے قریب اور دو سے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے یعنی موت نینی تال میں نہ ہوگی بلکہ اپنے شہر میں مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیتِ خویش دوسری جگہ میں۔ ایسا ہی واقع ہوا تو 17 محرم کو اپنے شہر کے ایک باغ میں موت واقع ہوئی۔ جب اِس جواب کا شہرہ ہوا، اطراف سے جلد بازوں کے خط ذیقعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی اور ابھی نہ ہوئی۔ میں نے کہا: بھائیو! اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا نہ کہ اِس کی صحت کے لیے تم ابھی موت تلاش کرتے ہو۔ اور اس قسم کے طوفانِ بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کر لیا کہ اگر یہ جواب غلط گیا تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی پھر غلطی نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت نے علمِ جفر کہاں سے سیکھا؟

یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مَفْقُود (یعنی میسر نہیں) اور اَکابِر مُصَنِّفِین کو کمال اِخْفا (یعنی بالکل پوشیدہ رکھنا) مقصود۔ جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین و معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب کچھ کہتی ہے اور ناظر کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے اور وہ بھی مجھ جیسے کے لئے جس نے نہ کسی سے سیکھا نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا۔ صرف ایک قاعدہ "بدوح یلن" کہ مزدوجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۴ھ میں تذکرۃً تعلیم فرمایا تھا اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور و رائج ہیں، اُن کی نسبت اِسی فن سے سوال کیا، اس نے ان پر نہایت تَشْنِیع (یعنی لعن طعن) کی اور کہا کہ یہ سب مُہْمَل و باطل اور جلانے کے قابل ہیں۔ صرف دو کتابوں کی مَدْح کی جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں جن میں ایک حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے وہ دونوں کتابیں مولیٰ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بَہم (یعنی میسر) کرا دیں، انہیں مطالعہ کیا جہاں تک بزورِ مطالعہ انکشاف ہوا اور جہاں مطلب حضرات مصنفین نے ذہن میں رکھا تھا اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہو لیا تھا اس سے سوال کیے۔ اس نے مطلب بتایا، ایک قاعدہ اور حل ہوا، اب جو آگے اُلجھا اس سے پوچھا اس نے بتایا اور حل ہوا، اس طور پر اس فن کی قدر ے ''اَبْجَد'' معلوم ہوئی۔

میری کتاب " سِفْرُ السَّفَر عَنِ الْجَفَر بِالْجَفَر "یعنی "جفر سے جفرکوواضح کرنے کی کتاب" انہیں مباحث میں ہے جس میں ساٹھ سوال جواب ہیں۔اس نے ایک دوسرے علم "زایرجہ" کے ایک عظیم "سرِّ مکتوم" (یعنی پوشیدہ راز) کو بھی واضح کیا جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ "زایرجہ" میں ہے کہ زمانۂ سیدنا شیث علیہ الصلوۃ والسلام سے اس راز کے اِخفا (یعنی چھپانے) کا حلفی عہد ہے۔رسائلِ فن میں نہایت غامض چیستان (یعنی پیچیدہ پہیلی) کی طرح اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں، ازاں جملہ (یعنی ان میں سے) یہ کہ خاتمِ آدم میں ہے (یعنی ان بارہ میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ یہ راز حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی انگوٹھی مبارک میں مکتوب ہے)۔میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدۂ جفر سے سوال کیا۔اس نے روشن طور پر بتادیا، اب جوان بارہ پہیلیوں کو دیکھوں تو سب خود بخود مُنْکَشِف (یعنی ظاہر) ہوگئیں۔میرے جی میں آیا کہ کچھ اس فن کی طرف بھی تَوَجُّہ کروں کہ اس کا رازِ پنہاں (پوشیدہ راز) تو کھل ہی گیا ہے، اس پر اِقدام کا ائمۂ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسمائے الٰہیہ تلاوت کیے جاتے ہیں، مدتِ موعود میں خوش نصیب بندہ بِکَرَمِ اللہ تَعَالٰی زیارتِ جمال جہاں آرائے حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا ہے۔اگر سرکارِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے اس فن میں اِشْتِغال کا اِذن ملے مشغول ہو ورنہ چھوڑ دے۔میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کیے، پہلے ہی ہفتے میں سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا کرم ہوا جسے میں پہلے ذکر کرچکا ہوں۔اس سے اِذن کا اِستنباط ہوسکتا تھا مگر میں نے ظاہر پر محمول کرکے تَرْک کردیا۔

عِلْمِ جَفْر کے ذریعے ملنے والے جواب کی حیثیت

غرض جَفْر سے جواب جو کچھ نکلے گا ضرور حق ہوگا کہ (یہ) علم اولیائے کرام کا ہے، اہلِ بیتِ عِظَام کا ہے، امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مگر اپنی غَلَط فہمی کچھ اچنبا (یعنی عجیب) نہیں تو اگر یہ جواب غَلَط گیا کافی محنت کروں گا اور صحیح اُترا تو اِس فن کا اِشتِغال (یعنی اس فن کی مصروفیت) چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور اُلٹے اِعتراضوں کی دِقّت کون سہے؟ جواب بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی پورا صحیح اُترا اور میں نے اِشتغال چھوڑ دیا۔طَبْع زاد (یعنی اپنے بنائے ہوئے) جَدَاوِل[1] کہ تَدْقِیْقِ تام (یعنی مکمل باریک بینی) سے بنائی تھیں اور جنہوں نے اِس فن کے بہت اَعمالِ مشکلہ کو آسان کردیا تھا، چلتے وقت حضرت سیّد صاحب موصوف کے نذر کردیں۔

---

[1]: جدول کی جمع

علمِ جفر سیکھنے کے لئے آنے والے عالمِ دین

اُن سے پہلے مولانا عبدُ الغفّار صاحب بخاری (علیہ رحمۃ الباری) اِسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حیدرآباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں عَرِیضہ لکھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: ''کہ یہ کام خُطُوط سے نہیں ہوسکتا، خود آیئے۔'' وہ مارہرہ شریف آئے، اتنے میں حضرت بریلی شریف ملنے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں سلمہٗ کے یہاں رونق اَفروز ہیں کہ عَصْر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے، مَا شآءَ اللہ کمال مُتَّقی وصالح وعالم تھے، وہ جہاں ہوں **اللہ** تعالیٰ انہیں خیر وخوبی سے رکھے۔ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ سیکھیں ان کو بتاؤ۔ میں ارشادِ حضرت کے سبب حسبِ قاعدہ اس فن سے اِجازت طلب نہ کر سکا کہ اگر مُمانَعت ہوئی تو حکمِ حضرت کا خلاف کیونکر کروں گا۔ آٹھ مہینے تک اُنہیں سکھایا۔ ایامِ سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے۔ وہ عالم پورے تھے قواعد خوب مُنْضَبِط (یعنی اچھی طرح سمجھ کر یاد) کر لیے۔ آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اُجلا باضابطہ مرتَّب فرما لیتے اور جواب تلاش کرتے، نہ ملتا مجھے دکھاتے، میں گذارش کرتا: دیکھئے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نہیں نظر آتا؟ میں گذارش کرتا کہ'' جتنی بات تعلیم کے متعلق تھی وہ آپ کو پوری آ گئی، رہا جواب وہ اِلقاءِ ملک ہے اگر اِلقا نہ ہوا اپنا کیا اختیار؟'' یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اِس علم سے بے اِجازت لیے انہیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے اور چلتے وقت فرما گئے کہ میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔ ان کی محبت و صلاح وتقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ جزیرۂ سنگاپور سے ایک خط ان کا آیا تھا اس کے بعد سے کچھ پتہ معلوم نہیں۔

مَدَنی عالمِ دین کی ہند آمد

سید حسین مَدَنی صاحب (علیہ رحمۃ اللہ الوھّاب) سا کوئی ''سیر چشم و بے طمع'' (یعنی فراخ دل اور حرص سے پاک) عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا، اُن کی خوبیاں دل پر نَقْش ہیں۔ میں حضرت سید اسمٰعیل مکی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا تَذْکِرَہ اکثر اُن کے سامنے کرتا تو فرماتے: ''زہے سعادت اُن کی کہ اُن کی ایسی یاد تمہارے قَلْب میں ہے۔'' اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیونکر دیکھیں کہ اُن کی کتنی یاد ہے۔ یہاں سے ملکِ چین کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ اُن کا کوئی خط گیا۔ اُن کے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی اُن سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے، وہ اس

زمانے میں قازان کو گئے ہوئے تھے کہ ملکِ روس میں ہے اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سید احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ ''والدہ بہت پریشان ہیں، سید حسین کہاں ہیں؟'' یہاں کسے پتہ معلوم تھا؟ اب سنا گیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ یہ سید صاحب محمد مدنی کا بیان ہے جو پارسال (یعنی پچھلے سال) تشریف لائے تھے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم**

گُردے کا درد

خیر یہ تو ''جملہ مُعْتَرِضَہ'' [1] تھا، صفر کے پہلے عشرہ میں عزمِ حاضریِ سرکارِ اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) مُصَمَّم (یعنی پختہ) ہوگیا، اونٹ کرایہ کر لیے، سب اشرفیاں پیشگی دے دیں، آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پان کی جگہ چائے کی تَوَاضُع (یعنی مہمان نوازی) ہے اور اِنکار سے برا مانتے ہیں۔ ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار نوفنجان (یعنی نو پیالیوں) تک پہنچا اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردے کو مُضِر (یعنی نقصان دینے والی) ہے اور میرے گردے ضعیف (یعنی کمزور)، رات کو مَعَاذَ اللّٰہ بشدت ''حَوَالیِ گُردہ'' (یعنی گردے کے اردگرد) کا درد ہوا، ساری شب جاگتے کٹی۔ صبح ہی سفر کا قصد (یعنی ارادہ) تھا کہ مجبورانہ مُلْتَوی رہا۔ جَمّالوں (یعنی اونٹ والوں) سے کہہ دیا گیا کہ تاشِفا نہیں جاسکتے۔ وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں۔

درد جاتا رہا

تُرکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاستر لگائے، دو ہفتے سے زاید تک مُعالَجے کئے، بِحَمْدِ اللّٰہ شفا ہوئی مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی (یعنی درد اٹھتا تھا) اِسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کیے، سب نے کہا کہ ''اونٹ کی سواری میں ہال (یعنی جھٹکے اور حرکت) بہت ہوگی اور حال یہ ہے۔'' مگر میں نے نہ مانا اور تَوَکُّلًا عَلَی اللّٰہ تعالیٰ ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جاں (یعنی مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ) کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اُونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا! ولہٰذا اِس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اُونٹ پر ہوں گی بلکہ جدہ سے براہِ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا مگر اُن کے کرم کے صدقے! اُن سے اِستِعانت عرض (یعنی مدد کی درخواست) کی اور اُن کا نامِ پاک لے کر اُونٹ پر سوار ہوا۔ ہال کا ضرر

---

[1] یعنی وہ زائد بات جو مقصودِ کلام نہ ہو بلکہ ضمناً اس کا ذکر ہُوا ہو۔

پہنچنا درکنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی، دفعۃً دفع (یعنی دُور) ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرٰن سے زیادہ گزرا کہ بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی اب تک نہ ہوئی، یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سفرِ مدینہ کا آغاز

حضرت مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) اور بعض دیگر حضرات شہرِ مبارک سے باہر دور تک ''بَرَسمِ مُشایَعت''[1] تشریف لائے۔ مجھ میں بوجہ ضُعفِ مرض پیادہ (یعنی پیدل) چلنے کی طاقت نہ تھی پھر بھی اُن کی تعظیم کے لیے ہر چند اُترنا چاہا مگر اُن حضرات نے مجبور کیا۔ پہلی رات کہ جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جانِ نُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں کیا جو حاضریِ دربارِ معلّٰی میں لکھا گیا تھا۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی!

پہروں نہیں کہ بست وچہارم صفر کی ہے

مَلّاحوں کا اولیائے کرام کو نِداء کرنا

جدّہ سے کشتی میں سوار ہوئے، کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے۔ کشتی بہت بڑی تھی جسے **ساعیہ** کہتے ہیں، اُس میں جہاز کا سا مَستُول (یعنی ستون) تھا، ہوا کے لیے پردے حسبِ حاجت مختلف جِہات (یعنی سمتوں) پر بدلے جاتے۔ حبشی ملاح کہ اِس کام پر مقرّر رہتے اُن کے کھولنے باندھنے کے وقت اَکابر اولیاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عجب اچھے لہجے سے ندا کرتے (یعنی پُکارتے) جاتے۔ ایک حضور سیدنا ''غوثِ اعظم'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی ''احمد کبیر''، تیسرا سیدی ''احمد رِفاعی'' کو، چوتھا حضرت سیدی ''اھدل'' کو، عَلٰی ھٰذَا القِیاس۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ہر کشش پر اُن کی یہ آوازیں عجب دل کش لہجے سے ہوتیں اور بہت خوش آتیں۔

شیخ کون؟

ایک بصری صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اُن سے کہا گیا نہ مانے، معلوم ہوا کہ

[1]: کسی کو رُخصت کرنے کے لئے چند قدم ساتھ جانے کو مشایعت کہتے ہیں۔

اُن پراثر (یعنی رُعب) اِن دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے۔ میں نے اُن سے کہا: ''یَــا شَیْــخ'' انہوں نے کہا: ''اَلشَّیْـخُ عَبْدُالْـقَادِرِ جِیْلَانِی'' شیخ تو حضرت عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اُن کے اِس کہنے کی لذّت آج تک میرے قلب میں ہے، انہوں نے اُن پہلے بُزُرگ کو سمجھا دیا۔ اِس کے بعد جب اُن کو کچھ حالات معلوم ہوئے پھر تو وہ نہایت مُخْلِص بلکہ کمال مُطیع تھے۔

رابِغ میں ایک مُقَدَّمے کا فیصلہ

تین روز میں کشتی رابغ پہنچی، یہاں کے سردار شیخ حسین تھے۔ ٹَٹّیوں کے مکان[1] قیام کے لیے تھے۔ جب ان میں اُترنا ہوا اللّٰہ اَعلَم! لوگوں کو کس نے اطلاع دی! اُن کے بھائی ابراہیم مع اپنے اَعِزَّا (یعنی عزیزوں) کی ایک جماعت کے تشریف لائے اور اپنے یہاں کا ایک نزاعی مقدمہ کہ مدت سے نافیصل پڑا تھا (یعنی جس کا فیصلہ نہ ہوسکا تھا) پیش کیا، میں نے حکمِ شرعی عرض کیا، بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہوگیا۔

سامانِ سفر پیچھے رہ گیا

ربیع الاول شریف کا ہلال (یعنی چاند) ہم کو یہیں ہوا۔ یہاں سے اُونٹ کرایہ کیے گئے۔ نمازِ عَصْر پڑھ کر سوار ہونا تھا، تمام اَسباب (یعنی سامان) قلْعہ کے سامنے سڑک پر نکال کر رکھا تھا۔ گنتی کے اونٹوں کا قافلہ تھا، ہم لوگ سوار ہوگئے اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب اَسباب بار کرا (یعنی لَدْوا) دیں گے، حاجی صاحب بھی سوار ہوگئے اور اسباب وہیں سڑک پر پڑا رہ گیا۔ جب منزل پر پہنچے، اب نہ کپڑے ہیں نہ برتن نہ کچھ ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ یہ پانچ مَنْزِلیں ساتھیوں کے برتنوں اور منازِل پر وقتاً فوقتاً خرید حوائج (یعنی ضرورت کی چیزیں خرید کر) سے گزریں۔ چھٹے دن بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی خاک بوسِ آستانِ جنت نشان ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

نمازِ فَجْر کی ادائیگی

راہ میں جب منزل ''بیر شیخ'' پر پہنچے ہیں منزل چند میل باقی تھی اور وقتِ فجر تھوڑا۔ جمالوں (یعنی اونٹ والوں) نے منزل ہی پر رکنا چاہا اور جب تک وقتِ نماز نہ رہتا، میں اور میرے رُفقا (یعنی ساتھی) اتر پڑے، قافلہ چلا گیا۔ کِرْمِچ کا (یعنی

---

[1] : یعنی وہ مکان جن کے دروازوں یا کھڑکیوں پر بانس یا سرکنڈوں کا بنا ہوا چھپر لگا ہوتا ہے۔

مخصوص ٹاٹ کا بنا ہوا) ڈول پاس تھا۔ رسی نہیں اور کنواں گہرا، عمامے باندھ کر پانی بھرا (اور) وضو کیا۔ بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی نماز ہوگئی۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طولِ مرض سے ضُعْف شدید ہے، اتنے میل پیادہ (یعنی پیدل) کیونکر چلنا ہوگا؟ منہ پھیر کر دیکھا تو ایک جَمّال محض اجنبی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے، حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالایا اور اُس پر سوار ہوا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسا لائے؟ کہا: ہمیں شیخ حسین نے تاکید کردی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا، کچھ دور آگے چلے تھے کہ میرا اپنا جمال اُونٹ لیے کھڑا ہے۔ اُس سے پوچھا، کہا: جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے، میں نے کہا شیخ کو تکلیف ہوگی، قافلہ میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا۔" یہ سب میری سرکار کرم کی وصیتیں تھیں "صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی وَبَارَكَ وَسَلَّم عَلَیه وَعَلٰی عِتْرَتِہٖ قَدْرَ رَافَتِہٖ وَرَحْمَتِہٖ" ورنہ کہاں یہ فقیر اور کہاں سردار رابغ شیخ حسین، جن سے جان نہ پہچان اور کہاں وحشی مزاج جمّال اور ان کی یہ خَارِقُ الْعَادات رَوِشیں (یعنی خلافِ معمول طرزِ عمل)!

عَرَبی لباس میں روضۂ اقدس پر حاضِری

سرکارِ اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں حاضری کے دن، بدن کے کپڑے میلے ہو گئے تھے، اور کپڑے رابغ میں چھوٹ گئے تھے اور ایک یا دو منزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستہ میں نکل گیا۔ یہاں عَرَبی وَضْع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا اور یوں مُواجَہہ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ بھی سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا۔

سامانِ سفر مِل گیا

دوسرے دن رابغ سے ایک بدوی پہنچا، اُونٹ پر سوار اور ہمارا تمام اسباب کہ چلتے وقت قَلْعَہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا، اس پر بار (یعنی لدا ہوا تھا)، اس نے شیخ حسین کا رُقْعَہ لا کر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رہ گیا تھا روانہ کرتا ہوں۔ میں ہر چند اُن بَدوی صاحب کو آتے جاتے دس منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا مگر اُنہوں نے نہ لیا اور کہا: "ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرمادی تھی کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔"

بارھویں شریف مدینے میں

یہاں کے حضراتِ کرام کو حضراتِ مکہ معظّمہ سے زیادہ اپنے اُوپر مہربان پایا۔ بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی اکتیس روز حاضری نصیب ہوئی۔ بارہویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔ صبح سے عشاء تک اسی طرح علماءِ عظام کا ہجوم رہتا۔

ھندی عالِم کا خُلوص

بیرونِ ''بابِ مجیدی'' مولانا کریم اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذِ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر اِلٰہ آبادی (علیہ رحمۃ اللہ الھادی) رہتے تھے، اُن کے خُلُوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' و''اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّة'' پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعیِ جمیل فرمائی جَزَاهُ اللّٰهُ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ یہاں بھی اہلِ علم نے ''اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّة'' کی نقلیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی۔ میرے چلے آنے کے بعد بھی مصروشام وبغداد مقدس وغیرہا کے علماء جو موسم میں خاک بوسِ آستانۂ اقدس ہوتے جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے اور موقع پاتے، ان کے سامنے کتاب پیش کرتے اور تقریظیں لیتے اور بصیغۂ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

مَدَنی عُلَمَاء کا اِجازات واَسناد لینا

علمائے کرام نے یہاں بھی فقیر سے سندیں لیں اور اجازتیں لیں، خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کے اَلطاف کی تو حد ہی نہ تھی۔ اس فقیر سے خطاب میں ''یَا سَیِّدِیْ'' (یعنی اے میرے سردار) فرماتے۔ میں شرمندہ ہوتا، ایک بار میں نے عرض کی: ''حضرت سید تو آپ ہیں''۔ فرمایا: ''واللہ تم سید (یعنی سردار) ہو''۔ میں نے عرض کی: ''میں سیدوں کا غلام ہوں''۔ فرمایا: ''یوں بھی تو سیّد ہوئے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْھُمْ'' قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے''۔ اللہ تعالٰی سادات کرام کی سچی غلامی اور اُن کے صدقے میں آفاتِ دنیا وعذابِ قبر وعذابِ حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے آمین!

یوں ہی مولانا حضرت سید عباس رضوان ومولانا سید مامون بری ومولانا سید احمد جزائری ومولانا شیخ ابراہیم خربوطی ومفتیِ حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس ومفتیِ حنفیہ سابقاً مولانا عثمان غنی بن عبدالسلام داغستانی وغیرہم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم) حضرات

کے کرم بھولنے کے نہیں۔ان مولانا داغستانی سے قبا شریف میں ملاقات ہوئی تھی کہ وہیں اٹھ گئے تھے۔

''حُسَامُ الْحَرَمَیْن''اور ''اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّة'' پر مدنی علما کی تقریظیں

مکہ معظّمہ کی طرح زیادہ اہم ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' کی تصدیقات تھیں جو بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی بہت خیر وخوبی کے ساتھ ہوئیں، زیادہ زمانۂ قیام انہیں میں گزر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظاتِ مکہ معظّمہ دیکھتے اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے۔مفتیِ شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی نے ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' پر چند ورق کی تقریظ لکھی اور فرمایا: ''اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کرکے شائع کرنا۔'' ایسا ہی کیا گیا۔ ''حُسَامُ الْحَرَمَیْن'' کا کام پورا ہونے کے بعد ''اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّة'' پر تقریظات کا خیال ہوا۔دونوں حضرات مفتی حنفیہ نے مدینہ طیبہ اور قبا شریف میں تقریظیں تحریر فرمائیں۔

تیسری باری مفتیِ شافعیہ کی آئی، یہ آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے، یہ ٹھہری کہ ان کے داماد سید عبد اللہ صاحب کے مکان پر اس کتاب کے سننے کی مجلس ہو۔عشاء کہ وہاں اوّل وقت ہوتی ہے، پڑھ کر بیٹھے۔میں نے کتاب سنانی شروع کی۔ بعض جگہ مفتی صاحب کو شُکُوک ہوئے، میری غلطی کہ میں نے حسبِ عادت جرأت کے ساتھ مُسکِت (خاموش کردینے والے) جواب دیئے جو مفتی صاحب کو اپنی عظمتِ شان کے سبب ناگوار ہوئے، جابجا اُن کا ذکر میں نے ''اَلْفُیُوْضَاتُ الْمَلَکِیَّة'' حاشیۂ ''اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّة'' میں کردیا ہے۔بارہ بجے جلسہ ختم ہوا اور مفتی صاحب کے قلب میں جو اُن جوابوں کا غبار رہا، مجھے بعد کو معلوم ہوا، اس وقت اگر اطلاع ہوتی میں معذرت کرلیتا۔

ایک رات اُن کے شاگرد شیخ عبد القادر طرابلسی شلبی کہ مدرس ہیں فقیر کے پاس آئے اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے۔حامد رضا خاں نے انہیں جواب دیئے جن کا جواب وہ نہ دے سکے اور وہ بھی سینے میں غبار لے کر اٹھے۔اُن کا غبار مجھے معلوم ہوگیا تھا جس کی میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔اِنصاف پسند تو اس کے ممنون ہوتے ہیں جو انہیں صواب (یعنی درستی) کی راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں، جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں۔

اہلِ مدینہ کا اشتیاق

اور فقیر کو متواتر ناسازیوں کے بعد مکہ معظّمہ میں جو کئی مہینے گزرے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وہ کیا بات تھی جس نے حضراتِ کرام

مدینہ طیبہ کو اس ذرۂ بے مقدار کا مُشتاق کر رکھا تھا، یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب (علیہ رحمۃ اللہ الوھّاب) فرماتے تھے کہ ''علماء تو علماء اہلِ بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا'' اور یہ جملہ فرمایا کہ ''ہم سالہا سال سے سرکار میں مُقیم ہیں، اَطراف وآفاق سے علماء آتے ہیں'' و اللہ یہ لفظ تھا کہ ''جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا اور تمہارے پاس علماء کا یہ ہُجُوم ہے!'' میں نے عرض کی: ''میرے سرکار کا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

کریماں کہ در فضل بالا ترند سگاں پرورند و چناں پرورند

اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں ہموں کو پالتے ہیں اور ایسا پالتے ہیں!

مدینے شریف میں معمولات

ایامِ اِقامتِ سرکارِ اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) (یعنی مدینۂ منورہ کی حاضری کے دنوں) میں صرف ایک بار مسجد قُبا شریف کو گیا اور ایک بار زیارتِ حضرت سَیِّدُ الشُّھَدَاء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاضر ہوا۔ باقی سرکارِ اَقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) ہی کی حاضری رکھی۔ سرکار کریم ہیں، اپنے کرم سے قبول فرمائیں اور خیریتِ ظاہر و باطن کے ساتھ پھر بلائیں۔ ع

ہم کو مشکل ہے اُنہیں آسان ہے

مدینے شریف سے رخصتی

رخصت کے وقت قافلے کے اونٹ آ لئے ہیں، پابرِکاب (یعنی سوار) ہوں۔ اُس وقت تک علماء کو اجازت نامے لکھ کر دیئے، وہ سب تو "اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَة" میں طبع ہو گئے اور یہاں آنے کے بعد دونوں حرمِ محترم سے درخواستیں آیا کیں اور اجازت نامے لکھ کر گئے، یہ درجِ رسالہ نہیں۔ چلتے وقت حضراتِ مدینہ کریمہ نے بیرونِ شہر دُور تک ''مُشَایَعَت'' فرمائی (یعنی رخصت کرنے کے لئے میرے ساتھ پیدل آئے)، اب مجھ میں طاقت تھی، ان کی مُعاوَدَت (یعنی واپس لوٹنے) تک میں بھی پیادہ (یعنی پیدل) ہی رہا۔

جدّہ کو سفر

اونٹ جدہ کے لیے کیے تھے، اب موسم سخت گرمی کا آ گیا تھا اور بارہ منزلیں، منزل پر ظہر کی نماز کہ ٹھیک زوال ہوتے ہی پڑھتا تھا اور معاً قافلہ روانہ ہوتا تھا۔ سر پر آفتاب اور پاؤں نیچے گرم ریت یا پتھر۔ اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا

کرے! فرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریکِ جماعت ہوتے مگر جب میں سنّتوں کی نیت باندھتا چھتری لے کر سایہ کرتے، جب پہلی رکعت کے سجدے میں جاتا پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ رکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ جلیں۔ ابتدا میں یوں نہ کر سکتے تھے کہ میں عمامہ رکھنا در کنار نماز میں چھتری لگانے پر بھی ہرگز راضی نہ ہوتا۔ انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلا طمع بلا معاوضہ محض **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) کے لیے جیسے آرام دیئے **اللہ** تعالیٰ ان کا اجرِ عظیم دنیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے آمین۔

اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت کی بابُ المدینہ کراچی آمد

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا، بمبئی کے ٹکٹ بٹ رہے تھے، خریدے اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا دھوکا دیا، عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اُتر لیں اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں۔ اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا: بمبئی جانے والوں کو قَرَنطِینَہ میں رہنا ہوگا۔ ہم نے کہا: اس مصیبت کو کون جھیلے! اس سے کراچی ہی بھلی۔

راستہ میں طوفان آیا اور ایسا سخت کہ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا، سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔ جب کراچی پہنچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا۔ جہاز کنارے کے قریب ہی لگا اور عین ساحل پر چونگی (یعنی محصول لینے) کی چوکی جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر۔ ''اسباب'' کثیر (اور) یہاں محصول تک دینے کو نہیں۔ ہر چیز کی تعلیم وارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود وسلام! اُن کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی، وہ گورا آیا اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا۔ ہم نے شکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کیا اور بارہ آنے دے دیئے۔ چند منٹ بعد وہ پھر واپس آیا اور کہا نہیں نہیں! اسباب دکھاؤ، سب صندوق وغیرہ دیکھے اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا، پھر واپس آیا اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے اور پھر بارہ ہی آنے کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سَوا روپیہ باقی رہا، اس میں سے منجھلے (یعنی درمیانے) بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں کو تار دیا کہ دو سو روپیہ بھیجو۔ یہاں وہ تار مُشتَبَہ (یعنی مشکوک) ٹھہرا کہ بمبئی سے آتا، کراچی سے کیسا آیا؟ بارہ روپے پہنچ گئے۔

احمد آباد میں تشریف آوری

بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مُصِر ہوئے، وہاں جانا پڑا۔ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب وغیرہ احبابِ احمد آباد کو اطلاع ہوئی۔ آدمی بھیجے، باصرار احمد آباد لے گئے۔ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خاں وحامد رضا خاں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ میں ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینے بعد مکان پر پہنچا۔

وھابیہ کی ذلت ورسوائی

وہابیہ "خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی" (یعنی اللہ تعالیٰ انہیں رُسوا کرے) کو بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی جب شدید ذلّتیں اور ناکامیاں ہوئیں "اَلْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ"[1] کی وراثت سے یہاں یہ اُڑا رکھی تھی کہ مَعَاذَ اللّٰہ فلاں قید ہوگیا۔ بمبئی آکر یہ خبر سنی اَحباب نے مجلسِ بیان منعقد کی اور چاہا کہ اس کی نسبت کچھ کہہ دیا جائے، وَاحِد قہّار (عزوجل) نے ان کا کِذب خود ہی سب پر روشن فرما دیا تھا، مجھے کہنے کی کیا ضرورت تھی! ہاں اتنا ہوا کہ آیۂ کریمہ:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًاۙ(۱) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی۔ (پ ۲۶، الفتح:۱)

کا بیان کیا اور اس میں فتحِ مکّہ مکرمہ اور اس سے پہلے صلحِ حُدَیْبِیَہ کی حدیث ذکر کی۔ اس میں کہا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرما کر امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ معظّمہ بھیجا۔ یہاں انہیں دیر لگی، کافروں نے اُڑا دیا کہ وہ مکہ میں قید کر لیے گئے۔

اِعزازِ مدینہ

میرے آنے سے پہلے ہی اَطراف سے لوگوں نے مولانا عبدُالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اِستفسارِ واقعات کے خطوط لکھے جس کے جواب انہوں نے وہ دیئے کہ سُنّیوں کا دل باغ باغ ہوگیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اُن میں سے بعض جواب میرے دیکھنے میں آئے جن میں فرمایا ہے کہ "یہ (یعنی قید ہوجانے کا دعویٰ) خبیث کذّابوں کا کذبِ

[1] : یعنی وہ کفار ومنافقین جو حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دور میں جنگ کے مواقع پر مسلمانوں کو بُزدِل اور پریشان کرنے کے لیے اسلامی لشکروں کے متعلق مدینہ طیبہ میں جھوٹی خبریں اُڑایا کرتے تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان، الاحزاب، تحت الآیت ۶۰، ص۷۶۹)

خبیث ہے اُس[1] کو تو مکہ معظّمہ میں وہ اِعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔'' وہابیہ کی تو کیا شکایت کہ وہ پورے اَعداء (یعنی دُشمن) ہیں اور کیوں نہ میرے دشمن ہوں کہ میرے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دُشمن ہیں ۔ان کے افتراؤں (یعنی جھوٹے الزاموں) نے بعض جاہل کچے سُنیوں کو بھی میرا مخالف کردیا تھا یہ بُہتان لگا کر کہ یہ مَعَاذَ اللّٰہ حضرت شیخ مُجَدِّد (الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو کافر کہتا ہے اور جب مکہ معظّمہ میں علمِ غیب کا مسئلہ بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی بِاَحْسَنِ وُجُوہ (یعنی خوب اچھی طرح) روشن ہوگیا، علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) اور علمِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا غیر متناہی فرق میں نے ظاہر کردیا تو اب یہ جوڑی کہ عِیَاذاً بِاللّٰہ یہ قدرتِ نبوی کو قدرتِ الٰہی کے برابر کہتا ہے، کچے ناسمجھ لوگ آیۂ کریمہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝[2] پر عمل نہ کرنے والے اُن کے داؤں میں آگئے۔

مدینہ طیبہ میں مقیم ایک ہندی کی توبہ

مدینہ طیبہ میں ایک ہندی صاحب شیخُ الحرم عثمان پاشا کے یہاں کچھ دَخیل (یعنی اثر رکھتے) تھے ایک مدرسہ کے نام سے ہندوستان وغیرہ سے چندہ منگاتے، یہ بھی اُنہیں کذّابوں (یعنی جھوٹوں) کی باتوں سے متأثّر ہوئے۔ میں ابھی مکہ معظّمہ ہی میں تھا۔ یہاں جو فتح وظفر (یعنی کامیابی وکامرانی) مولیٰ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور پھر میرے عزمِ حاضریِ سرکارِ اعظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی۔ اُن صاحب نے اپنے زُعم (یعنی گُمان) پر کہ مجازی حاکمِ شہر کے یہاں رسائی ہے، یہ لفظ فرمائے کہ ''وہاں تو اس نے اپنا سکہ جمالیا آنے تو دو یہاں آتے ہی قید کرادوں گا۔'' مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی شان! میری سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے اُن کو یہ جواب ملا کہ میں ابھی مکہ معظّمہ میں ہی ہوں اُن کی نسبت دھوکے سے چندے منگانے کا دعویٰ ہوا اور جیل بھیج دیئے گئے۔ جب میں حاضر ہوا ہوں، وہ میعاد کاٹ کر آچکے تھے۔ مسجدِ کریم میں مجھ سے ملے اور فرمایا: ''میں تنہائی میں ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''علماءِ عظماء کی تشریف آوری کا ہجوم آپ دیکھتے ہیں، مجھے تنہائی نِصفِ شب کو ملتی ہے۔'' کہا: ''میں اسی وقت آؤں گا۔'' میں نے کہا: ''اس وقت بَنْدِش (یعنی روک ٹوک) ہوتی ہے۔ کہا، میری بندش نہ ہوگی۔

---

[1]: یعنی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت

[2]: ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچتاتے (یعنی پچھتاتے) رہ جاؤ۔ (پ ۲۶، الحجرات: ٦)

تشریف لائے اور کلمات اِسْتِمالت واِسْتِغْفا کے فرمائے (یعنی دل جوئی کی اور معافی کے طلب گار ہوئے) میں نے معاف کیا اور میرے دل میں بِحَمْدِہٖ تَعالٰی اُس کا کچھ غبار بھی نہ تھا۔ پھر ہندوستان تشریف لا کر بھی مجھ سے ملے، اِظہارِ نام کی ضرورت نہیں ع

چو باز آمدی ماجرا در نوشت

(یعنی جب کوئی اپنی غلطی سے باز آجائے تو اس کے تذکرے کی حاجت نہیں۔ت)

یہ تمام وقائع (یعنی واقعات) ایسے نہ تھے کہ اِن کو میں اپنی زبان سے کہتا، ہمراہیوں کو توفیق ہوتی اور آتے جاتے اور ایّامِ قیامِ ہر دو سرکار کے واقعات روزانہ تاریخ وار قلمبند کرتے تو **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی بے شمار نعمتوں کی عُمدہ یادگار رہوتی، اُن سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہوگیا، جو یاد آیا بیان کیا، نیت کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے: قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:)

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پ ۳۰، الضحٰی: ۱۱)

یہ برکات ہیں اُن دعاؤں کی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائیں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

نعتیہ شاعری

مؤلف: ایک صاحب، شاہ نیاز احمد صاحب کے عُرس میں بریلی تشریف لائے تھے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کچھ اَشعار نعت شریف سنانے کی درخواست کی۔ اِستِفسار فرمایا: کس کا کلام ہے؟ اُنہوں نے بتایا۔ اِس پر

ارشاد فرمایا: ''سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا، مولانا کافی اور حَسَن میاں مرحوم کا کلام اوّل سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظِ ''رَعْنا''[1] کا اِطلاق (یعنی استعمال) جابجا ہے اور یہ شرعاً محض نا روا و بے جا (یعنی نامناسب اور بے فائدہ) ہے، مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور اِحتراز فرماتے۔ حسن میاں مرحوم (رحمۃ اللہ تعالیٰ

[1]: یعنی نازک، حسین۔ یہ لفظ عام طور پر مجازی محبوبوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

علیہ) کے یہاں بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی یہ بھی نہیں۔اُن کو میں نے نعت گوئی کے اُصول بتادیئے تھے،اُن کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اِعتدال پر صادِر ہوتا۔ جہاں شُبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔ حسن میاں مرحوم نے ایک مقطع میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ ؎

بھلا ہے حسنؔ کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا

غرض ہندی نعت گویوں میں اِن دو کا کلام ایسا ہے۔ باقی اکثر دیکھا گیا کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے۔

فضائل مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

بلاشبہ جتنے فضائل و کمالات خزانۂ قدرت میں ہیں سب حُضُورِ اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ (پ ۱۲، یوسف:٦) ترجمہ کنزالایمان: اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔

شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مَدَارِجُ النُّبُوّہ میں فرماتے ہیں:

هر نعمتے که داشت خدا شد بر و تمام

(**اللہ** عزوجل نے اپنی تمام نعمتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام کر دیں۔ت)

(مدارج النبوة بيان عقل ودرعلم، ج اول، ص٣٦)

مَدنی پھول

میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر اِلقاء ہوا تھا (یعنی دل میں آیا تھا) اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائلِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے معیارِ کامل ہے وہ یہ کہ کسی مُنْعِم (یعنی نعمت دینے والے) کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار[4] ہی طور پر ہوتا ہے:

(۱) یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دَسْتْرس (یعنی قدرت) نہیں ، یا (۲) دے سکتا ہے مگر بُخل (یعنی کنجوسی) مانع (یعنی رُکاوٹ) ہے،

یا (۳) جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا، یا (۴) وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اُسے کوئی اور محبوب ہے اُس کے لیے بچا رکھی۔

اُلوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیرِ قدرتِ ربّانی نہیں، باقی تمام کمالات تحتِ قدرتِ الٰہی ہیں اور **اللہ** تعالیٰ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ ہر جوّاد سے بڑھ کر جوّاد اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور سے زائد **اللہ** (عزوجل) کو کوئی محبوب نہیں۔ لازم ہے کہ اُلوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات، جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں مولیٰ عزوجل نے سب اعلیٰ وجہِ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں، اگر اُلوہیت عطا فرمانا بھی زیرِ قدرت ہوتا ضرور یہ بھی عطا فرماتا۔ جیسے ارشاد ہوا:

لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۷﴾ اگر ہم بیٹا چاہتے تو ضرور اپنے پاس سے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔

(پ ۱۷، الانبیاء: ۱۷)

گویا ارشاد ہوتا ہے اے نصرانیو! تم مسیح کو اور یہودیو! تم عزیر کو اور عرب کے مشرکو! تم ملائکہ کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو، ہمیں اگر اپنے لیے بیٹا بنانا ہوتا تو انہیں کو نہ بناتے جو سب سے زیادہ ہمارے مُقرّب ہیں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نعت شریف لکھنے کی احتیاطیں

اور حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو اُلوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تَنْقِیص (یعنی شان میں کمی یا گستاخی) ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔

نعت گو شاعروں کی خواب میں زیارت

(پھر فرمایا) مولانا کافی علیہ الرحمۃ کی زِیارت آٹھ برس کی عمر میں مجھے خواب میں ہوئی۔ میری پیدائش کے گیارہ مہینے بعد مولانا کو پھانسی ہوئی۔ پچھلی غزل میں ایک مِصرَع یہ بھی لکھا تھا ع

بُلبلیں اُڑ جائیں گی سُونا چمن رہ جائے گا

میں نے اپنے منجھلے بھائی حسن میاں مرحوم کو اُن کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ اپنی مسجد کی فصیلِ شمالی (یعنی شمالی

میں نے اپنے منجھلے بھائی حسن میاں مرحوم کو اُن کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ اپنی مسجد کی فصیلِ شمالی (یعنی شمالی دیوار) پر مسجد میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں اور یہ مسجد کی منتہائے حدِ جنوبی سے میری طرف خوش خوش آرہے ہیں۔ ہاتھ میں ایک بہت طویل کاغذ ہے وہ مجھے دکھانے لائے اور کہتے ہیں نو باتیں بہت ہی اعلیٰ درجہ پر قبول ہوئیں، تفصیل نہ معلوم ہوئی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔

طَلَب اور بَیْعَت میں فرق

عرض: حضور طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلبِ فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بِکنا۔

بیعت کی 4 شرائط

بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی:

اوّلاً: سنی صحیح العقیدہ ہو۔ **ثانیاً:** کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی اِمداد کے اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔ **ثالثاً:** اُس کا سلسلہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مُتَّصِل (یعنی مِلا ہوا) ہو، کہیں مُنْقَطِع (یعنی ٹُوٹا ہوا) نہ ہو۔ **رابعاً:** فاسقِ مُعلِن نہ ہو۔

پیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دے چکا ہوں

﴿اسی سلسلۂ بیان میں ارشاد ہوا کہ﴾ لوگ بیعت بطورِ رسم ہوتے ہیں، بیعت کے معنیٰ نہیں جانتے۔ بیعت اِسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کے ایک مُرید دریا میں ڈوب رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا: ''اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔'' اُن مرید نے عرض کی: ''یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔'' حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوگئے اور حضرت یحییٰ منیری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

زمانۂ رسالت میں تجدیدِ بیعت

عرض: حضور کے زمانے میں بھی تجدیدِ بیعت ہوتی تھی؟

ارشاد: خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سَلَمَہ اِبْنِ اَکْوَع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی۔ جہاد کو جارہے تھے، پہلی بار فرمایا (تو) سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی۔ تھوڑی دیر بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے فرمایا: ''سلمہ

تم بیعت نہ کروگے؟'' عرض کی: ''حضور ابھی کر چکا ہوں!'' فرمایا: ''وَاَیْضًا، پھر بھی۔'' انہوں نے پھر بیعت کی۔ اخیر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے، پھر ارشاد ہوا: ''سلمہ تم بیعت نہ کروگے؟'' عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) میں دوبار بیعت کر چکا۔ فرمایا: وَاَیْضًا پھر بھی۔ غرض ایک جلسہ میں سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تین بار بیعت لی۔

(ملتقطا ،صحیح مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة ذی قرد، الحدیث۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

اُن پر تاکیدِ بیعت میں راز یہ تھا کہ وہ ہمیشہ پیادہ (یعنی پیدل) جہاد فرمایا کرتے تھے اور مجمعِ کفار کا تنہا مقابلہ کرنا ان کے نزدیک کچھ نہ تھا۔

400 کفّار کا تن تنہا مقابلہ کرنے والے

ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُونٹوں پر آ پڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔ اسے قراءت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلۂ بنی قارہ سے تھا [1] سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی پہاڑ پر جا کر ایک آواز تو دی کہ یَا صَبَاحَاہ یعنی دُشمن ہے، [2] مگر اِس کا انتظار نہ کیا کہ کسی نے سنی یا نہیں، کوئی آتا ہے یا نہیں، تنہا اُن کافروں کا تعاقب (یعنی پیچھا) کیا وہ چار سو تھے اور یہ اکیلے، وہ سوار تھے اور یہ پیادہ (یعنی پیدل) مگر نبوی مدد ان کے ساتھ، اس محمدی شیر کے سامنے سے انہیں بھاگتے ہی بنی۔ اب یہ تعاقب میں ہیں اپنا رجز پڑھتے جاتے ہیں۔ [3]

اَنَـا سَـلَمَةُ ابْنُ الْاَکْوعِ وَالْيَـوْمُ يَـوْمُ الـرُّضَّـعِ

(میں سلمہ بن اکوع ہوں اور تمہاری ذلت وخواری کا دن ہے۔)

---

[1]: خط کشیدہ عبارت نہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت کا اِرشاد ہے نہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توضیح، بلکہ یہ کسی اور کا تصرف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد جو تفصیلی واقعہ اعلیٰ حضرت نے بیان فرمایا ہے وہ صحیح مسلم کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة ذی قرد وغیرہ، الحدیث ۱۸۰۷، صفحہ ۱۰۰۱ پر تفصیلاً موجود ہے جس میں ''عبدالرحمٰن فزاری'' درج ہے نہ کہ ''عبدالرحمٰن قاری''۔ کتابت یا نقل کی غلطی سے ''فزاری''، ''قاری'' ہو گیا۔ قاری چونکہ قرآن کا علم رکھنے والے کو کہا جاتا تھا اور ایک کافر پر اس کا اطلاق غیر موزوں محسوس ہوا، اس لیے ناقل کو خط کشیدہ عبارت بڑھانی پڑی، صاحبِ ملفوظ اس سے بَری ہیں۔ (تحقیقات ص۶۰ تا ۶۶ ملخصاً)

[2]: یہ کلمہ دشمن سے خبردار کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ (فتح الباری، ج۷، ص ۳۹۲)

[3]: جنگ میں پڑھے جانے والے وہ فخریہ اشعار جن میں سپاہی کی بہادری اور اس کے حسب نسب کی تعریف ہوتی ہے۔ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے شرح مسلم ج۶، جز۱۲، ص۱۷۴ پر لکھا ہے کہ اپنی تعریف کیلئے اس قسم کا کلام جنگ کے دوران کہنا جس سے اس کی بہادری ظاہر ہو اور دشمن پر رعب طاری ہو، جائز ہے۔

ایک ہاتھ گھوڑے کی کُونچوں (ٹخنے کے نیچے موٹے پٹھوں) پر مارتے وہ گرتا ہے سوار زمین پر آتا ہے، دوسرا ہاتھ اس پر پڑتا ہے وہ جہنم جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کافروں کو بھاگنا دشوار ہوگیا۔ گھوڑوں پر سے اپنے اَسباب پھینکنے لگے کہ ہلکے ہوکر زیادہ بھاگیں۔ یہ اسباب سب ایک جگہ جمع فرماتے اور پھر وہی رَجز پڑھتے ہوئے ان کا تعاقُب کرتے اور انہیں جہنّم پہنچاتے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ کافر ایک پہاڑی پر ٹھہرے اُس کے قریب دوسری پہاڑی پر اِنہوں (یعنی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ) نے آرام فرمایا۔ دن ہونے پر وہ (یعنی کفار) اُتر کر چلے، وہ (یعنی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ) اُسی طرح اُن کے پیچھے اور وہی رَجز وہی قتل یہاں تک کہ گرد اُٹھی۔ یہ قتل وتعاقب کرتے کرتے تھک گئے تھے، اندیشہ ہوا کہ مَبادا (یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ) کفار کی مدد آئی ہو۔ جب دامنِ گرد پھٹا تکبیروں کی آوازیں آئیں اور دیکھا کہ حضرت ابوقتادہ مع بعض دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑوں پر تشریف لارہے ہیں۔ اب کیا تھا کفار کو گھیر لیا۔ (ملخصًا،صحيح مسلم، كتاب الجهاد و السير، باب غزوة ذى قرد، الحديث١٨٠٧، ص ١٠٠٠)

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "فَارِسُ رَسُولِ اللّٰه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کہا جاتا تھا۔ یعنی لشکرِ حضور کے سوار، جس طرح سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "رَاجِلُ رَسُوْلِ اللّٰه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" یعنی لشکرِ اقدس کے پیادے۔

(ملخصًا، الاستيعاب فى معرفة الاصحاب، باب حرف الحا، حارث بن ربعى سلمى، ج١، ص٣٥٣)

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) میں "اَسَدٌ مِنْ اُسُدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ" فرمایا: اللہ ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کے شیروں میں سے ایک شیر۔

اُن کو اِس جہاد کی خبر اُن کے گھوڑے نے دی، تھان (یعنی اصطبل) پر بندھا ہوا چمکا (یعنی جوش میں آکر بھڑکا)۔ اُنہوں نے چُمکارا پھر چمکا۔ فرمایا: واللہ کہیں جہاد ہے۔ گھوڑا کَس کر سوار ہوئے اب یہ تو معلوم نہیں کدھر جائیں؟ باگ چھوڑ دی اور کہا جدھر تُو جانتا ہے چل، گھوڑا اُڑا اور یہاں لے آیا۔

اس عبدالرحمٰن قاری[1] سے پہلے کسی لڑائی میں اُن سے وعدۂ جنگ ہولیا تھا یہ وقت اُس کے پورا ہونے کا آیا۔ وہ پہلوان تھا اس نے کُشتی مانگی۔ انہوں نے قبول فرمائی، اس محمدی شیر نے خُوکِ شیطان (یعنی شیطانی خنزیر) کو دے مارا، خنجر لے

[1] فزاری

کراُس کے سینے پرسوار ہوئے۔اُس نے کہا:''میری بی بی کے لیے کون ہوگا؟''فرمایا:''نار(یعنی آگ)''اوراُس کا گلا کاٹ دیا۔سرکاری اونٹ اورتمام غنیمتیں اوروہ اَسباب کہ جابجا کفار پھینکتے اورسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راستے میں جمع فرماتے گئے تھے،سب لاکرحاضرِ بارگاہِ انور(صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم)کیا۔

وَجد کا شرعی حکم

عرض: مجلسِ سماع میں اگرمزامیرنہ ہوں(اور)''سماع جائز''ہوتووجدوالوں کارقص جائزہے یانہیں؟

ارشاد: اگروَجدصادِق(یعنی سچا)ہےاورحال غالب اورعقل مَسْتُور(یعنی زائل)اوراِس عالَم سے دُورتواُس پرتوقلم ہی جاری نہیں ع

که سلطان نگیرد خراج از خراب

(یعنی بادشاہ تباہ حال لوگوں سے خراج نہیں لیتا۔ت۔)

اوراگربہ تکلُّف وجدکرتاہےتو''تَثَنِّی اور تَکَسُّر''یعنی لچکے توڑے کے ساتھ حرام ہےاوربغیراس کےاگرریاواظہارکے لیے ہےتوجہنم کامستحق ہے۔اوراگرصادِقین کے ساتھ تَشَبُّہ بہ نیتِ خالصہ مقصودہےکہ بنتے بنتے بھی حقیقت بن جاتی ہےتو حَسَن ومحمودہے۔نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ — جوکسی قوم سے مشابہت اختیارکرےوہ اُنہیں میں سے ہے۔ت

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، الحديث ٤٠٣١، ج٤، ص٦٢)

اِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مِنْهُمْ فَتَشَبَّهُوْا — اِنَّ التَّشَبُّهَ بِالْكِرَامِ فَلَاحٌ

(اگرتم صادِقین میں سے نہ ہوتوان کی مشابہت ہی اختیارکرلوکیونکہ اچھوں کی مشابہت میں کامیابی ہے۔ت)

تنہائی میں بھی رِیاکاری ممکن ہے؟

عرض: اگرکوئی تنہاخشوع کے لیےنمازپڑھےاورعادت ڈالےتاکہ سب کے سامنے بھی خشوع ہوتویہ ریاہے یاکیا؟

ارشاد: یہ بھی ریاہے کہ دل میں نیتِ غیرِخداہے۔

تم سب ٹھیک راستے پر ہو

یہاں ایک حدیث ''وہابی کُش'' بیان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ سے متعلق ہے، (سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی) عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی شب میں اپنے اصحابِ کرام کا تَفَقُّدِ اَحوال (یعنی معاینہ) فرماتے مثلاً ایک شب نمازِ تہجد میں صدیقِ اکبر پر گزر فرمایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے ہیں۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف تشریف لے گئے، ملاحظہ فرمایا کہ بہت بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف تشریف لے گئے، انہیں دیکھا کہ جابجا سے متفرق آیتیں پڑھ رہے ہیں۔ صبح ہر ایک سے اس کے طریقے کا سبب دریافت فرمایا۔ صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے عرض کی: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَیْتُ'' میں جس سے مُناجات کرتا ہُوں اسے سُنالیتا ہُوں یعنی اوروں سے کیا کام کہ آواز بلند کروں۔ فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّیْطَانَ'' میں سوتوں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں یعنی جہاں تک آواز پہنچے گی بھاگے گا اور تہجد والوں میں جس کی آنکھ نہ کھلی ہو، وہ جاگ کر پڑھے گا، اس لیے اِس قدر زور سے پڑھتا ہوں۔ حضرت بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے عرض کی: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) کَلَامٌ طَیِّبٌ یَجْمَعُ اللّٰہُ بَعْضَہٗ اِلٰی بَعْض'' پاکیزہ کلام ہے کہ اللہ اس کے بعض کو بعض سے مِلاتا ہے، اِس کا مطلب فقیر کی سمجھ میں یہ ہے گویا عرض کرتے ہیں کہ قرآنِ عظیم ایک لہلہاتا باغ ہے جس میں رنگ رنگ کے پھول، قسم قسم کے میوے دُرِّ مَنثور (یعنی بکھرے موتیوں) کی طرح متفرق پھیلے ہوئے، کہیں حمد ہے، کہیں ثنا، کہیں ذکر، کہیں دُعا، کہیں خوف، کہیں رَجا (یعنی امید)، کہیں نعتِ حبیبِ خدا (عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) وغیرہا مطالب جدا جدا۔ جانبِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے جس وقت جس طرح کی تجلّی وارِد ہوتی ہے اُسی کے مناسب آیات متفرق مقامات سے جمع کر کے پڑھتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''کُلُّکُمْ قَدْ اَصَابَ تم سب ٹھیک پر ہو مگر اے صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) تم قدرے آواز بلند کرو، اور اے فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) تم قدرے پست، اور اے بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) تم سورت ختم کر کے دوسری سورت کی طرف چلو۔ (ملخصاً سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب رفع الصوت، الحدیث ۱۳۲۹۔۱۳۳۰، ج۲، ص ۵۵)

اور زیادہ بنا کر پڑھتا

اِسی طرح ایک شب تہجد میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پڑھنا سُنا۔ اُن کی آواز نہایت دلکش، اُن کا لہجہ کمال دِلکشا تھا۔ ارشاد ہوا: ''انہیں داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الحانوں سے ایک اِلحان ملا ہے۔'' صبح اُن کے پڑھنے کی تعریف فرمائی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ! (عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اگر مجھے معلوم ہوتا کہ (حضور) سُن رہے ہیں تو اور زیادہ بنا کر پڑھتا۔''

(فتح الباری لابن حجر، کتاب فضائل القرآن، تحت الحدیث۵۰۴۸، ج۹، ص۷۹)

میں کہتا ہوں یہ جگہ ہے کہ وہابیت کا زَہرہ (یعنی پِتّا) شَق ہو (یعنی پَھٹ) جائے۔ رِیا حرام ہے بلکہ اسے شرک فرمایا۔ ؎

اگر روئے طاعت ترا در خدا ست

اگر جبرئیلت نہ بیند روا ست

(یعنی اگر تو **اللہ** تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے تو اسے اگر جبریل امین بھی نہ دیکھیں تو درست ہے۔ت)

اور رِیا نہیں مگر غیرِ خدا کے لیے تَصَنُّع (یعنی بناوٹ)۔ یہاں یہ صحابی خود حضور میں عرض کررہے ہیں کہ میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لیے اور زیادہ بنا کر پڑھتا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنکار نہیں فرماتے تو ثابت ہوا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لیے بنانا غیرِ خدا کے لئے بنانا نہیں خدا ہی کے لیے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کا معاملہ **اللہ** (عزّوجلّ) ہی کا معاملہ ہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	یارسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ اپنے مال سے باہر آؤں، سب **اللہ** ورسول کے نام پر تَصَدُّق کردوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاصدقۃ الا...... الخ، ج۱، ص۴۸۱)

اُمُّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ	یارسول اللہ! میں **اللہ** اور رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ھل یرجع......الخ، الحدیث ۵۱۸۱، ج۳، ص۴۵۶)

اس قسم کی بہت آیات واحادیث میری کتاب ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی''[1] میں ملیں گی جن سے ثابت ہوگا کہ حبیب کا معاملہ غیرِ خدا کا معاملہ نہیں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ہی کا معاملہ ہے مگر وہابیہ کو عقل وایمان نہیں۔

پنج آیت کا جواز

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مذکور سے ''پنج آیت'' کا بھی جواز ثابت ہوا کہ وہ متفرق مقام سے آیات پڑھتے تھے اور ارشاد ہوا، تم سب ٹھیک پڑھو اور آگے جو اُنہیں تعلیم فرمائی اس سے اتنا ثابت ہوا کہ نماز میں اَوْلیٰ یوں ہے۔

تَصَوّرِ شیخ

عرض: حضور ''فَنَا فِی الشَّیْخ'' کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اُس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اِس طرح سمجھے کہ سرکارِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے فیوض وانوار قلبِ شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجر وحجر ودر ودیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے۔

پیر ومُرشِد کی تنبیہ

حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لئے جاتے تھے، راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑگئی۔ یہ نظرِ اول تھی، بلا قصد تھی۔ دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی، اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیرومرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں: احمد عالم ہوکر!!!

مُرشِد اپنے مُرید سے دُور نہیں

انہیں سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہُوئے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیے''۔ عرض کیا: ''حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔'' فرمایا: سوتی نہ

---

[1] : یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ کی جلد 30، صفحہ 359 پر ملاحظہ کیجئے۔

تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی (یعنی سوتی بن گئی تھی)۔'' عرض کیا: حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا: ''جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟'' عرض کیا: ہاں، ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا: ''اس پر میں تھا۔'' (الابریز الفصل الثالث فی ذکر بعض الکرامات، ج ۱، ص ۸۴) تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے۔[1]

بچوں کی بیعت

عرض : بچوں کی بیعت کس عمر میں ہوسکتی ہے؟

ارشاد : اگر ایک دن کا (بھی) بچہ ہو، ولی کی اجازت سے بیعت ہوسکتا ہے۔ (ملخصًا، سبع سنابل، سنبلہ ھفتم، ص ۲۰۳)

''تار'' کے ذریعے چاند کا ثبوت

عرض : اِثباتِ ہلال میں ''تار'' پر اعتماد ہوگا یا نہیں؟

ارشاد : میرا رسالہ ''اَزْکَی الْاِھْلَال''[2] ملاحظہ فرمایئے جس میں بدر کی طرح روشن کیا ہے کہ رویتِ ہلال میں تار اور خط کی خبر معتبر نہیں۔ لیکن گنگوہی صاحب نے معتبر مانی اور اپنے علم وفہم کی بانگی (یعنی نمونہ) دکھانے کو اس پر یہ ''استدلال مضحکہ اَطفال'' تراشا (یعنی ایسی بے سروپا دلیل گھڑی کہ اسے سن کر بچے بھی ہنس دیں) کہ ''تحریر معتبر ہے اور تحریر قلم سے ہو یا طویل بانس سے ہر طرح تحریر ہے''۔ تو گویا اِن ''بزرگوار'' کے نزدیک تار بھیجنے والا اتنے لمبے بانس سے کچھ لکھ دیا کرتا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ ان کا یہ فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے اور عقلاً ونقلاً باطل ومردُود ہے۔ اوّل تو یہاں تحریر ہی کہاں؟ دُوُم خط خود کب معتبر؟ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ: ''اَلْخَطُّ یَشْبَہُ الْخَطَّ'' (یعنی ایک خط دوسرے خط کے مشابہ ہوجایا کرتا ہے۔ت) (فتح القدیر، کتاب الشھادات، فصل ما یتحملہ الشاھد ۔ الخ، ج۶، ص ۴۶۵) اور ''اَلْخَطُّ لَا یُعْمَلُ بِہٖ'' (یعنی خط پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ت)

سِوُم آپ کے لکھے ''اس سینکڑوں میل کے طویل بانس'' سے وہ خبر بھیجنے والا نہیں لکھتا کہ اُس کا خط آپ کے نزدیک معتبر ہو بلکہ یہ ''شیطان کی آنت'' بانس، تار بابو (یعنی تار بھیجنے والے اہلکار) کے ہاتھ میں ہے جو محض مجہول اور اکثر کفار۔ اِس کا نام

---

[1] :ان دونوں حکایتوں کا تعلق کشف سے ہے، حدیث پاک میں ہے: ''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' ﴿جامع ترمذی ج ۵ ص ۸۸﴾ یہ سب عالم غیب کی باتیں ہیں اور عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت پر قیاس کرکے بزرگانِ دین پر زبانِ اعتراض دراز کرنا یا وسوسوں میں مبتلا ہونا دانشمندی نہیں۔ (تحقیقات ص ۱۷۱ تا ۱۷۶ ملخصاً)

[2] : یہ رسالہ فتاوی رضویہ مخرجہ، ج10، ص359 پر موجود ہے۔

مفتی گری ہے! ع   آدمیاں گم شدند (و مُلکِ خدا خَر گرفت)

(یعنی آدمی کھو گئے اور نظام گدھوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ت)

قُطب (ستارے) کی طرف پاؤں کرنا کیسا؟

عرض : حضور! قطب کی طرف پاؤں کرنے کی کیا ممانعت فرمائی گئی ہے؟

ارشاد : یہ مسئلہ جہلا میں بہت مشہور ہے۔ ''قطب'' عوام میں ایک ستارے کا نام ہے کہ قطبِ شمالی کے قریب ہے، تو تارے تو چاروں طرف ہیں کسی طرف پاؤں نہ کرے۔

کبھی پاؤں نہ پھیلائے

(اِسی تذکرے میں فرمایا) حضرت سیدی سری سقطی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) مسجد میں پاؤں پھیلائے بیٹھے تھے۔ غیب سے ندا آئی: ''کیا بادشاہوں کے حضور یوں ہی بیٹھتے ہیں؟'' اُس وقت سے جو پاؤں سمیٹے تو تختے (یعنی تختۂ غسل) ہی پر پھیلے، کبھی سوتے میں بھی نہ پھیلائے۔ (سبع سنابل، سنبلہ چہارم، ص ۱۳۱)

لکھائی والا دسترخوان

عرض : دسترخوان پر اگر اشعار وغیرہ لکھے ہوں تو اس پر کھانا جائز ہے؟

ارشاد : ناجائز ہے۔

اگر برتن میں آیات لکھی ہوں تو؟

عرض : اگر برتن میں آیات وغیرہ لکھی ہوں تو اس میں کھانا کیسا ہے؟

ارشاد : اگر بغرضِ اِستِشفا (یعنی آیات کی برکت سے حصولِ شِفا کے لیے) ہے تو حرج نہیں لیکن باوُضو ورنہ اِجازت نہیں۔

مسجد کے اندر وُضو کرنا

عرض : اگر معتکف کسی معقول وجہ سے مسجد ہی میں وُضو کرے تو اسے اِجازت ہوگی؟

ارشاد : نہیں [1] مگر جب کہ وہ باحتیاط اس طرح وضو کرے کہ اُس کے وضو کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے کہ اِس کی سخت ممانعت

[1] :رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصوم، ج۳، ص ۵۰۱

ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ فَصِیل (یعنی حوض کی دیوار) پر وضو کیا اور ویسے ہی ہاتھ جھٹکتے فرشِ مسجد میں پہنچ گئے، یہ ناجائز ہے۔

لحاف پر وُضو کر لیا

میں نے ایک بار بغیر برتن کے خاص مسجد میں وضو جائز طور پر کیا، وہ یوں کہ پانی موسلا دھار پڑ رہا تھا اور میں معتکف، جاڑوں کے دن تھے، میں نے توشک (یعنی روئی دار بستر) بچھا کر اور اِس پر لحاف ڈال کر وضو کرلیا۔ اس صورت میں ایک چھینٹ بھی مسجد کے فرش پر نہ پڑی، پانی جتنا وُضو کا تھا توشک ولحاف نے جَذب کرلیا۔

مکّۂ مکرّمہ افضل ہے یا مدینۂ طیِّبہ !

عرض : حضور! مدینہ طیبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور مکہ معظّمہ میں ایک لاکھ کا، اِس سے مکہ معظّمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے؟

ارشاد : جمہور حنفیہ کا یہ ہی مسلک ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مدینہ افضل اور یہی مذہب امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: مکہ معظّمہ افضل ہے۔ فرمایا: کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے! انہوں نے کہا: واللہ! بیت اللّٰہ و حرم اللّٰہ ۔ فرمایا: میں بیت اللہ اور حرم اللہ میں کچھ نہیں کہتا، کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے! انہوں نے کہا: بخدا خانۂ خدا و حرمِ خدا۔ فرمایا: میں خانۂ خدا و حرمِ خدا میں کچھ نہیں کہتا، کیا تم کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے![1] وہ وہی کہتے رہے اور امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہی فرماتے رہے اور یہی میرا مسلک ہے۔ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ — مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب من راغب عن المدینۃ، الحدیث ۱۸۷۵، ج۱، ص ۶۱۸)

دوسری حدیث نصِ صریح ہے کہ فرمایا:

اَلْمَدِیْنَۃُ اَفْضَلُ مِنْ مَکَّۃَ — (یعنی: مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ت)

(فردوس الاخبار ج ۲ ص ۳۶۱ حدیث ۶۹۵۴)

[1] ملخصًا، المؤطا لامام مالك، كتاب الجامع ما جاء في امر المدينة، الحديث ۱۷۰۰، ج۲، ص ۳۹۶

ثواب میں فرق کیوں؟

اور تَفَاوُتِ ثواب (یعنی ثواب میں فرق) کا جواب باصواب (یعنی درست جواب) شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب دیا کہ ''مکہ میں کمیت زیادہ ہے اور مدینہ میں کیفیت'' (تاریخِ مدینۃ اردو ترجمہ ''جذب القلوب''، ص۱۹) یعنی وہاں ''مقدار'' زیادہ ہے اور یہاں ''قدر'' اَفزُوں (یعنی زیادہ)۔ جیسے یوں سمجھیں کہ لاکھ روپیہ زیادہ کہ پچاس ہزار اشرفیاں؟ گنتی میں وہ (یعنی لاکھ روپے) دونے ہیں اور مالیت میں یہ (یعنی پچاس ہزار اشرفیاں) دس گُنی۔ مکہ معظّمہ میں جس طرح ایک نیکی لاکھ نیکیاں ہیں یوں ہی ایک گناہ لاکھ گناہ ہیں اور وہاں گناہ کے اِرادے پر بھی گرفت ہے جس طرح نیکی کے اِرادے پر ثواب۔ مدینہ طیبہ میں نیکی کے اِرادے پر ثواب اور گناہ کے اِرادے پر کچھ نہیں اور گناہ کرے تو ایک ہی گناہ اور نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیاں۔ عجب نہیں کہ حدیث میں ''خَیْرٌ لَّھُمْ'' کا اِشارہ اِسی طرف ہو کہ ان کے حق میں مدینہ ہی بہتر ہے۔

محدّث سُورتی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا ذکرِ خیر

مؤلف: حضرت محدِّث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال شریف کا ذکر تھا، ان کے محاسن (یعنی خوبیوں) کا ذکر فرماتے ہوئے **ارشاد فرمایا:** ''قیامت قریب ہے، اچھے لوگ اٹھتے جاتے ہیں، جو جاتا ہے اپنا نائب نہیں چھوڑتا۔'' (پھر فرمایا) امام بخاری نے انتقال فرمایا نوے ہزار شاگرد محدِّث چھوڑے، سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا اور ایک ہزار مجتہدین اپنے شاگرد چھوڑے۔ محدِّث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل اور اب ہزار مرتے ہیں اور ایک بھی نہیں چھوڑتے۔

اِمام بُخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا مبارک خواب

اِمام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مگس رانی کر رہا ہوں (یعنی جسمِ اطہر پر بیٹھنے والی مکھیاں ہٹا رہا ہوں)، خواب دیکھ کر پریشان ہوئے کہ مکھی تو جسمِ اَقدس پر بیٹھتی نہ تھی۔ علماء نے تعبیر فرمایا: ''بشارت ہو تمہیں کہ احادیث میں جو خلط (یعنی گڈ مڈ) ہو گیا ہے تم اسے پاک وصاف کرو گے۔''

(ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، الفصل الاول، ج۱، ص۹)

احادیث میں خلط کس نے کیا؟

عرض: حضور! احادیث میں خلط کس نے کر دیا، اس کی کیا وجہ ہوئی؟

ارشاد: خدا ناترسوں نے اکثر احادیث میں کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔

راویوں کا مذاق اُڑانے والا

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجلسِ وعظ میں بڑی لمبی چوڑی حدیث پڑھی جس کی شروع سند میں تھا: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل وَيَحْيٰى بْنُ مَعِيْنٍ :احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ہم سے حدیث بیان کی۔ اِتفاق کی بات کہ یہ دونوں حضرات اُس وقت وہاں تشریف فرما تھے۔ باہم ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کے رہ جاتے۔ جب وہ ختم کر چکا، یحییٰ بن معین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اشارہ سے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: ''احمد یہ ہیں اور یحییٰ میں، ہم نے خواب میں بھی یہ حدیث جوتم نے پڑھی نہیں بیان کی۔'' بولا: ''میں سنا کرتا تھا کہ ابنِ حنبل وابنِ معین کم عقل ہیں، آج مجھے اس کا یقین ہوا۔ ساٹھ (60) احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں جن سے میں حدیث روایت کرتا ہوں۔'' یہ تمسخر کرتا ہوا چلا گیا۔ (ملخصًا، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۷۷)

جھوٹے شخص کی پشیمانی

﴿اسی سلسلے میں فرمایا کہ﴾ پہلی مرتبہ کی حاضری حرمین طیبین میں ایک کٹّر وہابی نے خاص کعبہ معظّمہ میں مجھ سے آکر کہا کہ آپ میلاد شریف میں قیام کرنے کے لیے بہت زور دیتے تھے اور کہتے تھے کہ عرب شریف میں عام طور سے قیام ہوتا ہے، یہاں شیخ العلماء احمد زین دحلان قیام کو منع کرتے ہیں۔ میں نے کہا: شیخ العلماء کا دولت کدہ یہاں سے چند قدم ہے ابھی چلو ہم دریافت کرادیں۔ ہر چند اصرار کیا، زمین پکڑ گیا۔ مفتریوں (یعنی جھوٹے الزام لگانے والوں) کی یہ جرأت ہوتی ہے! میں نے کہا: ''کاش! مکہ معظّمہ سے باہر جا کر بلکہ جہاز میں سوار ہو کر یہ افترا کیا (یعنی بہتان باندھا) ہوتا کہ تصدیق کے لیے واپس آنا دُشوار ہوتا، شیخ العلماء کے زیرِ دیوار بیٹھ کر ایسا جیتا اِفترا!'' مگر اس ''حیادار'' کو کچھ اثر نہ ہوا، اٹھ کر چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت شیخ العلماء خود قیام فرماتے ہیں، اِستحسانِ قیام (یعنی قیام کے مستحب ہونے کے بارے) میں اُن کے متعدد فتوے ہیں۔ فتاویٰ کے علاوہ ان کی کتاب مستطاب ''اَلدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ'' میں اس کی جلیل تصریح ہے اور ''اَلسِّيْرَةُ النَّبَوِيَّةُ'' میں اس سے بھی روشن تر۔[1]

بدمذہبوں کی زبان درازیاں اور اعلیٰ حضرت کا طرزِ عمل

عرض: واقعی اگر (وہابیہ کا) منہ بند ہوا ہے تو حضور (یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ) ہی کی ذاتِ بابرکات سے، دل میں نامعلوم کیا کیا

[1] : اَلسِّيْرَةُ النَّبَوِيَّةُ میں ارشاد فرماتے ہیں: '' جَرَتِ الْعَادَةُ اَنَّ النَّاسَ اِذَا سَمِعُوْا ذِكْرَ وَضْعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُوْنَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ فَعَلَ ذَالِكَ كَثِيْرٌ مِّنْ عُلَمَاءِ الْاُمَّةِ الَّذِيْنَ يُقْتَدٰى بِهِمْ '' یعنی عادت جاری ہوگئی ہے کہ لوگ جب ذکرِ ولادتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں تو حضورِ اکرم واعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں اور قیام بہت بہتر اور مستحسن ہے کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور بیشک امت کے بڑے بڑے علماء نے ایسا کیا جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ ۱۲

کہتے ہوں گے؟

ارشاد: اس کا کیا خوف! دل میں کیا، برملا فحش گالیاں دیتے ہیں۔ بعض خُبثا تو مُغَلَّظات (یعنی گالیوں) سے بھرے ہوئے بیرنگ خطوط (یعنی وہ خطوط جن کا محصول پہلے ادا نہ کیا گیا ہو) بھیجتے ہیں۔ پھر ایک نہیں اَللّٰہُ اَعلَم کتنے آتے ہیں؟ مجھے اِس کی پرواہ نہیں۔ اِس سے زیادہ میری ذات پر حملہ کریں، میں تو شکر کرتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے دینِ حق کی سِپَر (یعنی ڈھال) بنایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے، گالیاں دیتے، برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر **اللہ** ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتَنقِیص سے باز رہتے ہیں۔ اِدھر سے کبھی اُس کے جواب کا وہم بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت اُن کی عزت پر نثار ہی ہونے کے لیے ہے بلکہ اُن پر نثار ہونا ہی عزت ہے۔ قرآنِ عظیم میں اِرشاد فرمایا:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًاؕ

البتہ تم مشرکوں اور اگلے کتابیوں سے بہت کچھ برا سنو گے۔

(پ ٤، اٰلِ عمرٰن: ١٨٦)

بڑے بڑے ائمہ ومجتہدین وصحابہ وتابعین تو مخالفین کے سَبّ وشَتم (یعنی گالی گلوچ) سے بچے نہیں یہ درکنار جب **اللہ** واحد قہّار اور اس کے پیارے حبیب ومحبوب احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانا چاہی، انہیں عیب لگائے تو ''اور کوئی'' کس گنتی میں؟

حق گوئی کی ایک پہچان

ایک صاحبِ ولایت نے حضرت محبوبِ الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضری کا منزلِ دُور دَراز سے قصد فرمایا۔ راہ میں جس سے حضرت محبوبِ الٰہی (قدس اللہ سرہ العزیز) کا حال دریافت فرماتے لوگ تعریف ہی کرتے۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا میری محنت ضائع ہوئی کہ یہ اگر حق گو ہوتے لوگ ضرور اُن کے بدگو ہوتے جب دہلی قریب رہی اُنہوں نے لوگوں سے پوچھا، اب مذمتیں سنیں، کوئی کہتا: وہ دہلی کا مکّار ہے، کوئی کچھ کہتا، کوئی کچھ کہتا۔ انہوں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میری محنت وصول ہوئی۔

حضرت یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ ربُّ العزت میں عرض کی: ''الٰہی (عَــزَّوَجَــلَّ) مجھے ایسا کر کہ کوئی مجھے برا نہ کہے۔'' ارشادِ باری (عَزَّوَجَلَّ) ہوا: ''اے یحییٰ یہ میں نے اپنے لیے تو کِیا نہیں، کوئی میرا شریک بناتا ہے، کوئی فرشتوں کو میری بیٹیاں بتاتا ہے کوئی میرے لیے بیٹے ٹھہراتا ہے۔''

(ملخصًا کنز العمال، کتاب الفضائل ،قسم الافعال،باب فضائل سائر الانبیاء......الخ الحدیث۳۲۴۳۷،ج۱۱،ص۲۳۷)

لیکن نبی کی دعا خالی نہیں جاتی۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کو اکثر بُرا کہنے والے موجود ہیں لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک بھی برا کہنے والا نہیں۔ قادیانی سے بد زبان کو دیکھو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کیسی توہینیں کرتا ہے یہاں تک کہ اُنہیں اور اُن کی ماں صدیقہ بتول طاہرہ (یعنی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو فُحش گالیاں تک دیتا ہے، چار سو انبیاء کو صاف جھوٹا لکھا حتی کہ در بارۂ حُدیبیہ (یعنی حدیبیہ کے بارے میں) خود شانِ اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ناپاک حملہ کیا مگر یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف ہی کی۔

سختی کے اِلزام کا جواب

﴿ یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ﴾ اِس پر بھی بعض احمق سختی کا الزام دیتے ہیں۔ **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو گالیاں دینا تو کوئی بات ہی نہ ہو، نہ وہ سختی ہے نہ بے تہذیبی، نہ کوئی بُری بات۔ اِدھر سے اُن کی اِس ناپاک حرکت پر کافر کہا اور بس! سختی وبے تہذیبی سب کچھ ہوگئی۔ ہاں ہاں! **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی شان میں جو گستاخی کرے گا اُسے ضرور کافر کہا جائے گا کسے باشد (چاہے کوئی بھی ہو) اور و**اللہ** کہ میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ **اللہ** ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اَحکام بیان کرتا ہوں، میں تو ان کا چپراسی ہوں، چپراسی کا کام ہی سرکاری حکم نامہ پہنچانا ہے نہ کہ اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے کرم سے اُمید کہ وہ قبول فرمائے آمین۔

شعر کا علم

عرض : حضور! ''علم مَا کَانَ وَمَایَکُوْنُ'' حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے مگر بعض لوگ اِعتراض کرتے ہیں کہ

وَمَاعَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَایَنْۢبَغِیْ لَهٗؕ (پ۲۳، سورۃ یٰسٓ:۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

فرمایا گیا تو شعر کا علم نہ ہوا۔

ارشاد : جب علم کسی فن کی طرف نسبت کیا جائے تو اس کے معنی ''دانستن'' (یعنی جاننا) نہیں ہوتے بلکہ ''ملکہ واقتدار'' (یعنی قدرت ومہارت) جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں گھوڑے پر چڑھنا جانتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کا جو مفہوم ہے وہ اس کے ذہن میں ہے بلکہ یہ کہ قدرت رکھتا ہے یا یہ کہ گھوڑے پر چڑھنا نہیں جانتا تو یہ مطلب نہیں کہ جو اِس کا مفہوم ہے وہ اس کے ذہن میں نہیں کہ غیر کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کا مفہوم اس نے ضرور جانا، باقی قدرت نہیں رکھتا۔ حدیث میں اِرشاد ہوا:

عَلِّمُوْا بَنِیْنَکُمُ السَّبَاحَۃَ وَالرَّمْیَ اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ۔

(کشف الخفاء، الحدیث ۱۸۶۰، ج۲، ص۶۳)

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے مفہوموں کا ان کو تصور کرا دو؟ بلکہ یہ کہ ان فنون کو ان کے قابو میں کر دو کہ تیر نشانے پر لگا سکیں اور دریا تیر سکیں۔ تو آیۂ کریمہ کے یہ معنی نہیں کہ اوروں کے اشعار حضور کے علم میں نہیں بلکہ یہ معنی کہ حضور کو ہم نے شعر گوئی پر قدرت نہیں دی اور نہ یہ حضور کے لائق۔ صحابہ قصائد عرض کرتے، کیا ان کے اشعار ہمارے حضور کے علم میں نہ آتے! بلکہ بعض بعض مواقع پر اصلاح فرمائی ہے۔ کعب بن زُہیر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصیدۂ نعتیہ میں عرض کیا ؎

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنَارٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ

وَصَارِمٌ مِنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلٌ

(یعنی بیشک ضرور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کافروں کے لئے) ہندی تلواروں میں سے ایک سونتی ہوئی تلوار ہیں۔ت)

ارشاد ہوا: ''نار کی جگہ "نُور" کہو اور سیوف الہند کی جگہ "سُیُوفِ اللّٰہ"۔''

جب بعض اشعارِ دیگراں علمِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں آنا منافیِ آیۂ کریمہ **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ** نہ ہوا تو جمیع اشعارِ اولین وآخرین مکتوباتِ لوحِ مبین کو علمِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کا مُحیط ہونا کیا منافی ہوسکتا ہے!'' جو ایجابِ جزئی کسی سلبِ کُلّی کا نقیض نہیں اس کا ایجابِ کلی بھی یقیناً منافی نہیں'' البتہ ملکۂ شعر گوئی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو عطا نہ ہوا اور اس پر بھی ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) نے دفعِ وہم فرمادیا کہ یہ کوئی خوبی نہ تھی جو ہم نے ان کو نہ دی بلکہ " **وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ** "، یہ ان کی شانِ رفیع کے لائق ہی نہیں تو ان کے حق میں مَنْقَصَت (یعنی عیب) تھی اور وہ جمیع نقائص سے مُنَزَّہ (یعنی پاک) ہیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بلکہ شعر گوئی بالائے طاق اگر نادراً کبھی دوسرے کا شعر پڑھتے تو اسے وزن سے ساقط فرمادیتے۔'' عبداللہ بن رَوَاحہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر

سَتُبْدِی لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلاً

وَ يَأْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

(یعنی عنقریب تمہارے لئے وہ دن ظاہر ہوں گے جن سے تم بے خبر ہو اور تمہارے پاس وہ خبریں آئیں گی جن کا تم نے کوئی سامان تیار نہیں کیا ہے۔ت)

کا مصرعِ دوم یوں پڑھتے ع

وَ يَأْتِيْكَ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ بِالْاَخْبَارِ

اس پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں شہادت دیتا ہوں کہ **اللہ** تعالیٰ نے حضور کو شعر سے مُنَزَّہ فرمایا ہے۔ شاعِر نے یوں کہا ہے:

''وَ يَأْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ''

فلاسفہ کا رَدّ

عرض : فلاسفہ کہتے ہیں کہ ''جُزلَا یتجزّٰی'' باطل ہے۔اگر باطل مانا جائے اور ''ہَیُوْلٰی'' اور ''صورت'' کی قدامت باطل کردی جائے تو اسلام کے نزدیک اس میں کیا برائی؟

ارشاد : اگر جُزلَا یتجزّٰی نہ مانا جائے تو ہیولیٰ اور صورت کے قِدَم (یعنی قدیم ہونے) کا راستہ کُھلے گا (اور) ان دلائلِ فلاسفہ کا اٹھانا پھر طویل وعریض مَباحِث چاہے گا، اِس لیے ہمارے علمانے اسے سرے ہی سے ردّ فرمادیا

گُربَہ کُشتَن روزِ اَوّل باید

(برائی کو پہلے ہی دن ختم کردینا چاہئے۔ت)

دینِ اسلام میں ''ذات وصفاتِ الٰہی'' کے سوا کوئی شے ''قدیم'' نہیں، ربُّ العزت فرماتا ہے:

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ نیا پیدا فرمانے والا آسمانوں اور زمین کا۔

(پ ۱، البقرہ:۱۱۷)

اور حدیث میں ہے:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَیْءٌ غَيْرُهٗ ازل میں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔

(ملتقطًا،صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللّٰہ، الحدیث ۳۱۹۱، ج۲، ص۳۷۵)

غیرِ خدا کسی شے کو قدیم ماننا بالاجماع کفر ہے۔

(ملخصًا،الیواقیت والجواھر، المبحث الثانی فی حدوث العالم، الجزء الاول، ص ۵۲)

علمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ

عرض : باری تعالیٰ (عَزَّوَجَلَّ) کا علم قبلِ مخلوقات فعلی تھا وہ کس صورت سے تھا؟

ارشاد: یہ لفظ آپ نے فلاسفہ کا کہا کہ وہ علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کو فعل و اِنْفعال کی طرف مُنْقسِم کرتے ہیں اور مسلمانوں کے نزدیک ''اللہ (عَزَّوَجَلَّ) اِنْفِعال (یعنی اثر قبول کرنے) سے پاک ہے اور علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) صورت سے مُنَزَّہ (یعنی پاک)، جیسے اس کی ذات کی کُنہ (یعنی حقیقت) کوئی نہیں جان سکتا یوں ہی اس کی صفات کی''۔

فلاسفہ نے جو کہا کہ ''علم نام صورتِ حاصِلہ عندالعقل کا ہے'' غلط ہے۔ ان سُفَہا (یعنی بے وقوفوں) نے اصل (یعنی جڑ) وفرع (یعنی شاخ) میں فرق نہ کیا۔ علم سے ہمارے ذہن میں معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے نہ کہ حُصُولِ صورت سے علم۔ ''علم وہ نور ہے کہ جو شے اس کے دائرے میں آ گئی مُنکَشِف (یعنی ظاہر) ہوگئی اور جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مُرتَسِم (یعنی نقش) ہوگئی۔'' جب فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کو کیا پہچانیں گے! حق سُبْحَانَہ تَعَالٰی ''ذہن'' و''صورت'' و''اِرْتِسام'' و''نورِ عَرَضی'' سب سے مُنَزَّہ ہے، نہ اس کا علم ''حضور'' کا محتاج۔ اس کا علم ''حضوری وحصولی'' دونوں سے مُنَزَّہ ہے۔ اس کا علم ''اس کی صفتِ قدیمہ قائمہ بالذات لازمِ نفسِ ذات'' ہے اور کیف سے منزہ، وہاں چون وچگوں وچرا وچساں کا دخل نہیں۔ ہم نہ اس کی ذات سے بحث کر سکتے ہیں نہ اس کی کسی صفت سے۔

حدیث میں ارشاد فرمایا:

تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا	اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی مخلوق میں فکر کرو اور اس
فِی اللّٰہِ فَتَہْلِکُوْا	کی ذات میں فکر نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

(ملخصًا، کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث ۵۷۰۲، ج ۳، ص ۴۷)

اس کی صفات میں فکر ذات ہی میں فکر ہے اور اِدْراکِ کُنہِ صفات بے اِدْراکِ کُنہِ ذات ممکن نہیں کہ اس کی صفات کو کسی مَوْطِن میں ذات سے جدائی محال اسی لیے انہیں ''لاعین ولا غیر'' کہا جاتا ہے اور کُنہِ ذات کا اِدْراک مخلوق کو محال کہ وہ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط ہے کوئی اسے محیط نہیں ہو سکتا، لَاجَرَم (یعنی یقیناً) کُنہِ صفات کا بھی اِدراک محال، ''حق یہ ہے''۔ وَاِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْن (اگرچہ فتوی دینے والے تجھے فتوی کچھ بھی دیں۔)

اپنی حقیقت تو جانتے نہیں اللہ تعالیٰ کی کُنہ میں کلام کریں گے! انسان کی اِس وقت تک حقیقت فلاسفہ کو معلوم نہیں، انسان کی تعریف کرتے ہیں ''حیوانِ ناطِق''، حیوان کی تعریف کرتے ہیں ''جسمِ نامی حسّاس متحرک بِالْاِرادہ'' (یعنی اپنے ارادے سے حرکت کرنے والا) اور ناطق کی ''مُدْرِکِ کلیات وجزئیات'' اگرچہ یہ بھی ان کے متاخرین کی رفو گری ہے۔ اُن سُفَہَا نے تو آوازوں پر ''حدود'' (یعنی تعریفات) رکھی تھیں، گھوڑا ''حیوانِ صاہِل'' ہنہنانے والا جانور، گدھا ''حیوانِ ناہِق'' رینکنے والا جانور، انسان ''حیوانِ ناطق'' کلام کرنے والا جانور۔ اِنہوں (یعنی متاخرین فلاسفہ) نے ناطق کے معنی گھڑے ''مدرکِ کلیات وجزئیات'' جسے اصلاً زبانِ عرب مُساعِد نہیں (یعنی عربی زبان میں ناطق سرے سے اِس معنٰی میں استعمال ہی نہیں ہوتا)۔ خیر یوں ہی سہی، انسان نام بدن کا ہے یا نفسِ ناطقہ (یعنی روح) یا دونوں کے مجموع کا؟ اول (یعنی بدن) ناطق نہیں کہ ''اِدراکِ کلیات'' شانِ نفس ہے نہ کارِ بدن، دوم (یعنی روح) حیوان نہیں کہ نفسِ ناطقہ نہ جسم ہے نہ نامی نہ ان کے نزدیک متحرک، سوم (یعنی جسم وروح کا مجموعہ) نہ حیوان ہے نہ ناطق کہ حیوان ولاحیوان کا مجموعہ ''لاحیوان'' ہوگا اور ناطق ولاناطق کا ''لاناطق''، غرض واقع میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر حیوان وناطق بمعنی مذکور دونوں صادق ہوں۔ یہ ہے ان کا خود اپنی حقیقت کے اِدراک سے عجز ؏

تُو از جاں زندہ وجاں را ندانی

(یعنی تم جان سے زندہ ہو مگر جان کی حقیت نہیں جانتے ہو۔ت)

پھر کُنہِ ذات وصفات میں کلام کیسا جہلِ شدید وضلالِ تام ہے۔ حق یہ ہے کہ انسان ''روح متعلق بالبدن'' کا نام ہے اور روح امرِ ربّ سے ہے، اس کی معرفت بے معرفتِ ربّ نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے اولیاء فرماتے ہیں:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ — جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے ضرور اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کو پہچان لیا۔

(کشف الخفاء، حرف المیم، ج۲، ص۲۳۴)

یعنی معرفتِ نفس اسی وقت حاصل ہوگی جب پہلے معرفتِ ربّ ہولے۔ زندیق لوگ اسے اس پر حمل کرتے ہیں کہ نفس ہی ربّ ہے اور یہ کفرِ خالص ہے۔

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ ترجمۂ کنزالایمان : تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔ (پ ۱۵، بنی اسرائیل:۸۵)

نہ کہ مَعَاذَ اللّٰہ " رَبّیٖ "

کیارُوح اور جِسم ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟

عرض : حاشیہ خیالی[1] پر مولوی عبدُ الحکیم نے لکھا کہ رُوح اور جسم میں اتحاد ذاتی اور تغایُر اِعتباری ہے۔

ارشاد : یہ کوئی عاقِل نہیں کہہ سکتا۔ رُوح یعنی نفسِ ناطقہ کو مادے سے مجرّد (یعنی خالی) جانتے ہیں یا نہیں؟ اور جسم مادی ہے تو کیسے اتحاد ہوگا؟ مُحال ہے۔ نہ شرعاً صحیح نہ عقلاً۔

فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ ترجمۂ کنزالایمان : پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں۔ (پ۲۳، ص : ۷۲)

فرمایا تو معلوم ہوا کہ بدن اور رُوح اور ہے۔

عرض : تو حُلُول ہوا؟

ارشاد : ہاں مُتَکَلِّمِین بدن میں رُوح کا حُلُول مانتے ہی ہیں۔

عَالَمِ امر اور عالَمِ خلق میں فرق

عرض : رُوح عالَمِ اَمر سے ہے؟

ارشاد : ہاں۔ ''عالَمِ اَمر'' اور ''عالَمِ خَلْق'' میں فرق ہے۔

(۱) عالَمِ خَلْق مادے سے بتدریج (یعنی درجہ بہ درجہ) پیدا فرمایا جاتا ہے اور

(۲) عالَمِ امر نرے ''کُن'' سے

[1] : یہ علمِ کلام کی مشہور و مُتداوَل درسی کتاب ''شرح عقائدِ نَسَفِیّہ'' کے حاشیہ ''خیالی'' پر مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفّٰی ۱۰۶۷ھ کا حاشیہ ہے۔

لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا، بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔ (پ۸، الاعراف:۵۴)

رُوح ''عالَمِ امر'' سے ہے محض ''کُـن'' (یعنی ہوجا) سے بنی اور جسم ''عالَمِ خَلق'' سے کہ نُطفہ (پانی کی بوند یعنی مَنی) پھر عَلَقَه (یعنی خون کی پھٹک) پھر مُضغه غیر مُخلّقه (گوشت کا غیر مصوّر ٹکڑا) پھر مُخلَّقه (یعنی گوشت کا مصوّر ٹکڑا) ہوتا ہے۔

خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔ (پ۲۹، نوح:۱۴)

مسئلۂ جُز لَایَتَجَزّٰی

عرض: اِس مسئلہ جُز لَایَتَجَزّٰی [1] میں اِمام رازی اور (دیگر) علما نے بھی تَوَقُّف (یعنی سکوت) کیا ہے اور دلائلِ فلاسفہ اِس کے اِبْطال پر قوِی معلوم ہوتے ہیں؟

ارشاد: ''صَدْرَا'' [2] میں بہت حجتیں لکھیں جن میں نفسِ جز کو کوئی باطل نہیں کرتی، اِتصالِ جزئین باطل کرتی ہیں۔ اتصال کو ہم بھی باطل مانتے ہیں جیسے فلاسفہ نقطے کا وجود مانتے ہیں اور ''تَتَالِیِ نُقْطَتَین'' (یعنی دو نقطوں کا لگا تار ہونا) محال جانتے ہیں۔ اُقْلِیدَس [3] نے جو ''اُصولِ موضوعہ'' مانے ہیں اُن میں یہ بھی ہے کہ نقطہ وخط وسطح موجود ہیں اور اَثِیْرُ اَبْھَرِیْ [4] نے اپنی بعض کتب میں اِس پر برہان (یعنی دلیل) قائم کی ہے جو ''شَرحِ حِکْمَۃِ الْعَین'' [5] میں مذکور ہے اور یہی اِن کے یہاں مذہبِ محققین و جمہور ہے بس تو اسی طرح سے اِتصال کا اِبْطال لازِم ہے نہ کہ نفسِ جز کا۔

---

[1]: یعنی وہ جوہر جو قابلِ اشارۂ حسیہ ہو اور کسی تقسیم کو قبول نہ کرے، نہ تقسیم قطعی کو، نہ کسری کو، نہ وہمی کو اور نہ ہی فرضی کو۔ (تعلیم الحکمۃ، ص۱۶)

[2]: یہ فلسفہ کی مشہور درسی کتاب ''ہدایۃ الحکمۃ'' کی شرح ہے۔ اسکے مصنف علامہ صدرالدین شیرازی (المتوفی ۱۰۵۹ھ) ہیں۔

[3]: یہ ایک یونانی حکیم کا نام ہے جس کے نام سے جیومیٹری کی بنیاد پڑی۔ اس کی کتاب ''اصولِ ھندسه والحسب'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اَشکال ریاضی اور ہندسے کا علم ہے۔

[4]: امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ القوی کے مشہور شاگرد جن کی تصنیفات میں سے ''ایساغوجی'' اور ''ہدایۃ الحکمۃ'' متداول ہیں۔

[5]: یہ علامہ نجم الدین ابوالحسن علی بن محمد المتوفی ۶۷۵ھ کی تالیف ''حکمۃ العین'' کی شرح ہے۔

مقتول فلسفی

عرض : شیخ شہابُ الدِّین مقتول کے مذہب کا کیا حال ہے؟

ارشاد : فلسفی خیالاتِ باطلہ اس کی طرف نسبت کئے گئے ہیں جس پر اسے قتل کیا گیا۔ وہ اپنی کتاب "حِکْمَۃُ الْاشراق" میں اگرچہ ''مَشائین'' کے خلاف چلا مگر ''فلاسفہ اِشْراقِیِّین'' کا مُتَّبِع (یعنی پیروکار) ہوا۔

ایک ناپاک علم

کہتے ہیں ''سیمیا'' جو ایک نہایت ناپاک علم ہے اسے آتا تھا۔ قصاب سے دنبہ خریدا، دنبہ لے کر چلا اور قیمت نہ دی، قصاب پیچھے ہولیا، وہ مانگتا ہے، یہ چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ قصاب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہاتھ اُکھڑ آیا۔ وہ بے چارا ڈرا کہ کہیں گرفتار نہ ہوجائے، چھوڑ کر چلا گیا اور وہ درحقیقت ہاتھ نہ تھا بلکہ آستین تھی، اسے یہ فن آتا تھا۔ اسے لکھ کر حضرت جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔

بد اکسانیکه چنیں کارها کنند وبد اعلمیکه باواین کارها آموزند

(یعنی بہت برے ہیں وہ لوگ جو ایسا کام کرتے ہیں...... بہت برا ہے وہ علم (سیمیا) جس کے ذریعے ایسے کام سیکھتے ہیں۔ ت)

ایک مغالطے کا ازالہ

عرض : بعض مُتَصَوِّفَہ نے اس کی تعریف کی ہے۔

ارشاد : حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی ہے اور وہ بے شک امام الائمہ ہیں۔ یہ بھی سُہْرَوَرْدِی تھا، زمانہ بھی حضرت سے قریب ہے، نسبت بھی ایک ہے، لقب بھی ایک ہے اس لئے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے، اس کی کسی بات میں برکت نہ دی گئی۔ ۳۴، ۳۵ برس کی عمر میں مارا گیا۔

عرض : معقولیوں نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔

ارشاد : ہاں۔ ابنِ سینا کو ''شیخُ الرئیس'' اور اسے ''شیخُ الاشراق'' کہتے ہیں۔

(اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا) معقولیوں نے اپنے وَصف میں سے ''نا'' گھٹا دیا[1] بے واسطہ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) تک وصول (یعنی رسائی) مُحال (یعنی ناممکن) ہے سوائے ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کے۔

ایک ایمان افروز خواب

''نَفَحَاتُ الاُنس'' شریف میں ہے، ایک صاحب نے زیارتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے مُشَرَّف ہوکر عرض کی: غزالی کیسے ہیں؟ فرمایا: ''فَازَ مَقصُودَہ'' اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ عرض کی: فخر الدین رازی کیسے ہیں؟ فرمایا: ''رَجُلٌ مُعَاتَب'' ان پر ''عِتاب'' ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ ''عِقاب'' نہ فرمایا۔ عِقاب سزا ہے اور عِتاب حصۂ اَحِبّا (یعنی دوستوں سے محبت بھری خفگی) ہے۔ عرض کی: ابن سینا؟ فرمایا: بے میرے واسطے کے اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) تک پہنچنا چاہتا تھا، میں نے ایک دَھول (یعنی چپت) لگائی کہ تَحْتَ الثَّریٰ (یعنی زمین کے سب سے نچلے حصے) کو چلا گیا۔ (ملخصا نفحات الانس مترجم، ص ۴۵۳، ۴۵۴)

یہ بعض صالحین کا خواب ہے۔

ابن سینا کی توبہ کی روایت

اور امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''مِراۃُ الجِنان'' میں ایک روایت یہ تحریر فرمائی کہ ابنِ سینا آخر عمر میں تائب ہوگیا تھا۔ (مراۃ الجنان، السنۃ ثمان و عشرین واربع مائۃ، ج ۳، ص ۳۸، ۴۰) موت سے کچھ مدت پہلے افیون کھانا چھوڑ دیا، باندی غلام سب آزاد کردیے، رات دن نماز وتلاوتِ قرآن میں مشغول رہتا تھا۔ اگر ایسا ہے تو اُس کے اِس شعر نے کام دیا کہ ؎

آنجا کہ عنایتے تو باشد باشد

ناکردہ چوکردہ کردہ چوں ناکردہ

(یعنی: جس گنہگار پر تیرا کرم ہوگیا تو اس کے گناہ ایسے ہونگے جیسے کئے ہی نہیں اور جو نیکیاں نہیں کر سکا وہ بھی درج ہوں گی۔ت)

رحمتِ بے سبب کو متوجّہ ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اَسّی برس کے بت پرست کو ایک آن (یعنی لمحے) میں مسلمان بلکہ ''قُطبِ شہر'' بلکہ ''اَبدال'' سے بھی اعلیٰ ''بُدَلاے سَبْعَہ'' سے کرلیتے ہیں۔ اگر ایسا ہے (یعنی اگر تائب ہو کر فوت ہوا) تو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مگر اُمت میں بڑا فتنہ چھوڑ گیا۔ وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل (اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ت)

---

[1]: یعنی فلاسفہ درحقیقت نامعقول (بے عقل) لوگ ہیں مگر لفظ ''نا'' ہٹا کر اپنے آپ کو معقولی کہلاتے ہیں۔

واسطہ کی حاجت

عرض: وہابیہ تو یہ کہتے ہیں کہ جب مَعْرِفت حاصل ہوگئی تو واسطہ کی حاجت نہ رہی؟ تفویۃُ الایمان میں بھی ایک آدھ جگہ ایسا یاد ہوتا ہے۔

ارشاد: ایک جگہ نہیں "تفویۃ الایمان" میں چار جگہ یہ لکھا، **اللّٰہ** پر افترا اور **اللّٰہ** کے رسولوں پر افترا اور رِسالت کا اِنکار وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ وہ واسطہ کے معنٰی ایلچی (یعنی پیغام لانے والا) سمجھے ہیں، ایلچی ہی مانتے ہیں، بس۔ ایلچی سے جب پیام سن لیا، اب کیا کام رہا۔

عرض: ''اہلِ فَتْرَت'' (یعنی دو پیغمبروں کے وقفے کے زمانے والوں) کو واسطہ کہاں نصیب ہوا؟

ارشاد: تو! آپ کا مقصود کیا ہے؟ اُنہیں ''وُصول'' تو نہیں ہوا، بے نبی کے واسطے کے کبھی وُصول ممکن نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ عذاب ہو یا نہ ہو، یہ (یعنی اہلِ فترت کو عذاب ہونا نہ ہونا) مختلف فیہ (یعنی اختلافی مسئلہ) ہے۔

اہلِ فترت کا ایک مبلغ

''قُس بن ساعدہ'' واصلین اور اہلِ فَترت سے ہیں لیکن یہ بھی بلا ذریعہ نہیں، نصرانیت محو (یعنی ختم) ہو چکی تھی اور اسلام ابھی آیا نہ تھا، وہ جو مشرکین تھے، ان کے سامنے وعظ کہتے اس میں توحید بیان کرتے اور حشر وغیرہ کا بیان کرتے، آخر میں کہتے: ''اگر تم میری نہیں مانتے تو عنقریب حضور (صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم) تشریف لاتے ہیں جو ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' روشن فرمائیں گے۔''

شفاعتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو بے واسطہ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) تک پہنچنے والے صرف ''محمد رسول اللہ'' ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ ہی سبب ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء، اولیاء وعلماء علیہم الصلوۃ والثناء کہ شفاعت فرمائیں گے، ان کی شفاعت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوگی۔ بارگاہِ عزت (عَزَّوَجَلَّ) میں شفاعت فرمانے والے صرف حضور ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ولہٰذا جامع ترمذی کی حدیث میں ارشاد ہوا:

اَنَا صَاحِبُ شَفَاعَتِہِمْ وَلَا فَخْرَ — شفاعتِ انبیاء کا صاحب میں ہوں اور یہ کچھ براہِ فخر نہیں فرماتا۔

(ملخصًا، مسند احمد، الحدیث ۲۱۳۱۳، ج۸، ص۵۳)

اسی طرف آیۂ کریمہ اشارہ فرماتی ہے:

وَیَهۡدِیَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ﴿۲﴾ (پ۲۶ ، الفتح:۲)

ہمیں بھی حکم ہوا کہ عرض کرو:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ ہمیں سیدھی راہ چلا۔

(پ۱ ، الفاتحة :۵)

اور حضور کو بھی فرمایا:

وَیَهۡدِیَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ﴿۲﴾ اے محبوب ہم نے تمہارے لیے فتح مبین اس لیے کی ہے کہ تمہیں سیدھی راہ بتائیں۔ (پ۲۶ ، الفتح:۲)

صراطِ مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ سیدھی چلی گئی ہے جس میں پیچ وخم نہیں مگر واسطے کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ نہیں پہنچ سکتا اور دوسری یہ کہ اُٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی اور (یعنی دیگر) انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

مطلب یہ کہ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بس اٹھو اور مجھ تک چلے آؤ! تمہیں کسی تَوَسُّل (یعنی وسیلہ اختیار کرنے) کی حاجت نہیں، سب کے لیے وسیلہ تم ہو، تمہارے لیے کون وسیلہ ہو! فلہٰذا حضورِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے اَسمائے طَیِّبہ سے ہے ''صاحب الوسیلۃ'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واسطہ اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے لیے بھی مانا جائے تو ''دَور'' لازم آئے اس لئے کہ جو واسطہ ہوگا کامل ہوگا ناقص نہ ہوگا اور جب کامل ہوگا تو کمال وجود پر متفرع ہے اور وجودِ عالَم حضور کے وجودِ اقدس پر موقوف۔ تو خلاصۂ اِعتقاد، شانِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں یہ ہے کہ ''مرتبۂ وجود میں صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے باقی سب ظِلال اور مرتبۂ ایجاد میں صرف حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پَرتَو۔''

توحیدیں دو ہیں: ایک **توحیدِ الٰہی** کہ **اللہ** ایک ہے، ذات وصفات واسماء وافعال واحکام وسلطنت کسی

بات میں اس کا کوئی شریک نہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۳۵)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** (عَزَّ وَجَلَّ) کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (پ۲۵، الشوریٰ:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (پ۱۶، مریم:۶۵)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (پ۲۲، فاطر:۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے۔

وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (پ۱۵، الکہف:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

ترجمۂ کنز الایمان: اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

اور دوسری **توحیدِ رسول** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کہ حضور اپنے جمیع صفاتِ کمالیہ میں تمام عالَم سے متفرد (یعنی یکتا) ہیں۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اپنے محاسن وکمالات میں شریک سے پاک ہیں ان کی ذات پاک میں حسن وخوبی کا جو جوہر ہے وہ غیر منقسم ہے۔ت)

خلاصۂ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی فرماتے ہیں ؎

مَخواں اُوْ را خدا از بہرِ حِفظِ شرع و پاسِ دیں

دِگر ہر وصف کہ میخواہی اندر مِدحش اِملا کن

(دین کی پاسداری اور شریعت کی حفاظت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو خُدا نہ کہو اس کے علاوہ ان کے دوسرے اوصاف جو چاہو ان کی مدح وثنا میں لکھو۔ت)

اور ان سے پہلے حضرت امام محمد بوصیری قدّس اللہ تعالیٰ سِرَّہُ الشَّریف فرماگئے ؎

دَعْ مَا ادَّعَتْہُ النَّصَارٰی فِی نَبِیِّھِمْ وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحاً فِیْہِ وَاحْتَکِمْ

فَانْسَبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ وَانْسَبْ عَلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

(قصیدہ بردہ شریف مترجم،ص۲۷۔۲۸)

اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں اِدّعا کیا﴿یعنی خدا اور خدا کا بیٹا﴾ اسے چھوڑ، باقی حضور کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور مضبوطی سے حکم لگا۔ تُو ان کی ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر اور ان کے مرتبۂ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ بیان کرنے والا، کیسا ہی گویا ہو، اسے بیان کر سکے۔

ایک افترا

عرض : صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا سُلْطَانُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (یعنی: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اُس کے سلطان اور رسول ہیں۔ت) کہتے تھے؟

ارشاد : اِس آن سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ محض اِفترا اور محض بے بنیاد ہے۔

ایک شعر کا مطلب

عرض : ''سکندر نامہ''[1] کے اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] : یہ ''نظامی گنجوی'' کی فارسی شاعری کی کتاب ہے۔

تھی دست سلطان پشمینہ پوش　　　غلامی خرو پادشاھی فروش

ارشاد : بادشاہِ دوعالَم ہیں تمام جہاں مِلک ہے مگر کمبل اوڑھتے اور متاعِ دنیا سے خالی ہاتھ رکھتے ہیں۔

تین دینار باقی ھیں

ایک بار نماز کی اِقامت ہوگئی، تکبیرِ تحریمہ فرمانا چاہتے ہیں کہ دفعۃً (یعنی اچانک) صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اِرشاد ہوا: ''عَلٰی رِسلِکُم اپنی جگہ ٹھہرے رہو!'' کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے پھر برآمد ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''مجھے یاد آیا کہ آج تین دینار باقی ہیں میں ڈرا کہ رات گزرے اور وہ باقی رہیں لہٰذا جاکر انہیں تصدُّق (یعنی صدقہ) فرما آیا۔''

بندۂ بارگاہ عرض کرتا ہے ؎

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا

اس شِکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

نیز عرض رسا ہے ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

لوگوں سے غلامی مانگتے اُس کے عوض سلطانی عطا فرماتے، جوان کا بندۂ دَر (یعنی غلام) ہوگیا مُلکِ اَبَد کا تاجْوَر (یعنی بادشاہ) ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ　　اے محبوب! تم فرما دو کہ میرے غلام ہو جاؤ

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ　　**اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) تمہیں محبوب بنالے گا۔

(پ۳، اٰلِ عمرٰن: ۳۱)

یعنی بندوں کو محبِّ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بننے کی چاہ ہے ''سرکاری غلامی وہ ہے کہ ہر بندۂ در محبوبِ الٰہ (عَزَّوَجَلَّ) ہے۔''

نماز کی حالت میں خدمت

مؤلف : ایک روز حاجی کفایت اللہ صاحب[1] (علیہ رحمۃ اللہ الوھّاب) بحالتِ نماز مگس رانی کرنے ﴿یعنی مکھیاں اُڑانے﴾ لگے ، سلام پھیرنے کے بعد،

ارشاد فرمایا: نماز کی حالت میں کوئی خدمت نہ کرنا چاہیے، وہ حالتِ عبدیت ﴿یعنی بندگی کی حالت﴾ ہے نہ مَخْدُومیت ﴿یعنی خدمت لینے کی﴾۔

تنگ دستی دُور کرنے کا وظیفہ

عرض : آمدنی کی قِلّت اوراہل وعَیال کی کثرت، سخت کُلفت (یعنی تکلیف) ہے۔

ارشاد : '' یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب'' ۵۰۰ باراول وآخر ۱۱، ۱۱ بار دُرُود شریف بعد نمازِ عشا قبلہ رُو باوُضو ننگے سرایسی جگہ کہ جہاں سراورآسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو، پڑھا کرو۔

وھابی کا جھوٹ

مؤلف : حاضرین میں وہابیہ مُلاعنہ کے تَقِیَّہ (یعنی جھوٹ) کا ذکر تھا کہ ان خبثاء نے توروافض کو بھی مات کردیا(یعنی ہرادیا)۔ وہ بھی ان سے تقیہ کرنا سیکھیں، جھوٹ فریب سے بہروپیئے بن کر اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

ارشاد : یہاں کا ایک سخت وہابی شخص گیا اور مدرسۂ وہابیہ کے لیے چندہ مانگا۔ اُن صاحب نے ان کا نام پوچھا۔ بتایا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے تُو احمد رضا کا مُخَالِف ہے میں تجھے چندہ نہ دوں گا۔ اس نے کہا کہ '' حضرت میں تو اُن کے در کا کتا ہوں۔'' غرض کتا بن کر پانسو روپیہ مار لایا۔

ایک بہروپئے کی حکایت

﴿اسی سلسلہ میں فرمایا﴾ کہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہروپیے نے دھوکا دینا چاہا۔ بادشاہ نے فرمایا: '' اگر دھوکا

---

[1] : یہ محلّہ ''بہاری پور'' کے رہنے والے اوراعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت کے بہت ہی جاں نثاراور خاص خادم تھے اور حضر، سفر میں برابر سایہ کی طرح ساتھ رہتے۔ ان کی قبر شریف بھی ان کی خواہش کے مطابق اعلیٰحضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزّت کے قدموں میں بنائی گئی ہے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۹۵)

دے دیا تو جو مانگے پائے گا۔'' اس نے بہت کوشش کی لیکن حضرت عالمگیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جب دیکھا پہچان لیا۔ آخر مُدَّتِ مَدِیْد (یعنی طویل عرصے) کا بُھلا وا دے کر صوفی زاہد عابد بن کر ایک پہاڑ کی کُھو میں جا بیٹھا۔ رات دن عبادتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں مشغول رہتا۔ پہلے دہاتیوں کا ہجوم ہوا، پھر شہریوں، پھر اُمرا، وُزَرا سب آتے اور یہ کسی طرف اِلتفات (یعنی توجہ) نہ کرتا۔ شُدَہ شُدَہ (یعنی آہستہ آہستہ) بادشاہ تک خبر پہنچی۔ سلطان کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی، خود تشریف لے گئے۔ بہروپیے نے دُور سے دیکھا کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے، گردن جُھکالی اور مُراقَبہ میں مشغول ہو گیا۔ سلطان منتظر رہے۔ دیر کے بعد نظر اٹھائی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، سلطان مؤدّب بیٹھ گیا۔ اُن کا مؤدّب بیٹھنا تھا کہ بہروپیا اٹھا اور جھک کر سلام کیا کہ جہاں پناہ! میں فلاں بہروپیا ہوں۔ بادشاہ خَجِل (یعنی شرمندہ) ہوئے اور فرمایا: ''واقعی اِس بار میں نے نہ پہچانا۔ اب مانگ جو مانگتا ہے۔'' اُس نے کہا: ''اب میں آپ سے کیا مانگوں! میں نے اُس (یعنی ربّ عَزَّوَجَلَّ) کا نام جھوٹے طور پر لیا، اُس کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ جیسا جلیلُ القدر بادشاہ میرے دروازے پر باادب حاضر ہوا۔ اب سچے طور پر اس کا نام لے دیکھوں۔'' یہ کہا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو چلا گیا۔

کیا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد ہیں؟

عرض: حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد ہیں؟[1]

ارشاد: ہاں! مگر شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ اُنہیں اِجتہاد کی اجازت نہ ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تَلَقِّیِ جملہ احکام کریں گے (یعنی تمام احکام حاصل کریں گے) اور ان پر عمل فرمائیں گے۔

(ملخصاً الفتوحات المکیۃ، الباب السادس والستون وثلثمائۃ......الخ، ج٦، ص٧٧)

امام مھدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کس طریقے پر پڑھیں گے؟

عرض: نماز کس طریقے پر پڑھیں گے؟

---

[1] مجتہد کسے کہتے ہیں؟ یہ جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت کا رسالہ ''الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی'' فتاوٰی رضویہ جلد 27 صفحہ 61 پر ملاحظہ کیجئے۔

ارشاد : طریقۂ حنفیہ کے مطابق نہ یوں کہ مُقَلِّدِ حنفی ہوں گے بلکہ یوں کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح فرمائیں گے، اس دن کُھل جائے گا کہ **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کوسب سے زیادہ پسند مذہبِ حنفی ہے۔ اگر وہ مجتہد ہیں تو جملہ (یعنی سب) مسائل میں اُن کا اجتہاد ورنہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مطابقِ مذہبِ امامِ اعظم ہوگا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ اور مذہب حنفی کی کاملیت

اِسی خیال سے بعض اَکابر کے قلم سے نکلا کہ وہ حنفی المذہب ہوں گے بلکہ یہی لفظ مَعَاذَ اللّٰہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت صادر ہوگیا حاشا کہ نبیُ اللّٰہ کسی امام کی تقلید فرمائے بلکہ وہی ہے کہ ان کے عمل مطابقِ عملِ مذہبِ حنفی ہوں گے جس سے مذہبِ حنفی کی سب سے کامل تر تَصْوِیْب (یعنی درستی) ثابت ہوگی۔ غرض اُن کے زمانے میں تمام مذاہب منقطع ہوجائیں گے اور صرف مسائل مذہبِ حنفی باقی رہیں گے ولہٰذا اکابرائمۂ کشف نے فرمایا ہے کہ ''چشمۂ شریعتِ کبریٰ سے بہت نہریں نکلیں اور تھوڑی تھوڑی دُور جا کر خشک ہوگئیں مگر مذاہبِ اَربعہ (یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ) کی چاروں نہریں جوش وآب وتاب کے ساتھ بہت دُور تک بہیں، آخر میں جا کر وہ تین نہریں بھی تھم گئیں اور صرف مذہبِ حنفی کی نہر اخیر تک جاری رہی۔'' یہ کشف اکابرائمۂ شافعیہ کا بیان ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مؤذِّن کا اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا کیسا؟

عرض : مؤذِّن اذان کہنے کے بعد باہر مسجد کے جاسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر کوئی ضرورت درپیش ہو اور جماعت میں دیر ہو تو حرج نہیں ورنہ بلاضرورت اِجازت نہیں اور مؤذِّن ہی نہیں ہر اس شخص کے لیے یہی حکم ہے جس نے ابھی اُس وقت کی نماز نہ پڑھی جس کی یہ اذان ہوئی اور اذان ہونے ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ مراد دخولِ وقت (یعنی وقت کا شروع ہونا) ہے۔ جو مسجد میں ہو اور کسی نماز کا وقت شروع ہوجائے اور یہ دوسری مسجد کا مقیمِ جماعت (یعنی جماعت قائم کرنے والا) نہ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں مگر یہ کہ کسی حاجت سے نکلے اور قبلِ جماعت واپسی کا اِرادہ رکھے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ،......الخ، ج۲، ص۶۱۲) ورنہ حدیث میں فرمایا ''وہ منافق ہے۔'' (کنزالعمال، کتاب الصلاۃ، قسم الاقوال، حدیث ۲۱۰۲۴، ج۷، ص۲۸۹)

رافضیوں کی اذان

مؤلف : یہاں کچھ اذانِ روافض کا ذکر ہوا۔

ارشادفرمایا : اذان میں ''اَشْھَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ'' ان کا الحاد (یعنی گمراہی) ہے اور خود ان کی معتبر کتابوں میں تصریح ہے کہ علی ضرور ولی اللہ ہیں مگر اذان میں یہ مُسْتَزَاد (یعنی زائد) ہے، نیز تصریح ہے کہ "حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ" مُفَوِّضہ[1] لَعَنَهُمُ اللّٰہ کی ایجاد ہے۔ یہ سب ان کی کتبِ معتبرہ میں ہے نہ کہ ''تبرا'' (یعنی صحابۂ کرام علیہم الرضوان پر لعن طعن) کہ بعض ملاعنہ اضافہ کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گستاخی کرنے والے کا انجام

﴿اسی تذکرہ میں فرمایا﴾ یہاں ایک عجیب حکایت سنی گئی، رافضیوں میں ایک مؤذِّن اندھیرے سے جا کر اذان کہتا اور حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر و عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شان میں گستاخی کیا کرتا۔ محلے میں کچھ غریب سُنی رہتے تھے کہ خونِ جگر پیتے اور کچھ بس نہ چلتا۔ ایک روز چار جوان "ھرچہ بادا باد" (یعنی کچھ بھی ہو، دیکھی جائے گی۔ت) کہہ کے مسجد کے اندر پہلے سے جا بیٹھے۔ حسبِ دستور وہ خبیث اپنے وقت پر آیا اور اذان میں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کچھ بکنا شروع کیا کہ ان چاروں میں سے ایک صاحب برآمد ہوئے اور مار کر گرا دیا کہ خبیث تُو ہمیں بُرا کہتا ہے! اس نے گھبرا کر کہا: حضرت! میں تو عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو کہتا تھا۔ دوسرے جوان برآمد ہوئے اور مار کر بے دَم کر دیا کہ مردود! تُو مجھے برا کہے گا۔ اس نے سَراسِیْمَہ ہو (یعنی گھبرا) کر کہا: حضرت! میں تو عثمان کو کہتا تھا۔ تیسرے صاحب تشریف لائے اور جتنا مارا گیا مارا کہ ناپاک! تُو مجھے برا کہے گا۔ آخر جب بڈھے خبیث کو کچھ نہ بنی، چلّایا کہ ''مولا (یعنی یا علی رضی اللہ عنہ)! مدد کیجیے، دشمن مجھے مارے ڈالتے ہیں۔'' اس پر چوتھے صاحب ہاتھ میں اُسترا لیے ہوئے برآمد ہوئے اور جڑ سے اس کی ناک پونچھ لی کہ شیطان! تُو ہمارے اکابر کو برا کہے گا۔

---

[1] : رافضیوں کا وہ فرقہ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی پیدائش کا معاملہ اللہ تعالٰی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سونپ رکھا ہے لہٰذا دنیا اور اس کی مخلوقات سب کی سب آپ کی پیدا کردہ ہیں۔ اِس فرقے کے بعض لوگوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی نظریہ ہے اور بعض حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ، مترجم، ص ۴۸)

اب چاروں صاحب تو چل دیئے۔ ''مجتہد صاحب'' درد کے مارے ناک پر رُومال رکھے مسجد کے اندرونی گوشے میں جا چھپے۔ جب وقت زیادہ ہوا اور روافض نماز کے لیے آئے۔ ایک دوسرے سے کہتا ہے: آج جناب قبلہ تشریف نہیں لائے، آج اذان نہیں فرمائی۔ جب کچھ روشنی ہوئی، دیکھا (کہ) جناب قبلہ ایک گوشہ میں سمٹے پڑے ہیں۔ کہا: ''حضرت! خیر ہے؟ قبلہ! خیر ہے؟'' کہا: ''خیر کیا ہے آج وہ تینوں دشمن آپڑے اور مارتے مارتے مُونْجھ (یعنی اَدھ موا) کر دیا۔'' کہا: ''پھر آپ نے حضرت مولیٰ کو یاد نہ کیا؟'' وہ چپ ہو رہا۔ جب بار بار یہی کہے گئے، اس نے جھنجلا کر ناک پر سے رومال پھینک دیا کہ وہ تینوں دشمن تو مار ہی کر چھوڑ گئے تھے، مولیٰ نے آخر جڑ سے پونچھ لی۔

مازیاراں چشمِ یاری داشتیم ۔۔۔ خود غلط بود آنچہ ماپنداشتیم

(ہم دوستوں سے مدد کی اُمید رکھتے تھے مگر ہم جو سمجھے وہ غلط تھا۔ ت)

نماز فاسد ہوجائے تو سلام پھیرنا چاہئے؟

عرض : حضور اگر نماز فاسد ہو جائے تو سلام پھیرنا چاہیے؟

ارشاد : کوئی ضرورت نہیں۔ سلام، نماز پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جب نماز ہی فاسد ہوگئی تو سلام کیسا!

بَیْعَت کے معنٰی

عرض : بیعت کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد : بیعت کے معنی ''بِک جانا''۔

ایک مُرید کی اپنے پیر سے عقیدت

سبع سنابل شریف میں ہے: ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔ جلّاد نے تلوار کھینچی، یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوگئے، جلاد نے کہا: اِس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں۔ فرمایا: ''تُو اپنا کام کر! میں نے قبلے کو منہ کر لیا ہے۔'' اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔ اِس کا نام اِرادت ہے! اگر اِس طرح صِدْقِ

عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔ اگر اس کا شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مَعْدِنِ فیض (یعنی فیض کا مجموعہ) ومَنْبَعِ اَنوار (یعنی انوار کا سرچشمہ) ہیں ان سے فیض آئے گا۔ (بس) سلسلہ صحیح ومُتَّصِل (یعنی ملا ہوا) ہونا چاہیے۔

دُکان اُلٹ دوں گا

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا: ایک روپیہ دے! وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا: ''روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان اُلٹ دوں گا۔'' اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہوگئے۔ اتفاقاً ایک صاحبِ دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ مُعْتَقِد تھے۔ انہوں نے دکاندار سے فرمایا: ''جلد روپیہ اسے دے ورنہ دکان الٹ جائے گی۔'' لوگوں نے عرض کی: ''حضرت! یہ بے شرع جاہل کیا کرسکتا ہے؟'' فرمایا: ''میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی؟ معلوم ہوا بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا، اِس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ ''وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان اُلٹ دُوں۔'' تو بات کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔

قیامت تک آنے والے مریدین

ائمۂ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر (یعنی رجسٹر) میں قیامت تک کے مریدین کے نام درج ہیں جس قدر غلامی میں ہیں یا آنے والے ہیں۔ حضور پُرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ربِّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ مُنْتَہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے میرے مریدین کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا: ''قَدْ وُهِبُوْا لَكَ (یعنی) یہ سب تمہیں بخش دیئے گئے۔'' (بهجة الاسرار، ذکر فضل الصحابة، ص۱۹۳)

ایک اِشکال اور اُس کا جواب

عرض: حضور! یہ تو جبراً روپیہ لینا ہوا۔ اُن ولی اللہ نے اگر اُس کی دکان بچانے کو دینے کی تاکید فرمائی، ممکن تھا جیسے دفعِ ظُلم

کے لیے رشوت دینا مگر اُس فقیر کے دادا پیر نے کہ اہل اللہ سے تھے، اِس ظلم کی تائید کیونکر رَوا (یعنی جائز) رکھی؟

ارشاد: شریعتِ مطہرہ کے دو حکم ہیں: ظاہر و باطن، قاضی و عامہ ناس (یعنی عام لوگ) اُن کی رسائی ظاہر اَحوال ہی تک ہے، اُن پر اس کی پابندی لازم اگر چہ واقفِ حقیقتِ حال کے نزدیک حکم بِالعکس ہو۔

حیرت انگیز مقدمۂ قتل

اس کی نظیر زمانۂ سیدنا داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہو چکی۔ایک فقیر مفلس بے نوا، نانِ شبینہ (یعنی روٹی) کو محتاج، شب کو دُعا کیا کرتا کہ ''الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) رزقِ حلال عطا فرما'' اتفاقاً کسی شب ایک گائے اُس کے گھر میں گُھس آئی۔ یہ سمجھا کہ میری دعا قبول ہوئی۔ یہ رزقِ حلال غیب سے مجھے عطا ہوا ہے۔گائے پچھاڑ کر ذبح کی، اُس کا گوشت پکایا اور کھایا۔صبح کو مالک کو خبر ہوئی۔وہ سرکارِ نبوت (علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) میں نالشی (یعنی فریادی) ہوا۔سیدنا داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''جانے دے! تُو مالدار ہے اس محتاج نے ایک گائے ذبح کر لی تو کیا ہوا؟'' وہ بگڑا اور کہا: ''یا نبیَ اللّٰہ! میں حق چاہتا ہوں۔'' فرمایا: ''اگر حق چاہتا ہے تو گائے اُسی کی تھی۔'' وہ اور برہم ہوا۔فرمایا: ''نہ صرف گائے (بلکہ) جتنا مال تیرے پاس ہے سب اُسی کا ہے۔'' وہ اور زیادہ فریادی ہوا تو فرمایا: ''تُو بھی اسی کی مِلک ہے اور اسی کا غلام ہے۔'' اب تو اُس کی بے تابی کی حد نہ تھی۔فرمایا: ''اگر تصدیق چاہتا ہے ابھی ہمارے ساتھ چل۔''

اُس فقیر اور اُس گائے والے کو ہمراہ رِکاب لے کر جنگل کو تشریف لے گئے۔واقعہ عجیب تھا، خَلْق کا ہجوم ساتھ ہو لیا۔ ایک درخت کے نیچے حکم دیا کہ ''یہاں کھودو۔'' کھودنے سے انسان کا سر اور ایک خنجر جس پر مقتول کا نام کَـنُـدَہْ (یعنی لکھا) تھا، برآمد ہوا۔ نبی اللّٰہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اُس درخت سے اِرشاد فرمایا: ''شہادت (یعنی گواہی) ادا کر تُو نے کیا دیکھا؟'' پیڑ نے عرض کی: ''یا نبیَ اللّٰہ! (علیہ السلام) یہ اِس فقیر کے باپ کا سر ہے، یہ گائے والا اُس کا غلام تھا۔'' اس نے موقع پا کر میرے نیچے اپنے آقا کو اسی کے خنجر سے ذبح کیا اور زمین میں مع خنجر (یعنی خنجر کے ساتھ) دبا دیا اور اس کے تمام اَموال پر قابض ہو گیا۔اُس کا یہ بیٹا بہت صغیر سِن (یعنی کم عمر) تھا، اس نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو ''بے کس و بے زر'' ہی پایا اور یہ بھی نہ جانا کہ اس کا باپ

کون تھا اور اُس کا کچھ مال بھی تھا یا نہیں؟ حکمِ باطن ثابت ہوا، غلام گردن مارا گیا (یعنی قتل کیا گیا) اور وہ تمام اموال وراثۃً فقیر کو ملے۔(مثنوی شریف(مترجم)، دفتر سوم، ص ٤٣،٤٤،٤٥)

وہی یہاں بھی ممکن کہ دکان دار اس فقیر کے مُوَرِث (یعنی جس کا یہ فقیر وارث ہے) کا مَدْیُون (یعنی قرض دار) ہو، اگر چہ وہ فقیر بھی اُس سے واقف نہ ہو، نہ یہ دکان دار اسے پہچانتا ہو تو یہ جبراً دلانا جبر نہیں بلکہ "حق بحق دار رسانیدن (یعنی حق دار کو اس کا حق پہنچانا ہے)''۔

کسی کا مُرید ہوتے ہوئے دوسرے سے بیعت کرنا

عرض: کسی شیخ سے بیعت کر کے دوسرے سے رُجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر پہلے میں کچھ نقصان (یعنی کمی) ہو تو بیعت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں، البتہ تجدید کر سکتا ہے۔ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں کسی سلسلے کا آئے اس سے بیعت لے لیتاہُوں سوا غلامانِ قادری کے کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔''

مسجد کی گھڑی

مؤلف: ایک شب مسجد کی گھڑی کوئی صاحب چرا کر لے گئے۔ اہلِ محلّہ نے پولیس میں رپورٹ وغیرہ کی۔ اس پر

ارشاد فرمایا: ایک سال سلطان کی طرف سے کعبہ معظّمہ میں نہایت بیش قیمت (یعنی قیمتی) سونے کی قنادیل[1] لگانے کے لیے آئیں، ان میں سے ایک قندیل غائب ہوگئی۔ شریفِ مکہ (یعنی مکے کے گورنر) نے تحقیقات کی۔ پتہ چلا کہ خُدّامِ کعبہ کے سردار نے لی ہے۔ شریف کے سامنے پیشی ہوئی، اُن سے پوچھا گیا۔ وہ صاحب بولے: ''کعبہ غنی ہے اسے حاجت نہیں، مجھے حاجت تھی میں نے لے لی۔'' شریف نے درگزر فرمائی۔

(پھر فرمایا) مسجد کی کوئی شے لاکھ روپے کی چُرا لے شریعت ہاتھ نہ کاٹے گی بلکہ سزائے تازیانہ (یعنی کوڑوں کی سزا) کا حکم ہے۔

---

[1]: قندیل کی جمع، ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ جلا کر لٹکایا جاتا ہے۔

منگل کے دن سینے کے لئے کپڑے کاٹنا کیسا؟

مؤلف : جبل پور[1] جانے کے چار روز باقی اور حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانا تھے۔ سلطان حیدر خاں نے عرض کی درزی کو دے دیئے جائیں۔

---

[1] : **اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی تشریف آوری اور مسلمانانِ جبل پور کا شاندار استقبال:**
مسلمانانِ جبل پور کاٹھیاوار بنگال ایک مدت سے اعلیٰ حضرت مدظلہ کی خدمت میں عرائض (یعنی درخواستیں) پیش کرتے رہے کہ حضورِ والا! ہمارے تیرہ و تار بلاد (یعنی تاریک شہر) کو اپنے قدومِ والا (یعنی تشریف آوری) سے منور فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے ہمیشہ عدمِ فرصت اور ضعف وعلالت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عذر فرما دیا مگر اس مرتبہ حضرت حامیِ سنت (یعنی سنت کی حمایت کرنے والے) ماحیِ بدعت (یعنی بدعت مٹانے والے) جنابِ مُستطاب (یعنی بابرکت ذات) مولنا مولوی محمد عبد السلام صاحب جبل پوری کے (جو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کے خلیفہ اَرْشَد اور اس قطر (یعنی علاقے) میں دین وسنت کے قطبِ اَوْحَد ہیں) انتہائی اصرار سے وعدہ فرمالیا۔ جس وقت عریضہ مولانا موصوف کا حاضر ہوا، کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''مولانا کے بے حد کلماتِ تواضع نے پہلو عذر کا چھوڑا ہی نہیں، اگر بالفرض کسی کے لبوں پر بھی دَم ہو وہ بھی انکار نہیں کر سکتا، ان کلمات کو سن کر یہی کہے گا کہ میں حاضر ہوں۔'' الغرض ۱۹ جمادی الآخری ۱۳۳۷ھ روزِ شنبہ (یعنی ہفتہ کے دن) ۵ بجے صبح کے میل سے عازمِ جبل پور ہوئے، باوجود اس کے کہ روانگی آخرِ شب میں تھی اس پر بھی بریلی کے اسٹیشن پر مُتَوَسِّلِیْن ومُعْتَقِدِین کا کافی اجتماع تھا۔ ایک صاحب داخلِ سلسلہ بھی ہوئے، میل لکھنؤ پہنچا وہاں کے لوگوں کو پہلے سے اطلاع نہ تھی۔ اس پر بھی حضرات جنہیں کسی ذریعہ سے علم ہو چکا تھا، حاضرِ خدمت ہوکر حلقہ بگوش (یعنی مرید) ہوئے، پھر میل پرتاب گڑھ پہنچا یہاں ہمارا سیکنڈ کلاس میل سے کاٹ کر اِلٰہ آباد آنے والی ریل میں لگا دیا گیا۔ ریل ساڑھے تین بجے اِلٰہ آباد پہنچی، وہاں چونکہ کافی وقت ملا بعض ہمراہیوں کا ارادہ ہوا کہ اپنے شہری احباب سے مل آئیں۔ ان کے شہر میں پہنچنے سے ساکنانِ شہر کو اعلیٰ حضرت مدظلہٗ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی اور مسلمانوں کے گروہ جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے۔ اِلٰہ آباد اسٹیشن پر نمازِ مغرب کی غرض سے اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس پلیٹ فارم پر اُترے مشتاقانِ دیدار نے ہر چہار جانب (یعنی ہر طرف) سے ہجوم کیا اور نئے آنے والوں نے پروانہ وار گرنا شروع کیا۔ اس خوشنما منظر کو ایک یورپین کھڑا دیکھ رہا تھا اس نے بھی موقع پا کر قدم بوسی کی عزت حاصل کی اور ادب کے ساتھ سلام کر کے رخصت ہوا۔ صَوْلَتِ حق (یعنی حق کا رعب) اسے کہتے ہیں کہ جذبِ (یعنی کشش) قلوب کے لئے کسی تُزک واحتشام اور ظاہری دُھوم دھام کی ضرورت ہی نہ ہو۔ اِلٰہ آباد میں بعض سیٹھوں نے ایک موٹر کار اور ایک اعلیٰ درجہ کی ولایتی لینڈو تفریح کے لئے حاضر کی۔ ساڑھے سات بجے ریل اِلٰہ آباد سے روانہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مدظلہٗ الاقدس نے مع خُدّام یہاں سے بھی ریزرْو سیکنڈ کلاس میں سفر کیا۔ ساڑھے چار بجے ریل کٹنی پہنچی یہاں جناب مولوی حاجی عبد الرزاق صاحب کٹنی کے گروہِ کثیر کے ساتھ موجود تھے جو جبل پور تک ہم رِکاب (یعنی ساتھ) ہو لئے اور خود جبل پور سے حامیِ سُنّت مولنا مولوی عبد السلام صاحب دامت برکاتہم ایک بڑی استقبالی جماعت کو لئے ہوئے کٹنی اسٹیشن پر تشریف فرما تھے جیسے ہی گاڑی کٹنی پر رکی زائرین نے گاڑی کو گھیر لیا جب تک گاڑی کھڑی رہی لوگ قدم بوس ہوتے رہے۔ کٹنی سے ہمارے ہمراہیوں میں بہت اضافہ ہو گیا ساڑھے سات بجے کے قریب جبل پور کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔=

= ہمارے ساتھی اس کے قُصُور (قصر کی جمع بمعنی محل) ومنازل (منزل کی جمع بمعنی گھر) کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور ان کی نظریں انتہائی شوق کے ساتھ اسٹیشن کی عمارت کو ڈھونڈ رہی تھیں کہ یکا یک اسٹیشن جبل پور کی عمارت بھی ایک گم شدہ محبوب کی طرح سامنے آ ہی گئی پھر کیا تھا، اب تو اسٹیشن جتنا قریب ہوتا گیا جوشِ مسرت بڑھتا گیا۔ ریل جب پلیٹ فارم میں داخل ہوئی تو یہاں عجیب وغریب سماں نظر آیا۔ ریلوے اسٹیشن پُر جوش مسلمانوں سے بالکل بھرا ہوا تھا۔ جب گاڑی رُکی تو بلاتشبیہ اس محبّ کی طرح (جس کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہوں اور محبوب کی دلکشا صورت سامنے آگئی ہو) دیوانہ وار گاڑی پر جھک پڑے اور اس ''گلِ گلزارِ قادریت'' پر دل کھول کر پھولوں کی نچھاور کی۔ جوش کا یہ عالَم تھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ لوگ وفورِ جوش میں زبان سے ''السلام علیکم یا اِمامَ اَھلِ السُّنَّة! السلام علیکم یا مُجَدِّدَ الْمِأَةِ الْحَاضِرَة'' (یعنی اے اہل سنّت کے امام، اے اس صدی کے مجدد، السلام علیکم) کے نعرے مار رہے تھے اور ان کی زبانِ حال کہہ رہی تھی ؎

رواقِ منظرِ چشمِ مَن آشیانۂ تُست　　　کرم نما و فرودا که خانه خانۂ تُست

(یعنی: میری آنکھ کی پُتلی کے بالاخانے پر تیرا آشیانہ ہے، کرم فرما اور یہاں قیام کر کہ یہ گھر تیرا ہی گھر ہے۔ ت)

تمام مجمع اپنی اپنی مسرّتوں میں سرشار تھا اور یہاں ایک اور منظر تھا جس پر عوام کو تنبُّہ نہ ہوا (یعنی آگاہی نہ ہوئی) یہ موقع وہ تھا کہ کوئی شہرت پسند، جاہ دوست ہوتا تو پھُولا نہ سماتا باچھیں کھِلی ہوتیں، گردن بلند ہوتی، آنکھیں اپنی تعظیم کے نظارے سے مَست ہوتیں، یہاں اس کے برعکس اس منظرِ جلیل کو دیکھ کر نظر جھکا لی، گردن نیچی کر لی، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے۔ اس لطیف منظر پر حاجی عبدالرزاق صاحب کی نظر گئی انہیں اِدْرَاک ہُوا اور ان کا جی بھر آیا۔ یہ اُس شان کا پرتَو (یعنی عکس) تھا کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ فتح فرمایا، اس شان سے اس میں داخل ہُوئے کہ سرِ اقدس اپنے ربّ کے لئے تواضع میں سوارِیِ اَنور پر قریبِ سجود پہنچا تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کثرتِ ہجوم کے خیال سے گاڑی پر فوراً چند آدمی بغرضِ تَحَفُّظ کھڑے ہو گئے کہ مجمع ادھر کا رُخ نہ کرے اور بعض نوجوان پولیس کی شرکت میں اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کے گذرنے کے لئے راستہ بنانے میں مصروف ہوئے۔ ہرچند کوشش کی گئی مگر اس مقصد میں ناکامی ہوئی۔ ناچار چند عقیدت کیش حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے اس طرح وہ ''سوادِ ہند کا ماہِ کامل'' (یعنی اہلسنّت کا چودھویں کا چاند) ہالہ میں آ گیا۔ اس وقت کا نظارہ کچھ ایسا دلکش تھا کہ اسٹیشن اسٹاف اور پولیس وغیرہ اپنے فرائضِ منصبی کو چھوڑ کر اس کے دیکھنے میں مصروف تھا۔ مسافروں کو جب اس دلکش نظارہ کے دیکھنے کا کوئی موقع نہ ملا تو پُل پر چڑھ گئے اور وہاں سے دیکھا کیے۔ یہاں سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کا گاڑی تک جانا بہت دشواری سے ہوا۔ خدا جزائے خیر دے ان باہمت حضرات کو جنہوں نے اپنے بازؤوں پر اس مجمع کا سارا زور روکا اور خیر وخوبی کے ساتھ اپنے پیشوا کو لے جا کر ایک پُرتکلف گاڑی میں بٹھایا۔ یہاں عام مسلمانوں کو دست بوسی کا موقعہ دیا گیا، بہت دیر تک لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عاشق کی زیارت سے دارین کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ پھر یہ مجمع بڑے جوش ومسرت کے ساتھ اس ''قادری بزم کے دولہا'' کو اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے شہر کی جانب روانہ ہوا۔ جہاں تک سول آبادی ہے وہاں تک انگریز اور ان کی عورتیں بچے اپنے اپنے بنگلوں کے سامنے آ کھڑے ہوئے، مجمع کو عموماً اور اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کو خصوصاً ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر جب یہ مجمع شہر میں داخل ہوا تو شہر کے باشندے اپنے دروازوں، دکانوں اور چھتوں سے اس دلکش منظر کو دیکھتے رہے اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں باادب سلام عرض کرتے رہے۔ =

= سُکّانِ شہر (یعنی شہر کے باسیوں) کی مجموعی حالت کہہ رہی تھی کہ ع اے آمدنت باعثِ آبادیِ ما (آپ کی تشریف آوری ہماری آبادی کا سبب ہے۔ت)

اسٹیشن سے آہستہ آہستہ چل کر یہ مجمع تقریباً دو گھنٹے میں حضرت مولانا مولوی عبدالسلام صاحب مدظلہ کے دولت کدہ کے قریب پہنچا یہاں کوچہ کے موڑ پر ایک عالی شان دروازہ لگایا گیا تھا۔ یہ دروازہ علاوہ اور زیبائش کے بکثرت کتبوں سے مُرَصَّع (یعنی آراستہ) تھا جو میز بانوں کی انتہائی عقیدت اور معزز مہمانوں کی شان وشوکت وحشمت کا اظہار کررہا تھا اور اس کوچہ کی موڑ سے حضرت مولٰنا کے مکان تک دورویہ (یعنی راستے کے دونوں طرف) کیلے کے بڑے بڑے درخت اور تین تین قطاروں میں قندیلیں نصب کی گئی تھیں جن پر منقبت آمیز مصرع لکھے گئے تھے۔

پھر جب اس مکان میں داخلہ ہوا (جو شاہنشاہِ معظّم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب کے قیام کیلئے سجایا گیا تھا) تو معلوم ہوا کہ علمائے کرام کی قدر وقیمت وہی لوگ خوب جانتے ہیں جن کو خود بھی علم کی خدمت کرنے کا کافی موقع ملا ہے، مکان کی زیب وزینت اور آئینہ بندی قابلِ تعریف تھی۔ ہر چیز نہایت موزونیت کے ساتھ اپنی جگہ پر رکھی گئی تھی۔ مکان کے تمام اندرونی وبیرونی حصوں میں ترکی قالینوں اور خوشنما سوزینوں کا فرش تھا اور دیوار وسَقف (یعنی چھت) وزمین سب بیش قیمت کپڑوں سے دُلہن بنے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ کے تشریف رکھتے ہی سب لوگ بیٹھ گئے۔ تمام حاضرین ساکت (یعنی خاموش) تھے مگر ہر شخص کے چہرے سے بے انتہا مسرت کے آثار نمایاں تھے جو مسلمانوں کی گئی ہوئی سَطْوَت (یعنی شان وشوکت اور رعب ودبدبے) کی یاددہانی کررہے تھے اور اکابر ائمۂ دین کے دربارِ عام کا پورا نقشہ کھنچ گیا تھا۔ مخدومنا ومولٰنا حضرت مولوی محمد عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم کی مسرتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہ تھا، وہ ساکت (یعنی خاموش) مگر زبانِ حال دُرّ فشاں (یعنی یُوں موتی بکھیر رہی تھی)۔

وہ خود تشریف فرما ہیں مرے گھر
بتا اے خوش نصیبی کیا کروں میں

کچھ دیر سکوت کا عالم رہا اس کے بعد جناب حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب مذاقؔ کھڑے ہوئے اور دست بستہ (یعنی ہاتھ باندھے) سلام عرض کر کے یہ نظم پڑھی:

کوئی تاج والے ہوں یا راج والے　ہیں اِس در کے محتاج ہر کاج والے
ہے سرکارِ عالَم کے محتاج کا در　یہاں بھیک لیتے ہیں خود راج والے
یہ وہ در ہے دولت ہے جس در کی لونڈی　جھڑکتے ہیں شاہوں کو محتاج والے
یہاں کی فقیری ہے رشکِ امیری　یہیں آکے گھستے ہیں سرتاج والے
تعلّی پہ ہیں سارے محتاج ان کے　کہ آخر تو حامی ہیں معراج والے
یہی ہیں وہ دامن کہ جس میں چھپیں گے　قیامت کے میدان میں لاج والے
خدنگ نظر کا کوئی وار اِدھر بھی　ہیں مدت سے مشتاق آماج والے
میں کچھ بھی سہی سلسلہ میرا دیکھو　میں جن کا ہوں اُنکے ہیں معراج والے
مذاقؔ اب مجھے فکرِ فردا سے مطلب　بنا لیں گے سب کام کل آج والے

=اس نظم کے بعد یکے بعد دیگرے چھ نظمیں اور چھ صاحبوں نے پڑھیں جو بخیالِ طوالت چھوڑی جاتی ہیں۔اس کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمتِ والا میں کُلْفَتِ (یعنی تکلیفِ) سفر کے لحاظ سے عرض کی گئی کہ حضورِ والا اب آرام فرمائیں اور سب لوگ نیاز مندانہ سلام عرض کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔شاہنشاہِ ہر دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب کا پہلا اجلاس یوں ختم ہوا۔ساکنانِ جبل پور کو ''دن عید رات شبِ بَرَاءَت'' تھی کہ بارہ برس کے بعد یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوئی تھی۔ملاقات کے وقت مقرر تھے،صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور پھر بعدِ عشاء کافی وقت دیا جاتا تھا،عصر سے بعد مغرب تک تفریح کا وقت تھا،گو حضور کا کبھی تفریح کی جانب میلانِ طبع نہ ہوا لیکن ساکنانِ جبل پور کی دل شکنی کا خیال فرماتے ہوئے ان کے اصرار سے منظور فرمالیا تھا بعدِ عصر مسجد کے دروازے پر موٹر اور گاڑیوں کا روزانہ انتظام رہتا۔ایک ماہ کامل جبل پور قیام رہا،اس دوران میں اکثر مقدمات کا جو باہمی خانہ جنگیوں کے باعث عرصے سے پڑے ہوئے تھے ایسا تَصْفِیَہ (یعنی صلح کا فیصلہ) فرمایا کہ جن کا سلام وکلام قطعاً بند تھا،موت زِیست (یعنی خوشی وغمی کے مواقع پر ایک دوسرے کے ہاں آنے جانے کی ترکیب) چھوٹ چکی تھی باہم شیر و شکر ہو گئے۔ایک روز صبح کے جلسے میں بمعروض منشی عبدالغفار صاحب دو صاحب ماسٹر محمد حیدر و محمد ادریس صاحبان (جن کا عرصہ سے نزاع (یعنی جھگڑا) تھا اور دونوں حلقہ بگوشانِ (یعنی مُریدانِ) اعلیٰ حضرت مدظلہ تھے) پیش ہوئے اولاً ماسٹر محمد حیدر صاحب کا بیان ہوا پھر محمد ادریس صاحب کا بیان سماعت فرما کر ارشادِ عالی ہوا: ''آپ صاحبوں کا کوئی مذہبی تَخالُف (یعنی مخالفت) ہے؟ کچھ نہیں۔آپ دونوں صاحب آپس میں پیر بھائی ہیں نسلی رشتہ چھوٹ سکتا ہے لیکن اسلام وسنت اور اکابرِ سلسلہ سے عقیدت باقی ہے تو یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا۔دونوں حقیقی بھائی اور ایک گھر کے،تمہارا مذہب ایک،رشتہ ایک،آپ دونوں صاحب ایک ہو کر کام کیجئے کہ مخالفین کو دست اندازی کا موقع نہ ملے۔خوب سمجھ لیجئے! آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا جنت کی طرف سبقت کرے گا۔'' یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک بَرق (یعنی بجلی کی طرح) اثر ہوا اور بیتابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے اور آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے،جوشِ محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس مُعانَقَۂ قلبی میں گر پڑتے۔''واقعی مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں جس طرف چاہیں رجوع کردیں۔'' مجھے اس وقت حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یاد آ گیا جو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی زبان فیض ترجمان سے سنا تھا کہ ایک مرتبہ حضور جامع مسجد میں تشریف لائے خادم جو ہمراہ تھے انہوں نے دیکھا کہ آج خلافِ معمول اہلِ مسجد حضور کو دیکھ رہے ہیں لیکن نہ کوئی سلام کرتا ہے نہ قیام حالانکہ ہمیشہ تشریف لاتے ہی تمام جماعت حضور کی طرف آتی اور دست بوسی وقدم بوسی سے مشرف ہوتی تھی۔ان کے دل میں یہ خطرہ آنا تھا کہ چاروں طرف سے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ حضور سے بہت پیچھے رہ گئے۔انہیں خیال ہوا کہ اس سے تو وہی حالت بہتر تھی میں حضور کے قریب تو تھا۔ان کے دل میں یہ خطرہ آتے ہی حضور نے ان کی طرف رُوئے انور کیا اور فرمایا: ''یہ تمہیں نے تو چاہا تھا۔کیا تمہیں معلوم نہیں ربّ عَزَّوَجَلَّ نے قلوب ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں جب چاہیں پھیر دیں اور جب چاہیں اپنی طرف کرلیں۔(بھجۃ الاسرار،ذکر فصول من کلامہ مرصعا ......الخ،ص۱۴۹)=

ارشاد : آج منگل کا دن ہے جس کی نسبت مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ ''جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری (ہو) جائے گا۔''

قبرستان میں جوتا پہن کر جانا کیسا؟

عرض : قبرستان میں جوتا پہن کر جانے کا کیا حکم ہے؟

ارشاد : حدیث میں فرمایا: ''تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔''

(ملخصًا، کنز العمال، کتاب الموت، قسم الاقوال، ج۱۵، الحدیث۴۲۵۶۳، ص۲۷۴)

دوسری حدیث میں فرمایا: ''اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلا توڑ کر میرے تلوے تک پہنچ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔''

(ملتقطًا، سنن ابن ماجه، باب ماجاء فی النهی عن المشی ... الخ، الحدیث۱۵۶۷، ج۲، ص۲۵۰)

یہ وہ فرمارہے ہیں کہ **واللہ** اگر مسلمان کے سر اور سینے اور آنکھوں پر قدم اقدس رکھ دیں تو اسے دونوں جہان کا چین بخش دیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

فتح القدیر اور طحطاوی اور ردُّ المحتار میں ہے: ''اَلْمُرُوْرُ فِیْ سِکَّۃٍ حَادِثَۃٍ فِیْھَا حَرَامٌ قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے۔ (ردالمحتار کتاب الصلاة، مطلب القول المرجع علی الفعل، ج۱، ص۶۱۲) کہ وہ ضرور قبروں پر ہوگا بخلاف راہِ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب قبرستان میں جوتا پہنے

= اسی طرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے قصیدہ ''ذریعہ قادریہ'' شریف میں اشارہ فرمایا ہے ؎

غرض آقا سے کروں عرض کہ تیری ہے پناہ ۔۔۔ بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری ۔۔۔ دَم میں جو چاہے کرے دَور ہے شاہا تیرا

جس کو للکار دے آتا ہو تو اُلٹا پھر جائے ۔۔۔ جس کو چُمکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دِیں ایسی کر ۔۔۔ کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزْدِ رجیم ۔۔۔ اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طُغرا تیرا

۱۲ خاکسار مدیر۔

نکلے۔فرمایا:

یَا صَاحِبَ السِّبْتِیَّتَیْنِ اَلْقِ سِبْتِیَّتَیْكَ اے بال صاف کیے ہوئے جوتے والے اپنے جوتے کو پھینک۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل فی زیارۃ القبور، الحدیث ۳۱۶۰، ج۵، ص۶۸)

(اور فرمایا:)

لَاتُؤْذِ صَاحِبَ الْقَبْرِ وَلَا یُؤْذِیْكَ نہ تو صاحبِ قبر کو ستا نہ وہ تجھے ستائے۔

(المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عمارۃ بن حزم الانصاری، الحدیث ۶۵۶۱، ج۴، ۷۷۱)

نازُک لمحات

ایک شخص کو دفن کر کے لوگ چلے گئے۔ منکر نکیر نے سوال شروع کیا، ایک شخص جوتا پہنے اس طرف سے نکلا۔ اُس کے جوتے کی آواز سن کر مردہ اس طرف متوجہ ہوا اور قریب تھا کہ جو سوال منکر نکیر کر رہے تھے اُس کے جواب سے قاصر رہتا۔ مرنے کے بعد زندگی سے کہیں زائد اِدْرَاک ہو جاتا ہے۔

مُردے سُنتے ہیں

غزوۂ بدر شریف میں مسلمانوں نے کفار کی نعشیں جمع کر کے ایک کنوئیں میں پاٹ دیں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی عادتِ کریمہ تھی جب کسی مقام کو فتح فرماتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے۔ یہاں سے تشریف لے جاتے وقت اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں اور انہیں نام بنام آواز دے کر فرمایا: ''ہم نے تو پالیا جو ہم سے ہمارے رب (عَزَّوَجَلَّ) نے سچا وعدہ ﴿یعنی نصرت کا﴾ فرمایا تھا، کیوں تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ ﴿یعنی نار کا﴾ تم سے تمہارے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) نے کیا تھا؟'' امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَكَلَّمَ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا'' یارسول اللہ! (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کیا حضور بے جان جُثوں (یعنی جسموں) سے کلام فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ'' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

(ملتقطًا، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، الحدیث ۳۹۷۶، ج۳، ص۱۱)

تو کافر تک سنتے ہیں، مومن تو مومن ہے اور پھر اولیاء کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے۔

(پھر فرمایا) روح ایک پرند ہے اور جسم پنجرہ۔ پرند جس وقت تک پنجرے میں ہے اس کی پرواز اسی قدر ہے، جب پنجرے سے نکل جائے اس وقت اس کی قوتِ پرواز دیکھئے۔

مُردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو

(فرمایا) اپنے مُردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ ان کی برکت کے سبب اُن پر عذاب نہیں کیا جاتا۔

هُمُ الْقَوْمُ لَایَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ   وہ، وہ لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشیں بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ (ت)

ولہٰذا حدیث میں فرمایا:

اُدْفِنُوْا مَوْتَاکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ   اپنے مُردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔ (ت)

(کنزالعمال، الحدیث ٤٢٣٦٤، ج١٥، ص٢٥٤)

گُلاب کے پھول یا............

میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اِس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں، اب جو دیکھیں تو دو اژدہے اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھموڑ رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحبِ دل سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اژدہا ہی تھے مگر ایک ولی اللہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اژدھے درختِ گُل کی شکل ہو گئے تھے اور ان کے پھَن گلاب کے پھول۔ اِس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو۔ وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درختِ گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔

عذاب قبر اٹھ گیا

ایک بار حضرت سیدی اسمٰعیل حضرمی قدس سرہ العزیز کہ اَجلّہ (یعنی اکابر) اولیائے کرام سے ہیں۔ ایک قبرستان سے

گزرے۔امام محبّ الدین طبری کہ اکابر مُحدِّثین سے ہیں، ہمراہ رکاب (یعنی ساتھ) تھے۔حضرت سیدی اسمٰعیل نے ان سے فرمایا: " اَتُؤمِنُ بِکَلَامِ الْمَوْتٰی " کیااس پرآپ ایمان لاتے ہیں کہ مُردے زندوں سے کلام کرتے ہیں؟ عرض کی: ہاں۔فرمایا: اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے: "اَنَامِنْ حَشْوِ الْجَنَّۃ" میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں۔آگے چلے، وہاں چالیس قبریں تھیں، آپ بہت دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا: "تُو بھی انہیں میں سے ہے۔" لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کی: حضرت! یہ کیا راز ہے؟ ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔فرمایا: ان قبور پر عذاب ہورہا تھا جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرتِ عزت (یعنی بارگاہِ خداوندی) میں مَیں نے ان کی شفاعت کی۔مولیٰ تعالیٰ (عَزَّوَجَلَّ) نے میری شفاعت قبول فرمائی اور ان سے عذاب اٹھالیا۔ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں سے آواز آئی: "یَا سَیِّدِیْ اَنَا مِنْھُمْ اَنَا فُلَانَۃُ الْمُغَنِّیَۃُ اے میرے آقا میں بھی تو انہیں میں ہوں فلاں ڈومنی (یعنی گانے والی) ہوں۔" مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آگئی اور میں نے کہا: "اَنْتِ مَعَھُمْ " تُو بھی انہیں میں ہے۔اس پر سے بھی عذاب اٹھالیا گیا۔(شرح الصدور، باب زیارۃ القبور، ص ۲۰۶) تو

" یہ حضرات سراپا رحمت ہیں جس طرف گزر ہو رحمت ساتھ ہے۔"

ندویوں کو کیسا سمجھنا چاهئے؟

عرض : نَدوہ کے متعلق مسلمانوں کا کیا خیال ہونا چاہیے اور ندویوں کو کیسا سمجھنا چاہئے؟

ارشاد : ندوہ کھچڑی ہے۔پہلے بعض اہلِ سُنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہوگئے تھے جیسے مولوی محمد حسین صاحب اِلٰہ آبادی اور مولوی احمد حسن صاحب کانپوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی، اس کی شَناعتوں (یعنی بُرائیوں) پر اطلاع پاکر یہ لوگ علیحدہ ہوگئے۔مولانا احمد حسن صاحب مرحوم (جلسہ) ندوہ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے۔رمضان کا اخیر عشرہ تھا، میں اپنی مسجد میں معتکف تھا۔میں نے خبر سن کر اُن کو خط لکھا جس میں اَلقاب یہ تھے: "اَحْمَدَ السِّیْرَۃِ حَسَنَ السَّرِیْرَۃِ غَیْرَ شِرْکَۃِ النَّدْوَۃِ الْمُبِیْرَۃِ" اس میں احمد حسن ان کا نام بھی نکلا اور معنٰی یہ ہوئے کہ آپ کی خصلت محمود (یعنی اچھی عادت) اور طینت (یعنی طبیعت وجِبِلّت) مسعود (یعنی مبارک) مگر ندوہ تباہ کن کی شرکت مردود۔میری ان کی دوستی تھی، ان القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے اور میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "میں نے اس سے توبہ کرلی ہے اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی ناظم سے یہ کہہ کر

اُٹھا ہوں کہ مولوی صاحب آپ اس مجمع کو دیکھتے ہیں، یہ سب جہنم میں جائے گا اور ان کے آگے میں اور آپ ہوں گے۔ یہ نہیں جانتا کہ پہلے آپ جائیں گے کہ پہلے میں۔'' لکھنؤ کے جلسے میں ابراہیم آری نے اپنے لکچر میں صرف ''لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' پر مدارِ نجات رکھا، مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی[1] مع ہمراہیان یہ فرما کر اٹھ آئے کہ یہاں سے تو رسالت بھی تشریف لے گئی۔ اِسی طرح سُنّیوں میں سے جو مطّلع ہوتا گیا جدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس میں بدمذہب رہ گئے یا تو کھلے مرتدین جیسے رافضی وہابی وغیرہم یا وہ نام کے سُنّی جو ان کو اراکینِ دین بناتے اور ان سے اتحاد مناتے۔ ندوہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ''نیچری وہابی، قادیانی رافضی سب اہلِ قبلہ ہیں لہٰذا سب مسلمان ہیں۔ اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ خدا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے جیسے برٹش گورنمنٹ کہ اسے اس کی رَعیّت (یعنی رعایا) کے سب مذہب والے ایک سے۔''

ہم ایسے عقیدۂ واہیہ (یعنی بیہودہ عقیدے) سے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی پناہ مانگتے ہیں، کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ؕ مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۚ (پ ۲۹، القلم: ۳۵-۳۶) کیا ہم مطیعوں کو مجرموں کے مثل کر دیں تمہیں کیا ہُوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اور فرماتا ہے:

اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (پ ۲۳، ص: ۲۸) کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی مانند کر دیں۔

اور فرماتا ہے:

لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ (پ ۴، اٰلِ عمرٰن: ۱۱۳) سب ایک سے نہیں۔

اور فرماتا ہے:

هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ (پ ۱۴، النحل: ۷۵) کیا یہ سب برابر ہیں۔

---

[1]: یہ صاحب مولوی عبدالباری فرنگی محلی کے والد ہیں۔ انہوں (یعنی مولوی عبدالوھاب صاحب) نے ندوہ سے گریز کی، اس (یعنی ندوہ) میں تو کلمہ گوئی کی شرط بھی تھی اور یہ (یعنی مولوی عبدالباری) ''سوراج کمیٹی'' میں ہمہ تن مصروف جس میں ایک تو مشرکین سے اتحاد شرط اور ایک بڑے مشرک (یعنی گاندھی) کی سرداری ہے۔ ۱۲

اور فرماتا ہے:

لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ۝ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں۔ جنت والے ہی کامیاب ہوں گے۔

(پ۲۸، الحشر:۲۰)

قرآنِ عظیم میں اس مضمون کی بکثرت آیات ہیں۔ صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر رافضی تبرا بکتے ہیں، ندوی کہتے ہیں: ''سنی اور شیعہ کا قطعیات میں اتفاق ہے، صرف ظنیات میں اختلاف ہے۔ ذرا ذرا سی بات پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔'' تو اب نہ صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت قطعی ٹھہری نہ صدیق و فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی خلافتِ راشدہ قطعی ہوئی نہ صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا جنتی ہونا قطعی رہا، سب ظنیات ہوگئے! روافض کا تبرا بکنا صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالیاں دینا ایک ذرا سی بات ہوئی! ''وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم''

جنت کی بھرتی کے معنٰی

عرض: جنّت کی بھرتی، کیا معنی؟

ارشاد: جنت بہت وسیع مکان ہے:

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ (پ٤، اٰلِ عمرٰن:١٣٣) ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اس کی چوڑان میں آجائیں۔

اس کی وسعت **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) ہی جانتے ہیں۔ اس میں پہلے اربابِ استحقاق بھیجے جائیں گے جنہوں نے اعمالِ صالحہ کئے اور اپنی حَسَنات (یعنی نیکیوں) کے سبب مستحقِ جنت ہوئے یعنی ''استحقاقِ تَفَضُّلی'' نہ وجودی کہ کسی کو نہیں، مولیٰ تعالیٰ (عَزَّوَجَلَّ) اپنے بندوں کو اعمالِ صالحہ کی توفیق دیتا ہے پھر ان میں اعمالِ صالحہ پیدا فرماتا ہے پھر اپنے کرم سے انہیں قبول فرماتا ہے پھر اپنی رحمت سے ان کے عوض جنت دے گا یہ سب اس کا فضل ہی فضل ہے۔ جب یہ لوگ اپنے اپنے محلوں میں آرام کرلیں گے جنت بہت زیادہ خالی رہے گی تو بے استحقاق والوں کو اپنے محض کرم سے اس میں بھرے گا۔

یہ جنت کی بھرتی ہے اور اب بھی بہت جگہ خالی رہے گی تو ربّ عَزَّوَجَلَّ ان روحوں کو کہ دنیا میں نہ بھیجی گئیں جسم عطا فرما کر ان مکانوں میں بسائے گا یہ بہت آرام سے رہے، نہ دنیا کی صورت دیکھی نہ کوئی تکلیف سہی، نہ موت چکھی نہ کوئی عمل کیا، فقط **اللہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) پر ایمان اور ہمیشہ کے لیے ''دَارُالْجِنان'' (یعنی جنت) فَسُبْحٰنَ وَاسِعُ الرَّحْمَةِ!

حدیثِ نجات کا مطلب

عرض: نیچری اس پر بہت زور دیتے ہیں، ڈپٹی نذیر احمد نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ نجات کے لیے صرف ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کافی ہے ''مُحَمَّد رسول اللّٰه'' کی کچھ حاجت نہیں اور اس پر حدیث'' مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ '' (سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فیمن یموت......الخ، الحدیث ٢٦٤٧، ج ٤، ص ٢٩٠) سے سند لاتے ہیں۔ حدیث کا مطلب کیا ہے؟

ارشاد: حدیث ''حق'' ہے اور زعمِ خبیث (یعنی خبیث کا گمان) ''کفر''۔ ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کلمہ طیبہ کا عَلَم (یعنی نام) ہے جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کوئی کہے اَلْحَمْد سات بار کہو یا قُلْ هُوَ اللّٰه گیارہ بار کہو، کیا اس سے صِرف لفظ اَلْحَمْد یا لفظ قُلْ هُوَ اللّٰه مراد ہوں گی! ہر گز نہیں بلکہ پوری سورتیں کہ اختصاراً جن کے نام یہ ہیں۔ کلمہ طیبہ کا اختصار لَا اِلٰـهَ نہیں ہوسکتا تھا کہ نفیِ محض بلا اِستثنا تو مَعَاذَ اللّٰه کلمہ کفر ہے۔ لاجَرم (یعنی نتیجۂ ضرور) نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا۔ یہ ایک ظاہر جواب ہے۔

اور میرے نزدیک تو حقیقتِ امر یہ ہے کہ بے شک صرف لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه نجات کا ضامن ہے اور اسی سے وہ ملعون قول کہ ''محمد رسول اللّٰه'' کی مَعَاذ اللّٰه حاجت نہیں، کفرِ خالص ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سے فقط الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنی کی تصدیق'' سچے دل سے ایمان لانا کہ جس ذات جامعِ جمیع کمالات ،مُنَزَّہ (یعنی پاک) از جمیع عیوب ونقائص کا عَلَم پاک (یعنی نام) واقع میں **اللّٰـه** ہے جس نے سچی کتابیں اتاریں، سچے رسول بھیجے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اَفْضَلُ الرُّسُل (یعنی سب رسولوں سے افضل) وَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْن (یعنی سب سے آخری نبی) کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی حق ہے جس میں کذب یا سہو یا خطا کا اصلاً کسی طرح اِمکان نہیں''۔ جس نے **اللہ** کو اس طرح پہچانا اُسی نے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کو جانا، اسی نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مانا اور جسے ضروریاتِ دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ کو جانا، نہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مانا۔ مثلاً جو شخص لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانے وہ ایسے کی توحید کی

گواہی دیتا ہے، ایسے کو **اللّٰہ** سمجھا ہے جس نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ بھیجا اور وہ ہر گز اللہ نہیں، اس نے اپنے خیال میں ایک باطِل تَصَوُّر جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے۔ یہ **اللّٰہ** پر مؤمن (یعنی ایمان لانے والا) نہیں بلکہ **اللّٰہ** کے ساتھ مشرِک (یعنی شرک کرنے والا) ہے۔ **اللّٰہ** یقیناً وہ ہے جس نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تو **اللّٰہ** پر ایمان وہی لائے گا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اِس پر تمام ضروریاتِ دین کو قیاس کر لو مثلاً جو **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا مُقِر (یعنی اقرار کرنے والا) اور قیامت کا مُنکِر ہے یقیناً **اللّٰہ** کا منکر اور اس اقرار میں مُشرِک ہے تو ایسے کو اللہ ٹھہرایا جو قیامت نہ لائے گا حالانکہ **اللّٰہ** وہ ہے کہ قیامت جس کا سچا وعدہ ہے وعلی ھٰذَا الْقِیَاس۔

اب بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی معنی بے تکلف صحیح ہو گئے لہٰذا اپنے رسالہ ''بَابُ الْعَقَائِدِ وَالْکَلَام''[1] میں ثابت کیا ہے کہ ''کفر صرف جہل باللہ کا نام ہے'' جو **اللّٰہ** کو صحیح طور پر جانتا مانتا ہے کافر نہیں ہو سکتا اور جو کافر ہے **اللّٰہ** کو ہر گز نہیں جان سکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا دعویٰ علم و معرفت کا کرے جیسے دیوبندیہ و وہابیہ و مرزائیہ و اَمثالُھُم (یعنی انکی مثل دیگر کفار) خَذَلَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی (یعنی اللہ انہیں رُسوا کرے)

بد مذہبوں کے عالِم سے ملنا کیسا؟

عرض: ان لوگوں کی نسبت کہ اگر بد مذہب عالم سے ملنے کو منع کیا جائے تو کہیں عالم عالم سب ایک ہیں؟

ارشاد: ان کا شمار بھی انہیں میں سے ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (پ ۶، المائدہ: ۵۱) تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: اَلْاَعْدَاءُ ثَلٰثَةٌ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ صَدِیْقِكَ وَصَدِیْقُ عَدُوِّكَ (دشمن تین ہیں: ایک تیرا دشمن، ایک تیرے دوست کا دشمن اور ایک تیرے دشمن کا دوست)۔

یوں ہی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن تینوں قسم ہیں: ایک تو ابتداءً اُس کے دشمن، وہ کافرانِ اصلی ہیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۹۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو **اللّٰہ** دشمن ہے کافروں کا۔

(پ ۱، البقرہ: ۹۸)

---

[1]: یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد ۱۵ صفحہ ۵۲۹ میں ہے۔

دوسرے وہ کہ محبوبانِ خدا کے دشمن ہیں جیسے دیوبندیہ، مرزائیہ، وہابیہ، روافض۔ تیسرے وہ کہ ان دشمنوں میں کسی کے دوست ہیں۔ یہ سب اعداء اللہ (یعنی اللہ عزوجل کے دشمن) ہیں وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ تَعَالٰی۔

اللہ عزوجل کے دشمنوں کو اپنا دشمن جانئے

عرض : حضور ہم لوگوں کو بھی چاہیے کہ اُن کو اپنا دشمن جانیں؟

ارشاد : ہر مسلمان پر فرضِ اعظم ہے کہ **اللّٰـہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے سب دوستوں سے محبت رکھے اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے۔ یہ ہمارا عین ایمان ہے۔

کافروں سے کیسی عداوت رکھنی چاہئے؟

﴿اسی تذکرہ میں فرمایا:﴾ بِحَمْدِ اللّٰہ تَعَالٰی میں نے جب سے ہوش سنبھالا **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔ ایک بار اپنے دہات (دیہات) کو گیا تھا، کوئی دیہی مقدمہ پیش آیا جس میں چوپال کے تمام ملازموں کو بدایوں جانا پڑا، میں تنہا رہا۔ اُس زمانے میں مَعَاذَ اللّٰـہ دردِ قُولَنج (یعنی بڑی انتڑی کا درد) کے دورے ہُوا کرتے تھے۔ اس دن ظہر کے وقت سے درد شروع ہوا، اسی حالت میں جس طرح بنا، وضو کیا۔ اب نماز کو نہیں کھڑا ہوا جاتا۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگی۔ مولیٰ عَزَّوَجَلَّ مُضْطَر (یعنی پریشان) کی پکار سنتا ہے۔ میں نے سُنّتوں کی نیت باندھی، درد بالکل نہ تھا۔ جب سلام پھیرا، اسی شدت سے تھا۔ فوراً اُٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی، درد جاتا رہا۔ جب سلام پھیرا وہی حالت تھی۔ بعد کی سُنّتیں پڑھیں، درد موقوف (یعنی ختم) اور سلام کے بعد پھر بدستور، میں نے کہا: اب عصر تک ہوتا رہ۔ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ اتنے میں سامنے سے اسی گاؤں کا ایک برہمن کہ ﴿خبیث بزعمِ خود قریب قریب توحید کا قائل اور براہِ مکر وفریب میرے خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کی طرف مائل بنتا تھا﴾ گزرا، پھاٹک کھلا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر اندر آیا اور میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کیا یہاں درد ہے؟ مجھے اس کا نجس ہاتھ بدن کو لگنے سے اتنی کراہت ونفرت پیدا ہوئی کہ درد کو بھول گیا اور یہ تکلیف اس سے بڑھ کر معلوم ہوئی کہ ایک کافر کا ہاتھ میرے پیٹ پر ہے۔ ایسی عداوت رکھنا چاہیے۔

بد مذہبوں کے پاس بیٹھنا کیسا؟

عرض : اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ان کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد : حرام ہے اور بدمذہب ہوجانے کا اندیشہ کامل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَکُمْ — انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحیح مسلم مقدمه، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء......الخ، الحدیث ۷، ص ۹)

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذّاب پر اعتماد کرتا ہے، اِنَّھَا اَکْذَبُ شَیْءٍ اِذَا حَلَفَتْ فَکَیْفَ اِذَا وَعَدَتْ (نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔) صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مُستقیم (یعنی قائم) ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جا کر ویسے ہی ہوجائیں گے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔'' (ملتقطا،مستدرك علی الصحیحین، کتاب الهجرة،ذکر اسماء اهل الصفة، الحدیث ۴۳۵، ج۳، ص۵۰۶) سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف (یعنی قسم) سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے: ''جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔''

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے والے کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''شرح الصدور'' میں نقل فرماتے ہیں: ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کی نزع کا وقت آیا، لوگوں نے حسبِ معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ کہا: نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا: یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تُو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہتے تھے، اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے، ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور، باب ما یقول الانسان ......الخ، ص ۳۸)

یہ نتیجہ ہے بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔ جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں (یعنی بُرا کہنے والوں) سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست (یعنی اُٹھنے بیٹھنے) کی آفت کس قدر شدید ہوگی؟ ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے ان کی انبیاء اور سیّدُ الانبیاء (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک۔

اگر بدمذہب ہوتو؟

عرض : اگر ملازم ہے اور خوشامد میں لگا رہے؟

ارشاد : اتنا برتاؤ رکھو **اللہ** و رسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے دشمنوں سے جتنا اپنے دشمنوں سے رکھتے ہو۔

سچّے مجذوب کی پہچان

عرض : حضور مجذوب[1] کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد : سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔

مجذوب کی دُعا کا اثر

حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب (مجذوب کی جمع) سے تھے، احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرّف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے۔ایک بار قحط شدید پڑا۔ بادشاہ وقاضی واکابر جمع ہوکر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔ جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر کہا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجیے! یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں

---

[1]: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں: حالتِ جذب میں مثلِ جنون عقل سلامت نہیں رہتی، اس وقت وہ مکلّف نہیں، جو باوصف بقائے عقل واستطاعت قصداً نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز وَلِیُّ اللہ نہیں وَلِیُّ الشَّیْطان ہے۔(فتاوی رضویہ مخرجہ ج۱۴ص۴۰۹) تفسیرِ نعیمی میں ہے: بعض اولیاء اللہ ہمیشہ اور بعض اولیاء کبھی کبھی حالتِ جذب میں عقل وہوش کھو بیٹھتے ہیں اس وقت ان پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔حُضُورِ انور، شافعِ محشر، محبوبِ داور صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یَعْقِلَ یعنی تین شخص مرفوع القلم ہیں سونے والا یہاں تک کہ جاگ جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہوجائے اور مجنون یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔(ابوداؤد ج۴ص۱۸۸ حدیث۴۴۰۳)(تفسیر نعیمی ج۱۱ص۳۹۷) حضرتِ علامہ عبدُ الرّؤف مناوی علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ القوی ''فیض القدیر'' میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاثَة'' مکلّف نہ ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ تکلیف کتابت کو لازم ہے اسلئے اس کو کتابت سے تعبیر کیا گیا۔(فیض القدیر ج ۱ ص ۴۶) صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ القوی لکھتے ہیں: اگر مجذوبیت سے عقلِ تکلیفی زائل ہوگئی ہو، جیسے غشی والا تو اس سے قلمِ شریعت اُٹھ جائے گا مگر یہ بھی سمجھ لو! جو اس قسم کا ہوگا، اُس کی ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی، شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کریگا۔ (بہارشریعت ج۱ص۲۶۶) حضرتِ علامہ عبدُ الرّؤف مناوی علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ القوی ''فیض القدیر'' میں تحریر فرماتے ہیں: اَلْمَجَاذِیْبُ وَنَحْوِهِمِ الَّذِیْنَ یَبْدُوْمِنْهُمْ مَا ظَاهِرُهٗ یُخَالِفُ الشَّرْعَ فَلا یُتَعَرَّضُ لَهُمْ بِشَیْءٍ وَیُسَلَّمُ اَمْرُهُمْ اِلَی اللّٰہِ مجاذیب وغیرہ سے ایسی بات ظاہر ہو جو بظاہر شریعت کے مخالف ہو تو کسی چیز میں ان کے درپے نہیں ہوا جائے گا، اور ان کے معاملے کو اللہ عزوجل کے طرف سونپا جائے گا۔(فیض القدیر ج۳ص۵۲۷)

پہاڑ کی طرح اُمڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔(القول الجلی فی ذکر آثار الولی، ص۴۴۸)

مجذوب کی نماز

ایک دن نمازِ جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے، اِدھر سے قاضیِ شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے، انہیں دیکھ کر اَمْر بِالْمَعْرُوف (یعنی نیکی کا حکم) کِیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے۔ مردانہ لباس پہنیئے اور نماز کو چلئے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اُتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لیے، خطبہ سنا۔ جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیرِ تحریمہ کہی اللّٰہ اکبر، سنتے ہی ان کی حالت بدلی، فرمایا: اللّٰہ اکبر میرا خاوند حَیّ لَایَمُوْت (یعنی ایسا زندہ) ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں کڑے جوشن پہنتے ہیں، یہ گمراہی ہے۔ صوفی ''صاحبِ تحقیق'' (ہے) اور ان کا مُقَلِّد (یعنی ناسمجھ پیروکار) زِندیق (یعنی بے دین)۔

سچے وَجد کی پہچان

عرض: سچے وجد کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: یہ کہ فرائض وواجبات میں مُخِل (یعنی رکاوٹ ڈالنے والا) نہ ہو۔

حالتِ وجد میں بھی نماز قضا نہ ہوئی

حضرت سید ابوالحسین احمد نوری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) پر وجد طاری ہوا، تین شبانہ روز (یعنی رات دن) گزر گئے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر (یعنی ہم زمانہ) تھے، کسی نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حالت عرض کی۔ فرمایا: نماز کا کیا حال ہے؟ عرض کی: نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ان کا وجد سچا ہے۔(ملخصًا، تذکرۃ الاولیاء، حصہ دوم، ذکر ابو الحسن نوری، باب چھل و ششم، ص۴۲)

احکامِ شریعت

﴿اس کے بعد فرمایا﴾ نماز، جب تک عقل باقی ہے، کسی وقت میں معاف نہیں۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج۲، ص۶) رمضان شریف کے روزے حالتِ سفر میں یا مرض میں کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں اجازت ہے کہ قضا کرے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم فصل فی العوارض، ج۳، ص۴۶۲-۴۶۳-۴۶۵) اسی طرح زکوۃ صاحبِ نصاب

پر اور حج صاحبِ استطاعت پر فرض ہے لیکن نماز سب پر بہر حال فرض ہے یہاں تک کہ کسی حاملہ عورت کے نصف بچہ پیدا ہو لیا ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو ابھی نفساء (یعنی نفاس والی) نہیں حکم ہے کہ گڑھا کھودے یا دیگ پر بیٹھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ بچے کو تکلیف نہ ہو۔(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطھارۃ، مطلب فی حکم وطئ المستحاضۃ......الخ، ج۱، ص۵۴۵) یا بیمار ہے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں (تو) دیوار یا عصا یا کسی شخص کے سہارے کھڑا ہو کر نماز ادا کرلے اور اگر اتنی دیر کھڑا نہیں رہ سکتا تو جتنی دیر ممکن ہو قیام فرض ہے اگرچہ اسی قدر کہ تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہو کر کہہ لے اور بیٹھ جائے۔ اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو لیٹے لیٹے اشاروں سے پڑھے۔(حلبی کبیر، الثانی: القیام، ص۲۶۲)

قَدَمَین مبارک سُوج جاتے

حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نماز کی کثرت فرماتے یہاں تک کہ پائے مبارک سُوج جاتے، صحابہ کرام (علیہم الرضوان) عرض کرتے: ''حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) اس قدر کیوں تکلیف گوارا فرماتے ہیں؟ مولیٰ تعالیٰ نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو ہر طرح کی معافی عطا فرمائی ہے۔'' فرماتے: ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا'' تو کیا میں کامل شکر گزار بندہ نہ ہُوں!

(صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی، ، الحدیث ۱۱۳۰، ج۱، ص۳۸۴)

یہاں تک کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ نے خود ہی بکمالِ محبت ارشاد فرمایا:

طٰهٰ ۚ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ	اے چودھویں رات کے چاند! ہم نے تم پر قرآن
الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۙ ﴿۲﴾ (پ۱۶، طٰہٰ:۱،۲)	اس لیے نہ اُتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

غرض نماز مرتے وقت تک معاف نہیں۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ	اے بندے اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کی عبادت
الْیَقِیْنُ ۠ ﴿۹۹﴾ (پ۱۴، الحجر:۹۹)	کیے جا، یہاں تک کہ تجھے موت آئے۔

عقل جاتی رہی

ایک صاحب صالحین سے تھے، بہت ضعیف ہوئے۔ پنجگانہ مسجد کی حاضری نہ چھوڑتے۔ ایک شب عشاء کی حاضری میں گر پڑے، چوٹ آئی۔ بعدِ نماز عرض کی: الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) اب میں بہت ضعیف ہوا، بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں (لہٰذا) مجھے آزاد فرما۔ ان کی دعا قبول ہوئی مگر یوں کہ صبح اٹھے تو مجنون تھے۔ یعنی ''جب تک عقلِ تکلیفی باقی ہے، نماز معاف نہیں۔''

مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

عرض : مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر رکھتے ہیں۔

ارشاد : حرام ہے۔حدیث میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں۔

(مسند امام احمد بن حنبل،الحدیث ۳۱۵۱،ج۱،ص۷۲۷)

وَلَدُ الْحَرَام کو اِمام بنانا کیسا؟

عرض : ولدالحرام کے پیچھے نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

ارشاد : اگر اِس سے علم وتقویٰ میں زیادہ یا اس کی مثل جماعت میں موجود ہوتو اِسے امام بنانا نہ چاہیے۔ہاں اگر یہ ہی سب حاضرین سے علم وتقویٰ میں زائد ہوتو اِسی کو اِمام بنایا جائے۔

(ملخصًا،ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ،مطلب البدعۃ خمسۃ،ج۲، ص۳۵۸)

عرض : حضور! اِس میں بچے کا کیا قصور ہے؟

ارشاد : شرع کو تکثیرِ (یعنی کثرتِ) جماعت کا بڑا لحاظ ہے۔امام میں جب کوئی ایسی بات ہو جس سے قوم کو نفرت اور باعثِ تقلیلِ جماعت (یعنی جماعت میں کمی کا سبب) ہو،اس کی امامت ناپسند ہے اگرچہ اس کا قصور نہ ہو وَلہٰذا جس کے بدن پر بَرَص (یعنی سفید کوڑھ) کے داغ بکثرت ہوں اس کی امامت مکروہ ہے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی امامۃ الامرد، ج۲، ص ۳۶۰) رغبتِ جماعت ہی کے لحاظ سے مستحب ہے کہ اور فضائل میں مساوات کے بعد امام خوب صورت وخوش گلو (یعنی خوش آواز) ہو۔نماز کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔عوام بے چارے کس گنتی میں، بعض بڑے بڑے عالم جو کہلاتے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

تیری رحمت کے طفیل

(پھر فرمایا) کہ عبادت محض لِوَجْہِ اللّٰہ (یعنی صرف اللہ کی رضا کے لیے) ہونا چاہیے،کبھی اپنے اَعمال پر نازاں نہ ہو کہ کسی

کے عمر بھر کے اعمالِ حَسَنہ اُس کی کسی ایک (بھی) نعمت کا جو اُس نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہے، بدلہ نہیں ہو سکتے۔ اگلی اُمتوں میں ایک بندۂ خدا بیچ سمندر میں ایک پہاڑ پر جہاں انسان کا گزر نہ تھا، رات دن عبادتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں مشغول رہتے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اس پہاڑ پر ان کے لئے انار کا ایک درخت اُگایا اور ایک شیریں چشمہ نکالا، انار کھاتے اور وہ پانی پیتے اور عبادت کرتے، چار سو برس اسی طرح گزارے۔

ظاہر ہے کہ جب انسان بالکل تن تنہا زندگی بسر کرے اور کوئی دوسرا نہ ہو تو نہ جھوٹ بول سکتا ہے نہ کسی کی غیبت کر سکتا ہے نہ چوری، نہ اور کوئی قصور کر سکتا ہے جس کا تعلق دوسرے سے ہو اور اکثر گناہ وہی ہیں۔ غرض جب ان کے نزع کا وقت آیا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: اِتنی اجازت دیجئے کہ میں وضو تازہ کر کے دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے میں جاؤں قَبْضِ روح کر لینا۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہارے لیے اِتنی اجازت لایا ہوں۔ انہوں نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی۔ دوسری رکعت کے سجدے میں انتقال ہوا۔ بدن ان کا سلامت ہے اب تک ویسے ہی سجدے میں ہیں۔ جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: ہم جب آسمان سے اترتے یا آسمان کو جاتے ہیں انہیں اسی طرح سربسجود دیکھتے ہیں۔ یہ بندۂ خدا جب قیامت کے روز حاضر ہوں گے عبادت کے سوا نامۂ اعمال میں کوئی گناہ تو ہوگا ہی نہیں، حساب و میزان کی کیا حاجت! ربُّ الْعِزّت (عَزَّوَجَلَّ) اِرشاد فرمائے گا:

اِذْهَبُوْا بِعَبْدِیْ اِلٰی جَنَّتِیْ بِرَحْمَتِیْ — میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں لے جاؤ۔

ان کے منہ سے نکلے گا: ''اے میرے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) بلکہ میرے عمل سے'' یعنی میں نے عمل ہی ایسے کیے جن سے مستحقِ جنّت ہوں۔ ارشاد ہوگا: ''لوٹاؤ اور میزان (یعنی ترازو) کھڑی کرو، اس کی چار سو برس کی عبادت ایک پلّے میں اور ہماری نعمتوں سے، جو ہم نے اسے چار سو برس میں دِیں، صرف آنکھ کی نعمت دوسرے میں رکھو'' وزن کِیا جائے گا، ان کے چار سو برس کے اعمال سے ایک یہ نعمت کہیں زیادہ ہوگی۔ اِرشاد ہوگا:

اِذْهَبُوْا بِعَبْدِیْ اِلٰی نَارِیْ بِعَدْلِیْ — میرے بندے کو میرے جہنم میں لے جاؤ میرے عدل سے۔

اس پر گھبرا کر عرض کریں گے: ''نہیں اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) میرے بلکہ تیری رحمت سے۔'' اِرشاد ہوگا:

اِذۡهَبُوۡا بِعَبۡدِیۡ اِلٰی جَنَّتِیۡ بِرَحۡمَتِیۡ میرے بندے کو میری جنت میں میری رحمت سے لے جاؤ۔

(مستدرك على الصحيحين، كتاب التوبة والانابة، الحديث ٧٧١٢، ج٥، ص٣٥٥)

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کی پُرسِش (یعنی پوچھ گچھ) ہوگی۔

(كنز العمال، كتاب الصلاة، قسم الاقوال، الاكمال، حديث ١٨٨٨٠، ج٧، ص١١٥)

شفاعتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم

﴿اس کے بعد کچھ اور واقعاتِ حشر کا بیان فرمایا کہ﴾ سب اوّلین و آخرین جمع ہوں گے اور اس دن ذرّے ذرّے کا حساب ہوگا۔ بعض مسلمین بھی اپنے مَعاصی (یعنی گناہوں) پر مُعذَّب کیے (یعنی عذاب دیے) جائیں گے (لیکن) کوئی مسلمان پوری سزا نہ پائے گا (بلکہ) سزا پوری ہونے سے پہلے ہی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت انہیں نجات دِلوا دے گی۔ سزا اگر پوری ہو لیتی تو نجات آپ ہی ہوتی شفاعت کا کیا اثر ہوتا لیکن شفاعت انہیں بخشوائے گی تو ثابت ہوا کہ سزا پوری نہ ہونے پائے گی۔

ابرِ کرم

(پھر فرمایا) ایک بندہ حاضر ہوگا۔ ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) کا حکم ہوگا، اس کا نامۂ اعمال اُسے دیا جائے گا۔ وہ تُومار (یعنی صحیفہ) حدِ نگاہ تک طویل اور سراپا گناہوں سے بھرا ہوگا۔ اپنا نامۂ اعمال خود پڑھے گا، اس میں صغائر و کبائر سب لکھے ہوں گے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ ظاہر کرے گا اور کبائر (یعنی کبیرہ گناہوں) کو چھوڑتا جائے گا۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا پڑھ لیا؟ کہے گا ہاں! سب پڑھ لیا۔ فرمائے گا: ''اے میرے فِرشتو! اس کے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی لکھو'' اُس وقت چِلّا اُٹھے گا کہ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میرے بڑے گناہ تو رہ ہی گئے ہیں، میں نے تو صرف صغائر (یعنی صغیرہ گناہ) پڑھے۔ (جامع ترمذی، كتاب صفة جهنم، باب عشر، حديث ٢٦٠٥، ج٤، ص٢٦٨) یہ سب صدقہ ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا۔

رضائے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم

حدیث میں ہے: جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ البتہ قریب ہے کہ تمہارا ربّ (عَزَّوَجَلَّ)

فَتَرۡضٰی ﴿۵﴾ (پ٣٠، الضحى:٥) تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

حضور شفیعُ الْمُذْنِبِیْن (یعنی گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَنْ لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ — ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک اُمتی بھی نار میں رہا۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الضحٰی، تحت الایۃ ۵، ج ۱۱، ص ۱۹۴)

روزِ قیامت داروغۂ دوزخ (حضرت مالک) علیہ الصلوٰۃ والسلام حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعتیں دیکھ کر عرض کردیں گے: ''حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے اپنی اُمّت میں غضبِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کا کوئی حصہ نہ چھوڑا۔''

(المستدرك للحاكم، كتاب الايمان، باب للانبياء منابر من ذهب، ج ۱ ص ۲۴۲، حديث ۲۲۸)

دونوں کو جنّت میں لے جاؤ

(پھر فرمایا) قیامت کے روز دو بندے دوزخ سے نکالے جائیں گے، ربّ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''جو کچھ تمہیں پہنچا تمہارے اعمال کا بدلا تھا، میں کسی پر ظلم نہیں کرتا، تم پھر جہنم میں چلے جاؤ۔'' ان میں سے ایک تو دوڑتا ہوا جہنم کی طرف جائے گا اور دوسرا آہستہ۔ حکم ہوگا: ''واپس لاؤ۔ اِس شِتابی (یعنی جلدی) اور آہستگی کا سبب پوچھو۔'' جلدی کرنے والا عرض کرے گا: ''اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) میرے! نافرمانی کے سبب یہ کچھ دیکھ چکا تھا، کیا اب بھی نافرمانی کرتا!'' دوسرا عرض کرے گا: ''الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) مجھے امید نہ تھی کہ جہنم سے نکال کر مجھے پھر اس میں بھیجے گا۔'' حکم ہوگا: ''دونوں کو جنّت میں لے جاؤ۔''

(احياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت، ج ۵، ص ۳۱۳)

کیا عالِم کی صُحبت میں آدمی بگڑ جاتا ہے؟

عرض: بعض لوگ کہتے ہیں کہ عالِم کی صحبت میں بیٹھنے سے آدمی بگڑ جاتا ہے؟

ارشاد: حدیث میں تو یہ فرمایا ہے:

اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ — اس حال میں صبح کر کہ تُو عالم ہو یا مُتَعَلِّم یا عالم کی باتیں سننے والا، یا عالم کا مُحِبّ اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

(كشف الخفاء، الحديث ۴۳۷، ج ۱، ص ۱۳۴)

طلاقِ مُغَلَّظَه کے بعد بغیر حلاله رجوع کرنا کیسا؟

عرض : زید نے اپنی عورت کو طلاقِ مُغلّظہ دے دی۔علما سے اِسْتِفْتاء پوچھا،حلالہ کا حکم ملا۔اگر بغیر حلالہ رَجْعَت کرلے؟

ارشاد : حرامِ قطعی ہے۔جب عدت گزر لے اور مُطلَّقہ کا نکاح دوسرے شخص سے ہو اور وہ اس سے ہم بستر ہو پھر وہ طلاق دے اور پھر عدت گزرے۔اس کے بعد زید سے نکاح ہوسکتا ہے،بغیر اس کے زنائے خالص ہوگا۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، ج٤، ص٩٤)

حلاله کے لئے همبستری شرط هے

﴿اسی سلسلے میں فرمایا﴾ ایک صحابیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ان کے شوہر نے مغلّظہ طلاق دے دی، ان (کی) بیوی نے دوسرے سے نکاح کرلیا اور بلا ہم بستر ہوئے خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں جا کر عرض کی کہ اگر وہ طلاق دے دے تو اب میں پہلے سے نکاح کرسکتی ہوں؟ ارشاد فرمایا:

لَاحتّٰی تَذُوْقِیَ عُسَیْلَتَهٗ — تم پہلے خاوند کے پاس اس وقت تک نہ جاسکو گی جب تک

وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَكِ — دوسرے خاوند کا ذائقہ تم اور وہ تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے۔

(صحیح بخاری، کتاب الطلاق، اذا طلقها ثلاثا......الخ، حدیث ٥٢٦١، ج٣، ص٥٠٢)

تو ربُّ العزت نے یہ ''تازیانہ'' رکھا ہے کہ لوگ تین طلاقیں دینے سے خوف کریں اور اس سے باز رہیں لیکن پھر بھی خیال نہیں کرتے، تین تو درکنار! جب دینے پر آتے ہیں تو بے شمار طلاقیں دیتے ہیں۔

کیا بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اسے کندھا نہیں دے سکتا؟

عرض : حضور اگر عورت کا انتقال ہوجائے تو اس کے شوہر کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں، نہ وہ کندھا دے نہ منہ دیکھے؟

ارشاد : یہ مسئلہ جُہَلَاء میں بہت مشہور ہے اور بالکل بے اصل ہے۔ہاں بے حائل اس کے جسم کو بے شک ہاتھ نہیں لگا سکتا۔باقی کندھا بھی دے سکتا ہے اور قبر میں بھی اُتار سکتا ہے اور اگر موت ایسی جگہ آئے جہاں میاں بیوی کے سوا کوئی اور نہ ہو تو شوہر خود اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر میّت کو تیمّم کرائے لیکن عورت کو بلا کسی شرط کے اپنے شوہرِ مُردہ کو چھونے کی اجازت ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی حدیث کل ......الخ، ج٣، ص١٠٥)

مرحوم شوہر کے روپے سے مسجد بنوانا کیسا؟

عرض : زید اگر فوت ہوگیا، منکوحہ (یعنی اس کی بیوی) نے اس کے روپے سے مسجد بنوادی اور اس کے بہن بھائی کو محروم رکھا؟

ارشاد : اگر اس کا مہر اتنا تھا کہ زید کا متروکہ اس کے مہر میں مُستَغرَق ہوتا (یعنی زید کا سارا مال اس کا حق مہر ادا کرنے میں ہی خرچ ہوجاتا) تو اختیار تھا ورنہ اپنے مہر وحصہ سے زائد ''غصب'' ہے۔

پیر بھائی کی شیخ سے زیادہ رسائی پر رنج کرنا

عرض: اگر کسی مرید کی اپنے شیخ سے زیادہ رسائی ہو اس پر اس کے پیر بھائی رنج رکھیں؟

ارشاد : یہ حسد ہے جو لے جاتا ہے جہنم میں۔ ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃ والسَّلام کو یہ رُتبہ دیا کہ تمام ملائکہ سے سجدہ کرایا، شیطان نے حسد کیا وہ جہنم میں گیا۔

دنیا میں اگر کسی کو اپنے سے زیادہ دیکھے (تو) شکر بجالائے کہ مجھے اتنا مبتلا نہ کیا اور دین میں دیکھے تو اُس کی دست بوسی کرے، اُسے مانے۔ کسی پر حسد کرنا رب العزت (عَزَّوَجَلَّ) پر اعتراض ہے کہ اسے کیوں زیادہ دیا اور مجھے کیوں کم رکھا۔

تعزیہ داری میں تماشا دیکھنے کے لئے جانا کیسا؟

عرض : تعزیہ داری میں لہو ولعب (یعنی کھیل کود یا تماشا) سمجھ کر جائے تو کیسا ہے؟

ارشاد: نہیں چاہیے۔ ناجائز کام میں جس طرح جان مال سے مدد کرے گا یونہی سَواد (یعنی گروہ) بڑھا کر بھی مدد گار ہوگا۔ ناجائز بات کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ بندر نچانا حرام ہے، اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ دُرِّ مختار وحاشیہ علامہ طحطاوی میں ان مسائل کی تصریح ہے۔ آجکل لوگ ان سے غافل ہیں۔ متقی لوگ جن کو شریعت کی احتیاط ہے، ناواقفی سے ریچھ یا بندر کا تماشا یا مرغوں کی پالی (یعنی لڑائی) دیکھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس سے گنہگار ہوتے ہیں۔

بھلائی کے مجمع میں شرکت سے محرومی پر افسوس کا انعام

حدیث میں ارشاد ہے کہ ''اگر کوئی مجمع خیر کا ہو اور وہ نہ جانے پایا اور خبر ملنے پر اس نے افسوس کیا تو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا حاضرین کو اور اگر مجمع شر کا ہو اس نے اپنے نہ جانے پر افسوس کیا تو جو گناہ ان حاضرین پر ہوگا وہ اس پر بھی (ہوگا)۔''

بزرگانِ دین کی تصاویر بطورِ تبرُّک لینا کیسا؟

عرض : بزرگانِ دین کی تصاویر بطورِتبرُّک لینا کیسا ہے؟

ارشاد : کعبہ معظّمہ میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل (علیہما الصلوۃ والسلام) وحضرت مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تصاویر بنی تھیں کہ یہ متبرک ہیں، (چونکہ) ناجائز فعل تھا (اس لیے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے انہیں دھودیا۔

(ملخصًا،صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ......الخ، حدیث۳۳۵۲، ج۲، ص۴۲۱)

نمازِ فَجر میں دُعائے قُنُوت پڑھنا

عرض : نمازِ فجر میں دعائے قُنوت پڑھنا کیا اثر رکھتا ہے اوراس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد : اگرمَعاذَ اللّٰہ کوئی نازِلہ ہواورسخت نازِلہ عام بَلا ہواورسخت بَلا (تو دُعائے قنوت پڑھیں)، **اللّٰہ** پناہ میں رکھے۔

قنوت نازِلہ پڑھنے کا طریقہ

طریقہ اِس کا یہ ہے کہ دوسری رکعت میں اَلْحمد و سورۃ کے بعداللّٰہ اکبر کہہ کرامام دعائے قنوت پڑھےاورمقتدی آہستہ آہستہ دعامانگیں یاآمین کہیں۔(رد المحتارعلی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی القنوت......الخ، ج۲ ،ص۵۴۱۔۵۴۲)

وضو کرنے کا مَسنُون طریقہ

عرض : وضوکرنے کامسنون طریقہ کیاہے؟

ارشاد : وضوکرنے جب بیٹھے پہلے " بِسۡمِ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیۡنِ الۡاِسۡلَامِ " پڑھ لے۔ جووضو "بِسۡمِ اللّٰہ" سے شروع کیاجاتا ہےتمام بدن کو پاک کردیتا ہے، ورنہ جتنے پر پانی گزرے گا اتنا ہی پاک ہوگا۔

(سنن دار قطنی، کتاب الطھارت،باب التسمیۃ علی الوضو،الحدیث۲۲۸،ج۱،ص۱۰۸)

پھر دونوں ہاتھ پہنچوں (یعنی کلائیوں) تک تین تین باراس طرح دھوئے کہ پہلے سیدھے ہاتھ کواُلٹے ہاتھ سے پانی ڈال کرتین بارپھراُلٹےکوسیدھے ہاتھ سے پانی ڈال کرتین باراوراس کا خیال رہے کہ انگلیوں کی گھائیاں (یعنی دوانگلیوں کے درمیان کی جگہیں) پانی بہنے سے نہ رہ جائیں۔ پھرتین بارکلی ایسی کرے کہ منہ کی تمام جڑوں اوردانتوں کی سب کھڑکیوں میں

پانی پہنچ جائے کہ وضو میں اسی طرح کلی کرنا سُنّتِ مُؤَکَّدہ اور غسل میں فرض ہے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے جلدی جلدی تین بار پچ پچ کرلیا یا ناک کی نوک پر تین مرتبہ پانی لگالیا، ایسا کرنے سے وضو میں سنت ادا نہیں ہوتی۔ ایک آدھ بار ایسا کرنے سے تارکِ سنت اور عادت ڈالنے سے گناہگار وفاسق ہوتا ہے اور غسل میں فرض رہ جاتا ہے تو غسل تو ہوتا ہی نہیں کہ نرم بانسے تک پانی چڑھانا وضو میں سُنّتِ موکدہ اور غسل میں فرض ہے۔

داڑھی اگر ہے تو خوب تر کرلے کہ اگر ایک بال کی جڑ بھی خشک رہی اور پانی اس پر نہ بہا تو وضو نہ ہوگا [1] اور منہ پر پانی لمبائی میں پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں کان کی ایک لَو سے دوسری لوتک پانی بہائیں۔ پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار کہنی تک برابر پڑتی چلی جائے، یہ نہ ہو کہ پہنچے سے تین بار پانی چھوڑ دیا اور وہ کہنی تک بہتا چلا گیا، اس طرح کہنی بلکہ کلائی کی کروٹوں پر پانی نہ بہنے کا احتمال ہے۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک رونگٹا (یعنی وہ چھوٹے چھوٹے نرم بال جو انسان کے بدن پر ہوتے ہیں) بھی خشک نہ رہے، اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہ گیا اور بالائی حصہ خشک رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔

پھر سر کے بالوں کا مسح کرے۔ چہارم (یعنی چوتھائی) سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا سنت ہے۔ دونوں ہاتھوں کا انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر تین تین انگلیوں اور انہیں کے مقابل ہتھیلی کے حصوں سے پیشانی کی جانب سے گُدی تک کھینچتا ہوا لے جائے پھر ہتھیلیوں کا باقی حصہ گدی سے پیشانی تک لائے اور کلمہ کی انگلیوں کے پیٹ سے کانوں کے پیٹ کا مسح کرے اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کی پشت کا اور پشتِ دست سے گردن کے پچھلے حصہ کا۔ گلے پر ہاتھ نہ لائے کہ بدعت ہے۔

پھر دونوں پاؤں ٹخنوں کے اوپر تک دھوئے اور ہر عضو پہلے دایاں پھر بایاں دھوئے۔ کلی کرتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ

الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میری مدد فرما قرآنِ عظیم کی تلاوت اور اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر۔

---

[1]: داڑھی کے بال اگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر چہرے کے گردے میں آئیں ان کا دھونا فرض ہے اور جڑوں کا دھونا فرض نہیں اور جو حلقے سے نیچے ہوں ان کا دھونا ضرور نہیں اور اگر کچھ حصہ میں گھنے ہوں اور کچھ چھدرے، تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، حصہ۲، ص۲۸۹)

ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ	الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) مجھے جنت کی خوشبو سنگھا
وَلَاتُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ	اور دوزخ کی بد بو نہ سنگھا۔

منہ دھوتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ	الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میرا منہ اُجالا کر جس دن
وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ	کچھ منہ اُجالے ہوں گے اور کچھ کالے۔

دہنا ہاتھ دھوتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ	الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میرا نامۂ اعمال میرے سیدھے
وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا	ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب لے۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ	الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میرا نامۂ اعمال میرے اُلٹے
وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ	ہاتھ میں نہ دینا نہ میری پیٹھ کے پیچھے سے۔

سر کا مسح کرتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ	الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) مجھے اپنے عرش کے نیچے سایہ
یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلَّ عَرْشِكَ	دے جس دن سایہ نہیں مگر تیرے عرش کا۔

کانوں کا مسح کرتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ	الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) مجھے ان میں کر جو کان لگا کر بات
الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ	سنتے ہیں پھر اس میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔

گردن کے مسح میں کہے:

اَللّٰھُمَّ اَعۡتِقۡ رَقَبَتِیۡ مِنَ النَّارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میری گردن دوزخ سے آزاد فرما۔

سیدھا پاؤں دھوتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتۡ قَدَمِیۡ عَلَی الصِّرَاطِ یَوۡمَ تَزِلُّ الۡاَقۡدَامُ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میرے پاؤں صراط پر جما جس دن قدم پھسلیں۔

اُلٹا دھوتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ ذَنۡبِیۡ مَغۡفُوۡرًا وَّسَعۡیِیۡ مَشۡکُوۡرًا وَّتِجَارَتِیۡ لَنۡ تَبُوۡرَ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میرا گناہ معاف کر اور میری کوشش ٹھکانے لگا اور میری سوداگری ضائع نہ کر۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطهارة، مطلب فی مباحث ......الخ، ج ۱، ص ۲۷۲)

اور ہر عضو دھونے کے بعد درود شریف پڑھے۔ ختمِ وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کلمۂ شہادت پڑھے پھر کہے:

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِنَ التَّوَّابِیۡنَ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے کر اور مجھے ستھرا ہونے والوں میں سے کر۔

(کنز العمال، کتاب الطهارت قسم الاقوال،الحدیث ۲۶۹۸۹،ج۹،ص ۲۰۵)

جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لیے کھول دیئے جائیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطهارت،باب الذکر المستحب،الحدیث ۲۳۴،ص ۱۴۴)

وضو میں بے احتیاطی

﴿اسی سلسلہ میں فرمایا﴾ ایک مرتبہ گاؤں جانے کا اتفاق ہوا، ایک عالم میرے ساتھ تھے فجر کی نماز کے لیے انہوں نے وضو کیا، بھوؤں سے چہرہ پر پانی ڈالا۔ جب ان سے کہا گیا تو فرمایا: جلدی کی وجہ سے (ایسا کیا) کہ (کہیں) وقت نہ (ختم ہو) جائے۔ میں نے کہا کہ پھر تو بلا وضو ہی پڑھیے گا! مجھے خیال رہا، ظہر کے وقت دیکھا انہوں نے اُس وقت بھی ایسا ہی کیا، میں نے کہا: اب تو وقت نہ جاتا تھا! آجکل لوگوں کی عام طور سے یہی عادت ہے۔ غسل میں جس قدر احتیاط چاہیے، آج کل اُتنی

ہی بے احتیاطی ہے۔ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) معاف فرمائے۔

نماز میں کی جانے والی غلطیوں کا بیان

(پھر فرمایا) نماز میں سجدہ کرتے ہیں کہ پاؤں کی انگلیوں کے سرے زمین پر لگتے ہیں حالانکہ حکم ہے کہ پیٹ لگے، ایک انگلی کا پیٹ لگنا فرض اور سب کا سُنّت ہے۔ پھر صرف ناک کی نوک پر سجدہ کرتے ہیں حالانکہ حکم ہے کہ جہاں تک ہڈی کا سخت حصہ ہے لگنا چاہئے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ رکوع سے ذرا سر اٹھایا اور سجدے کی طرف چلے گئے۔ سجدے سے ایک بالشت سر اٹھایا یا بہت ہُوا ذرا اٹھالیا اور وہیں دوسرا سجدہ ہوگیا۔ حالانکہ پورا سیدھا کھڑا ہونا اور بیٹھنا چاہیے۔ اس طرح اگر ۶۰ برس نماز پڑھے گا قبول نہ ہوگی۔

اطمینان سے نماز پڑھ

ایک شخص مسجدِ اقدس میں حاضر ہوا اور بہت تیزی سے جلدی جلدی نماز پڑھی بعدِ نماز حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ فرمایا "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ واپس جا پھر پڑھ کہ تُو نے نماز نہ پڑھی۔

انہوں نے دوبارہ ویسے ہی پڑھی، پھر یہی ارشاد ہوا۔ آخر میں انہوں نے عرض کی: "قسم اُس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا مجھے ایسی ہی آتی ہے، حضور فرمائیں!" فرمایا: "رکوع وسجود باطمینان کر اور رکوع سے سیدھا کھڑا ہو اور دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ۔"

(ملخصاً، صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ......الخ، حدیث۷۵۷، ج۱، ص۲۶۸)

99 باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو؟

عرض: حضور جس میں ۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد: کافر ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک سجدہ کرے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کو اور ۹۹ مہادیو (یعنی ہندوؤں کے تین بڑے دیوتاؤں) کو تو مسلمان رہے گا۔ اگر ۹۹ سجدے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کو اور ایک بھی مہادیو کو کیا تو کافر ہوجائے گا۔ گلاب میں ایک قطرہ پیشاب کا ڈالا جائے وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟

غیب کی خبر

اتفاقاً ایک سفر میں کسی کا ناقہ گم ہوگیا (یعنی اُونٹنی گم ہوگئی) ۔حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں جنگل میں ہے، اس کی مہار (یعنی نکیل) پیڑ سے اٹک گئی ہے۔ زید بن لُصَیْت منافق نے کہا: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کہتے ہیں کہ ناقہ فلاں جنگل میں ہے، حضور غیب کی خبر کیا جانیں!

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه، حرف الزاء، ج۲، ص۳۵۷، تفسیر طبری، سورة التوبة، تحت الایة ۶۵، ج۶، حدیث ۱۶۹۳۳، ص ۴۱۰)

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ (پ۱۰، التوبہ: ۶۵،۶۶)

تم فرما دو، کیا **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے، اپنے ایمان کے بعد۔

اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) نے ۹۹ نہ گنیں ایک گنی۔

اصل مسئلہ

ارشادِ علماء یوں ہے کہ ''کسی سے کوئی کلمہ صادر ہو جس کے سو معنی ہو سکتے ہوں، ۹۹ پر کفر لازم آتا ہو اور ایک پہلو اسلام کی طرف جاتا ہو (تو) اس کے کُفر کا حکم نہ کریں گے جب تک معلوم نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر مراد لیا۔''

(منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر، مطلب یجب معرفة مکفرات......الخ، ص۴۴۵)

مسئلہ تو یہ تھا اور بے دینوں نے کیا سے کیا کر لیا۔ اس کا بہت واضح و روشن بیان ہماری کتاب ''تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن'' ص ۱۱۴، ۱۱۵ میں ہے۔ اور یہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ''جو مطلقاً غیب کا منکر ہو وہ کافِر ہوگیا''۔ جو لفظ اُس منافق نے کہے، جسے قرآنِ عظیم نے فرمایا ''تُو بہانے نہ بنا تُو کافِر ہو چکا''، یہی تو تھا کہ رسول غیب کیا جانے! بِعَینِہٖ یہی ''تفویۃ الایمان'' میں لکھا کہ ''غیب کی باتیں **اللّٰہ** جانے، رسول کو کیا خبر!''

مَرْثِیَہ خوانی میں شریک ہونا کیسا؟

عرض: محرم کی مجالس میں جو مرثیہ خوانی وغیرہ ہوتی ہے سننا چاہیے یا نہیں؟

ارشاد : مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب[1] جو عربی میں ہے وہ یاحَسَن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب "آئینۂ قیامت"[2] میں صحیح روایات ہیں، انہیں سننا چاہیے، باقی غَلَط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سننا بہت بہتر ہے۔

اِن مَجالِس میں رِقّت آنا کیسا ؟

عرض : اور اِن مجالس میں رِقّت آنا کیسا؟

ارشاد : رِقّت آنے میں حرج نہیں، باقی رَفَضَہ (یعنی رافضیوں) کی سی حالت بنانا جائز نہیں کہ

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں شمار ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، الحدیث ٤٠٣١، ج٤، ص٦٢)

نیز حق سبحانہ، نے نعمتوں کے اعلان کو فرمایا اور مصیبت پر صَبْر کا حکم دیا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول شریف یومِ دوشنبہ (یعنی پیر) کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے[3] تو ائمہ نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ "غم پروری" کا حکم شریعت نہیں دیتی۔

شب معراج میں نَعْلَین پاک اُتارنے کی روایت

عرض : یہ صحیح ہے کہ شبِ معراج مبارک جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرشِ بریں پر پہنچے نعلین پاک اُتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو "وادیِ اَیْمَنْ"[4] میں نعلین شریف اُتارنے کا حکم ہوا تھا، فوراً غیب سے ندا آئی: "اے حبیب! تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت وعزت زیادہ ہوگی"؟

ارشاد : یہ روایت محض باطل وموضوع ہے۔

---

[1] : سِرُّالشَّھادَتین

[2]: یہ کتاب (مع تخریج) مکتبۃ المدینہ نے شائع کی ہے، ہدیۃً طلب کیجئے۔

[3]: حضور سیّد عالم صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی ولادت شریف اور وفاتِ اقدس کی تاریخ کی تحقیق کے لیے فتاویٰ رضویہ شریف جلد 26 صفحہ 405 پر رسالہ "نُطْقُ الْھِلال بِاَرخِ وِلادَۃِ الْحَبِیْبِ وَالْوِصَال" ملاحظہ کیجئے۔

[4]: کوہ طور کے پاس وہ جنگل جہاں موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو چھوڑ کر آگ کی تلاش میں نکلے۔

بُراق کے متعلق ایک بے اصل روایت

عرض : شبِ معراج جب براق حاضر کیا گیا(تو)حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) آبدیدہ (یعنی چشمانِ کرم سے آنسو جاری) ہوئے، حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سبب پوچھا۔فرمایا: آج میں براق پر جارہا ہوں کل قیامت کے دن میری اُمت بَرَہْنَہ پا (یعنی ننگے پاؤں) پلِ صراط کی راہ طے کرے گی۔ یہ تقاضائے محبت وشفقتِ اُمت کے موافق نہیں۔ارشادِ باری (عَزَّوَجَلَّ) ہوا: ''یوں ہی ایک ایک براق بروزِ حشر تمہارے ہر اُمتی کی قبر پر بھیجیں گے۔'' یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد : بالکل بے اصل ہے۔ایسی ہی اور بھی بہت سی روایات بالکل بے اصل وبیہودہ ہیں۔کیا کہا جائے!

کھاتے وقت شروع میں بسم اللّٰہ پڑھنا

عرض : کھانے کے وقت شروع میں بِسْمِ اللہ پڑھ لینا کافی ہے؟

ارشاد : ہاں کافی ہے۔بغیر بِسْمِ اللہ شیطان اس کھانے میں شریک ہوجاتا ہے۔ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) نے اس سے فرمایا تھا:

وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (پ١٥، بنی اسرآئیل:٦٤) مال واولاد میں ان کا شریک ہو۔

جو بغیر بِسْمِ اللہ کھائے پیے اُس کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب اداب الطعام......الخ، الحدیث٢٠١٧، ص١١١٦) اور بغیر بِسْمِ اللہ عورت کے پاس جائے ،اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا (یعنی حصہ) ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسوں کو ''مُغَرِّبِیْن'' فرمایا جو انسان وشیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔(کنز العمال،کتاب النکاح، الحدیث٤٤٨٩٢،ج١٦،ص١٥١) اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے فوراً ''بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ'' پڑھ لے کہ شیطان اسی وقت قے کردیتا ہے (سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ،باب التسمیہ علی الطعام، الحدیث٣٧٦٦،٣٧٦٧،ج٣،ص٤٨٧) اور بِفَضْلِہٖ میں بھوکا ہی مارتا ہوں۔ یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بِسْمِ اللہ اور چھالیہ منہ میں ڈالی تو بِسْمِ اللہ شریف۔ ہاں! حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا (کہ) طحطاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔(طحطاوی علی الدر المختار،مقدمۃ،ج١،ص٥) وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر (یعنی نقصان) ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا،اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا۔بھوک پیاس میں حقہ بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔(پھر فرمایا) شیطان ہر وقت تمہاری گھات میں ہے،اس سے غافل کسی وقت نہ ہو!

بَدگُمانی حرام ھے

عرض : بدگمانی کیا حرام ہے؟

ارشاد : بے شک۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (پ۲۶، الحجرات:۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اور حدیث صحیح میں فرمایا:

اِیَّاکُم وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب یا ایھا الذین امنوا......الخ، الحدیث۶۰۶۶، ج۴، ص۱۱۷)

بعض گمان گناہ ھیں

ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا ایک گدڑی پہنے مدینہ طیبہ سے کعبہ معظّمہ کو تشریف لیے جاتے تھے اور ہاتھ میں صرف ایک تاملوٹ (یعنی ڈونگا)۔ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا (تو) دل میں خیال کیا کہ یہ فقیر اوروں پر اپنا بار (یعنی بوجھ) ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ وسوسۂ شیطانی آنا تھا کہ امام نے فرمایا: ''شقیق ! بچو گمانوں سے (کہ) بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔'' نام بتانے اور وسوسۂ دلی پر آگاہی سے نہایت عقیدت ہوگئی اور امام کے ساتھ ہولیے۔ راستے میں ایک ٹیلے پر پہنچ کر امام نے اس سے تھوڑا ریت لے کر تاملوٹ میں گھول کر پیا اور شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی پینے کو فرمایا۔ انہیں انکار کا چارہ نہ ہوا۔ جب پیا تو ایسے نفیس لذیذ خوشبودار سَتُّو تھے کہ عمر بھر میں نہ دیکھے، نہ سنے۔ (عیون الحکایات، حکایت نمبر۱۳۱، ص۱۴۹/ ۱۵۰ ملخصًا)

یہ تمھارے دکھانے کو ھے

ایک روز شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد حرام شریف میں دیکھا کہ وُہی صاحب بیش بہا (یعنی قیمتی) لباس پہنے درس دے رہے ہیں۔ لوگوں سے پوچھا: یہ کون بزرگ ہیں؟ کسی نے کہا: ابنِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب

تَخْلِیَہ ہوا(یعنی تنہائی میں ملاقات ہوئی)، انہوں نے عرض کیا: حضرت یہ کیا بات ہے کہ راہ میں آپ کو ایک گُدڑی پہنے دیکھا تھا اور اِس وقت یہ لباس دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے دامن مبارک اٹھایا کہ وہی گدڑی نیچے زیبِ تن ہے اور فرمایا کہ وہ تمہارے دکھانے کو ہے اور یہ گدڑی **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے۔ (تذکرۃ الاولیاء ذکر امام جعفر صادق صفحہ ۲۲ ملخصًا)

سیاہ خضاب

عرض: حضور ایک کتاب میں میں نے دیکھا کہ حضرت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت رِیش (یعنی داڑھی) مبارک میں خضاب تھا۔

ارشاد: خضاب سیاہ یا اس کی مثل حرام ہے۔ (اشعة اللمعات، كتاب اللباس، باب الترجل، فصل الف، ج۳، ص۶۰۹)

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

غَیِّرُوْا ھٰذَا بِشَیْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ　　اس سپیدی کو بدل دو اور سیاہی کے پاس نہ جاؤ۔

(صحيح مسلم، كتاب الزينة، باب استحباب الخضاب الشيب بصفرة، الحديث ۲۱۰۲، ص۱۱۶٤)

سننِ نسائی شریف کی حدیث میں ہے:

یَاتِیْ نَاسٌ یَخْضَبُوْنَ بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَایُرِیْحُوْنَ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ　　کچھ (لوگ) آئیں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے نیلگوں پوٹے وہ جنت کی بُو نہ سونگھیں گے۔

(سنن نسائی، كتاب الزينة، باب النهي عن الخضاب بالسواد، ج۸، ص۱۳۸)

تیسری حدیث میں ہے:

مَنْ خَضَّبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ　　جو سیاہ خضاب کرے **اللّٰہ** تعالیٰ روزِ قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

(مجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب ما جاء في الشيب، حديث ۸۸۱٤، ج۵، ص۲۹۳)

چوتھی حدیث میں ہے:

اَلصُّفْرَۃُ خِضَابُ الْمُؤْمِنِ وَ الْحُمْرَۃُ خِضَابُ الْمُسْلِمِ وَ السَّوَادُ خِضَابُ الْکَافِرِ　　زرد خضاب مومن کا ہے اور سُرخ خضاب مسلم کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

(مجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب ما جاء في الشيب، حديث ۸۸۱۵، ج۵، ص۲۹۳)

پانچویں حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُبۡغِضُ الشَّیۡخَ الۡغِرۡبِیۡبَ ‌ ‌ ‌ ‌ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) دشمن رکھتا ہے بڈھے کوے کو۔

(کنز العمال، کتاب الزینۃ والتجمل، قسم الاقوال، الحدیث ١٧٣٣١، ج٦، ص٢٨٤)

چھٹی حدیث میں ہے:

اَوَّلُ مَنِ اخۡتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرۡعَوۡنُ ‌ ‌ ‌ ‌ سب میں پہلے جس نے سیاہ خضاب کیا فرعون تھا۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الف، حدیث ٤٧، ج١، ص٣٥)

دیکھو فرعون کا ہے (یعنی کس) میں ڈوبا؟ نیل میں، یہ لوگ بھی نیل میں ڈوبتے ہیں۔ ''سیاہ خضاب صرف مجاہدین کو جائز ہے۔'' (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج٩، ص٦٩٦) **جیسے جنگ میں رَجز** (یعنی میدانِ جنگ میں پڑھے جانے والے وہ فخریہ اشعار جس میں سپاہی اپنی بہادری اور اپنے حسب نسب کی تعریف کرتا ہے) پڑھنا اور خودستائی (یعنی اپنی تعریف کرنا) ان کو جائز ہے، اکڑ کر چلنا ان کو جائز ہے۔ ریشمی بانے کا دَبِیز (یعنی موٹا) لباس ان کو پہننا جائز ہے۔ چالیس دن سے زیادہ لبیں اور چہرے کے بال اور ناخن بڑھانا ان کو جائز ہے۔ اوروں کو یہ سب باتیں حرام ہیں۔ فوجی قانون عام قانون سے جدا ہوتا ہے، اس میں سیاہ خضاب داخل ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ مجاہد تھے اُنہیں جائز تھا (لیکن) تم کو حرام ہے۔

جاہِل کا مُرید بننا

عرض: جاہل فقیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے؟

ارشاد: بلاشبہ۔

مرد کا بال بڑھانا

عرض: اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت ''گیسودراز'' کو دلیل لاتے ہیں۔

ارشاد: جہالت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیثِ صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء......الخ، حدیث ٥٨٨٥، ج٤، ص٧٣) اور تشبُّہ کے لیے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں (صرف) ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔

کندھے پر کمان لٹکانے والی

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو مُلاحَظہ فرمایا کہ مَردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جارہی ہے۔ اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تَشَبُّہ کریں۔

(المعجم الاوسط،باب العين من اسمه علی، حديث۴۰۰۳، ج۳، ص۱۰۶)

مردانہ جوتے پہننے والی

اُمُّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک عورت کے بارے میں پوچھا گیا جو مردانہ جوتا پہنتی تھی، اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مَردوں سے تَشَبُّہ کرنے والیاں ملعون ہیں۔

(سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب فی لباس النساء، حديث۴۰۹۹، ج۴، ص۸۴)

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت مُوْجِبِ لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر مُوجِبِ لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزوِ بدن تو شانوں (یعنی کندھوں) سے نیچے گیسو (یعنی زُلفیں) رکھنا بحکمِ احادیثِ صحیحہ ضرور مُوجِبِ لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ، اس میں مباف ڈالنا اور اس سے سخت تر۔

دراز گیسو رکھنے کا راز

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قُدِّسَ سِرُّہٗ نے تَشَبُّہ نہ کیا تھا، ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لیے ایک وجہ خاص تھی کہ اَکابِر عُلَما واَجِلَّہ (یعنی بلند رتبہ) سادات سے تھے، جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اِس قدر شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سرِ راہ بیٹھے تھے (کہ) حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سواری نکلی۔ انہوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: ''سَیِّد فروترک!'' (یعنی) سید اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا۔ فرمایا: ''سید فروترک!'' انہوں نے گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رِکاب مبارک میں اُلجھ گیا تھا وہیں اُلجھا رہا اور رِکاب سے سُم تک بڑھ گیا۔ حضرت نے فرمایا: ''سید فروترک!'' انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو رِکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید (اور) اتنے بڑے

عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے، اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا، انہوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا، گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا (تو) فرمایا: لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا؟ جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا، ''عالَمِ ناسُوْت'' منکشف ہوگیا۔ جب پائے اقدس پر بوسہ دیا، ''عالَمِ مَلَکُوْت'' منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا، ''عالَمِ جَبرُوت'' مُنکشِف تھا۔ جب زمین پر بوسہ دیا، ''عالَمِ لاہُوْت'' کا انکشاف ہوگیا۔ (سبع سنابل، سنبلہ دوم، ص۶۸، ۶۹)

اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کا یادگار تھا اور اسے ایسی تجلّیِ رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا۔ اسے تَشَبُّہ سے کیا عِلاقہ (یعنی تعلق)! عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا، نہ اتنا دَراز (یعنی لمبا) اور (نہ) اس کے محفوظ رکھنے میں یہ راز۔

پیشانی کے بال محفوظ رکھے

اس کی سند ابو مَحذُوْرَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا۔ اذان ہوئی، بچوں نے اس کی نقل کی، اُن میں ابو مَحذُورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے آپ کو بلایا اور سر پر دستِ مبارک رکھا اور ان کو مؤذِّن مقرر فرمادیا۔ برکت کے لیے پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دستِ اقدس رکھا گیا تھا، محفوظ رکھا۔ جس وقت بال کھولے جاتے تو زمین پر آجاتے تھے۔

(ملخصًا کنز العمال، کتاب الصلاۃ، فصل فی الاذان، الحدیث ۲۳۱۹۴، ۲۳۱۹۵، ج۸، ص۱۶۳)

اسے بھی تَشَبُّہ سے کچھ عِلاقہ نہیں۔ عورتیں فقط پیشانی کے بال نہیں بڑھاتیں اور ان (یعنی حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا محفوظ رکھنا اس برکت کے لیے تھا۔

کم اصل سے وفا نہیں

عرض: حضور! مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ ارشاد ہے کہ ''اَصل سے خطا نہیں، کم اَصل سے وفا نہیں۔''

ارشاد: حضور (یعنی مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ ارشاد نہیں مگر یہ بات ہے ضرور کہ ''اَصل طیّب میں اَخلاقِ فاضِلہ (یعنی اچھی عادات واطْوار) ہوتے ہیں اور رذیل (یعنی نیچ) اس کا عکس (یعنی اُلٹ) ہے''۔ اِسی واسطے عہدِ ماضی میں سَلاطینِ اِسلام رذیلوں کو

ضرورت سے زیادہ علم نہیں پڑھنے دیتے تھے۔اب دیکھو نائیوں (یعنی حجاموں) اور مَنہاروں (یعنی چوڑیاں بنانے اور بیچنے والوں) نے علم پڑھ کر کیا کیا فتنے پھیلا رکھے ہیں! بعض مَنہار تو سیّد اور ابنِ شیرِ خدا بن بیٹھے۔

روافض میں شادی کرنا ناجائز ہے

عرض : رَوافض میں شادی کرنا کیسا ہے؟ آج کل عجب قصّہ ہے کوئی رافضی کسی کا ماموں ہے اور کسی کا سالا، کوئی کچھ کوئی کچھ!

ارشاد : ناجائز ہے۔ایمان دلوں سے ہٹ گیا ہے اور **اللّٰہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) کی محبت جاتی رہی ہے۔

ربُّ العزۃ (عَزَّوَجَلَّ) ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ (پ۷، الانعام:۶۸)

تجھے اگر شیطان بُھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِیَّاکُمۡ وَاِیَّاھُمۡ لَا یُضِلُّوۡنَکُمۡ وَلَا یَفۡتِنُوۡنَکُمۡ

ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحیح مسلم، مقدمہ باب النھی عن روایة الضعفاء......الخ، حدیث۷، ص۹)

خاص رافضیوں کے بارے میں ایک حدیث ہے:

یَاتِیۡ قَوۡمٌ لَّھُمۡ نَبَزٌ یُقَالُ لَھُمُ الرَّافِضَةُ لَا یَشۡھَدُوۡنَ جُمُعَةً وَلَا جَمَاعَةً وَیَطۡعَنُوۡنَ عَلَی السَّلَفِ فَلَا تُجَالِسُوۡھُمۡ وَلَا تُوَاکِلُوۡھُمۡ وَلَا تُشَارِبُوۡھُمۡ وَلَا تُنَاکِحُوۡھُمۡ وَاِذَا مَرِضُوۡا فَلَا تَعُوۡدُوۡھُمۡ وَاِذَا مَاتُوۡا فَلَا تَشۡھَدُوۡھُمۡ

ایک قوم آنے والی ہے، ان کا ایک بدلقب ہوگا، انہیں رافضی کہا جائے گا۔نہ جُمُعَہ میں آئیں گے نہ جماعت میں اور سَلَف صالح کو بُرا کہیں گے۔تم ان کے پاس نہ بیٹھنا! نہ ان کے ساتھ کھانا پینا، نہ شادی بیاہت کرنا، بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو جنازے پر نہ جانا۔

شکار کرنے چلے تھے شکار ہو بیٹھے

''عمران بن حِطّان رَقاشی'' اَکابرعلمائے مُحدِّثین سے تھا، اس کی ایک چچازاد بہن خارجیہ تھی، اس سے نکاح کرلیا۔ علمائے کرام نے سُن کر طعنہ زنی کی۔ کہا: ''میں نے تو اس لئے نکاح کرلیا ہے کہ اس کو اپنے مذہب پر لے آؤں گا'' ایک سال نہ گزرا تھا کہ خود خارجی ہوگیا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة، حرف العین، ج۵، ص۲۳۳) ؎

شد غلام کہ آب جو آرد　　　آب جو آمد و غلام ببرد

(ایک غلام نہر کا پانی لانے کو گیا نہر کا پانی بھر آیا تو غلام کو بہالے گیا۔)

ع شکار کرنے چلے تھے شکار ہو بیٹھے

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ رافضی یا رافضیہ جس سے شادی کی جائے بعض اگلے رَوافض کی طرح صرف بدمذہب ہو، دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہو۔ آجکل کے روافض تو عموماً ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً مُرتَد ہیں، ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہوسکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جُملہ (یعنی سب) مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو یا کافرِ اَصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان! محض باطل اور زِنائے خالص ہوگا اور اولاد وَلَدُ الزِّ نا۔ عالمگیریہ میں ظہیریہ سے ہے: ''اَحکَامُھُم اَحکَامُ الْمُرتَدِّیْن'' (یعنی ان کے احکام مرتدین کی مثل ہیں) (الفتاوی الھندیة، کتاب السیر، مطلب موجبات الکفر، ج۲، ص۲٦٤) اسی میں ہے، ''لَایَجُوْزُ لِلْمُرْتَدِّ اَنْ یَتزَوَّجَ مُرْتَدَّةً وَلَا مُسْلِمَةً وَلَا کَافِرَةً اَصْلِیَّةً وَکَذٰلِكَ لَایَجُوْزُ نِکَاحُ الْمُرْتَدَّةِ مَعَ اَحَدٍ'' (یعنی مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت سے جائز ہے نہ مسلمان عورت سے اور نہ ہی کافرہ اصلیہ سے، اسی طرح مرتدہ عورت کا نکاح بھی کسی سے جائز نہیں۔)

(الفتاوی الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السابع، ج۱، ص۲۸۲)

تہذیب یا تخریب؟

عرض: حضور صلحِ کُل والے یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے اگر کوئی اپنے پاس ملنے آئے اور اس سے نہ ملا جائے؟

ارشاد : تہذیب سے اگر تہذیبِ نیچری مراد ہے کہ وہ تہذیب نہیں تخریب ہے۔ اور اگر تہذیبِ اسلامی مقصود تو جن سے ہم نے تہذیب سیکھی وہی منع فرماتے ہیں۔

اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم

وَلَایُفْتِنُوْنَکُمْ کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم مقدمه، باب النهی عن رواية الضعفاء......الخ، حديث ۷، ص ۹)

بدمذہبی کی بُو

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: ’’کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟‘‘ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خادم سے ارشاد فرمایا: ’’اسے ہمراہ لے آؤ۔‘‘ وہ آیا (تو) اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔ (ملخصا كنز العمال، كتاب العلم، قسم الافعال، الحديث ۲۹۳۸۴، ج ۱۰، ص ۱۱۷)

اجتماعی توبہ

مؤلف : یہ واقعہ ۲۸ رجب ۱۳۳۷ھ بروز جُمُعہ قریب عصر کا ہے، اس جلسے میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو بدمذہبوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے، حضور پُرنور (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے یہ گراں بہا نصائح (یعنی قیمتی نصیحتیں) سُن کر دل ہی دل میں اپنے اوپر نفرِیں اور مَلامت کررہے تھے اور کبھی کبھی کِسی گوشے سے توبہ واِستِغفار کی آواز بھی آجاتی تھی، اسی وقت ایک صاحب نے کھڑے ہوکر دوسرے صاحب سے کہا کہ ’’آپ کو اکثر اوقات بدمذہبوں کی صحبت میں دیکھا گیا ہے، مناسب ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں، توبہ کرلیجئے۔‘‘ یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آ کر گرے اور صِدْقِ دل سے تائب ہوئے۔ اِس پر

ارشاد فرمایا: بھائیو! یہ وقت نُزُولِ رحمتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کا ہے، سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں، جن کے خُفیہ ہوں وہ خُفیہ اور جن کے عَلانیہ ہوں وہ عَلانیہ کہ

اِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَاَحْدِثْ عِنْدَهَا تَوْبَةً: جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، مخفی کی مخفی

اَلسِّرَّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةَ بِالْعَلَانِيَةِ اور آشکارا کی آشکارا۔

(كنز العمال، كتاب التوبة، قسم الاقوال، حديث ١٠١٧٦، ج٤، ٨٧)

سچے دل سے توبہ کریں کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ ایسی ہی توبہ قبول فرماتا ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کو اِستقامت عطا فرمائے جو داڑھی منڈاتے یا کترواتے ہوں یا چڑھاتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں وہ اور ایسے ہی جو عَلانیہ گناہ کرتے ہوں انہیں عَلانیہ توبہ کرنا چاہیے اور جو گناہ پوشیدہ طور پر کیے ان سے پوشیدہ کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔ (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب اذا اسلم المرتد......الخ، ج٢، ص ٦٥٠) حضور پُرنور کے اِن چند فقرات میں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ہی جانے کیا اثر تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھو رہے تھے اور بیتابانہ پروانہ وار اِس ''شمعِ انجمنِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' پر نثار ہونے دوڑتے اور قدموں پر گر گر کر اپنے خفیہ وعَلانیہ آثام (یعنی گناہوں) سے توبہ کر رہے تھے، عجب سماں تھا۔ حضور پرنُور خود بھی نہایت گریہ وزاری کے ساتھ ان کے لئے دعائے مَغْفِرت میں مصروف تھے۔ جب سب لوگ تائب ہو چکے (تو) حضور نے (اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ ''آج مجھے فائدہ معلوم ہوا کہ تیرا جبل پور آنا اور اتنے دنوں قیام کرنا یوں ہوا۔''

(پھر فرمایا کہ) مناسب ہوگا اگر تَائِبِین (یعنی توبہ کرنے والوں) کی فہرست تیار کر لی جائے کہ ''دیکھا جائے کون کون توبہ پر مُستَقِیم (یعنی قائم) رہتا ہے؟'' اس وقت کچھ لوگ چلے بھی گئے تھے، جس قدر موجود تھے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو:

فہرست تائبین

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ	جس بات سے توبہ کی
۱	اکبر خاں صاحب	لارڈ گنج	خضابِ سیاہ
۲	قاسم بھائی صاحب	//	حَلْقِ لِحْيَہ (یعنی داڑھی مُنڈانا)

۳	دادا بھائی صاحب	//	//
۴	سیٹھ عبدالکریم صاحب	//	//
۵	عمر بھائی صاحب	//	//
۶	عبدالشکور صاحب	//	//
۷	حافظ عبدالحمید صاحب	کمانیہ پھاٹک	//
۸	عبدالغنی صاحب	گلہائی	//
۹	بابو عبدالشکور صاحب	اپر نیگنج	//
۱۰	حبیب اللہ صاحب	محلّہ کھٹک	//
۱۱	محمد ادریس صاحب	صدر بازار	//
۱۲	اللہ بخش صاحب	تمر ہائی	//
۱۳	عزیز محمد صاحب	محلّہ کھٹک	//
۱۴	عزیز الدین صاحب	//	//
۱۵	عبدالجبار صاحب	کمانیہ پھاٹک	//
۱۶	عظیم الدین صاحب	محلّہ کھٹک	//
۱۷	نظام الدین صاحب	بھرتی پور	//
۱۸	ولی محمد صاحب	لارڈ گنج	//
۱۹	سلیمان خاں صاحب	پل اومتی	//
۲۰	اولاد حسین صاحب	چھوٹا تالاب	//
۲۱	محمد غوث صاحب	دلہائی	//

۲۲	تراب خاں صاحب	دلہائی	//
۲۳	حبیب اللہ صاحب	پھوٹا تالاب	//
۲۴	محمد حنیف صاحب	پیشکاری	//
۲۵	منشی رعایت علی صاحب	بھان تلیا	خضاب
۲۶	منشی عبدالرحیم صاحب	//	حلقِ لحیہ
۲۷	احمد بھائی صاحب	کوتوالی بازار	//
۲۸	موسیٰ بھائی صاحب	//	//

اِن حضرات نے اپنے خفیہ مَعاصی سے توبہ فرمائی

نمبر شمار	اَسمائے گرامی	پتہ	جس بات سے توبہ کی
۱	مولوی محمد شفیع احمد صاحب بیسلپوری	بیسلپور	خفیہ معاصی
۲	عبدالمجید صاحب	.	//
۳	شیخ باقر صاحب	.	//
۴	ایوب علی صاحب	.	//
۵	عبدالرحمٰن صاحب	.	//
۶	محمد ذاکر صاحب	.	//
۷	عبدالکریم صاحب	.	//
۸	عظیم الدین صاحب	.	//
۹	محمد حسین خان صاحب	.	//
۱۰	عبدالصمد خان صاحب	.	//

۱۱	محمد عثمان خان صاحب	.	//
۱۲	عبدالرحیم خان صاحب	.	//
۱۳	نور خاں صاحب	.	//
۱۴	غلام محمد خان صاحب	.	//
۱۵	عبدالسبحان صاحب	.	//
۱۶	خان محمد صاحب	.	//
۱۷	محمد فاروق صاحب	.	//
۱۸	قاضی قاسم میاں صاحب	.	//
۱۹	محمد حسین صاحب	.	//
۲۰	اللہ بخش صاحب	.	//
۲۱	ملائم خاں صاحب	.	//
۲۲	غلام حیدر صاحب	.	//
۲۳	عبدالغفار صاحب	.	//
۲۴	محمد جان صاحب	.	//
۲۵	محمد رمضان صاحب	.	//
۲۶	رستم خان صاحب	.	//
۲۷	حکیم عبدالرحیم صاحب مذاق	.	//
۲۸	ملا محمد خان صاحب	.	//
۲۹	محمد اسحٰق صاحب	.	//

۳۰	لعل محمد صاحب	.	//
۳۱	مقبول شاہ صاحب	.	//
۳۲	عبدالستار صاحب	.	//
۳۳	قناعت علی صاحب	.	//
۳۴	علی محمد صاحب	.	//
۳۵	حاجی کفایت اللہ صاحب	.	//
۳۶	مولوی عبدالباقی برہان الحق صاحب صاحبزادہ مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب جبلپوری	.	//
۳۷	میر عبدالکریم۔	.	//
۳۸	مولوی محمد زاہد صاحب برادرزادہ مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب	.	//
۳۹	محمد فضل حق صاحب برادرزادہ مولانا موصوف	.	//
۴۰	ظہور الحق صاحب برادرزادہ مولانا موصوف	.	//
۴۱	ماسٹر حبیب اللہ صاحب	.	//
۴۲	عبدالرشید صاحب	.	//
۴۳	عبدالمجید صاحب	.	//
۴۴	حسین استاد صاحب	.	//
۴۵	عبدالغفور صاحب	.	//
۴۶	محمد عثمان صاحب	.	//

۴۷	جناب حافظ عبدالشکور صاحب برادر مولانا موصوف	.	//
۴۸	مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب خلفیۂ اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کی درازیِ عمر کے ذریعے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے)	.	//
۴۹	فیروز خاں صاحب	.	//
۵۰	احمد خاں صاحب ولد غلام حسین خاں صاحب	.	//
۵۱	حافظ کریم بخش صاحب	.	//
۵۲	شیخ حاتم علی صاحب ملازم جاپان کمپنی (توبہ کرتے وقت بیعت بھی ہوئے)	.	//
۵۳	شیخ بہادر صاحب مؤذِّن	.	//
۵۴	محمد تقی صاحب	.	//
۵۵	منو خاں صاحب	.	//
۵۶	خدا بخش صاحب	.	//
۵۷	مدار صاحب	.	//
۵۸	رحمت علی صاحب	.	//
۵۹	عبدالقدیر صاحب عرف بنے صاحب برہانپوری	.	//
۶۰	امیر خاں صاحب	.	//
۶۱	محمد بشیر الدین صاحب موضع پوڑی ضلع دموہ	.	//

۶۲	محمد ابراہیم صاحب	//
۶۳	شیخ لعل محمد صاحب ماسٹر	//
۶۴	بدیع الرحمٰن صاحب	//
۶۵	شیخ امیر صاحب	//
۶۶	شیخ محبوب صاحب	//
۶۷	عبدالرحمٰن صاحب	//
۶۸	عبدالرحیم صاحب پل اومتی	//
۶۹	عبدالشکور صاحب امام مسجد پل اومتی	//

جو لوگ حاضرِ جلسہ نہ تھے انہیں بعد کو اطلاع ہوئی، وہ سب حاضر ہو کر تائب ہوتے گئے۔ دوسرے دن وقتِ ظہر جبل پور سے روانگی تھی لوگ اسٹیشن تک آئے اور تائب ہوئے ان سب حضرات کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں۔

سونے کی انگوٹھی

بعدِ عصر ایک صاحب اَنگُشْتَرِی طلائی (یعنی سونے کی انگوٹھی) پہنے حاضر ہوئے۔

ارشاد فرمایا: مرد کو سونا پہننا حرام ہے۔ صرف ایک نگ کی چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی، اس کی اجازت ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص۵۹٦)

جو سونے یا تانبے یا لوہے یا پیتل کی انگوٹھی یا چاندی کی ساڑھے چار ماشے (یا اس) سے زیادہ وزن کی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم ہوں پہنے اُس کی نماز مکروہِ تحریمی واجبُ الْاِعادہ ہے۔[1]

داڑھی چڑھانا کیسا ہے؟

عرض: داڑھی چڑھانا کیسا ہے؟

---

[1]: یعنی جس کا اعادہ کرنا واجب ہو، جس چیز کا بندوں کو حکم ہے اس کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اس خرابی کو دور کرنے کیلئے وہ عمل دوبارہ بجالانا اعادہ کہلاتا ہے۔ (ملخصًا درمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص۶۲۹)

ارشاد : حدیث میں ہے:

مَنۡ عَقَدَ لِحۡیَۃً اَنَّ مُحَمَّدًا (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) مِنۡہُ بَرِیۡءٌ جو شخص داڑھی باندھے تو بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

(ملتقطاً، سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب عقد اللحیۃ، ج۸، ص۱۳۶)

سُود خوری کا عذاب

عرض : سُودخوار (یعنی سود کھانے والے) کا قیامت کے روز کیا حال ہوگا؟

ارشاد : ان کے پیٹ ایسے ہوں گے جیسے بڑے بڑے مکان اور شیشے کی طرح چمکیں گے کہ لوگوں کو ان کی حالت نظر آئے، ان میں سانپ اور بچھو بھرے ہوں گے۔ **اللّٰہ** (عزَّوجلّ) پناہ میں رکھے۔ حدیث صحیح میں ہے:

لَعَنَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰو وَمُوۡکِلَہ وَکَاتِبَہ وَشَاھِدَیۡہِ وَقَالَ ھُمۡ سَوَاءٌ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے، سود دینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں سب ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب لعن اکل الربا......الخ، حدیث۱۵۹۸، ص۸۶۲)

دوسری حدیثِ صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلرِّبٰو ثَلاثَۃٌ وَ سَبۡعُوۡنَ بَابًا اَیۡسَرُھَا اَنۡ یَّنۡکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ سود ۷۳ گناہ کے برابر ہے۔ جن میں سب سے ہلکا یہ کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(ملتقطا کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، الحدیث ۹۷۵۰، ج۴، ص۴۳)

لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے روپیہ بڑھتا ہے مگر یہ خیال باطل ہے (کیونکہ) اس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ برکت نہیں رکھتا۔ **اللّٰہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ ؕ (پ۳، البقرہ:۲۷۶) **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے زکوٰۃ کو۔

جسے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) مٹائے وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے! حدیث میں ہے:

مَنۡ اَکَلَ دِرۡھَمَ رِبٰو وَھُوَ یَعۡلَمُ اَنَّہٗ رِبٰوا	جس نے دانستہ (یعنی معلوم ہونے کے باوجود) ایک درم سود کا کھایا
فَکَاَنَّمَا زَنٰی بِاُمِّہٖ سِتًّا وَّثَلَاثِیۡنَ مَرَّۃً	گویا اس نے چھتیس (36) بار اپنی ماں سے زنا کیا۔

درم تقریباً ساڑھے چار آنے کا ہوتا ہے تو فی دھیلا ایک بار ماں سے زنا ہوا۔

ادویات پی کر بال سیاہ ہو جائیں تو؟

عرض: حضور! اگر ادویات پی کر بال سیاہ ہو جائیں تو یہ بھی خضاب کے حکم میں ہے؟

ارشاد: اس میں کچھ حرج نہیں۔ دوا کھانے سے سپید بال سیاہ نہ ہو جائیں گے بلکہ قوت وہ پیدا ہوگی کہ آیندہ سیاہ نکلیں گے تو کوئی دھوکا نہ دیا گیا نہ خلق اللہ کی تبدیل کی گئی۔

ایمان کی حفاظت کے اوراد

ایک روز بعد فراغ نمازِ عشا لوگ دست بوس ہو رہے تھے اس مجمع میں سے ایک صاحب نے خدمتِ بابرکت میں عرض کیا: ''حضور! میں ضلع ہوشنگ آباد کا رہنے والا ہوں مجھے حضور کی جبل پور تشریف آوری کی ریل میں خبر ملی لہٰذا ڈاک سے صرف دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں کہ خداوندِ کریم (عَزَّوَجَلَّ) ایمان کے ساتھ خاتمہ بالخیر کرے۔'' حضور نے دُعا فرمائی اور **ارشاد فرمایا:** اکتالیس بار صبح کو '' **یَاحَیُّ یَا قَیُّوۡمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ** '' اول وآخر درود شریف نیز سوتے وقت اپنے سب اوراد کے بعد سورۂ کافرون روزانہ پڑھ لیا کیجئے اس کے بعد کلام وغیرہ نہ کیجئے ہاں اگر ضرورت ہو تو کلام کرنے کے بعد پھر سورۂ کافرون تلاوت کرلیں کہ خاتمہ اسی پر ہو، اِنۡ شَآءَ اللہ تَعَالٰی خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

اور تین بار صبح اور تین بار شام اِس دعا کا وِرد رکھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوۡذُبِکَ مِنۡ اَنۡ نُشۡرِکَ بِکَ شَیۡأً نَعۡلَمُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُکَ لِمَا لَانَعۡلَمُ	اے اللہ عزوجل ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اِس سے کہ تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں جسے ہم جانتے ہیں اور ہم تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اس سے جسے ہم نہیں جانتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، الحدیث ١٩٦٢٥، ج٧، ص١٤٦)

جبل پور کا سفر

مؤلف : شہر جبل پور ایک کوہستانی مقام (یعنی پہاڑی علاقہ) ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ممالک متوسّط میں واقع ہے۔ نہایت خوشنما صاف شفاف ہے۔ قدرت نے ایسا دلفریب مقام بنا دیا ہے کہ سیر سے جی نہیں بھرتا۔ شہر کی موزونیت کے علاوہ وہاں چند عجیب مقامات بھی ہیں۔ جن میں ''بھیرا گھاٹ'' جو شہر سے تیرہ میل کے فاصلے پر ہے نہایت عجیب و پُر فضا منظر ہے، ''دریائے نربدا'' نے میلوں پہاڑ کاٹا ہے، یہاں ایک مقام پر پانی جمع ہو کر ایک ایسے درّہ میں گرتا ہے جو تقریباً دو بانس نیچا ہے، اِس مقام کا نام ''دھواں دھار'' ہے اَوّل تو پانی کا زور پھر اِتنی موٹی دھار ہو کر گرنا اور نیچے پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر اوپر اُڑنا ایک عجیب لطف دیتا ہے دُور سے اس کے گرنے کی آواز مَسْمُوْع ہوتی (یعنی سُنائی دیتی) ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریل گاڑی نہایت زور سے پُل پر جارہی ہے، پانی جو ٹکرا کر اُڑتا ہے بالکل دھواں معلوم ہوتا ہے، اِسی لیے اس کا نام ''دھواں دھار'' رکھا ہے۔ وہاں کے مُخْلِصِیْن نے حضور پُر نور رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس عجیب مقام کی سیر کی درخواست کی جو بعد اِصرار بِسْیَار (یعنی بہت زیادہ اصرار کے بعد) منظور ہوگئی، دھواں دَھار جاتے ہوئے ''چونسٹھ جوگنی'' ملی ﴿یہ ایک مندر پہاڑ کی چوٹی پر ہے جس کی چار دیواری چونسٹھ در کی مشہور ہے مگر درحقیقت چوراسی ہیں۔ ہر دَر میں ایک بُت پتھر کا تراشا ہوا ہے، حضرت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فتح فرما کر تمام بُتوں کو کاٹا ہے، کسی کی ناک نَدارَد (یعنی نہیں) ہے، کسی کا ہاتھ، کسی کا پاؤں، کسی کو دو پارہ (یعنی دو ٹکڑے) فرما دیا ہے۔ یہ مقام جب اِس زمانے میں کہ ہر جگہ جانے کے لئے کشادہ سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں، ہنوز (یعنی ابھی تک) دشوار گزار مقام ہے اور سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے زمانے میں نہ معلوم کس درجہ مہیب ہوگا۔ اور ایک یہ ہی مقام نہیں بلکہ اکثر اِس قسم کے تاریخی مقامات دیکھے گئے کہ باجود اپنے دشوار گزار ہونے کے اگر ان میں کوئی بُت بغرضِ عبادت رکھا گیا ہے تو سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بُت شکنی کا اثر ضرور لیے ہوئے ہے۔﴾

بتوں کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا

اس (یعنی چونسٹھ جوگنی) کی سیر بھی ہوئی، حضور نے حَسْبِ عادتِ کریمہ (یعنی اپنی مبارک عادت کے مُطابِق) اَصْنام (یعنی بُتوں) کو دیکھ کر '' **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ** '' پڑھا کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث روایت فرمائی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو کفر کی کوئی بات دیکھے یا سنے اور اُس وقت یہ

(یعنی مذکورہ بالا) دعا پڑھے (تو)

اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ دنیا میں جتنے مشرک مرد اور مشرکہ عورتیں ہیں

الْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکَاتِ ان سب کی گنتی کے برابر ثواب پائے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ العالی نے حاضرینِ آستانہ کو بھی یہ دعا تعلیم فرما دی ہے کہ مندروں کے گھنٹے اور سنکھ کی آواز اور گرجا وغیرہ کی عمارت کو دیکھ کر پڑھتے ہیں۔

خُلوصِ نیّت کا اثر

جبل پور میں بکثرت کفار ہیں اور بڑے مالدار ہیں۔قریب زمانہ میں بعض ہنود (یعنی ہندوؤں) نے ان شکستہ بُتوں کی مرمت کرادی تھی، گورنمنٹ کو خبر ہوئی پھر بدستور تُڑوا دیے اور پتھر پر کندہ کرا کے ایک کتبہ دروازے پر لگا دیا ہے کہ ''جو کوئی اس یادگار کو بدلے یا بگاڑے گا، جیل خانے بھیجا جائے گا اور پانچ ہزار روپیہ جرمانہ ہوگا۔'' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ سلطان عالمگیر کا خلوصِ نیت ہے۔ اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہ وَ اَدْخَلَہٗ جِنَانَہٗ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کی دلیل روشن فرمائے اور انہیں اپنی جنت میں داخل فرمائے)

پہاڑوں کو کلمہ پڑھ کر گواہ کیوں نہیں کر لیتے؟

غرض وہاں سے فارغ ہو کر دُھواں دھار کی سیر کی گئی۔پھر دوپہر کو آرام فرمانے کے بعد کشتی پر اس دَرّہ کی سیر فرمائی، یہ درّہ پانی نے سنگِ مرمر کے پہاڑ کاٹ کر پیدا کیا ہے اونچی اونچی چوٹی کی پہاڑیوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے، یہ راستہ پانی نے پہاڑوں کو کاٹ کر حاصل کیا ہے، دُور تک دو رُویہ (یعنی دونوں طرف) سنگِ مرمر کے پہاڑ سر بفلک (یعنی بہت بلند) دیواروں کی طرح چلے گئے ہیں، کئی میل کے سفر میں صرف ایک جگہ کنارہ دیکھا جو غالباً (8) گز چوڑا تھا۔اس ہیبت ناک منظر کا نام برادر مکرم مولانا مولوی حسنین رضا خان صاحب (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت کے بھتیجے) نے فِی البدیھہ (یعنی بے ساختہ) ''دہانِ مرگ'' (یعنی موت کا دہانہ) رکھا، کشتی نہایت تیز جا رہی تھی، لوگ آپس میں مختلف باتیں کر رہے تھے، اِس پر ارشاد فرمایا: ''اِن پہاڑوں کو کلمۂ شہادت پڑھ کر گواہ کیوں نہیں کر لیتے!''

مٹی کے ڈھیلوں کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کا انعام

(پھر فرمایا) ایک صاحب کا معمول تھا جب مسجد تشریف لاتے تو سات ڈھیلوں کو جو باہر مسجد کے طاق میں رکھے تھے اپنے کلمۂ شہادت کا گواہ کرلیا کرتے، اِسی طرح جب واپس ہوتے تو گواہ بنالیتے۔ بعدِ انتقال ملائکہ ان کو جہنم کی طرف لے چلے، اُن ساتوں ڈھیلوں نے سات پہاڑ بن کر جہنم کے ساتوں دروازے بند کردیئے اور کہا: ''ہم اس کے کلمۂ شہادت کے گواہ ہیں''۔ انہوں نے نجات پائی۔ تو جب ڈھیلے پہاڑ بن کر حائل ہوگئے تو یہ تو پہاڑ ہیں۔

وجہِ فضیلت

حدیث میں ہے: ''شام کو ایک پہاڑ دوسرے سے پوچھتا ہے: کیا تیرے پاس آج کوئی ایسا گزرا جس نے ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کیا؟ وہ کہتا ہے: نہ۔ یہ کہتا ہے: میرے پاس تو ایسا شخص گزرا جس نے ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کیا۔ وہ سمجھتا ہے کہ آج مجھ پر (اسے) فضیلت ہے۔''

مؤلف: یہ سنتے ہی سب لوگ بآوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھنے لگے، مسلمانوں کی زبان سے کلمہ شریف کی صدا بلند ہوکر پہاڑوں میں گونج گئی۔

دونوں خُطبوں کے درمیان سنّتیں پڑھنا

عرض: حضور دونوں خُطبوں کے درمیان سنّتیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: جس وقت امام خُطبہ پڑھنے کے لیے چلے اُسی وقت سے کوئی نماز جائز نہیں ''اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلَاۃَ وَلَا کَلَامَ''

(جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو اس وقت نماز وکلام منع ہے۔ ت)

البتہ وہ جو صاحبِ ترتیب ہے اور اس کی نمازِ فجر نہیں ہوئی تو وہ خطبے کی حالت میں بھی آپ ہی ادا کرے گا کہ اگر وہ نہیں پڑھتا ہے تو جُمُعَہ بھی جاتا ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۳۸) جس کی پانچ نمازوں سے زائد قضا نہ ہوں وہ صاحبِ ترتیب ہے۔ (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب قضی الفوائت، ج۲، ص۶۳۸) اسے

اگر اپنی قضا نماز یاد ہے اور دوسری نماز کے وقت میں اتنی وُسعت ہے کہ قضا پڑھ کر وقتی پڑھے (تو) اُس پر فرض ہے کہ ایسا ہی کرے ورنہ یہ وقتی نماز بھی باطل ہوگی۔

وبا سے بھاگنے اور ضرورت کے لئے آنے جانے میں فرق ہے

عرض : اگر وبائی بیماری کی وجہ سے سب ہمسائے مکان چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں اور کسی حاملہ عورت کے ایامِ حمل پورے ہو چکے ہوں تو اس کا شوہر بہ خیالِ تنہائی دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : نیت اگر اس کی یہی ہے (تو) کوئی حرج نہیں۔ وبا سے بھاگنے پر ٹھکانا جہنم میں ہے۔ ویسے اپنی ضرورت کے لئے جانے آنے کی ممانعت نہیں۔

مزامیر کے ساتھ گانا سننے والا

عرض : خاندانِ قادریہ میں جو شخص بیعت ہو اور وہ مرتکب ہو مزامیر کے ساتھ گانا سننے کا۔

ارشاد : فاسق ہے۔

مَزارات پر عورتوں کا جانا

عرض : حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : غنیہ میں ہے: ''یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (غنیۃ المتملی، فصل فی الجنائز، ص ٥٩٤) سوائے روضۂ انور (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سُنّتِ جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے اور قرآنِ عظیم نے اسے مَغْفِرتِ ذُنُوب (یعنی گناہوں کی بخشش) کا تریاق بتایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہوں پھر **اللّٰہ** سے معافی چاہیں اور رسول ان کے لئے معافی مانگے تو ضرور **اللّٰہ** کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(پ ٥، النساء: ٦٤)

خود حدیث میں ارشاد ہوا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ جو میرے مزار کریم کی زیارت کو حاضر ہوا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(شعب الایمان، فضل الحج و العمرة، باب فی المناسك، الحدیث ٤١٥٩، ج٣، ص ٤٩٠)

دوسری حدیث میں ہے:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔

(المقاصد الحسنة، حرف المیم، حدیث ١١١٠، ص ٤١٦)

ایک تو یہ ادائے واجب، دوسرے قبولِ توبہ، تیسرے دولتِ شَفَاعَت حاصل ہونا، چوتھے سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے ساتھ مَعَاذَ اللّٰہ جفا سے بچنا،

یہ عظیم اہم اُمور ایسے ہیں جنہوں نے سب سرکاری غلاموں اور سرکاری کنیزوں پر خاک بوسیٔ آستانِ عرش نشان (یعنی روضۂ رسول کی حاضری) لازم کردی۔ بخلاف دیگر قبور و مزارات کہ وہاں ایسی تاکیدیں مَفْقُود (یعنی غائب) اور احتمالِ مُفْسِدہ (یعنی فساد و فتنہ انگیزی کا اندیشہ) موجود، اگر عزیزوں کی قبریں ہیں (تو) بے صبری کرے گی (اور) اولیا کے مزار ہیں تو مُحْتَمَل (یعنی اندیشہ ہے) کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں اِفْرَاط (یعنی زیادتی) جیسا کہ معلوم و مُشاہَد ہے لہٰذا ان کے لیے طریقۂ اَسلم اِحتراز ہی ہے۔

بدر یادر منافع بے شمار است

اگر خواہی سلامت برکنار است

(دریا کے اندر منافع بہت موجود ہیں لیکن (اگر) سلامتی مقصود ہے تو وہ کنارے پر ہے)

مسجد کا لیمپ

عرض : کسی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا تھا، اس کا لمپ اگر فروخت کیا جائے تو اس کی قیمت اس شخص کو جس نے یہ انتظام کیا تھا دی جائے گی یا مسجد کے صَرْف میں داخل ہوگی اور اس کی قیمت بازار کے نرخ سے لگائی جائے گی یا اصلی؟

ارشاد : اوّل تو مسجد میں کسی بدبودار تیل کے جلانے کی اجازت نہیں (ملخصا ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب فی الغرس المسجد، ج۲، ۵۲۶) نہ کہ مٹی کا تیل۔ ہاں اگر اس کی بدبو کسی مصالحہ سے دور کردی جائے تو جرم نہیں اور وہ جب تک ثابت وقابلِ استعمال ہے مسجد کا مال ہے اگر فروخت کی حاجت ہو تو بازار کے نرخ پر فروخت کرنا چاہیے۔

احکامِ مسجد

(۱) جب مسجد میں قدم رکھو تو پہلے سیدھا پھر اُلٹا اور واپسی پر اس کا عکس۔

(عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب التیمن فی دخول المسجد وغیرہ، ج۳، ص۴۲۳)

(۲) مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت

بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ — **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے میں داخل ہوا اور اسی پر

وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ — بھروسہ کرتا ہوں اور میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔

کرلو کہ اس عبادت کا بھی ثواب ملے گا اور اس کے لیے روزہ شرط نہیں، نہ کسی مُعَیَّن وقت تک بیٹھنا لازم، جب تک ٹھہرو گے معتکف رہو گے، جب باہر آئے اعتکاف ختم ہوگیا اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا یا مثلاً پان کھانا بھی جائز ہوگا۔

(ملخصا ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی غرس المسجد، ج۲، ص۵۲۵)

(۳) بغیر نیتِ اعتکاف کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں۔

(ملخصا ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ......الخ، ج۲، ص۵۲۵)

بہت مساجد میں دستور ہے کہ ماہِ رمضان مبارک میں لوگ نمازیوں کے لیے افطاری بھیجتے ہیں۔ وہ بلانیتِ اعتکاف وہیں بے تکلُّف کھاتے پیتے اور فرش خراب کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔

(٤) مسجد کے ایک درجے سے دوسرے درجے کے داخلے کے وقت سیدھا قدم بڑھایا جائے حتی کہ اگر صف بچھی ہو اس پر بھی پہلے سیدھا قدم رکھو اور جب وہاں سے ہٹو تب بھی سیدھا قدم فرشِ مسجد پر رکھو یا خطیب جب منبر پر جانے کا ارادہ کرے پہلے سیدھا قدم رکھے اور جب اُترے تو سیدھا قدم اُتارے۔

(۵) وضو کرنے کے بعد اعضائے وضو سے ایک چھینٹ پانی کی فرشِ مسجد پر نہ گرے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الاعتکاف، بیان ما یفسده......الخ، ج۲، ص۲۸٤)

(٦) مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا جس سے دھمک پیدا ہو منع ہے۔

(۷) مسجد میں اگر چھینک آئے تو کوشش کرو کہ آہستہ آواز نکلے، اسی طرح کھانسی

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں زور کی

كَانَ يَكْرَهُ الْعَطْسَةَ الشَّدِيْدَةَ فِي الْمَسْجِدِ چھینک کو ناپسند فرماتے۔

(ملخصاشعب الایمان للبیهقی، فصل فی خفض الصوت بالعطاس، حدیث۹۳۵٦، ج۷، ص۳۲)

ڈکار کو روکنا چاهئے

اسی طرح ڈکار کو ضَبط کرنا چاہیے اور نہ ہو تو حتی الامکان آواز دبائی جائے اگر چہ غیرِ مسجد میں ہو خصوصاً مجلس میں یا کسی معظَّم کے سامنے کہ بے تہذیبی ہے۔ حدیث میں ہے: ایک شخص نے دربارِ اقدس میں ڈکار لی (تو) فرمایا:

كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ ہم سے اپنی ڈکار دور رکھ کہ دنیا میں جو زیادہ مدت تک پیٹ بھرتے

شِبَعًا فِي الدُّنْيَا جُوْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ تھے وہ قیامت کے دن زیادہ مدت تک بھوکے رہیں گے۔

(ملتقطا، کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حدیث۸۲۱۸، ج۳، ص۸۷)

جماهی کو روکئے

اور جماہی میں آواز نکلنا تو کہیں نہ چاہیے اگر چہ غیرِ مسجد میں تنہا ہو کہ وہ شیطان کا قہقہہ ہے۔ جماہی جب آئے حتی الامکان منہ بند رکھو، منہ کھولنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے۔ یوں نہ رُکے تو اوپر کے دانتوں سے نیچے کا ہونٹ دبا لو

اور یوں بھی نہ رُکے تو حتی الامکان (منہ) کم کھولو اور اُلٹا ہاتھ اُلٹی طرف سے منہ پر رکھ لو یونہی نماز میں بھی مگر حالتِ قیام میں سیدھا ہاتھ اُلٹی طرف سے رکھو کہ اُلٹا ہاتھ رکھنے میں دونوں ہاتھ اپنی مَسْنُون جگہ سے بدلیں گے اور سیدھا رکھنے میں صرف یہ ہی بضرورت بدلا، اُلٹا اپنی محلِ سُنّت پر ثابت رہا۔ جماہی روکنے کا ایک مجرَّب طریقہ یہ ہے کہ جب جماہی آنے کو ہو فوراً تصور کرے کہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کبھی نہ آئی (ردالمحتار علی الدرالمختار، ج۲، ص۴۹۸، ۴۹۹) کہ یہ مثلِ اِحتلام شیطان کی طرف سے ہے اور وہ دَخْلِ شیطان سے مَعْصُوم۔

چھینک اچھی چیز ہے

چھینک اچھی چیز ہے۔ اسے بدشگونی جاننا مشرکینِ ہند کا ناپاک عقیدہ ہے۔ حدیث میں تو یہ ارشاد فرمایا:

لَعَطْسَةٌ وَاحِدَةٌ عِنْدَ حَدِيْثٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ شَاهِدٍ عَدْلٌ بات کے وقت چھینک عادل گواہ ہے۔

(ملخصا کنز العمال، کتاب الصحبة، قسم الاقوال، حدیث ۲۵۷۷۰، ج۹، ص۹۹)

یعنی جو کچھ بیان کیا جاتا ہو جس کا صِدْق و کِذْب معلوم نہیں اور اس وقت کسی کو چھینک آئے تو وہ اس بات کے صِدْق پر دلیل ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ دعا کے وقت چھینک ہونا دلیلِ قبول ہے۔

(ملخصًا کنز العمال، کتاب الصحبة، قسم الاقوال، حدیث۲۵۵۳۳، ۲۵۵۳۴، ج۹، ص۶۹، ۷۰)

چھینک آنے پر حمدِ الٰہی مسنون ہے

لہٰذا چھینک پر حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالانا مسنون ہوا، بہت لوگ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہتے ہیں۔ پورا کلمہ کہنا چاہیے، اَلْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ حدیث میں ہے جو چھینک پر اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہے فرشتہ کہتا ہے رَبِّ الْعَالَمِيْنَ یعنی اس کلمہ کو پورا کر دیتا ہے اور جو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فرشتہ کہتا ہے يَرْحَمُكَ اللّٰه، **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) تجھ پر رحم کرے۔ (کنز العمال، کتاب الصحبة، قسم الافعال، حدیث ۲۵۷۶۴، ج۹، ص۹۹) تو کتنی بڑی دولت ہے کہ معصوم فرشتے کی زبان سے دعائے رحمت (ملے)۔ یہ (یعنی چھینکنے والے کے صرف ''الحمد للہ'' کہنے پر جواب میں ''ربّ العالمین'' کہنا) ملائکہ کے لئے ہے۔ آدمی پر واجب ہے کہ جب چھینکنے

والا مسلمان حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالائے اگرچہ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے یہ (یعنی سننے والا) یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے پھر اسے (یعنی چھینکنے والے کو) مستحب کہ اس (یعنی جواب دینے والے) سے کہے یَغْفِرُاللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہماری اور تمہاری مغفرت کرے۔ (الفتاوی الھندیة، کتاب الکراھیة، الباب السابع فی تشمیت العاطس، ج٥، ص٣٢٦) اور چھینک پر افضل واکمل صیغہ حمد کا یہ ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَا کَانَ مِنْ حَالٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اَھْلِ بَیْتِہٖ۔" اسے امام شمس الدین سخاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے "اَلْقَوْلُ الْبَدِیْع فِی الصَّلاۃِ عَلَی النَّبِیِّ الشَّفِیْع" میں ذکر کیا۔

(ملخصًا، القول البدیع، الباب الخامس فی الصلاۃ علیہ......الخ، ص٤٢٤)

ذبح میں ذکرِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کرنا

یہاں ایک حدیث زبان زد ہے:

مَوْطِنَانِ لَا اُذْکَرُ فِیْھِمَا اَلْعَطْسَةَ وَالذَّبْحَ — دو جگہ میرا ذکر نہ کیا جائے یعنی چھینک اور ذبح۔

اَجِلّہ علما نے اس پر اعتماد کر کے ان دونوں مقاموں کو ذکرِ اقدس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مستثنیٰ فرمادیا مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ حدیث ثابت نہیں۔

چھینک کے وقت ذکر شریف کا صیغہ یہ ہے اور ذبح میں بھی مَعَاذَ اللّٰہ بطورِ شرکت نام لینا جائز نہیں، بطورِ برکت میں اصلاً مضائقہ نہیں مثلاً

" بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ"

بلکہ فتاوٰی امام اَجَلّ قاضی خان علیہ رحمۃ الرحمٰن میں اس کا جواز بھی مصرّح کہ

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(فتاوی قاضی خان، کتاب الاضحیة، ج٤، ص٣٣٥)

خود حُضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دُنبے کی ذبح میں فرمایا:

" بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہ اَکْبَر اَللّٰھُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ"

(اللہ کے نام سے شروع، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اوران کے اہلِ بیت کی جانب سے قبول فرما۔)

(مسند ابی یعلی موصلی،مسند جابر، الحدیث۱۷۸٦، ۲۷۹۵،ج۲، ص۱۹۵)

دوسرے کی ذبح میں فرمایا : بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیۡ وَعَمَّنۡ لَّمۡ يُضَحِّ مِنۡ اُمَّتِیۡ

یہ میری اوراُس کی طرف سے جس نے میری اُمت سے قربانی نہ کی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاة یضحی بها، حدیث ۲۸۱۰، ج۳، ص۱۳۱)

رحمتِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسلمانو! اپنے نبی رءوف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت دیکھو! حدیث میں ارشاد ہے:

اِسۡتَفۡرِهُوۡا ضَحَايَاكُمۡ فَاِنَّهَا مَطَايَاكُمۡ عَلَى الصِّرَاطِ

فربہ وتروتازہ قربانیاں کروکہ وہ پُلِ صراط پرتمہاری سواریاں ہوں گی۔

(کشف الخفاء،حرف الھمزة مع السین،الحدیث۳۳۷،ج۱،ص۱۰۷)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میری اُمّت میں کروڑوں وہ ہوں گے جو قربانی سے عاجز ہوں گے یا ان پر واجب نہ ہونے کے سبب قربانی نہ کریں گے۔حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے نہ چاہا کہ وہ صراط پر بے سواری کے رہ جائیں ان کی طرف سے خود قربانی فرمادی کہ اگروہ اپنی جان بھی قربان کرتے تو ان کے دستِ مبارک کی فضلیت کو نہ پہنچتے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وسلم وصحبہ وبارک وسلّم۔

کمر بستن بکارِ امتِ خود ایں چنیں باید
ببیں درنامِ اُو گنجیدن میم مشدّد را

(یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے کام میں کمر بستہ اور رحمت کناں رہے اِسی لیے ان کے نام پاک میں میم مشدّد ہے۔)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیش قیمت مینڈھا قربان کرنا

میں ہمیشہ سے روزِ عید ایک اعلیٰ درجے کا بیش قیمت (یعنی قیمتی) مینڈھا اپنے سرکار عالم مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف

سے کیا کرتا ہوں اور روزِ وصالِ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے ایک مینڈھا ان کی طرف سے اور اب اس سُنّتِ کریمہ کے اتباع سے یہ نیت کرلی ہے کہ اِن شآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی تابقائے زندگی اپنے ان اہلسنّت بھائیوں کی طرف سے کیا کروں گا، جنہوں نے قربانی نہ کی خواہ گزر گئے ہوں یا موجود ہوں یا آیندہ آئیں۔

بدمذہب کی چھینک کا جواب نہ دیں

ہاں، کلام کا سلسلہ کہاں پہنچا، وہ جو میں نے کہا تھا کہ کوئی مسلمان چھینک کر حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالائے تو ہر سننے والا یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے۔ اس قید کا فائدہ یہ تھا کہ اگر وہابی یا رافضی یا دیوبندی یا نیچری یا قادیانی یا صوفی بننے والا غرض کوئی کلمہ گو مُرتد چھینک کر لاکھ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اُسے یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہنا جائز نہیں۔

کان، دانت اور پیٹ کے درد سے محفوظ رہنے کا نسخہ

ایک فائدہ یہ بھی یادرکھنے کا ہے کہ حدیث میں ہے:

مَنْ سَبَقَ الْعَاطِسَ بِالْحَمْدِ اَمِنَ الشَّوْصِ وَاللَّوْصِ وَالْعِلَّوْصِ

جو چھینکنے والے سے پہلے حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالائے وہ کان اور دانت اور پیٹ کے درد سے محفوظ رہے گا۔

(المقاصد الحسنة، حرف الميم، حديث ۱۱۳۰، ص ۴۲۰)

نماز میں آنے والی چھینک شیطان کی طرف سے ہے

غرض چھینک محبوب چیز ہے مگر وہ کہ نماز میں آئے حدیث میں اسے بھی شیطان کی طرف سے شمار فرمایا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء ان العطاس......الخ، حدیث ۲۷۵۷، ج ۴، ص ۳۴۴)

اتفاقی چھینک اور زکام کی چھینک میں فرق ہے

یہ سارا بیان اتفاقی چھینک کی نسبت ہے۔ زکام کی چھینکیں کوئی چیز نہیں مگر آواز پست کرنا ان میں بھی تہذیب ہے اور مسجد میں اس کی زیادہ تاکید۔

(۸) مسجد میں دنیا کی کوئی بات نہ کی جائے۔ (در مختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الغرس المسجد، ج۲، ص۵۲۷)

ہاں اگر کوئی دینی بات کسی سے کہنا ہو تو قریب جا کر آہستہ سے کہنا چاہیے نہ یہ کہ ایک صاحب مسجد میں کھڑے ہوئے، راہگیر سے جو سڑک پر کھڑا ہوا ہے چلّا کر باتیں کررہے ہیں یا کوئی باہر سے پُکار رہا ہے اور یہ اس کا جواب بلند آواز سے دے رہے ہیں۔

(۹) تمسخر ویسے ہی ممنوع اور مسجد میں سخت ناجائز، یا ہنسنا منع ہے قبر میں تاریکی لاتا ہے (کنز العمال، کتاب الصلاۃ، الحدیث ۲۰۸۲۲، ج۷، ص۲۷۲) ہاں موقع سے تبسّم میں حرج نہیں۔

(۱۰) فرشِ مسجد میں کوئی شے پھینکی نہ جائے بلکہ آہستہ سے رکھ دی جائے۔ موسمِ گرما میں لوگ پنکھا جھلتے جھلتے پھینک دیتے ہیں یا لکڑی چھتری وغیرہ رکھتے وقت دور سے چھوڑ دیا کرتے ہیں اس کی مُمانَعت ہے غرض مسجد کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۱۱) مسجد میں حَدَث (یعنی ہوا خارج کرنا) منع ہے۔ (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی احکام المسجد، ج۲، ص۵۱۷) ضرورت ہو تو باہر چلا جائے لہٰذا معتکِف کو چاہیے کہ ایامِ اعتکاف میں تھوڑا کھائے پیٹ ہلکا رکھے کہ قضائے حاجت کے وقت کے سوا کسی وقت اخراجِ ریح کی حاجت نہ ہو، وہ اس کے لیے باہر نہ جاسکے گا۔

(۱۲) قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا تو ہر جگہ منع ہے۔ (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، اذا دخل المستنجی، ج۱، ص۶۰۸)

پاؤں سمیٹ لئے

مسجد میں کسی طرف نہ پھیلائے کہ خلافِ آدابِ دربار ہے۔ حضرت سری سَقطی قدس سرہٗ مسجد میں تنہا بیٹھے تھے، پاؤں پھیلا لیا گوشۂ مسجد سے ہاتف نے آواز دی: ''بادشاہوں کے حضور میں یونہی بیٹھتے ہیں!'' معاً پاؤں سمیٹے اور ایسے سمیٹے کہ وقت انتقال ہی پھیلے۔ (سبع سنابل، سنبلہ چہارم، ص۱۳۱)

(۱۳) استعمالی جوتا اگر پاس ہو مسجد میں پہن کر جانا گستاخی و بے ادبی ہے۔

(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی احکام المسجد، ج۲، ص۵۱۸)

ادب وتوہین کا راز عُرف وعادت پر ہے ہاں بالکل نیا جوتا پہن سکتا ہے اور اُسے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے۔ بحر الرائق میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم

جوتے کے دو جوڑے رکھتے استعمالی پہن کر دروازۂ مسجد تک جاتے، دوسرا غیر استعمالی پہن کر مسجد میں قدم رکھتے۔

(بحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، ج ۲، ص ۶۱)

(۱۴) مسجد میں یہاں کے کسی کافر کو آنے دینا سخت ناجائز اور مسجد کی بے حُرمتی ہے۔ فِقہ میں جواز ہے تو ذمی کے لیے۔(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر و الاباحۃ، فصل فی البیع، ج۹، ص۶۳۷) اور یہاں کے کافر ذمی نہیں۔ کیسا شدید ظلم ہے (کہ) وہ تم کو بھنگی کی طرح سمجھیں، جس چیز کو تمہارا ہاتھ لگ جائے اُسے ناپاک جانیں، سودا دیں تو دور سے ڈال دیں، پیسے لیں تو الگ رکھوالیں، حالانکہ ان کی نجاست پر قرآنِ کریم شاہد ہے (اور) تم ان نجسوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دو! کہ اپنے ناپاک پاؤں تمہاری ماتھا رکھنے کی جگہ رکھیں! اپنے گندے بدنوں سے تمہارے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے دربار میں آئیں! اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہدایت فرمائے!

”نعت“

اے شافعِ اُمَم شہِ ذی جاہ لے خبر — لِلّٰہ لے خبر مری لِلّٰہ لے خبر

دریا کا جوش ، ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا — میں ڈوبا تو کہاں ہے مرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات ، اندھیری میں نابلد — اے خضر لے خبر ، مری اے ماہ لے خبر

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا — ان کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب — گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

منزل نئی عزیز جدا لوگ ناشناس — ٹوٹا ہے کوہِ غم میں پرِکاہ لے خبر

مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں — تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

اہلِ عمل کو ان کے عمل کام آئینگے — میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مُہیب — اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

پُرخار راہ برہنہ پا تشنہ آب دُور — مولیٰ پڑی ہے آفتِ جانکاہ لے خبر

باہر زبانیں پیاس سے ہیں آفتاب گرم — کوثر کے شاہ کَثَّرَہُ اللّٰہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

﴿ملفوظات حصہ سوم﴾

بخار کو کَوسنا کیسا؟

بعد عَصْر کسی صاحِب نے ایک مریض کا ذکر کرتے ہوئے (اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت سے) عرض کیا کہ بے حد بخار ہے۔ اِس پر

ارشاد فرمایا : بے حد بخار کے تو یہ معنی ہیں کہ اس کی اِنتہا ہی نہیں! کبھی اُترے گا ہی نہیں! کوستے تو آپ خود ہیں۔

بخار کا رُوحانی علاج

﴿پھر فرمایا:﴾ "سُوْرَہ مُجَادَلَة"، جو اَٹھائیسویں پارہ کی پہلی سورت ہے بعد عَصْر تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلایئے۔

عمامے پر زری کا کام کروانا کیسا؟

عرض : عمامہ کے دونوں سِرے کامْدَار (یعنی سونے یا چاندی کے کام والے) ہوں تو کیا حکم ہے؟

ارشاد : اس میں راجح یہ ہے کہ اگر چار انگل سے زائد ہے تو ممنوع ہے۔

(درمختار وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج۹، ص ۵۸۱)

تانبے یا لوہے کی انگوٹھی کا حکم

عرض : حضور! تانبے یا لوہے کی انگوٹھی کا کیا حکم ہے؟

ارشاد : مرد وعورت دونوں کے لیے مکْرُوہ ہے۔ (در مختار وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج۹، ص ۵۹۴)

تانبے کی انگوٹھی مکروہ کیوں؟

عرض : اس کی کیا وجہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی جائز رکھی جائے جو اس سے بیش بہا (یعنی زیادہ قیمتی) ہے اور تانبے وغیرہ کی مکروہ؟

ارشاد : چاندی کی انگوٹھی تذکیرِ آخرت (یعنی آخرت کی یاددلانے) کے لیے جائز رکھی گئی ہے کہ سونا چاندی جنتیوں کا زیور ہے، تانبے وغیرہ کا وہاں کیا کام!

دوزخیوں کا زیور

﴿پھر فرمایا:﴾ ایک صاحب خدمتِ اَقْدَس میں حاضر ہوئے اُن کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی ارشاد فرمایا:

"مَالِیْ اَجِدُ مِنْكَ رِیْحَ الْاَصْنَامِ" کیا بات ہے کہ مجھے تم سے بت کی بُو آتی ہے!

اُنہوں نے اتار کر پھینک دی۔ دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے۔ ارشاد فرمایا:

"مَالِیْ اَرٰی عَلَیْكَ حِلْیَةَ اَهْلِ النَّارِ" کیا ہوا کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں!

اُنہوں نے اتار کر پھینک دی اور عرض کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰه (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ ارشاد فرمایا:

"اِتَّخِذْهُ مِنْ وَرَقٍ وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالاً" چاندی کی بناؤ اور ایک مِثْقال ﴿یعنی ساڑھے چار ماشے﴾ پوری نہ کرو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی خا تم الحدید، الحدیث ۴۲۲۳، ج ٤، ص ۱۲۲)

ٹوپی یا کپڑے پر سونے چاندی کا کام کروانا کیسا؟

عرض : ٹوپی یا کپڑے وغیرہ میں سَچّا (یعنی خالص سونے یا چاندی کا) کام ہو تو کیا حکم ہے؟

ارشاد : اگر چار اُنگل تک ہے تو حرج نہیں اور اگر چند بوٹیاں (یعنی پھول، پتی وغیرہ) اور ہر ایک چار انگل سے زیادہ نہیں اور دُور سے دیکھنے میں فَصْل (یعنی الگ الگ) معلوم ہوتا ہو جب بھی کوئی حرج نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہوجائیں ہاں اگر بوٹی چار انگل سے زیادہ ہے یا مُغَرَّق (یعنی سونے چاندی سے لپا ہوا) ہے کہ دور سے فَصْل (یعنی الگ الگ) نہ معلوم ہوتا ہو تو ناجائز۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۸۲ ملخصاً)

انگوٹھی کونسی انگلی میں پہنیں؟

عرض : انگوٹھی کون سی انگلی میں پہننا چاہیے؟

ارشاد : بائیں ہاتھ میں بھی آیا ہے اور داہنے میں بھی، داہنے ہاتھ کی بِنْصَر ﴿وہ انگلی جو چھنگلیا کے پاس ہے﴾ میں پہنے۔

انگوٹھی پہن کر بَیْتُ الْخَلَاء جانا

عرض : اپنا نام اگر انگوٹھی میں کَنْدَہ (یعنی لکھا ہوا) ہو تو بیتُ الْخَلاء میں جا سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : نام اگر ایسا زیادہ مُعَظَّم (یعنی تعظیم والا) نہ ہو جب بھی حَرفوں کی تَعْظِیم تو چاہیے اور اگر مُتبرَّک نام ہو تو پہن کر جانا ناجائز ہے، ہاں! جیب میں رکھ لے تو حرج نہیں۔

نگینے پر کلمۂ پاک لکھوانا

عرض : نَگِیْنہ پر" کلمۂ طَیِّبَہ" کَنْدَہ (یعنی نقش) کرانا کیسا ہے؟

ارشاد : تَبَرُّکاً (یعنی برکت کیلئے) جائز ہے اور مُہر کی حیثیت سے حرام۔

اللہ "صاحب" کہنا کیسا؟

عرض : اللّٰہ صاحب کہنا کیسا ہے؟

ارشاد : جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ　اے **اللّٰہ** سفر کا ساتھی تُو ہے، اہل وعیال اور مال کا خیال رکھنے والا بھی تُو ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب مایقول اذا سافر، الحدیث ۲۵۹۸، ج۳، ص ۴۸ ملخصاً)

اور سرکارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو قرآنِ عظیم میں صاحب فرمایا گیا ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی (پ ۲۷، النجم: ۲)　ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ ○ (پ ۳۰، التکویر: ۲۲)　ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

لیکن **اللّٰہ** صاحب کہنا اسمٰعیل دہلوی کا مُحاوَرہ ہے اور حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً ہمارے "صاحب" ہیں

مگر نامِ پاک کے ساتھ ''صاحب'' کہنا آریہ و پادریوں کا محاورہ ہے، اس لیے نہ چاہیے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ آریہ[1] پادری، وَہابیہ سب ایک سے ہیں۔

مَردوں کو مَخْمَل کپڑا پہننا کیسا؟

عرض: مَخْمَل[2] مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر اس پر ریشم کا رُواں[3] بچھا ہوا ہے تو ناجائز ہے ورنہ نہیں۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع فی اللبس مایکرہ......الخ، ج۵، ص۳۳۱)

ریشم کا حکم

عرض: حُضُور! ریشم کا بھی یہی حکم ہے کہ چار انگل سے زیادہ ناجائز ہے؟

ارشاد: ہاں اگر ''تبع مُستقِل'' ہو تو چار انگل تک جائز ہے۔ مثلاً ٹوپی کی گوٹ (یعنی لیس) جائز ہے لیکن رامپور[4] جیسی ٹوپی کہ بعض چار انگل کی بھی نہیں ہوتی اگر ریشم کی ہوں تو ناجائز ہے کہ وہ خود مُستقِل ہیں تبع مُستقِل نہیں۔ ایسے ہی تعویذ کہ بعض ایک انگل کے بھی نہیں ہوتے ہیں لیکن چونکہ مُستقِل ہیں اس لیے اگر ریشم کے ہوں تو ناجائز۔

تانبے پیتل کے تعویذ

عرض: تانبے پیتل کے تعویذوں کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: مرد و عورت دونوں کو مکروہ اور سونے چاندی کے مرد کو حرام، عورت کو جائز۔

چاندی اور سونے کی گھڑی

عرض: چاندی اور سونے کی گھڑی رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: رکھ سکتا ہے اَلْبَتَّہ اس میں وقت نہیں دیکھ سکتا کہ حرام ہے۔ اس طرح آرسی[5] پہننے میں عورت کے لیے کوئی حرج نہیں اور اِس میں منہ دیکھنا حرام۔

---

[1]: ایک کافر قوم۔ [2]: ایک نہایت ملائم روئیں دار کپڑا۔ [3]: ریشم کے چھوٹے چھوٹے ریشے۔ [4]: ہند کا ایک علاقہ۔

[5]: سونے چاندی کا زیور جس میں شیشہ جڑا ہوا ہوتا ہے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ چاندی سونا صرف پہننا عورت کے لیے حلال ہے۔ باقی طُرُقِ استعمال (یعنی استعمال کے طریقے) اس کے لیے بھی حرام ہیں، (درمختار وردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج۹، ص۵٦٤) ہاں کھانا دونوں کے لیے جائز ہے ورق چاندی سونے کے کھائیں یا ریزہ ریزہ (یعنی ٹکڑے ٹکڑے) کرکے یا کُشتہ بنا کر (یعنی اچھی طرح کُوٹ کر)۔

ناپاک پانی سے اُگے ہوئے درخت کا پھل کھانا

عرض: جو درخت نَجِس پانی سے سِینچا گیا ہو اس کے پھل کھانا جائز ہیں؟

ارشاد: جائز ہے۔

گائے کو چوری کا چارا کھلانا

عرض: جس گائے کو غصب یا سَرِقہ (یعنی چوری) وغیرہ کا بُھوسہ دیا جائے اس کا دودھ پینا کیسا ہے؟

ارشاد: دودھ حرام نہ ہوگا۔

تمہارے لئے جائز نہیں

﴿پھر فرمایا:﴾ ہاں! تَوَرُّع (یعنی پرہیزگاری) ایک بڑی چیز ہے۔ ایک بی بی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا: ''میں اپنی چھت پر سِیتی ہوں روشنی اتنی نہیں کہ سوئی میں سے اگر ڈورا (یعنی دھاگا) نکل جائے تو ڈال سکوں، بادشاہ کی سواری نکلتی ہے اس کی روشنی میں ڈورا ڈال سکتی ہوں یا نہیں؟ کہ وہ روشنی ظالم کی ہے اس کے روپے میں حلال و حرام سب ہے۔'' آپ نے ان سے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ فرمایا: ''میں بہن ہوں بشر حافی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی۔'' امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''وَرَع (یعنی تقویٰ) تمہارے گھر سے پیدا ہوا تمہارے لیے اس روشنی میں ڈورا ڈالنا جائز نہیں۔''

(الرسالة القشيرية، باب الورع، ص١٤٨)

مَقْرُوض کی دیوار کا سایہ

﴿پھر فرمایا:﴾ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کرتے تھے۔ ہزاروں روپے لوگوں پر قرض تھے۔ تقاضے (یعنی واپس طلب کرنے) کے واسطے دوپہر کو تشریف لے جایا کرتے اور مقروض (یعنی قرض دار) کی دیوار کے سائے سے علیحدہ کھڑے ہوتے کہ یہ قرض سے نفع (یعنی فائدہ) حاصل کرنے میں داخل نہ ہو جائے۔ (الخیرات الحسان مترجم، ص١٤٤)

میں نے دس ہزار معاف کئے

ایک شخص پر حُضُور (یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے دس ہزار آتے تھے وعدہ گزرے مُدَّت ہوچکی تھی۔ایک مرتبہ آپ تشریف لیے جاتے تھے سامنے سے وہ آتا تھا۔آپ کو دیکھ کر ڈر کے مارے ایک گلی میں ہوگیا۔قسمت کی بات کہ وہ گلی دوسری طرف سے سَر بَستہ (یعنی بند) تھی۔امام وہیں تشریف لے گئے۔فرمایا:''کیوں،تم اِدھر کیسے آگئے!'' سبب بتایا کہ میں حُضُور کا مَقرُوض (یعنی قرض دار) ہوں وعدہ گزر گیا میں ڈرا کہ حُضُور تقاضا فرمائیں گے اور میرے پاس اس وقت موجود نہیں اس لیے میں اس طرف آگیا۔فرمایا:''دس ہزار بھی ایسی چیز ہیں کہ کسی مسلمان کا قَلْب (یعنی دل) پریشان کیا جائے میں نے مُعاف کئے۔'' (الخیرات الحسان مترجم،ص۱۳٦ ملخصاً)

عرس میں ناجائز کام ہوتے ہوں تو!

عرض : حُضُور! بزرگانِ دین کے اَعْرَاس[1] میں مَزَامِیْر ہوتے ہیں جب تک مَزَامِیْر (یعنی آلات موسیقی) ہوں اس وقت تک نہ جائے اور مَزَامِیْر کے بعد'' قُلْ ''میں شریک ہونے کے واسطے جاسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : جاسکتا ہے۔

بُرائی میں الگ رہو،بھلائی میں شریک ہوجاؤ

اَمِیْرُ الْمُؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں جب بَلوائیوں[2] نے بَلْوہ (یعنی ہنگامہ) کیا،تمام مدینہ مُنَوَّرہ میں ان کا شور تھا۔اَمِیْرُ الْمُؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مکان کو گھیرے ہوئے تھے،نماز بھی وہی پڑھاتے تھے۔سوال ہوا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جب برائی کریں تو ان سے علیحدہ رہو اور جب بھلائی کریں تو اُن کے شَرِیک ہو۔(صحیح البخاری، کتاب الاذان،باب امامۃ المفتون والمبتدع،حدیث ٦٩٥،ج ١،ص ٢٥٠ ملخصًا)

سَجّادہ نشین بدمذہب ہو تو؟

عرض : حُضُور! اگر صاحبِ سَجّادَہ (یعنی کسی صاحبِ مزار بزرگ کا جانشین) بدمذہب ہو؟

ارشاد : اگر آپ صاحبِ سَجّادَہ کے پاس جانا چاہتے ہیں تو نہ جائیے اور صاحبِ مَزار کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں،تو جائیے۔

---

[1] عُرس کی جمع [2] : حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بغاوت کرنے والے۔

واقعہ پہلے کا ہے یا بعد کا؟

عرض: حُضُور! بعض اَحادِیث میں یہ واقعہ آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا کہ ''جاؤ ہمارا ایک بندہ فُلاں پہاڑ پر ہے، اس سے عِلْم حاصل کرو۔'' یہ واقعہ تو رَیت مُقدّس سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟

ارشاد: تو رَیتِ مُقدّس سے بہت پیشتر ﴿یعنی بہت پہلے﴾ کا واقعہ ہے۔[1]

ایک اِشکال اور اس کا جواب

عرض: اگر اس کو تو رَیتِ مُقدّس سے بعد کا مانا جائے تو یہ اِعتراض لازِم آئے گا کہ تو رَیت کے متعلق **اللّٰہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا	ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے موسیٰ کو
عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا	کتاب عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر
لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً	جو نکوکار ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور
لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ	رحمت کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر
(پ۸، الانعام: ۱۵۴)	ایمان لائیں۔

جب تو رَیت ''تفصیل کُلِّ شَیْءٍ'' (یعنی ہر شَے کی وضاحت) ہے تو دوسرے سے علم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟

ارشاد: کوئی اِعتراض نہیں۔ تو رَیت کا ''تَفصِیل کُلِّ شَیْءٍ'' ہونا فرمایا ہے اس تفصیل کا باقی رہنا کہیں نہیں فرمایا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تو رَیت لے کر آئے یہاں دیکھا کہ لوگ گئو سالہ (یعنی بچھڑا) کے آگے سجدہ کرتے اور اس کی پَرَسْتِش (یعنی پوجا) کرتے ہیں۔ آپ کی شانِ جَلال (یعنی عظمتِ رُعب ودبدبہ) کی یہ حالت تھی کہ جس وقت جَلال طارِی ہوتا آدھ گز آگ کا شُعلہ کُلاہ مُبارَک سے اُوپر کو اُٹھتا۔ جَلال میں آکر اَلْواحِ تو رَیت (یعنی توریت کی تختیاں) پھینک دیں وہ ٹوٹ گئیں۔

(تفسیر الطبری، سورة الاعراف، تحت الآية ۱۵۰، ج۶، ص۶۵ ملخصًا)

---

[1] میرے خیال میں پیشتر کی جگہ بعد ہونا چاہیے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث ''وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ'' (صحیح البخاری، الحدیث ۴۷۲۵، ج۳، ص۲۶۵) (اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم سے آپ کو ایسا علم دیا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ ت) سے اس کی طرف اشارہ ہے نیز ''قَامَ مُوْسٰى خَطِیْبًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ'' (بخاری کتاب التفسیر، باب فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ ......الخ، الحدیث ۴۷۲۷، ج۳، ص۲۶۹) (حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ت) بھی اسی کو چاہتا ہے۔۱۲

امام مُجاہد تِلْمِیذ حضرت عبداللہ اِبن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ "تَفْصِیْل کُلِّ شَیْءٍ" اُڑ گئی صِرف اَحکام باقی رَہ گئے۔(تفسیر الطبری،سورۃالاعراف،تحت الآیۃ ۱۵۰،ج۶،ص۶۸ ملخصاً)

شانِ محبوبیت

عرض: حُضُور! اَلْوَاحِ تورَیت تو کلامِ خُدا ہے ان کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ برتاؤ کس طرح کیا؟

ارشاد: حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں اور آپ کے بڑے بھائی اور نبی کی تعظیم فرض ہے ان کے ساتھ تو آپ نے جَلال کے وقت یہ کیا۔

اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِؕ ان کا سر اور داڑھی پکڑ کر کھینچنے لگے۔

(پ۹،الاعراف:۱۵۰)

جانے دیجئے یہ تو آپ کے بڑے بھائی تھے، شَبِ مِعْراج میں حُضُور اَقدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مُلاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص ربّ عَزَّوَجَلَّ کے حُضُور بُلند آواز سے کلام کر رہا ہے۔ارشاد فرمایا: "اے جبریل! (علیہ السلام) یہ کون شخص ہیں؟" عَرض کی: "موسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔" فرمایا: "کیا اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) پر تیزی کرتے ہیں!" عرض کیا:

اِنَّ اللّٰـهَ قَدْ عَرَفَ لَهٗ حِدَّتَهٗ ان کا ربّ (عَزَّوَجَلَّ) جانتا ہے کہ ان کا مزاج تیز ہے۔

(عمدۃ القاری ، کتاب مناقب الانصار،باب المعراج،ج۱۱،ص۶۰۵)

خیر ان کو بھی جانے دیجئے وہ جو ربّ (عَزَّوَجَلَّ) سے عرض کی ہے:

اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَؕ (پ۹،الاعراف:۱۵۵) یہ سب تیرے ہی فتنے ہیں۔

یہاں کیا کہیے گا۔اُمُّ الْمُؤمِنِین صَدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شانِ جَلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن ماری جائے۔ اَندھوں (یعنی گمراہوں) نے صرف شانِ عَبْدِیَّت دیکھی شانِ مَحْبُوبِیَّت سے آنکھیں پُھوٹ گئیں۔

خبرِ واحد پر اعتماد

عرض: حُضُور! یہ امام مُجاہد کا قول ہے اور وہ بھی خبر اَحاد[1] ہے؟

---

[1] یعنی اَحاد، واحد کی جمع ہے، اور خبر واحد اسے کہتے ہیں جس میں متواتر کی شرائط نہ پائی جائیں۔(نزہۃ النظر،ص۲۱)

ارشاد: تو اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قول نہ مانا جائے۔ قُرآنِ عَظِیم ایک حرف نہیں چل سکتا تاوقتیکہ اَحادیث اور ائمہ کے قول کو نہ مانا جائے۔

ائمہ سے مُراد

عرض: ائمہ سے مراد ائمہ تفسیر ہیں؟

ارشاد: ہاں۔

ائمۂ تفسیر کون ہیں؟

عرض: بہت مقامات پر ائمہ تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے مثلاً قاضی بیضاوی نے یا اور ائمہ مثلاً خازِن وغیرہ نے تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ کو مُخَصَّص بتایا ہے!

ارشاد: قاضی بیضاوی یا خازِن وغیرہ ائمہ تفسیر نہیں۔ کسی فَن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات۔ ائمہ تفسیر صحابہ ہیں اور تابعِین عِظام، تابعِین میں بھی عِظام (یعنی زیادہ بلند مرتبہ حضرات) کی تخصیص ہے۔

﴿پھر اَصل جواب کی طرف تَوَجُّہ فرمائی اور فرمایا:﴾ قرآنِ عَظِیم میں یہ فرمایا ہے کہ تَورَیت میں ہم نے "تَفۡصِیۡل کُلِّ شَیۡءٍ" نازِل کی تھی۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ تَفۡصِیل ہمیشہ باقی رکھی جائے گی تو اب اس کا "تَفۡصِیۡل کُلِّ شَیۡءٍ" ہونا تو قَطۡعی مگر اس کا "تَفۡصِیۡل کُلِّ شَیۡءٍ" رہنا یہ ظَنّی اور خبرِ اَحاد بھی مُفِیدِ ظَن اور ظَن ظَن کا مُقابل ہوسکتا ہے۔ جب خبرِ اَحاد سے ثابت ہوگیا کہ تَورَیت میں "تَفۡصِیۡل کُلِّ شَیۡءٍ" نہ رہی تو مان لیا گیا۔

عرض: حُضُور! اسی طرح قرآن کو فرمایا گیا ہے "تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ" (پ ۱۴، النحل ۸۹) یہ نہیں فرمایا گیا کہ تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ باقی رہے گا تو علم مَاکَانَ وَمَایَکُوۡن[1] کس طرح ثابت ہوگا؟

ارشاد: بلاشُبہ اگر اس کے خِلاف کسی حدیث میں آیا ہو کہ "تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ" باقی نہ رہا تو مان لیا جائے گا لیکن خِلاف آنا تو دَرکِنار اَحادِیثِ صحیحہ میں اس کی تائید ہی آئی ہے، اَلۡبَتَّہ مطلقاً علمِ غیب کا مُنکِر کافِر ہے کہ وہ سرے ہی سے نُبُوَّت کا مُنکِر

[1]: جو ہو چکا یا ہوگا، اس کا علم۔

ہے۔ نُبُوَّت کہتے ہی ہیں علمِ غیب دینے کو۔ امام قاضی عِیَاض مالِکی رحمۃ اللہ علیہ "شِفَا شریف" میں فرماتے ہیں:

"اَلنُّبُوَّۃُ ھِیَ الْاِطِّلَاعُ عَلَی الْغَیْبِ" نُبُوَّت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔

(کتاب الشفاء، باب الرابع ،فصل اعلم ان اللّٰہ......الخ،جز اول،ص ۲۵۰)

امام ابن حَجَر مَکّی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ "مَدْخَل" میں اور امام قَسْطَلَانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی "مَوَاھِبُ اللَّدُنِّیَّۃ" میں فرماتے ہیں:

اِنَّ النُّبُوَّۃ بِالْھَمْزَۃِ مَاخُوْذَۃٌ مِنَ النَّبَاءِ وَھُوَ الْخَبَرُ اَیْ اَطْلَعَہُ اللّٰہُ عَلَی الْغَیْبِ نُبُوَّت نَبَاءٌ سے ماخوذ ہے بمعنی خبر یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر اطلاع دی۔ (ت)

(المواھب اللدنیۃ،المقصد الثانی،الفصل الاول،ج۱،ص۳۸۳)

غیب کی تعریف کیا ھے؟

عــرض: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم غیب کی تعریف کرتے ہیں: "وہ علم جو بِلَا وَاسِطَہ ہو" اور اس معنی سے علمِ غیب کا مطلقاً مُنکِر ہو تو اس پر کیا حکم ہے؟

ارشاد: علم بِلَا وَاسِطَہ کے ساتھ غیب کو خاص کرنا قرآن کے خِلَاف ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ (پ۳۰،التکویر:۲۴)

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم بِلَا وَاسِطَہ کے بتانے پر بخیل نہیں ہیں! یہ تو کفر ہو جائے گا جو شخص ذَرَّہ برابر غیرِ خُدا کے لیے علم بِلَا وَاسِطَہ مانے کافر ہے اگر کوئی انسان کے معنی پاگل کے گڑھ لے تو وہ خود پاگل ہے۔ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ترجمۂ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (پ۲۹،الجن:۲۶،۲۷)

کیا بِلَا وَاسِطَہ اپنے رسولوں کو علم دیتا ہے!

معانی کا الفاظ سے تعلق

عرض: **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (پ ۱٤، الحجر: ۹)

قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا جب اس کے اَلفاظ محفوظ ہوئے تو مَعانی کی حفاظت ضرور کہ مَعانی اَلفاظ سے مُنفَک (یعنی جدا) نہیں ہو سکتے اور مَعانی قرآنِ عَظیم کی صفت ''تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ'' ہے تو قرآنِ عظیم ہی سے ''تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ'' کا دَوام ثابت ہوگیا۔

ارشاد: قرآنِ عَظیم کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا اگرچہ مَعانی ان اَلفاظ کیساتھ ہیں لیکن ان مَعانی کا علم میں ہونا کیا ضرور؟ نبی کلامِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کے سمجھنے میں بیانِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کا محتاج ہوتا ہے:

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ ترجمہ کنزالایمان: پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذِمّہ ہے۔ (پ ۲۹، القیمۃ: ۱۹)

اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نِسیان ہوا ہو'' اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ ''۔[1]

---

[1]: قرآن کریم نے جہاں اگلی کتابوں کو منسوخ فرما دیا ہے وہاں خود قرآن کریم کی بعض آیتوں نے بھی بعض کو منسوخ فرمایا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ **اول:**۔ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ **دوم:**۔ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو۔ جیسے آیت رجم وہ یہ ہے اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ إِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ **سوم:**۔ صرف حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ۔ مرقات المفاتیح میں ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ وَالْمَنْسُوْخُ اَنْوَاعٌ مِنْهَا التِّلَاوَةُ وَالْحُكْمُ مَعًا وَهُوَ مَا نُسِخَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِيْ حَيَاةِ الرَّسُوْلِ بِالْإِنْسَاءِ حَتّٰى رُوِیَ اَنَّ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ كَانَتْ تَعْدِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَمِنْهَا الْحُكْمُ دُوْنَ التِّلَاوَةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی" لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ" وَمِنْهَا التِّلَاوَةُ دُوْنَ الْحُكْمِ كَاٰيَةِ الرَّجْمِ وَهِيَ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔ **(1) ایک** یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہری میں بُھلا کر منسوخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ مروی ہے کہ سورۂ اَحزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھی۔ **(2) ایک** یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ۔ **(3) ایک** یہ کہ تلاوت منسوخ ہو نہ کہ حکم جیسے آیت رجم۔ ان تینوں قسموں کے نَسْــــخ کو سورۂ بقرہ کی آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ میں بیان کیا گیا ہے۔ ''اِنْسَاء'' نَسخ ہی کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ ملاجیون قدس سرہ فرماتے ہیں فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ نَنْسَخُ مَنْسُوْخٌ اَحَدُهُمَا فَقَطْ مِنْ قَوْلِهٖ اَوْ نُنْسِهَا مَنْسُوْخُ التِّلَاوَةِ وَالْحُكْمِ جَمِيْعًا وَاِنَّمَا اَعَادَهَا مَعَ دُخُوْلِهٖ فِي الْمَنْسُوْخِ اِظْهَارًا لِكَمَالِهٖ حَيْثُ فِي النَّسْخِ لَا يَبْقٰی مِنْهُ اَثَرٌ فِي اللَّفْظِ وَلَا فِي الْمَعْنٰى

پس نَنْسَخْ سے مراد صرف مَنْسُوْخُ التِّلَاوَة یا صرف مَنْسُوْخُ الْحُكْم ہے۔ اَوْ نُنْسِهَا سے مَنْسُوْخُ الْحُكْمِ وَالتِّلَاوَة مراد ہے۔ باوجودے کہ یہ منسوخ میں داخل ہے اس کا اعادہ اس کے کمالِ نسخ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اس کا کوئی نشان باقی نہیں،، نہ لفظ میں نہ معنی میں=

ایک عِلمی سوال

عرض : " مَاشَآءَاللّٰهُ " "وَمَا كَانَ وَمَايَكُوْنُ" میں ہے اور **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ ہم تم کو پڑھا دیں گے پھر تم نہ بھولو گے مگر جو **اللہ** چاہے۔

(پ ۳۰، الاعلیٰ: ۶، ۷)

= حضرت ملا علی قاری اور ملا احمد جیون دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ نُنسِهَا سے مراد وہ آیات ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں جیسے سورۂ اَحزاب کے بارے میں گزر چکا کہ وہ سورۂ بقرہ کے برابر تھی اور سورۂ طلاق کے بارے میں بھی وارد ہے کہ یہ سورۂ بقرہ سے بھی بڑی تھی۔

بیہقی شریف میں حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اَنصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں نمازِ تہجد کے لئے اٹھے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورۃ ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی۔ صبح کو دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''آج شب وہ سورت اٹھالی گئی۔ اُس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوگیا۔ جن کاغذوں پر لکھی تھی اُن پر نقش تک باقی نہیں۔''

مع ہذا بعض حضرات کو بعض منسوخ التلاوۃ والحکم کے الفاظ یاد بھی تھے جیسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت تھی عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ۔ اِس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ التلاوۃ والحکم کی دو قسمیں ہیں بعض ذہنوں میں محفوظ رہیں اور بعض بالکل محو ہوگئیں۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ قرآن مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ کا ایک حصہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور تمام امت کے ذہنوں سے اس طرح اٹھالیا گیا کہ وہ کسی کو بالکل یاد نہ رہا حتی کہ جن کاغذوں پر لکھا تھا ان پر نقش تک باقی نہ رہا۔ قرآن کریم کا یہ حصہ مُصْحَف میں مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْن موجود نہیں۔ اس لئے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہرگز نہیں کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ سب کا سب مصحف میں مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْن محفوظ ہے اور رہے گا۔ اِس کا اِدّعا کرنا خود قرآن کریم اور اَحادیث کو جھٹلانا ہے۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ سے مراد یہ ہے کہ "نَسْخ" اور "اِنْسَاء" کے بعد جو کچھ بچا جس کی تحدید اور ترتیب حسبِ ارشادِ ربانی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں ہی فرمادی تھی جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سینوں میں محفوظ تھا۔ جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ایک صحیفہ میں جمع کیا گیا۔ اور جس کی کثیر نقلیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلادِ اسلامیہ میں بھجوائیں جو عہد صدیق سے لے کر آج تک مصحف میں مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْن موجود ہے۔ وہ پورا پورا محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا تَغَيُّر وتَبَدُّل، تَرمِیم وتَنْسِیخ، اِزْدِیَاد و نَقْص، تَقَدُّم وتَاَخُّر راہ نہیں پاسکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہری میں حسب منشاء ربانی بعض آیتوں کے نسیان کو قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی سمجھنا اپنی دیانت اور اپنے دین سے ہاتھ دھونا ہے۔ (تحقیقات، ص۷۳ تا ۷۵)

اس سے لازِم آتا ہے کہ "مَاشَآءَاللّٰہُ" کا علم حُضُور کو نہ رہا حالانکہ وہ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ میں سے ہے۔

ارشاد : "مَاشَآءَاللّٰہُ" کس کی نسبت فرمایا گیا ہے؟ آیاتِ الٰہی کی نسبت کلام ہے اور آیاتِ الٰہی صِفَتِ الٰہی ہے اور وہ قدیم ہے "مَاکَانَ وَمَایَکُون" میں داخل نہیں "مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ" تو ان حوادث کا نام ہے جو اوّل روز سے آخر روز تک ہوئے اور ہوں گے۔

سَمْدَھن سے نکاح

عرض : سَمْدَھن (یعنی اپنے بیٹے کی ساس، یا بیٹی کی ساس) کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟

ارشاد : ہاں۔(الفتاوی الھندیة، کتاب النکاح،القسم الثانی، ج۱،ص۲۷۷)

قرآن پاک کہاں رکھے؟

عرض : خورجی (یعنی تھیلا) جو گھوڑے کی زین میں لٹکی رہتی ہے اس میں قران شریف رکھا ہو ایسی حالت میں سوار ہوسکتا ہے؟

ارشاد : اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی (یعنی تھیلے) میں رکھنے پر مجبورِ مَحض (یعنی بے بس) ہے تو جائز ہے۔

سنت فجر میں تَحِیَّۃُ الْوُضُو یا تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کی نیت کرنا

عرض : بعد طُلُوعِ فَجْر کے سُنَّتِ الفجر میں تَحِیَّۃُ الْوُضُو[1] اور تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد[2] کی نِیَّت جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں، کہ بعد طُلُوعِ فَجْر سِوائے سُنَّتِ فَجْر کے اور کوئی نَفْل پڑھنا ناجائز ہے(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب الاول فی المواقیت، الفصل الثالث، ج۱،ص۵۲) ہاں بغیر نِیَّت کے "تَحِیَّۃُ الْوُضُو" و "تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد" سُنَّتِ فَجْر ہی سے ادا ہوجائیں گی۔

ایک رُوحانی علاج

عرض : حُضُور! ۱۳ سال میں میری اہلیہ (یعنی بیوی) کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے جن میں سے پانچ اَولادیں اِنتقال کرگئیں۔ کسی کی عمر ۳ سال، کسی کی دو سال، کسی کی ایک سال ہوئی اور سب کو ایک ہی بیماری لاحق ہوئی یعنی پسلی اور اُمُّ الصِّبْیَان[3]۔ فِی الْحال صرف ایک لڑکی تین سالہ حیات ہے حُضُور دُعا فرمائیں اور اِن اَمراض کے واسطے کوئی عمل جو

---

[1]: وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے، اسے تَحِیَّۃُ الْوُضُو کہتے ہیں۔(بہارشریعت، ج۱، حصہ۴، ص۶۷۵)

[2]: جو شخص مسجد میں آئے اسے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ چار پڑھے، اسے تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کہتے ہیں۔(بہارشریعت، ج۱، حصہ۴، ص۶۷۴)

[3]: بچوں کی ایک بیماری جس سے اعضاء میں جھٹکے لگتے ہیں۔

مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

ارشاد: مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے! اب جو حَمل ہوا اُسے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ یہاں اِطّلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہیے۔ اس وقت سے اِنْ شَآءَ اللّٰہ تَعَالٰی بندوبست کیا جائے۔ اپنے گھر میں پابندیٔ نماز کی تاکید شدید رکھئے اور پانچوں نمازوں کے بعد "آیۃُ الکرسی" ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں اور علاوہ نمازوں کے ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت۔ جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں بھی ان تین وقت کی "آیۃُ الکُرسی" نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں آیت قرآنِ مجید کی نیّت سے نہ پڑھیں بلکہ اس نیّت سے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور جن دنوں میں نماز کا حکم ہے ان میں اس کا بھی اِلتزام رکھیں کہ تینوں "قُل" (یعنی سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق، اور سورۃ الناس۔) تین تین بار صُبح وشام اور سوتے وقت پڑھیں۔ صُبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام سے مراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلے سے غُروبِ آفتاب تک اور سوتے وقت اس طور پر پڑھیں کہ چِت لیٹ (یعنی سیدھا لیٹ) کر دونوں ہاتھ دُعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں "قُل" پڑھ کر ہتھیلیوں پر دَم کر کے (یعنی پھونک کر) سارا منہ اور سینے اور پیٹ اور پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ پھیریں، دوبارہ ایسے ہی، سہ بارہ (یعنی تیسری بار) ایسے ہی اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجئے، بڑا چراغ یہاں ایک صاحب بناتے ہیں وہ بنوا لیجئے اور ایّامِ حَمل میں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے روشن کیجئے اور یہ لڑکی جو موجود ہے اس کو اگر نا سازی لاحق (یعنی بیماری لگی) ہو تو اس کے لیے بھی روشن کیجئے وہ چراغ بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی سِحر و آسیب و مَرض (یعنی جادو، جن بھوت کا اثر اور بیماری) تینوں کے دفع میں مُجَرَّب (یعنی آزمودہ) ہے۔ بچہ جو پیدا ہو پیدا ہوتے ہی معاً (یعنی فوراً) سب سے پہلے اس کے کانوں میں ۷ بار اَذانیں دی جائیں ۴ بار اَذان سیدھے کان میں اور تین بار تکبیر بائیں میں، اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے۔ دیر کرنے میں شیطان کا دَخْل ہوتا ہے۔ چالیس روز تک بچہ کو کسی اَناج (یعنی غلّہ) سے تول کر خیرات کیا جائے، پھر سال بھر تک ہر مہینے پر، پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر،

تیسرے سال ہر تین مہینے پر، چوتھے سال ہر چار مہینے پر، پانچویں سال بھی چار مہینے پر، چھٹے سال ہر چھ مہینے پر، ساتویں سال سے سالانہ۔ یہ تول اس لڑکی کے لیے بھی کیجئے، چوتھے سال میں ہے تو ہر چار مہینے پر تولیے، مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت سات سات بار اَذان بآوازِ بلند کہی جائے اور تین شَب (یعنی رات) کسی صحیح خواں (یعنی درست مخارج کیساتھ پڑھنے والے) سے پوری "سُوْرَۂ بقرہ" ایسی آواز سے تِلاوت کرائی جائے کہ مَکان کے ہر گوشہ (یعنی کونے) میں پہنچے، شب کو مَکان کا دروازہ "بِسْمِ اللّٰہِ" کہہ کر بند کیا جائے اور صُبح کو "بِسْمِ اللّٰہِ" کہہ کر کھولا جائے، جب پاخانہ (یعنی بیت الخلا) کو جائیں اس کے دروازہ سے باہر

"بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِث" — **اللّٰہ** تعالیٰ کے نام سے داخل ہوتا ہوں، میں ناپاک جنوں (نرومادہ) سے **اللّٰہ** تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو داہنا پاؤں پہلے نکالیں اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کہیں اور کپڑے بدلنے یا نہانے کے لیے جب کپڑے اُتاریں پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ" کہہ لیں اور قُربت (یعنی ہمبستری) کے وقت نہایت اِہتمام کے ساتھ یاد رکھیے کہ شُروعِ فعل (یعنی ابتدا کرنے) کے وقت آپ اور وہ دونوں "بِسْمِ اللّٰہِ" کہیں۔ ان باتوں کا اِلْتِزام رہے گا تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ تعالیٰ کوئی خَلَل نہ ہونے پائے گا۔

بڑا چراغ روشن کرنے کی ترکیب

عرض: حُضُور! بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے؟

ارشاد: (۱) چراغ مُعلَّق (یعنی لٹکا یا ہوا) روشن کیا جائے گا کسی چھینکے[۱] یا قِندیل[۲] میں۔

(۲) روشن کرتے وقت لَو (یعنی شعلے) کے پاس سونے کا چَھلّہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں چِلّہ ختم ہونے پر وہ مساکینِ مسلمین (یعنی مسلمان غریبوں) پر تَصَدُّق (یعنی صدقہ) کریں۔

---

[۱]: وہ جالی یا ظَرف جو کھانا وغیرہ رکھنے کے واسطے چھت میں لٹکا دیتے ہیں۔

[۲]: ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ جلا کر لٹکاتے ہیں۔

(۳) چراغ باوُضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔

(۴) مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

(۵) مریض اس کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے مگر منہ اسی کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کی لَو کو دیکھے۔

(۶) جتنی دیر تک جَلانا (یعنی چراغ روشن کرنا) منظور ہو اسی حساب سے اَعلیٰ درجہ کا پُھلَیل (پُھ۔لے۔ل) (یعنی خوشبو دار تیل) اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھیرالیں کہ تمام نُقُوش پر دورہ کر آئے پھر جُھکا کر (یعنی ترچھا) رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے "بِسْمِ اللّٰہ" کہہ کر اس طرف روشن کریں۔

(۷) اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جَلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لَو (یعنی شعلے) کے پاس سونا رکھیں۔

(۸) جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو نہ کُتّا آنے پائے نہ سوائے مریضہ کے کوئی عورت حَیض یا نِفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔

(۹) اس جگہ بیٹھ کر سب ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدرِ ضرورت آہستگی سے کہہ دیں، چَپقَلش (یعنی جھگڑا) نہ کریں، نہ کوئی لغو بے ہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

(۱۰) جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب سنگین کپڑے (یعنی موٹے کپڑے) پہنے ہوں نماز کی طرح سوا منہ کی ٹِکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اَصْلاً نہ کھلنے پائے۔

(۱۱) چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے اس کے مُوَکّل[1] اپنی حاضری کا وہی وقت مُقَرَّر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا تو ان کو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا چاہیے کہ پہلے دن قصداً (یعنی جان بوجھ کر) کچھ دیر کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اِتفاقیہ دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں کہ کسی دن چراغ روشن ہو کر اُس

[1] یعنی جن وغیرہ۔

وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

(۱۲)جب چراغ بڑھانے (یعنی بُجھانے) کا وقت آئے کوئی باوُضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اِرْجِعُوْا مَاجُوْرِیْنَ''

(۱۳)روز نیا پُھلَئِیل ڈالیں کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

(۱٤)جس کے لیے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیّت شِفا (یعنی صحت یابی کی نیت سے) ان شَرائِط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں۔

دماغی علاج کا وظیفہ

عرض: ایک صاحب کی لڑکی بِلاناغہ کچھ عرصہ سے ''سُوْرَۂ مُزَّمِّل'' شریف پڑھا کرتی تھی بلکہ قریب نِصف کے (یعنی آدھی سے تھوڑی کم) حفظ بھی تھی ان صاحبزادی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ارشاد: ''لَاحَوْل'' شریف ٦٠ بار ''اَلْحَمْد'' شریف اور ''آیَةُ الْکُرْسِی'' شریف ایک ایک بار، تینوں ''قُل'' تین بار پانی پر دَم کرکے پلائیے۔

قرآنی وظیفے سے طبیعت خراب ہونا

عرض: کیا آیاتِ قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں؟

ارشاد: جو قُیُود (یعنی شرائط) عامل بتاتے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

عرض: حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں! حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الفضائل...... الخ، باب فضائل عائشة، حدیث ۳۷۷۵، ج۲، ص ۵۵۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک

عرض : پَیراہَنِ اَقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں؟

ارشاد : رِدا (یعنی چادر)، تہبند، عمامہ یہ تو عام طور سے ہوتا تھا اور کبھی قمیص اور ٹوپی، پاجامہ ایک بار خریدنا لکھا ہے۔ پہننے کی روایت نہیں۔ (مدارج النبوۃ، باب یازدھم، ج ۱، ص ۴۷۳ ملخصاً) عورتیں بھی تہبند ہی باندھتی تھیں۔

پاجامہ پہننے والیوں کے لئے دعا

ایک بار حُضُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) تشریف لیے جاتے تھے راہ میں ایک بی بی (یعنی عورت) کا پاؤں پھسلا رُوئے مُبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صَحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کیا: حُضُور! وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ ارشاد فرمایا:

" اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُتَسَرْوِلاتِ " اے **اللہ** بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں۔

(کنزالعمال، کتاب المعیشۃ والعادات، باب ادب اللباس، حدیث ۴۱۸۳۱، ج ۱۵، ص ۱۹۷)

اور غالبًا پاجامہ تنگ تھا اس واسطے کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہبند کی طرح کُھل جانے کا اِحتمال ہوسکتا تھا۔

چربی والی موم بتی مسجد میں جلانا

عرض : موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہ چاہیے۔

جرمن کی موم بتی کا حکم

عرض : یہ جو جرمن وغیرہ غیر ولایتوں (یعنی غیر ملکوں) سے آتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: ان کا بھی وہی حکم ہے، اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے اگرچہ گائے ہو یا بکری۔ کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لائے اور کہے یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اس کا لینا حرام ہے۔

" اَلنَّصْرَانِیُّ لاَ ذَبِیْحَۃَ لَہٗ " نصرانی ذبح نہیں کرتے۔ بَخِلَاف یہودیوں کے کہ ان کے یہاں اب تک ذَبْح کرنے کا

اِہتمام ہے۔فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔" اَلْیَھُوْدِی لَا یَأْکُلُ اِلَّا مِنْ ذَبِیْحَۃَ الْیَھُوْدِی اَوِالْمُسْلِمِ"(یہودی اپنایا مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔)(فتاوی قاضی خان،کتاب الحظروالاباحۃ،ج ٤،ص ٣٦٣ ملخصاً)

نصرانی ویہودی کافر دونوں ہیں کہ ایک محبوبانِ خدا(عَزَّوَجَلَّ) کی محبت میں اور دوسرے عَداوت میں کافر ہوئے۔ قرآنِ عَظِیْم میں یہودیوں کو"مَغْضُوْب عَلَیْھِمْ" اورنصاریٰ کو" ضَآلِّیْنَ "فرمایا۔(تفسیر الطبری،سورۃالفاتحۃ،تحت الایۃ ٧، الحدیث ٢٠٠/٢١٤،ج١،ص١١١/١١٤) یہی وجہ ہے کہ آج رُوئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم[1] نہیں بخِلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بِعَیْنِہٖ یہی مثال روافض وو ہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں۔

مسافر امام کے پیچھے ایک رکعت ملی تو؟

عرض : امام مسافر کے پیچھے مُقْتَدِی مقیم کو ایک رکعت ملی تو بقیہ نماز میں قراءت کس طرح کرے؟

ارشاد : پہلے دو رکعت مثل لاحق[2] کے بغیر قراءت بقدر سُوْرَۂ فاتحہ قِیام کر کے قعدہ کرے اور پچھلی رکعت میں قراءت کرے۔(در مختارورد المحتار،کتاب الصلاۃ،باب الامارۃ،ج٢،ص٤١٤ ملخصاً)

---

[1]: فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ آیت مذکورہ میں ذِلَّتُ وَمَسْکَنَتُ کی ضرب یہود پر مطلق بیان کی گئی ہے،لیکن دوسری آیت میں یہ مُقَیَّد ہے لہذا یہ آیت اُس کی تفسیر ہوجائے گی۔اللّٰہ عزوجل ارشادفرماتا ہے ضُرِبَتْ عَلَیْہِمُ الذِّلَّۃُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ترجمہ کنزالایمان:ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں اماں نہ پائیں مگر اللّٰہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے۔(پ ٤،ال عمران ١١٢) چونکہ قرآن پاک کا اصول ہے کہ اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا (قرآن کی بعض آیتیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں) لہذا اب مطلب یہ ہوا کہ یہود لاکھ سر پٹکیں،لاکھ کوشش کریں،ہاتھ پیر ماریں،از خود اپنے بل بوتے پر قہر خداوندی کی چھاپ ہر گز نہیں مٹا سکتے۔ہاں!اگر توفیق ایزدی دستگیری فرمائے اور مومن بن کر اللّٰہ کی رسی پکڑ لیں تو یہ ذلت ورسوائی کا داغ مٹ سکتا ہے۔اگر شقاوت اَزَلی انہیں یہ سعادت حاصل نہ کرنے دے تو دوسری صورت یہ ہے کہ دنیا میں کسی کے دست نگر ہو کر ان کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیں تو یہ داغ دور ہو سکتا ہے۔لہذا اب آیت پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ان کی موجودہ سلطنت قرآنی بیان" وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ "(پ ٤،ال عمران ١١٢) کے مِصداق"غیروں" کی بیساکھیوں کے سہارے ہے۔(مقالاتِ شارح بخاری،ج١،ص١٢٤)

[2]: لاحق اس مقتدی کو کہتے ہیں کہ جو پہلی رکعت میں امام کی اقتداء کرے مگر اقتداء کے بعد اس کی کل یا بعض رکعتیں فوت ہوگئیں چاہے کسی عذر کی وجہ سے فوت ہوں یا بغیر عذر کے۔(بہار شریعت،ج١،حصہ٣،ص٥٨٨)

جماعتِ ثانیہ قائم ہونے کے وقت سنّتیں پڑھنا

عرض : جماعتِ ثانیہ جس وقت شروع ہو سُنَّتِ ظُہر اس وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا فَجْر کی سُنَّت جماعتِ ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں یا کیا؟

ارشاد : جماعتِ ثانیہ فقط جائز ہے[1]۔(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ، ج۲، ص۳۴۲ ملخصاً) اس کے لیے سُنّتیں نہ چھوڑے۔ اصل نماز جماعتِ اُولیٰ ہے جس کے لیے حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں ان کے مکانوں کو جلوا دیتا۔''

(المسند لامام احمد بن حنبل، الحدیث ۸۸۰۴، ج۳، ص۲۹۶ ملخصاً)

جماعتِ اُولیٰ کی اہمیت

ایک مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرہ مُطہرہ میں اِتّفاقاً مجھے نماز میں دیر ہو گئی۔ جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے، ارشاد فرمایا: ''عبدالقادر نماز تو ہو گئی''، تو اصل نماز جماعتِ اُولیٰ ہی ہے۔

نمازِ جنازہ میں تین صفیں بنانے کا طریقہ

عرض : نمازِ جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے اس کی ترکیب ''دُرِّمُختار و کبیری'' میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین، دوسری میں دو، اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ ہر صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے تھے۔

ارشاد: اَقَلّ درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں اور اس واسطے صفِ اَوّل کی تکمیل کر دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اِمام کے برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکرُوہِ تنزِیہی ہے اور تین کا مکرُوہِ تحریمی کیونکہ صف کامل ہو گئی اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہو گیا اور پنج وقتہ نماز میں بھی، بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا ناجائز نہیں ہے مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہو گی۔

---

[1]: اس مسئلے کی مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاوٰی رضویہ مخرجہ جلد 7 ص 54 کا مطالعہ کیجئے۔

اَیّامِ وبا میں بکرا ذبح کرنا

عرض: اَیّام وَبا میں بعض جگہ دستور ہے کہ بکرے کے داہنے کان میں "سُوْرَۂ یٰسین، شریف اور بائیں میں " سُوْرَۂ مُزَّمِّل ، شریف پڑھ کر دَم کرتے ہیں اور شہر کے اردگرد پھرا کر چوراہے پرذَبْح کرتے ہیں اور اس کی کھال دوسری زمین میں دفن کردیتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ارشاد: کھال دفن کرنا حرام ہے۔ کہ اِضاعتِ مال (یعنی مال کی بربادی) ہے اور چوراہے (یعنی چوک) پرلے جاکر ذبح کرنا جہالت اور بے کار بات ہے، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے نام پرذَبْح کرکے مَساکین کو تقسیم کردے۔

خطبۂ نکاح میں رُخ کدھر کرے؟

عرض: کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قِبلہ رُو پڑھنا چاہیے؟

ارشاد: ہاں! کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قِبلہ رُو ہونا کچھ ضرور نہیں سامِعین کی طرف منہ ہونا چاہیے۔ خطبۂ جُمُعَہ بھی تو قبلہ کی جانب پُشت کرکے پڑھا جانا مشروع ہے۔

استاذ کا بچوں سے کام لینا

عرض: مُعلِّم کی اگر تنخواہ مُقرَّر نہ ہو تو بچوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچہ کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں تنخواہ مُقرَّر ہو یا نہ ہو۔

اَمْرَد کا مِیلاد پڑھنا کیسا؟

عرض: مِیلاد خواں (یعنی میلاد پڑھنے والے) کے ساتھ اگر اَمْرَد[1] شامل ہوں یہ کیسا ہے؟

ارشاد: نہیں چاہیے۔

دُولھا کے اُبٹن مَلنا

عرض: نَوشہ (یعنی دولھا) کے اُبٹن[2] مَلنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: خوشبو ہے، جائز ہے۔

---

[1]: وہ نوعمر لڑکا، جس کو دیکھ کر شہوت آئے۔ [2]: ایک خوشبودار مسالا جو جسم کو صاف اور ملائم بنانے کیلئے مَلا جاتا ہے۔

قَصْر کرے گا یا نہیں؟

عرض: اگر بیسلپور سے بدایوں جانا ہے اور راستے میں بریلی اُترا تو قصر[1] کرے گا یا نہیں؟

ارشاد: اس صورت میں قَصْر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

وطنِ اصلی یا اِقامت

عرض: ایک شخص بریلی کا ساکن (یعنی رہائشی) مرادآباد میں دُکان کھولے اور ہمیشہ وہاں تجارت کا اِرادہ ہو اور کبھی کبھی اپنے اَہل وعِیال کو بھی لے جایا کرے اس صورت میں مرادآباد وطنِ اَصْلی ہو گا یا وطنِ اِقامت[2]؟

ارشاد: وطنِ اَصْلی نہ ہو گا، ہاں! اگر وہاں نکاح کرلے تو ہو جائے گا۔

وہابی سے نکاح پڑھوانا

عرض: اگر وہابی نکاح پڑھائے گا ہو جائے گا یا نہیں؟

ارشاد: نکاح تو ہو ہی جائے گا۔ اس واسطے نکاح نام باہمی اِیجاب وقبول[3] کا ہے۔ اگرچہ بامن (یعنی پنڈت) پڑھادے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اُس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے، لہٰذا اِحْتِراز لازم ہے۔

ولیمہ کب کرے؟

عرض: ولیمہ نکاح کی سُنَّت ہے یا زِفاف (یعنی ہم بستری) کی اور نابالغ کا نکاح ہو تو ولیمہ کب اور کس دن کرے؟

ارشاد: ولیمہ زِفَاف شبِ عروسی کی سُنَّت ہے اور نابالغ بھی بعدِ زِفَاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شبِ زِفَاف کی صُبْح کو کرے۔

---

[1]: چار رکعت والے فرض کو دو پڑھنا قصر کہلاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، حصہ۴، ص۷۴۳)

[2]: وطنِ اصلی: وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہے یا اس کے گھر کے لوگ رہتے ہیں یا وہاں سکونت کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔ وطنِ اقامت: وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔ (بہارشریعت، ج۱، حصہ۴، ص۷۵۰)

[3]: مثلاً ایک کہے میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں دیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا یہ نکاح کے رکن ہیں پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارشریعت، نکاح کا بیان، حصہ۷، ص۶، ۷)

نکاح کے بعد چُھوہارے لٹانا

عرض: نکاح کے بعد جو چُھوہارے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: حدیث شریف میں لُوٹنے کا حکم ہے اور لُٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دارقُطنی و بَیہَقِی و طَحاوِی سے مروی ہے۔ (السنن الکبری للبیھقی، کتاب الصداق، باب ما جاء النشار......الخ، الحدیث ۱۴۶۸۲/۱۴۶۸۳، ج۷، ص۴۶۹)

وَسمَہ سے تیار کیا ہوا سیاہ خضاب

عرض: خِضَاب سیاہ اگر وَسْمَہ سے ہو؟

ارشاد: وَسْمَہ [1] سے ہو یا کَتَم سے! سیاہ خِضَاب حرام ہے۔ (اشعة اللمعات، کتاب اللباس، باب الترجل، ج۳، ص۶۱۹)

سیاہ خِضاب کب جائز ہے؟

عرض: کوئی صُورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد: ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے۔ [2] (ردالمحتار، کتاب الحظروالاباحة، ج۹، ص۶۹۶)

شادی کرنے کے لئے سیاہ خِضاب لگانا

عرض: اگر جوان عورت سے مردِ ضَعِیف (یعنی بوڑھا شخص) نکاح کرنا چاہے تو خِضَاب سیاہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہوسکتا۔

کیا امام حُسین سیاہ خضاب لگاتے تھے؟

عرض: بعض کُتُب میں ہے کہ وقتِ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وَسْمہ کا خِضَاب تھا۔

ارشاد: حضرت امام حَسَن و حُسَیْن و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم خِضَاب وَسْمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مُجاہدین تھے۔

مُقیم کا قَصر پڑھنا

عرض: نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھی تو اِعادہ ہوگا یا نہیں؟

---

[1] : نیل کے پتے جن سے خضاب تیار کیا جاتا ہے۔

[2] : اس مسئلہ کی تفصیل جاننے کے لئے فتاوی رضویہ ج23 ص495 پر موجود رسالہ ''حَكُّ الْعَيْبِ فِیْ حُرْمَةِ تَسْوِيْدِ الشَّيْبِ'' کا مطالعہ کیجئے۔

ارشاد: ضرور اِعادہ ہوگا کہ سرے سے نماز ہی نہ ہوئی۔

مسجد کی زمین بیچنا

عرض: ایک گاؤں میں مسجد بالکل ویرانہ میں ہے اس کے مُتَّصِل ایک کُمْہار (یعنی مٹی کے برتن بنانے والے) کا مکان ہے مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے اِردگرد لوگ کوڑا وغیرہ ڈالتے ہیں وہ کُمْہار زمین مسجد کو خریدنا چاہتا ہے آیا اس کی بَیْع (یعنی خرید وفروخت) ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد: حرام ہے۔(الفتاوی الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادی العشر فی المسجد، ج۲، ص۴۵۷) اگرچہ زمین کے برابر سونا دے مسجد کے لیے جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قُرآنِ عَظِیْم فرماتا ہے:

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ	دنیا میں ان کے لئے رسوائی ہے اور
فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾	آخرت میں بڑا عذاب۔

(پ۱، البقرة:۱۱۴)

نمازِ جنازہ میں جلدی کرنا

عرض: نماز جنازہ کی تَعْجِیْل (یعنی جلدی کرنے) سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: غسل وکفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں، ہاں! اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ شبِ جُمُعَہ (یعنی جُمُعَہ کی رات) جس کا انتقال ہوا میّت کو تا نمازِ جُمُعَہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نمازِ جُمُعَہ میں کثرت ہوجائے، یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کُتُبِ فِقہ میں موجود ہے۔ اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عُذْر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

قبرستان میں چیونٹیوں کو مٹھائی ڈالنا

عرض: مُردَہ (یعنی میّت) کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لیے لے جانا کیسا ہے؟

ارشاد: ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح عُلَمائے کِرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور چیونٹیوں کو اس نِیّت سے ڈالنا کہ میّت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے۔ اور یہ نِیَّت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین (یعنی نیک وپارسا غریبوں) پر تقسیم کرنا بہتر ہے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اَناج تقسیم ہوتے وقت بچے اورعورتیں وغیرہ غُل (یعنی شور ہنگامہ) مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

ساس کو بشھوت ھاتھ لگانا

عرض : معمولی چھینٹ (یعنی بیل بوٹے دار کپڑا) جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں خُوشدَامن (یعنی ساس) کا پاجامہ ایسی چھینٹ (یعنی بیل بوٹے دار کپڑے) کا ہو اس پر سے اس کے جسم کو ہاتھ بشہوت لگائے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد: اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو جب تو نہیں ورنہ حُرمَتِ مُصاہرت[1] ثابت ہو جائے گی۔

(در مختار وردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج٤، ص١١٤)

نُورِ نبی کی تمنا میں انتقال کرنے والیاں

عرض : یہ جو مولود شریف کی بعض کُتُب میں لکھا ہے کہ جس رات حضرت آمنہ خاتون (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حاملہ ہوئیں دوسو عورتیں رشک وحسد سے مرگئیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد : اس کی صحت معلوم نہیں البتّہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔

اسقاط کا کفارہ

عرض : اِسْقَاط[2] کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآنِ عظیم دیا جاتا ہے اس میں کُل کَفَّارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

ارشاد : جس قدر ہدِیَّہ قرآنِ عَظِیْم کا بازار میں ہے اتنے کا کَفَّارہ ادا ہو جائے گا۔

ثَمن کا اعتبار ھوگا یا قیمت کا؟

عرض : ثَمَن[3] کے اندر عاقِدَیْن (یعنی معاملے کے دونوں فریق) مختار ہیں جتنا چاہیں طے کرلیں؟

ارشاد : یہاں کہ صدقہ دیا جارہا ہے وہی بازار کے بھاؤ (یعنی قیمت) کا اِعتبار ہوگا۔

---

[1]: مصاہرت عورت سے نکاح حرام ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اس کے ثبوت کی چند صورتیں ہیں، تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ نمبر 7، صفحہ نمبر 22 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ فرمایئے۔

[2]: وہ رقم جو فقراء ومساکین کو میت کے ذمے فرائض وواجبات کے فدیہ کے طور پر وارثوں کی طرف سے دی جائے۔(ملخصًا، فتاوٰی رضویہ مخرجہ، ج٨، ص١٦٧)

[3]: عقد یعنی سودے میں جو چیز معین نہ ہو وہ ثمن ہے (بہار شریعت، ج٢، حصہ١١، ص١٦)

خُطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا

عرض : خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سُنَّت ہے یا کیا؟

ارشاد: اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں کہ سُنَّت ہے اور بعض مَکْرُوہ بتاتے ہیں۔

(درمختارورد المحتار، کتاب الصلاۃ ،باب حکم المرقی بین ید الخطیب،ج۳،ص۴۵)

سُنّت ومکروہ میں تعارُض ہوتو؟

عرض : سُنَّت ومَکْرُوہ میں تعارُض ہوتو کیا کرنا چاہیے؟

ارشاد: ترکِ اَوْلیٰ ہے۔ جامِعُ الرَّمُوْز میں مُحِیط سے نقل کیا ہے کہ (وقتِ خطبہ عصا ہاتھ میں لینا) سُنَّت ہے اور مُحِیط ہی میں ہے کہ مَکْرُوہ ہے اسی کو ہِندِیّہ میں نقل کیا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب سادس عشرفی صلاۃ الجمعۃ، ج۱،ص۱۴۸)

دیہات میں جمعہ

عرض : دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے کے مسائل ورسائل علمانے لکھے ہیں اس سے اہلِ دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد: مذہبِ حنفی میں جمعہ وعیدین جائز نہیں (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب سادس عشرفی صلاۃ الجمعۃ، ج۱،ص۱۴۵) لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے۔ آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔ ایسی صورت میں جُہلاء جمعہ تو جمعہ ظُہر بھی چھوڑ دیں گے۔

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی ۙ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ﴿ؕ۱۰﴾ (پ ۳۰، العلق: ۹، ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھوتو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

سے خوف کرنا چاہیے۔ مولا علی کرَّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک شخص کو طُلُوعِ آفتاب کے وقت نَفْل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا جب وہ پڑھ چکا تو مسئلہ تعلیم فرمادیا۔ (روح المعانی، جز ۳۰، ص۵۶۸ باختصار)

حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانا

عرض : حُضُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی قسم کھا کر خِلاف کرنے سے کفَّارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ (الفتاوی الهندية، کتاب الایمان، الباب الاول......الخ، ج۲، ص۵۱)

عرض: حُضُور کی قسم کھانا جائز ہے؟

ارشاد: نہیں۔

عرض: کیا بے ادبی ہے؟

ارشاد: ہاں۔

گلے میں تانبے یا پیتل کا خِلال لٹکانا

عرض: خِلال (یعنی دانت کریدنے کا آلہ) تانبے پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے؟

ارشاد: ناجائز ہے کیونکہ یہ تَعلِیق (یعنی پہننے) کے حکم میں ہے۔ ویسے جائز ہے اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسے ہی سونے چاندی کے ظُرُوف (یعنی برتنوں) میں کھانا ناجائز ہے اور گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی، ہاں! ڈورا باندھ سکتا ہے۔

اجنبیہ جوان عورت کے سلام کا جواب

عرض: جوان غیر مَحْرم عورت کے سلام کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟

ارشاد: دل میں جواب دے۔ (فتاوی قاضی خان، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی التسبیح، ج ٤، ص٣٧٧)

نامَحرَم کو سلام بھیجنا

عرض: اگرچہ غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے؟

ارشاد: یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ع

بساکیں "آفت" از گفتار خیزد

(کبھی کبھی بات چیت سے بھی آفت برپا ہوتی ہے۔ت)

سنّتِ فجر کب پڑھے؟

عرض: سُنَّتُ الْفَجر اَوَّل وقت پڑھے یا مُتَّصِل فرضوں کے؟ (یعنی فرضوں سے کچھ پہلے)

ارشاد: اوّل وقت پڑھنا اَوْلیٰ ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے جب صبح اُٹھتے ہی وہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کُھل جاتی ہے اور وُضو کے بعد دوسری اور جب سُنّتوں کی نیّت باندھی تیسری بھی کُھل جاتی ہے۔(صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب عقد الشیطان، حدیث ۱۱۴۲، ج۱، ص۳۸۷ ملخصاً) لہٰذا اوّل وقت سُنّتیں پڑھنا اَوْلیٰ ہے۔

سنّت پڑھے بغیر نمازِ ظہر کی امامت کروانا

عرض: ظُہر کے وقت بغیر سُنّت پڑھے اِمامت کر سکتا ہے؟

ارشاد: بِلاعُذْر نہ چاہیے۔

جمعہ کی سنّتیں چھوٹ جائیں تو کب پڑھے؟

عرض: سُنّتِ جُمُعَہ اگر خطبہ شروع ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بعد نماز جُمُعَہ پڑھے یا نہیں؟

ارشاد: پڑھے اور ضرور پڑھے۔(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ، مطلب ھل الاساءۃ......الخ، ج۲، ص۶۱۹)

کبوتروں کو دانہ دینے کے لئے پیسے کاٹنا

عرض: بعض جگہ دستور ہے کہ مسلمان ہِندُو کی آڑھت[1] میں مال فروخت کرتا ہے اور اس صورت میں ہِندُو کو کمیشن دینا پڑتا ہے اور وہ لوگ کمیشن کے ساتھ چار آنے (یعنی ہندوستان کا ایک پرانا سکّہ) سَینکڑہ (یعنی ایک سو پر) اس بات کا لیتے ہیں کہ اس رقم کا اناج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا یہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر جانوروں کے لیے لیں کچھ حرج نہیں، البتہ بُت وغیرہ کے لئے ناجائز ہے۔

دستِ غیب وکیمیا

عرض: ''دستِ غیب'' و ''کیمیا'' حاصل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: ''دستِ غیب'' (یعنی بغیر کسی ظاہری ذریعے کے حاصل ہونے والی رقم) کے لیے دعا کرنا مُحالِ عادی کے لیے دعا کرنا ہے جو مِثْلِ مُحالِ عقلی و ذاتی کے حرام ہے اور ''کیمیا'' (یعنی رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنانے کا گُر) تَضْیِیعِ مال (یعنی مال کو ضائع

---

[1]: دکان یا کوٹھی جہاں سوداگروں کا مال کمیشن لے کر بیچا جاتا ہے۔

کرنا) ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ کَبَاسِطِ کَفَّیۡهِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ﴿جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہوا اور وہ پانی یوں اُسے پہنچنے والا نہیں﴾ وَشْتِ غَیْب جو قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے:

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو **اللہ**(عزّوجلّ) سے ڈرے اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (پ ۲۸، الطلاق: ۲، ۳)

" یَتَّقِ اللّٰهَ " (یعنی اللہ عزّوجلّ سے ڈرنے) پر عمل نہیں ورنہ حقیقتاً سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔

دُعا کی برکت

میرے ایک دوست مدینہ طیبہ کے رہنے والے اُن کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپے کی طلب تھی۔ بدھ کے روز یہاں سے ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کو ڈاک کے جہاز میں روانہ ہوجاتی تھی۔ پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا، دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں۔ وہ دن بھی ختم ہوا۔ نماز مغرب پڑھ کر، اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپے کی کوئی سبیل نہیں ہوئی، میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حُضور ہی میں بھیجنا ہیں عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حَسَنَین میاں ﴿اعلیٰ حضرت مدظلہ کے بھتیجے﴾ نے آواز دی "سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں۔" میں باہر آیا اور ملاقات کی، چلتے وقت اکیاون روپے انہوں نے دیئے حالانکہ ضرورت صرف پچاس روپے کی تھی۔ یہ اِکْیاوَن روپے یوں تھے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا، غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔

مُؤَلِّف: یہ ہے " یَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ " (اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو)

خلافِ شریعت بات کی تاویل

عرض: بعض اَکابراَوْلیائے کِرام سے کچھ کلمات ایسے صادر ہوئے جو بظاہر خِلافِ شَرِیْعَت ہیں اس میں ان کو معذور رکھا جاتا ہے اور ان کلمات کی تاوِیل کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اس زمانہ میں ایسے اَلفاظ کہے اس کو معذور کیوں نہیں رکھا جاتا؟

ارشاد: اگر اس کی وِلایَت ثابت ہوجائے تو اس کو بھی معذور رکھا جائے گا۔

ثبوتِ ولایت کا طریقہ

عرض: ثُبُوتِ وِلَایَت کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد: اِطْبَاق ائمہ کا، علماء کا، جُمہور کا، سوادِ اَعْظَم کا۔ سوادِ اَعْظَم (یعنی اہلسنّت) جس کو ولی مان رہا ہے وہ بے شک ولی ہے۔ اور اگر یہ شرط نہ لگائی جائے بلکہ جس کسی کو بھی خلافِ شریعت الفاظ بکتے سنئے اس کو معذور رکھیئے تو ہر شرابی، ہر بَھنگڑ (یعنی بھنگ پینے والا) جو چاہے گا بک دے گا اور کہہ دے گا کہ ہم نے حالتِ سُکْر (یعنی نشے کی حالت) میں ایسا کہا، شریعت بالکل مَعْدُوم ہو جائے گی۔

سُورتوں کو اُلٹا پڑھنا

عرض: بعض وَظَائف میں آیات اور سُوْرَتوں کا مَعکُوس (یعنی اُلٹا) کر کے پڑھنا لکھا ہے۔

ارشاد: حرام اور اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے۔ یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا اس کی نِسبت تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) اس کے قَلْب کو اُلٹ دے۔'' نہ کہ آیات کو بالکل مَعْکُوس کر کے مُہْمَل (یعنی بے معنی) بنا دینا۔

غیر مُسْتَنَد وَظَائف

عرض: حُضُور! پھر صُوفِیَائے کِرَام کے وَظَائِف میں یہ اَعْمَال کیونکر داخل ہوئے؟

ارشاد: اَحادِیث جن کے ''منقول عنہ'' حُضُور اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، ان میں کس قَدَر مَوضُوعات ہیں!

﴿اسی سلسلہ میں فرمایا کہ﴾ جاہلوں میں اَسْمَائے حُسنٰی کی قُوَّت بڑھانے کے واسطے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے۔ کہ مثلاً یَا عَزِیْزُ تَعَزَّزْتَ فِیْ عِزَّتِكَ وَالْعِزَّةُ فِیْ عِزَّةِ عِزَّتِكَ یَا عَظِیْمُ تَعَظَّمْتَ فِیْ عَظَمَتِكَ وَالْعَظَمَةُ فِیْ عَظَمَةِ عَظَمَتِكَ (اے سب پر غالب! تو اپنی بڑائی میں مضبوط ہے، اور بڑائی تو تیری طاقت کی مضبوطی میں ہے۔ اے سب سے عظیم! تو اپنی شان وعظمت پر فخر فرماتا ہے اور اصل شان وشوکت تو تیرے وقار کی بڑائی میں ہے۔) خیر یہاں تک تو صحیح تھا، آگے اس کے یہ ہے: یَا مُذِلُّ تَذَلَّلْتَ فِیْ ذِلَّتِكَ وَالذِّلَّةُ فِیْ ذِلَّةِ ذِلَّتِكَ یَا خَافِضُ تَخَفَّضْتَ فِیْ خَفْضَتِكَ وَالْخَفْضُ فِیْ خَفْضِ خَفْضَتِكَ۔ (اے مذل تو نے اپنے کمزور ہونے میں عاجزی اختیار کی اور ذلیل ہونا تو تیری وقعت کے حقیر ہونے میں ہے۔ اے آسودہ حال! تو اپنی آسودگی میں آسودہ ہے

اورآسودگی تو تیری آسودہ حالی کی آسودگی میں ہے۔) اب کہیے کہ یہ کفر ہوا یا نہیں؟ لیکن وہ کافر نہ ہوئے، اس واسطے کہ ان کو شیطان نے بہکا دیا ان کو اس عربی عِبارت کا ترجمہ نہیں معلوم۔ ﴿پھر فرمایا:﴾ صُوفِیائے کرام فرماتے ہیں:

"صوفی بے علم مسخرہ شیطان است"

(بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔ت)

بغیر فقہ کے عابد بننے والا

حدیث میں ارشاد ہوا: "اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ" (کنزالعمال، کتاب العلم، الباب الاول فی الترغیب فیہ، حدیث ۲۸۷۰۵، ج۱۰، ص۶۱) بغیر فقہ کے عابد بننے والا، عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی، عابد بنتا ہے وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا۔ کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔

دیدارِ الٰھی کا دعویٰ کرنے والا

ایک صاحِب اَوْلِیائے کرام میں سے تھے قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمْ۔ انہوں نے ایک صاحبِ رِیاضت ومُجاہدہ کا شُہرہ سنا۔ ان کے بڑے بڑے دعاوے سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا: "یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے؟" عرض کی: مجھے دیدارِ الٰہی روز ہوتا ہے ان آنکھوں سے، سمُندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔ اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دِیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) دنیا میں بحالتِ بیداری ان آنکھوں سے مُحال ہے سوائے سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (النبراس شرح شرح العقائد ص۱۶۹) اور حُضُور کو بھی، "فَوْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْعَرْشِ" ﴿دنیا نام ہے سماوات وارض کا﴾ دِیدار ہوا، خیر اُن بُزُرگ نے ایک عالِم صاحب کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمُندر پر بچھاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: بے شک سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ اِبْلِیْسَ لَیَضَعُ عَرْشَہٗ عَلَی الْبَحْرِ" شیطان اپنا تخت سمُندر پر بچھاتا ہے۔

(کنزالعمال، کتاب الایمان والاسلام، الحدیث ۱۲۸۶، ج۱، ص۱۴۰)

انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا، اُسی کی عبادت کرتا رہا، اُسی کو سجدے کرتا رہا کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

شیطانی لگام

سیّدی ابوالحسن جُوسَقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں حضرت سیّدی ابوالحسن علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور آپ خلیفہ ہیں حُضُور سیّدنا غوث اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، آپ نے اپنے ایک مُرید کو رمضان شریف میں چِلّے میں بٹھایا، ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا: ''کیوں روتے ہو؟'' عرض کیا: ''حضرت شبِ قدْر میری نظروں میں ہے، شجر و حجر اور دیوار و دَر سجدہ میں ہیں، نور پھیلا ہوا ہے میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں، ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس سے میں سجدہ نہیں کرسکتا اس وجہ سے روتا ہوں۔'' فرمایا: ''اے فرزند! وہ سلاخ نہیں وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے شبِ قدْر وغیرہ کچھ نہیں۔'' عرض کی: حُضُور! میری تَشَفّی کے لیے کوئی دلیل ارشاد ہو۔ فرمایا: ''اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجا (یعنی آہستہ آہستہ) سمیٹو۔'' سمیٹنا شروع کیا جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مُبدل بہ ظلمت (یعنی روشنی اندھیرے میں تبدیل) ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہوگیا۔ آپ کے ہاتھوں میں سے شور و غُل ہونے لگا، حضرت مجھے چھوڑ دیجئے میں جاتا ہوں تب ان مُرید کی تَشَفّی ہوئی۔

﴿پھر فرمایا:﴾ ''بغیر علم کے صُوفی کو شیطان کچّے تاگے کی لگام ڈالتا ہے۔''

شیطان کا تخت

ایک حدیث میں ہے: بعد نمازِ عَصْر شیاطین سُمندر پر جمع ہوتے ہیں۔ ابلیس کا تخت بچھتا ہے، شیاطین کی کارگُزاری پیش ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس نے اتنی شرابیں پلائیں، کوئی کہتا ہے: اس نے اتنے زِنا کرائے۔ سب کی سُنیں کسی نے کہا: اس نے آج فُلاں طالبِ علم کو پڑھنے سے باز رکھا۔ سنتے ہی تخت پر سے اُچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگایا اور کہا: اَنْتَ اَنْتَ تو نے کام کیا، تو نے کام کیا، اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی! ابلیس بولا: تمہیں نہیں معلوم، جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے۔ اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔ بتاؤ! وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طُلوعِ آفتاب شیاطین کو لیے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی (یعنی پوشیدہ) رہے اور یہ انسان کی شکل بن کر

رستہ پر کھڑا ہوگیا، عابد صاحِب تہجد کی نماز کے بعد نمازِ فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستہ میں ابلیس کھڑا ہی تھا۔ سلام علیکم، وعلیکم السلام ۔حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے؟ عابد صاحِب نے فرمایا: ''جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے۔'' اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی شیشی نکال کر پوچھا: **اللہ** تعالیٰ قادِر ہے کہ اِن ''سمٰوات وارض'' (یعنی آسمان وزمین) کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کردے؟ عابد صاحب نے سوچا اور کہا: ''کہاں آسمان وزمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی!'' بولا: ''بس یہی پوچھنا تھا، تشریف لے جایئے۔'' اور شیاطین سے کہا: ''دیکھو میں نے اس کی راہ ماردی اس کو **اللہ** کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔''

طُلُوعِ آفتاب کے قریب عالِم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم وعلیکم السلام مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''پوچھو! جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے۔'' اس نے وہی سوال کیا۔ فرمایا: ''مَلْعُون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے اَرے وہ قادِر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان وزمین داخل کردے۔''

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللہ** ہر چیز پر قادر ہے. (پ ۱، البقرۃ: ۱۰۹)

عالِم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا: دیکھا! یہ علم ہی کی برکت ہے۔

عورتوں کی مِسواک

عرض: عورتوں کے لیے مِسواک کیسی ہے؟

ارشاد: اُن کے لیے اُمُّ الْمُؤمنین حضرت عائشہ صدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سُنَّت ہے لیکن اگر وہ نہ کریں تو حرج نہیں۔ ان کے دانت اور مسوڑھے بہ نسبت مردوں کے کمزور ہوتے ہیں مِسّی (یعنی ایک قسم کا منجن) کافی ہے۔

بَیْعَانہ ضَبط کرنا

عرض: بَیْعانہ کی نسبت کیا حکم ہے؟

ارشاد : بَیعانہ (یعنی کل رقم کا کچھ حصہ جو تکمیلِ معاملہ سے پہلے بطورِ پیشگی دیا جائے) آج کل تو یوں ہوتا ہے کہ اگر خریدار بعد بَیعانہ دینے کے نہ لے تو بَیعانہ ضبط اور یہ قطعاً حرام ہے۔

مرنے کے بعد مصنوعی دانت نکالنا

عرض: مرنے کے بعد مَصْنُوعی دانت نکالنا چاہئیں یا نہیں؟

ارشاد : نکال لینا چاہیے اگر کوئی تکلیف نہ ہو اور اس کے ٹوٹے ہوئے دانت کفن میں رکھ دیئے جائیں۔

فرضوں کی جماعت میں نفل پڑھنے والے کا کھڑا ہونا

عرض: ایک صف فرض پڑھ رہی ہے، درمیان میں ایک شخص بہ نِیّت نفل ہے۔ ان کی نماز میں کوئی خرابی ہے یا نہیں؟

ارشاد : کوئی حرج نہیں۔

عرض: کیا قَطْعِ صف نہیں؟

ارشاد : نہیں۔

عرض: حالانکہ اُس کی نماز اور ہے اور اُن کی اور!

ارشاد : اُس کی نماز اور نہیں، فرض مشتمل ہے مطلق نماز کو اور مطلق نماز نَفْل بھی ہے، نَفْل ہر نماز میں داخل ہے ہاں اگر وہ لوگ آج کی ظُہر پڑھ رہے ہوں اور یہ کل کی ظُہر کی نِیّت سے امام کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ تو اب اس کی نماز نہ ہوگی کہ اس کی نماز اور ہے اور امام کی اور۔ کل کی ظُہر آج کی ظُہر میں داخل نہیں۔

دو آدمیوں کا جماعت کروانا

عرض: ایک شخص وُضو کر رہا تھا اور دو آدمی باوُضو تھے یہ خیال کر کے کہ وہ وُضو کر کے شامل ہو جائے گا۔ ایک شخص امام بن کر آگے کھڑا ہو گیا اور دوسرا تنہا پیچھے لیکن وہ شخص وُضو کر کے شامل ہی نہ ہوا۔ اب ان دونوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

ارشاد : نماز تو ہو گئی لیکن امام اور مُقتدِی دونوں نے غلطی کی اور خلافِ سُنَّت کیا، چاہئے تھا امام اور مُقتدِی دونوں برابر کھڑے ہوتے۔ جب وہ وُضو کر کے آتا مُقتدِی پیچھے ہٹ آتا یا امام آگے بڑھ جاتا۔

﴿پھر فرمایا:﴾ اس غلطی میں عوام تو عوام علماء مُبتلا ہیں۔ حالتِ موجودہ کا اعتبار ہے غیب کا کیا علم ممکن ہے کہ وہ وُضو کرتے ہی میں مرجائے اور کوئی عذر پیش آجائے۔

دو عورتوں کے بیچ میں سے نکلنا

عرض: دو عورتوں کے بیچ (یعنی درمیان) میں سے نکلنے کی مُمانعت کی کیا وجہ ہے؟

ارشاد: دو عورتوں کے بیچ میں سے نکلنے کو منع فرمایا۔(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی مشی النساء......الخ، الحدیث ۵۲۷۳، ج۴، ص ۴۷۰) عورتوں کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا۔

﴿پھر فرمایا:﴾ ایک عورت تین مردوں کی نماز فاسِد کرتی ہے۔ایک وہ جو داہنی طرف ہو، ایک وہ جو بائیں طرف ہو اور ایک وہ جو پیچھے ہو اور دو عورتیں کم سے کم چار کی دو داہنے بائیں اور دو وہ جو اُن کے پیچھے ہیں اور تین عورتیں دو داہنے بائیں مردوں کی نماز فاسد کرتی ہیں اور اپنے پیچھے ہر صف میں سے تین تین آدمیوں کی جو اُن کے محاذات (یعنی سیدھ) میں ہوں۔اور اگر چار عورتیں ہیں تو دو مردوں کی تو دائیں بائیں نماز فاسد کریں گی اور ان کے پیچھے اگر لاکھ صفیں ہوں تو سب کی نماز فاسِد اگرچہ محاذات نہ ہو۔آخر کچھ تو اثر ہے جو اتنی نمازیں فاسد ہوتی ہیں اسی وجہ سے دو عورتوں کے درمیان نکلنے سے منع فرمایا۔

جماعت میں عورت کا شامل ہونا

عرض: کچھ مرد آگے ہیں ان کے پیچھے عورتیں اور ان کے پیچھے ایک دیوار ہے اس دیوار کے پیچھے جو لوگ کھڑے ہوں، اُن کی نماز کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: اگر دیوار اتنی نیچی ہے کہ سینہ یا سر دکھائی دے جب بھی محاذات ہے اور مردوں کی نماز فاسد۔

عرض: اگرچہ عورتیں ضَعِیفہ ہوں؟

ارشاد: ضَعِیفہ (یعنی بوڑھی) ہوں یا قَوِیّہ (یعنی جوان) عورتوں کو مسجد میں جانا ہی منع ہے۔

عورتوں کے لئے نماز کی بہتر جگہ

حدیث میں ارشاد فرمایا: ''عورت کی نماز اپنے تہہ خانہ میں بہتر ہے کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے اور اس کی کوٹھڑی

میں نماز بہتر ہے، دالان میں نماز پڑھنے سے اور اس کی نماز دالان میں بہتر ہے صحن میں نماز پڑھنے سے۔''

(کنزالعمال، کتاب الصلوۃ، الفصل فی حکم خروج النساء، حدیث ٢٠٨٦٥، ج٧، ص٢٧٦ ملخصًا)

﴿پھر فرمایا:﴾ مسجد اور جماعت کی حاضری عورتوں کو مُعاف ہے بلکہ ممنوع ہے۔

(در مختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج٢، ص٣٦٧، فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، ج١، ص ٣٧٦)

مرد کہاں کھڑے ہوں؟

عرض: ایک صف مردوں کی پوری کھڑی ہے اور ان کے پیچھے عورتیں ہیں اب اور مرد بعد میں آنے والے کہاں کھڑے ہوں؟

ارشاد : اگر یہاں جگہ نہیں تو نماز باطل ہوگی، دوسری مسجد میں پڑھیں۔

امام کوئی آیت بھول جائے تو!

عرض: اگر امام نے دو آیتیں پڑھیں اور بھول کر اور جگہ کی ایک آیت پڑھ دی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

ارشاد : ہوگئی۔ (الفتاوی الھندیہ، کتاب الصلاۃ، الفصل الخامس فی زلۃ القاری، ج١، ص ٨٠ ملخصاً)

طوائف کا روپیہ مسجد میں لگانا

عرض: رنڈیوں (یعنی طوائفوں) کا روپیہ مسجد کی خدمت میں صَرْف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد : نہیں، مسجد کے لیے مال حلال طیّب ہو۔

صفوں کے درمیان اونچی دیوار ہو تو؟

عرض: اگر دیوار اس قدر اُونچی ہو کہ عورتوں کے سر دکھائی نہیں دیتے تو اب امام کا رُکوع و سجود بھی ان لوگوں پر جو دیوار کے پیچھے ہیں مخفی (یعنی پوشیدہ) ہو جائے گا تو اِقْتِدَا (یعنی امام کے پیچھے نماز) کیوں کر صحیح ہوگی؟

ارشاد : آواز پہنچے گی۔

قرض وُصُول کرنے کے اَخراجات لینا

عرض: قرض وُصول کرنے میں جو خرچ ہو وہ مقروض (یعنی قرض دار سے) لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : ایک حَبّہ (یعنی ذرا سا بھی) نہیں لے سکتا۔

اولیائے کرام کی شان

مُؤَلِّف : دوسری بار کی حاضری میں جو اِنعامات سرکار سے پائے ان کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وہ خود اپنے مہمانوں کی مدد فرماتے ہیں اور حُضُور تو حُضُور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حُضُور کی اُمّت کے اَوْلیائے کِرام کی بھی یہی شان ہے۔''

حضرت سیّدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مجلسِ میلاد مصر میں ہوتی ہے۔ مزار مُبارک پر آپ کی وِلادت کے دن ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا مِیلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی اِلْتِزام (یعنی پابندی) کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے۔ اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے، کئی ورقوں میں اس مجلس کے حالات بیان کیے ہیں۔ مجلس تین دن ہوتی ہے، ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہوگئی، یہ ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہوجاتے تھے۔ اس دفعہ آخری دن پہنچے جو اَوْلیائے کِرام مزار مُبارک پر مُراقِب (یعنی مراقبہ کرنے والے) تھے، انہوں نے فرمایا: کہاں تھے دوروز سے؟ حضرت مزار مُبارک سے پردہ اُٹھا اُٹھا کر فرماتے ہیں: عبدالوہاب آیا؟ عبدالوہاب آیا؟ (الطبقات الکبری للشعرانی، ج ۱، ص ۲۵۸ ملخصًا) انہوں نے فرمایا: ''کیا حُضُور کو میرے آنے کی اِطّلاع ہوتی ہے؟'' انہوں نے فرمایا: اِطّلاع کیسی؟ حُضُور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزِل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا اِرادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں، اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا **اللّٰہ** تعالیٰ مجھ سے سوال فرمائے گا۔

﴿پھر فرمایا:﴾ ان پر خاص توجُّہ تھی اور ان کو بھی خاص نیاز مندی تھی، اسی وجہ سے حضرت کو ان سے خاص محبت تھی۔ حدیث میں ہے: جو کوئی دریافت کرنا چاہے کہ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے یہاں اس کی کس قدر قدْر ومَنْزِلَت ہے، وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی کس قدَر، قدْر ومَنْزِلَت ہے اتنی ہی اس کی **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے یہاں ہے۔ (کنز العمال، کتاب الاذکار، باب الاول فی الذکر وفضیلتہ، حدیث ۱۸۷۳، ج ۱، ص ۲۲۲ ملخصًا) حضرت سیدی عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں، حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا اس مجمع میں چلے آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ وَالثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ پہلی نظر تیرے لئے ہے اور دوسری تجھ پر، یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ (مشکوۃ ۲، ص ۲۶۹۔ باب النظر الی المخطوبۃ) خیر! نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے، ارشاد فرمایا: عبدالوھاب! وہ کنیز پسند ہے؟ عرض کی: ہاں! اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہئے، ارشاد فرمایا: اچھا! ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں! معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار

اقدس کی نذر کی، خادِم کو اشارہ ہوا، انہوں نے آپ کی نذر کردی۔ ارشاد فرمایا: عبدالوھاب! اب دیر کاہے کی؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔[1]

حیاتِ انبیاء اور حیاتِ اولیاء میں فرق

عرض: اَنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اَوْلِیائے کِرام کی حیاتِ بَرْزَخیہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: اَنبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حِسّی دُنیاوی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ، الحدیث ۱۶۳۷، ج۲، ص ۲۹۱) ان پر تصدیقِ وَعْدَۂ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ (ملخصاً حاشیۃ الصاوی، پ۳، ال عمرٰن تحت الآیۃ: ۱۸۵، ج۱، ص ۳۴۰) اِس حیات پر وہی اَحکامِ دنیویہ ہیں۔ ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی اَزْواج کو نکاح حرام نیز اَزْواجِ مُطَہَّرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قُبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ (زرقانی علی المواھب، النوع الثانی فی وصفہ تعالی، ج۸، ص ۳۵۸) علما، شُہداء کی حیاتِ بَرْزَخیہ (یعنی عالَمِ برزخ کی زندگی) اگرچہ حیاتِ دنیویہ (یعنی دنیوی زندگی) سے افضل و اَعلیٰ ہے مگر اس پر اَحکامِ دنیویہ جاری نہیں۔ اور ان کا ترکہ تقسیم ہوگا، ان کی اَزْواج عِدَّت کریں گی۔

(زرقانی علی المواھب اللدنیۃ، النوع الرابع، ج۷، ص۳۶۴، ۳۶۵)

قبر والا آنے والے کو پہچانتا ہے

اور حیاتِ بَرْزَخیہ کا ثُبوت تو عوام کے لیے بھی ہے۔ حدیث میں ہے: مثل مؤمن کی اس طَائر (یعنی پرند) کی طرح جو قَفَس (یعنی پنجرے) میں ہے کہ جب تک وہ قَفَس میں ہے اس کی اُڑان (یعنی پرواز) اسی تک ہے اور جب اس سے آزاد ہوا

---

[1] اس حکایت میں تاجر نے خادمِ مزار کو اور خادمِ مزار نے حضرت سیدی عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کنیزِ شرعی ہبہ کی، اور کنیزِ شرعی کو ہبہ کرنا (یعنی تحفۃً دینا) شرعاً درست ہے، بخاری شریف میں ہے: ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ایک کنیز آزاد کردی تھی، جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو فرمایا: کاش تم اپنے ماموؤں کو ہبہ کردیتیں تو زیادہ ثواب ملتا۔ (بخاری ج۲ص۱۷۳حدیث۲۵۹۲) نیز لونڈی (کنیز) سے بغیر نکاح کئے ہم بستری کرنا قرآن پاک کی رو سے جائز ہے، قرآن پاک میں ہے: وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۳۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں۔ (پ:۲۹ المعارج: ۳۰) مگر یاد رہے کہ فی زمانہ کنیز شرعی دستیاب نہیں ہے۔ (ماخوذ من ''معارفِ رضا'' ص۱۱۹، سالنامہ، صفر المظفر ۱۴۲۸ھ، مارچ 2008ء)

تو اس کی اُڑان کتنی ہوگی۔(کشف الخفاء،الحدیث ١٣١٦،ج١، ص٣٦٣ ملخصاً) **بعد مرنے کے سَمع، بَصَر، اِدْراک (یعنی دیکھنا، سننا اور سمجھنا) عام لوگوں کا یہاں تک کہ کُفّار کا زائد ہو جاتا ہے اور یہ تمام اَہلِ سُنَّت و جماعت کا اِجماعی عقیدہ ہے۔**

اور اَحادِیث صحیحہ سے ثابت ہے جو خِلاف کرے گُمراہ ہے کہ جس کسی کی قبر پر آدمی جاتا ہے اگر صاحبِ قبر اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچانتا ہے اور اس سے تَسلّی پاتا ہے اس کی آواز بلکہ اس کی پَہچَل (یعنی قدموں کی آہٹ) سنتا ہے اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اِتنا ضرور جانتا ہے کہ ایک مسلمان میری قبر پر آیا ہے۔(کنز العمال، کتاب الموت، الحدیث ٤٢٣٧٢/٤٢٥٤٩، ج١٥، ص٢٥٤/٢٧٢ ملخصاً) اگر کسی زندہ شخص کو اِتنے من مٹی میں دبا دیا جائے تو اس کے اُوپر اگر توپ بھی چھوڑی جائے جب بھی نہ سُنے گا۔ تو ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد سَمع و بَصَر و اِدْراک بڑھ جاتا ہے۔

بچے کی زبان پر شیطان کا بولنا

عرض: حُضُور! بعض جگہ بچّہ پیدا ہوتا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ میں فُلاں جگہ پیدا ہوا تھا اور تمام نشانیاں ظاہر کرتا ہے؟

ارشاد: "اَلشَّیطَانُ یَنطِقُ عَلٰی لِسَانِہٖ" (شیطان اس کی زبان پر بولتا ہے۔) اس کا شیطان اس بچّہ کے شیطان سے پوچھ رکھتا ہے وہی بیان کرتا ہے تاکہ لوگ گمراہ ہوں کہ او ہو یہ تو آواگون[1] ہو گیا۔ مسلمان کا ہمزاد[2] مُقیَّد کر لیا جاتا ہے اور کافر کا بُھوت ہو جاتا ہے۔

فرشتے ایصالِ ثواب کرتے ہیں

جب کام کے واسطے لوگ دنیا میں بھیجے جاتے ہیں ان کے ساتھ کِرَاماً کاتِبین[3] اور شیاطین ہوتے ہیں۔ جب اِنسان مرجاتا ہے کراماً کاتبین عرض کرتے ہیں کہ اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) ہمارا کام ختم ہو گیا، وہ شخص دارِ اَعمال (یعنی دنیا) سے نکل گیا، اجازت دے کہ ہم آسمان پر آئیں اور تیری عبادت کریں۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے آسمان بھرے ہیں عبادت کرنے والوں سے کچھ حاجت تمہاری نہیں۔ عرض کرتے ہیں: اِلٰہی (عَزَّوَجَلَّ) ہمیں زمین میں جگہ دے۔ ارشاد ہوتا ہے: میری زمینیں بھری ہیں عبادت کرنے والوں سے تمہاری کچھ حاجت نہیں۔ عرض کرتے ہیں: "اِلٰہی (عَزَّوَجَلَّ) پھر ہم کیا کریں؟" ارشاد ہوتا ہے: "میرے بندے کی قبر کے سرہانے قِیامت تک کھڑے رہو اور تَسبِیح وَتَقدِیس کرتے رہو، اس کا ثواب میرے بندے کو بخشتے رہو۔" (شعب الایمان، باب فی صبرالمصائب، فصل فی ذکرمافی الاوجاع ......الخ، الحدیث ٩٩٣١، ج٧، ص١٨٤ ملخصًا)

---

[1]: ہندوؤں کا عقیدہ کہ روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے اور یہ باطل ہے۔
[2]: وہ شیطان جو ہر انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔
[3]: وہ دو فرشتے جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

اچھی باتوں کا فائدہ اور بری باتوں کا نقصان

﴿پھر فرمایا:﴾ اچھی باتیں مثلاً "سُبحٰنَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَر" ان کا اُخروی نفع تو یہ ہے کہ ہرکلمہ سے ایک پیڑ (یعنی درخت) جنّت میں لگایا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ،الحدیث ۳۸۰۷،ج ٤، ص ۲۵۲) اسی کو فرمایا جاتا ہے:

وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ اَمَلًا ۝ ترجمۂ کنزالایمان: اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے ربّ کے یہاں بہتر اور وہ اُمید میں سب سے بھلی۔ (پ ۱۵،الکہف:٤٦)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ مَّرَدًّا ۝ ترجمۂ کنزالایمان: اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے ربّ کے ہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا انجام۔ (پ ١٦،المریم:٧٦)

اور فی الحال ان کا نفع یہ ہے کہ وہ کلمات منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع (یعنی جمع) رہتے ہیں قِیامت تک تَسبِیح وتَقدِیس کریں گے اور اپنے قائل کے واسطے مَغفِرت مانگیں گے۔ اسی طرح کلماتِ کُفر منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں، قِیامت تک تَسبِیح وتَقدِیس کریں گے اور اپنے قائل پر لَعنت کرتے رہیں گے۔

اونچی جگہ پر قرآن پاک رکھا ہو تو اس طرف پاؤں کر سکتے ہیں؟

عرض: ایسی الماری جو چھت سے لگی ہوئی ہے اُس کے اوپر کے درجے (یعنی حصے) میں قرآن شریف رکھا ہے اب اس کی طرف پیر کر کے سو سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: جب پاؤں کے مُحاذات (یعنی برابر کے مقام) سے بہت بُلند ہے تو حرج نہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، ج۵،ص۳۲۲)

شراب بیچنے والے کو چیز فروخت کرنا

عرض: شراب بیچنے والے کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر شراب بیچنے والا مسلمان ہے اور اس کے پاس سوائے شراب کی آمدنی کے اور کچھ نہیں تو اسے کوئی چیز بیچنا حرام ہے[1] اور اگر کافر ہے یا اس کے پاس سوائے اس کے اور بھی آمدنی ہے تو جائز ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج۹،ص ٦٣٥ ملخصًا) کُفّار کے لیے شراب اور خنزیر ایسے ہیں جیسے ہمارے لیے سرکہ اور بکری "کَالۡخَلِّ وَالشَّاۃِ لَنَا"

(الھدایۃ، کتاب البیوع،الجزء الثالث،ص٧٨ ملخصًا)

[1] یعنی جب کہ وہ قیمت اسی مال حرام سے دے اور اگر اس نے کسی سے مال حلال قرض لیا ہے اور مال حلال کے عوض اس سے کچھ خریدتا ہے تو بیچنے میں حرج نہ ہوگا۔ ۱۲ مؤلف غفرلہ

طوائف کو مکان کرایہ پر دینا

عرض: رَنڈی (یعنی طوائف) کومکان کرایہ پر دینا جائز ہے یانہیں؟

ارشاد : اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں، رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں، باقی رہا اس کا زِنا کرنا یہ اُس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔[1]

کیا عِلاج کرنا سنّت ہے؟

عرض: علاج کرنا سُنَّت ہے یا نہ کرنا؟

ارشاد : دونوں سُنَّت ہے، یہ بھی ارشاد ہوا ہے:

تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَایَضَعُ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَہٗ دَوَاءً

علاج کرو اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے بندو! کہ جس نے مرض اتارا ہے اس نے ہر مرض کی دوا بھی اتاری ہے۔

(کنز العمال، کتاب الطب، الباب الاول فی الطب، حدیث ۲۸۰۷۲/۲۸۰۸۹، ج۱۰، ص۳/۴ ملتقطًا)

اَنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ اکثر یہی رہی ہے کہ ان کی اُمَّت کے لیے سُنَّت ہو اور اَکابر صِدِّیْقِین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سُنَّت ''علاج نہ کرنا'' رہی ہے۔

انگریزی دوائیوں کا حکم

عرض: انگریزی دوائیاں جائز ہیں یا نہیں؟

ارشاد : ان کے یہاں جس قدر رَقِیق (یعنی پتلی) دوائیں ہیں سب میں عموماً شراب ہوتی ہے سب نَجِس و حرام ہیں۔[2]

---

[1]: یہاں بھی وہی ہے کہ اگر رنڈی کے پاس سوا اس ناپاک کمائی کے اور مال نہیں جس سے کرایہ ادا کرے تو وہ مالِ زنا نہ لینا چاہیے اور اگر اور ہو خواہ یوں کہ مال حلال قرض لے کر دے تو حرج نہیں۔ ۱۲ مؤلف غفرلہ

[2]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کے زمانے میں الکحل سے بنی انگریزی ادویات کا استعمال عام نہیں تھا اس لئے ان کے نجس و حرام ہونے کا حکم ارشاد فرمایا جبکہ موجودہ زمانے میں ان کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے اب ان سے بچنا بہت دشوار ہے چنانچہ ہند کی مجلس شرعی کے فیصل بورڈ نے ان ادویات کے استعمال کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس عہد میں انگریزی دواؤں کا استعمال ''عمومِ بلویٰ'' کی حد تک پہنچ چکا ہے لہذا انگریزی دواؤں کے استعمال کی بھی ''عمومِ بلویٰ'' کی وجہ سے حرج دور کرنے کے لئے اجازت ہے البتہ یہ اجازت صرف انہیں صورتوں کے ساتھ خاص ہے جن میں ''اِبتلاءِ عام'' اور ''حرج'' متحقق ہو۔ (صحیفۂ فقہ اسلامی، ص ۳۰)

تیر سے ہلاک ہونے والے جانور کا گوشت کھانا

عرض: اگر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر جانور کے تیر مارا اور اس کے پاس پہنچنے سے پہلے بغیر ذَبْح کئے مرگیا اب اس کا کھانا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز ہے خواہ کہیں لگ جائے۔(در مختار وردالمحتار، کتاب الصید، ج ۱۰، ص ٦٤ ملخصًا)

﴿پھر فرمایا:﴾ اگر تکبیر کہہ کر بندوق (یعنی گولی) ماری اور ذَبْح کرنے سے پیشتر مرگیا تو حرام ہے اس واسطے بندوق میں توڑ ہے کاٹ نہیں اور تیر میں کاٹ ہے۔(ردالمحتار، کتاب الصید، ج ۱۰، ص ٦٩ ملخصًا)

کیا اَصحابِ کَہَف کا کتّا جنت میں جائے گا ؟

عرض: سُنا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلی اور اَصْحابِ کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کُتّا جنّت میں جائیں گے اور یہ صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلی کے لیے ثابت نہیں اور اَصْحابِ کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتّا بَلْعَم بَاعُور کی شکل بن کر جنّت میں جائے گا اور وہ اُس کتّے کی شکل ہوکر دوزخ میں پڑے گا۔ اسی کو فرمایا گیا ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ (پ ۹، الاعراف: ۱۷٦)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کا حال کتّے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔

ہم نے اس کو اپنی آیتیں دیں تو وہ نکل گیا اُن سے، اور گمراہوں میں سے ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کے سبب بُلند فرمالیتے لیکن وہ تو زمین پکڑ گیا اور اُس سے نہ اٹھا گیا، اس نے اپنی خواہش کا اِتّباع کیا (یعنی پیروی کی)۔ تو اس کی مثل کتّے کی مثل ہے اگر تو اس پر بوجھ لاد دے تو ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو ہانپے یہ ان لوگوں کی مثل ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکْذِیب کی (یعنی جھٹلایا)۔

﴿پھر فرمایا:﴾ اُس (یعنی اصحاب کہف کے کتے) نے محبوبانِ خدا (عَزَّوَجَلَّ) کا ساتھ دیا **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے اس کو انسان بنا کر جنّت عطا فرمائی اور اِس (یعنی بلعم باعور) نے محبوبانِ خدا سے عداوت (یعنی دشمنی) کی۔

نبی کے لئے بد دعا کرنے والے کا انجام

(بلعم باعور) بنی اسرائیل میں بہت بڑا عالم تھا۔ مُسْتَجَابُ الدَّعوات تھا (یعنی اس کی دعا قبول ہوتی تھی) لوگوں نے اس کو بہت سا مال دیا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بد دعا کرے۔ خبیث لالچ میں آ گیا اور بد دعا کرنی چاہی جو الفاظ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کہنا چاہتا تھا، اپنے لئے نکلتے تھے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے اس کو ہلاک کر دیا۔

(تفسیر الطبری،الاعراف تحت الایة۱۷۶،الحدیث ۱۵۴۳۱،ج۶،ص ۱۲۳)

سُتُونِ حَنَّانَہ کی تدْفین

اور اُسْتُنِ حَنَّانَہ شریف[1] میں علماء کا اختلاف ہے ایک روایت آئی ہے کہ حُضُور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ''اگر تو چاہے تو تیرے باغ کے اندر تجھے پھر لگا دیا جائے تجھ میں پھل پھول آئیں یا جنّت کا ایک پیڑ ہو جنّت کے لوگ تجھ سے فائدہ اٹھائیں۔'' (سنن الدارمی،باب ما اکرم اللہ النبی بحنین المنبر،الحدیث ۳۲،ج ۱،ص ۲۹) اس نے عرض کیا: ''دنیا دارُ الْفَنَاء'' (یعنی فنا ہونے والی) ہے۔ میں نے دارُ الْفَنَاء پر دارُ الْبَقاء (یعنی آخرت) کو اِختیار کیا۔'' (مثنوی شریف مترجم،دفتر اول،ص ۵۴) حُضُور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) نے اس کو منبر کے نیچے دفن فرما دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی،باب ذکر المنبر......الخ،ج ۲،ص ۵۶۰) حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں　　تاچو مردم حشر یا بد روز دیں

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند　　از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

(یعنی اُس ستون کو زمین میں دفن کر دیا گیا اور انسانوں کی طرح قیامت میں اٹھایا جائیگا، یہ اس لئے کہا کہ تو سمجھ جائے کہ جو خدا کا ہو گیا دنیا کے کاموں کے لئے بیکار ہو گیا۔ت) (مثنوی شریف،دفتر اول،ص ۵۴ مترجم)

---

[1] کھجور کا وہ خشک تنا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے منبر بنایا گیا تو وہ کھجور کا خشک تنا اونٹنی کی طرح رو پڑا۔ ہجرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں اس کے رونے کی آواز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنی۔ آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور اسے سینے سے لگایا اور فرمایا: **اللہ** عزوجل کی قسم! اگر میں اسے یونہی چھوڑ دیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ (ماخوذ از دلائل النبوۃ،ج ۲،ص ۵۵۶ تا ۵۵۸)

امام سِری رکعتوں میں تعوّذ پڑھے یا نہیں؟

عرض: سِرِیَّتَین[1] میں جب امام اَلحمد شریف پڑھے تو تعوّذ اور امین کہے یا نہیں؟

ارشاد: تعوّذ نہ کرے ہاں بِسمِ اللہ پڑھ کر شروع کرے اور ختم پر امین کہے اور اگر مُقتَدِیوں کے کانوں تک آواز پہنچ جائے تو وہ بھی امین کہیں۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، ج۲، ص۲۳۳)

کیا بعض مرض مُتَعَدِّی ہوتے ہیں؟

عرض: حُضُور! بعض مرض مُتَعَدِّی (یعنی ایک سے دوسرے کو لگنے والے) بھی ہوتے ہیں؟

ارشاد: نہیں حدیث میں ارشاد ہوا: '' لَا عَدْوٰی '' (بیماری اڑ کر نہیں لگتی)۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب لاعدوی، حدیث ۵۷۷۶، ج۴، ص۴۲)

جُذامی سے بھاگنے کا حکم کیوں؟

عرض: پھر جُذامی[2] سے بھاگنے کا کیوں حکم دیا گیا؟

ارشاد: وہ حکم ضَعِیفُ الْاِیمان (یعنی کمزور ایمان والے) کے واسطے ہے کہ اگر وہ اس کے پاس بیٹھے اور تقدیرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے کچھ ہو جائے تو شیطان بہکا دے گا کہ یہ اس کے پاس بیٹھنے سے ہو گیا اگر نہ بیٹھتا تو نہ ہوتا تقدیرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کو بھول جائے گا۔[3]

طَاعُون سے بھاگنے کی ممانعت

عرض: پھر طاعون سے بھاگنے کی مُمانَعَت کیوں؟

ارشاد: اس کے لیے حدیث میں صاف ارشاد ہے:

'' اَلْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ'' طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسا جہاد میں کُفّار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

اس پر بھی یہ ارشاد ہوا کہ جہاں طاعون ہو وہاں بلا ضرورت نہ جاؤ۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، الحدیث ۲۴۵۸۱، ج۹، ص۳۶۵)

---

[1]: فرض کی پچھلی وہ دو رکعتیں جن میں قراءت خفی ہوتی ہے ۱۲ مؤلف غفرلہ

[2]: جُذام فسادِ خون کی ایک موذی بیماری ہے۔ اسے کوڑھ بھی کہتے ہیں۔

[3]: اس مسئلہ کی تفصیل جاننے کے لئے فتاوی رضویہ ج 24، ص 215 پر موجود رسالہ ''اَلْحَقُّ الْمُجْتَلٰی فِیْ حُکْمِ الْمُبْتَلٰی'' کا مطالعہ کیجئے۔

کیا مُردے سنتے ہیں؟

عرض: اُمُّ الْمُؤمنین صدِّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اِنکارِ سَمَاعِ مَوْتٰی (یعنی مُردوں کے سننے کے انکار) سے رُجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ وہ جو فرمارہی ہیں حق فرمارہی ہیں وہ مُردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں مُردے کون ہیں جسم، رُوح مُردہ نہیں اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی رُوح ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اُمُّ الْمؤمنین کے حُضُور میں سیّدنا عمر فاروق اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حُضُورِ اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ" تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، الحدیث ۱۳۷۰، ج۱، ص۴۶۲) اُمُّ الْمُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا: "اللہ (عَزَّوَجَلَّ) رحم فرمائے اَمیرُ الْمُؤمنین پر حُضُورِ اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا: "اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ" بے شک وہ جانتے ہیں۔" اَمیرُ الْمُؤمنین کو سَہْو ہوا انہوں نے فرمایا: "مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ" تو خود اُمُّ الْمُؤمنین مُردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں، سَمَاع سے بے شک انکار فرماتی ہیں اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عُرف میں شائع ہیں۔ سَمَاع کے عُرفی معنی اِن آلات (یعنی کانوں) کے ذریعہ سے سُننا اور یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں روح کو جسمِ مثالی دیا جاتا ہے اس جسم کے کانوں سے سُنتی ہے۔ پھر اُمُّ الْمُؤمنین کا ان آیتوں سے اِسْتِدْلال اور بھی اس کو ظاہر کررہا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے۔ (پ۲۰، النمل: ۸۰)

اور

وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم نہیں سنانے والے انھیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ (پ۲۲، فاطر: ۲۲)

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، الحدیث ۳۹۷۹، ج۳، ص۱۲)

مَوْتٰی کون ہیں؟ اَجْسام! قُبُور میں کون ہیں؟ وہی اَجْسام! تو پھر اَجْسام ہی کے سُننے سے اِنکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ خود اُمُّ الْمُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا طرزِ عمل سَمَاعِ مَوتٰی کو ثابت کررہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حُضُور اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے حُجرے میں دفن ہوئے میں بغیر چادر اُوڑھے ہوئے بے حجابانہ حاضر ہوتی اور کہتی "اِنَّمَا هُوَ زَوْجِیْ" میرے شوہر ہی تو ہیں۔ پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی۔ "اِنَّمَا هُمَا زَوْجِیْ وَاَبِیْ" میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں۔ پھر جب حضرت عمر دفن ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی اس طرح کہ کوئی عُضْو کُھلا نہ رہے "حَیَاءً مِّنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ" عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرم سے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۵۷۱۸، ج ۱۰، ص ۱۲) تو اگر اَرْواح کا سَمْع بَصَر (یعنی سننا دیکھنا) نہ مانتیں تو پھر حَیَاءً مِّنْ عُمَرَ کے کیا معنی۔

حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تین باتوں میں اِخْتِلاف

﴿پھر فرمایا:﴾ تین باتوں میں اُمُّ الْمُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا خِلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی۔ **ایک تو یہی** سَمَاعِ مَوتٰی کہ وہ سَمَاعِ عُرفِی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں اور اس کو غلط فہمی سے اَرْواح کے سَمَاعِ حَقِیقِی پر محمول کیا جاتا ہے۔

دوسرے معراج جسدی (یعنی جسم کیساتھ معراج پر جانے) کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ اُمُّ الْمُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں:

"مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ" — میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جسم اَقْدس گم نہیں پایا۔

(الشفاء، فصل فی ابطال حجج...... الخ، ج ۱، ص ۱۹۴)

حالانکہ آپ معراج مَنامی (یعنی خواب میں معراج) کے بارہ میں فرمارہی ہیں جو "مَدِیْنَہ مُنَوَّرَہ" میں ہوئی اور وہ معراج تو "مَکَّۂ مُعَظَّمَہ" میں ہوئی اس وقت اُمُّ الْمُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) خدمتِ اَقْدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مُشَرَّف نہ ہوئی تھیں اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلط فہمی۔

تیسرے "عِلْمِ مَا فِی الْغَد" کے بارہ میں اُمُّ الْمُؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ "حضور کو علم مَا فِی الْغَد تھا" وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مُضاف ہو تو اس سے مراد علمِ ذاتی ہوتا ہے اس کی تصریح حاشیہ کشّاف پر میر سیّد شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کردی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرّہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

آیتِ قرآنی پر ایک نَحوی سوال

عرض:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (پ۲۷، النجم: ۱۳،۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کے پاس۔

میں عِنْدَ کس سے ظرف ہے۔

ارشاد: "رَاٰهُ" کی ضمیر فاعل سے اور جن لوگوں نے اس سے مراد رُؤیتِ جبریل لی ہے وہ "رَاٰهُ" کی ضمیر مفعول سے مانتے ہیں۔

﴿پھر فرمایا:﴾ بعض اس پوری سورت کو جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مانتے ہیں اور اَصَحّ وَ اَرْجَح اور نظمِ قرآنی سے اَوْفَق وہی ہے جو جُمہورِ صحابہ کرام و تابعین عِظام و ائمۂ اِعْلام کا مذہب ہے۔ کہ یہ تمام ضمیریں ربُّ الْعِزَّة جل جلالہ کی طرف راجع۔ (تفسیر کبیر، پ۲۷، النجم تحت الآیۃ ۱۳، ج۱۰، ص۲۴۳)

ارشاد ہوتا ہے:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ (پ۲۷، النجم: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

ظاہر آیت چاہتی ہے اس بات کو کہ یہ ضمیریں **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) کی طرف راجع ہوں ورنہ اختلاط ہوجائے گا کہ "اَوْحٰى" کی ضمیریں دونوں جگہ جبریل (علیہ السلام) کی طرف راجع ہوں گی۔ اور "عَبْدِهٖ" کی ضمیر بیچ میں **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ)

کی طرف۔ پھر آگے معبودانِ باطل (یعنی جھوٹے خداؤں) کا مقابلہ فرمایا جاتا ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۙ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ○ (پ۲۷، النجم، ۱۹، ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا تم نے دیکھا لات وعزّٰی اور اس تیسری منات کو۔

اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی

اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (پ۲۷، النجم، ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تو نہیں ہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے ان کی کوئی سند نہیں اُتاری وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں۔

تو فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے معبودوں کو بغیر دیکھے پوجتے ہو اور یہ اپنے رب کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿پھر فرمایا:﴾ حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کہ اس میں کیا کمال کہ جبریل کو دیکھ لیں۔ جبریل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کمال ہے کہ حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مُشَرَّف ہوں۔

امام احمد بن حَنْبَل رضی اللہ تعالٰی عنہ ان ضمائر کو جبریل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف پھیرا کرتے ایک مرتبہ خَلْوَت میں لیٹے ہوئے تھے ایک صاحِب نے پوچھا؟ "هَلْ رَأیٰ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ" (کیا حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا۔) یہ سُنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: "رَاٰهُ رَاٰهُ حَتّٰی اِنْقَطَعَ نَفَسُهٗ" حُضُور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) نے اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کو دیکھا دیکھا، فرماتے رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگئی۔ (شرح الشفاء للقاضی عیاض، فصل رؤیتہ، ج۱، ص۴۲۸) اُس وقت کے عوام کے ذہن میں یہ مسئلہ نہیں آسکتا تھا اس لیے عوام میں اس کے معنی وہ فرماتے تھے اور جب خلوت (یعنی علیحدگی) میں پوچھا تو چونکہ کوئی اَندیشہ (یعنی تردُّد) نہ تھا اس لیے صاف صاف فرما دیا۔

﴿پھر فرمایا:﴾ یہ واقعہ ایسا ہے کہ ربُّ الْعِزَّۃ جل جلالہٗ کو اس کی تَصْرِیح خود نہیں منظور سورۂ "وَالنَّجم" شریف میں کوئی لفظ تَصْرِیح کا نہیں خود حُضُورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس حدیث میں اس واقعہ کو بیان فرمایا وہ دونوں معنی کو مُحتَمَل، فرماتے ہیں: "نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ" "اَنّٰی" کے معنی کیف کے بھی ہیں تو معنی یہ ہوں گے "نور ہے اس کو کیوں کر دیکھوں" اور اَنّٰی، اَیْنَمَا کامُرادِف ہے تو معنی یہ ہیں "نور ہے جہاں دیکھوں اس کو" (ماخوذ از الشفاء، فصل اما رویتہ لربہ، ج۱، ص۲۰۱)

خَلوَت نَشِینی کا حکم

مؤلّف: مولوی عبدالکریم صاحب رضوی چتوڑی نے عُزلَت نَشِینی (یعنی خلوت نشینی) کے متعلق کچھ عرض کیا اس پر

ارشاد فرمایا: آدمی تین قسم کے ہیں (1) مُفِید (2) مُستَفِید (3) مُنفَرِد۔

مُفِید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، **مُستَفِید** وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے، **مُنفَرِد** وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔ مُفِید اور مُستَفید کو عُزلَت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ امام ابنِ سیرین کا واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو پہاڑ پر گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے تھے وہ خود فائدہ حاصل کیے ہوئے تھے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ان میں قابلیت نہ تھی ان کو گوشہ نشینی جائز تھی اور امام ابنِ سیرین پر عُزلَت حرام تھی۔''

نسبت کی بہاریں

{پھر فرمایا:} امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا: آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: ''جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حُضُور اَقدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو رَاعی (یعنی نگہبان) کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے''

مانیں نہ مانیں! یہ ان کا کام۔ سرکار نے فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ رِیاضتیں لاکھ مُجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مُجاہدے کسی رِیاضت کی ضرورت نہیں۔

رِیاضت کی حقیقت

{پھر فرمایا:} اور اسی میں رِیاضت کیا تھوڑی ہے جو شخص عُزلَت نشین ہو گیا! نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو! اس سے کہئے جس نے اُوکھلی[1] میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے مُوسَل[2] کی مار پڑ رہی ہے۔ کئی ہزار کی تعداد میں وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نہ مجھ کو کبھی دیکھا نہ میں نے کبھی ان کو دیکھا اور روزانہ صبح کو اُٹھ کر

---

[1]: لکڑی کا ایک برتن جس میں دھان وغیرہ کُوٹتے ہیں۔ [2]: کوٹنے کا آلہ۔

پہلے مجھے کوستے (یعنی برا بھلا کہتے) ہوں گے اور پھر اور کام کرتے ہوں گے اور بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی نکلیں گے جنہوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو دیکھا اور روزانہ صبح اُٹھ کر نماز کے بعد میرے لیے دعا کرتے ہوں گے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ گالیاں جو چھاپتے ہیں اَخباروں میں اور اِشتہاروں میں، وہ اَخبار و اِشتہار تو ردّی میں جل کر خَاکِسْتَر (یعنی راکھ) ہو جاتے ہیں لیکن وہ چٹکیاں جو اُن کے دلوں میں لی گئی ہیں وہ قبروں میں ساتھ جائیں گی اور اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حشر میں رُسوا کریں گی۔

حق گوئی کرنے والوں کو بُرا بھلا بھی کہا جاتا ہے

صِدّیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وِصال کو تیرہ سو برس سے زائد ہوئے اس وقت تک تبرّے (یعنی بُرا بھلا کہے جانے) سے انہیں نجات نہیں، یہ کیوں اس لیے کہ غاشِیَہ اٹھایا حق کا اپنے کندھوں پر اور دور مٹایا اہلِ باطل کا "رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ تَرَکَهُ الْحَقُّ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صَدِیْقٍ" **اللہ** رحمت کرے عمر پر کہ حق گوئی نے اسے ایسا کر دیا کہ اس کا کوئی دوست نہ رہا۔

(کتاب التمهيد لابن عبدالله، ج ۵، ص ۱۲۲ ملخصًا)

عرض : یہ دعا کرنا کہ اللہ وہابیوں کو ہدایت کرے جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : وہابیہ کے لئے دعا فضول ہے ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ ان کے لئے آچکا ہے وہابی کبھی لوٹ کر نہ آئے گا اور جو ہدایت پا جائے وہ وہابی نہ تھا ہو چلا تھا کفار وہاں جا کر کہیں گے ہمیں واپس دنیا میں بھیج کہ تجھ پر ایمان لائیں فرمایا ہے، **وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ** (الانعام، ۲۸) اگر انہیں پھر بھیجا جائے تو وہی کریں گے جس سے پہلے منع کیا گیا تھا۔

صَبر اور شُکر

مُـؤَلِّف: پنج شنبہ (یعنی جمعرات) کے دن بعد عصر حسبِ معمول خط بنانے کے واسطے حجّام حاضر ہوا اس کے ہاتھوں میں بدبو تھی، ناپسند فرما کر دھونے کے لیے ارشاد فرمایا۔ ﴿پھر فرمایا:﴾ یہ بھی بے صبری و ناشکری ہے، سیّدنا عیسٰی علیہ السلام ایک مرتبہ لوگوں کے ساتھ تشریف لیے جارہے تھے راستہ میں نہایت لطیف خوشبو آئی تمام لوگوں نے قصداً اُسے سونگھا اور آپ نے ناک بند کرلی۔ آگے چل کر ایک نہایت تیز بدبو آئی سب نے ناک بند کرلی مگر آپ کھولے رہے لوگوں نے سبب پوچھا، ارشاد فرمایا: "وہ نعمت تھی میں نے خوف کیا کہ شاید میں اس کا شکر یہ ادا نہ کرسکوں اور یہ بلا تھی اس پر میں نے صبر کیا۔"

داڑھی چڑھانا کیسا ہے؟

عرض: داڑھی چڑھانا کیسا ہے؟

ارشاد : ''نَسائی'' شریف میں ہے:

مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم بَرِیءٌ مِنْہُ — جو شخص داڑھی چڑھائے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

(سنن نسائی، کتاب الزینة،باب عقد اللحیة،ج۸،ص۱۳۶ ملتقطًا)

بِینائی تیز کرنے کا نُسخہ

عرض: حُضُور! میری آنکھوں کی روشنی بہت کم ہے؟

ارشاد :(1)''آیۃُ الکُرسِی ''شریف یاد کرلیجئے ہر نماز کے بعد ایک بار پڑھئے نمازِ پنجگانہ کی پابندی رکھئے اور عورتیں کہ جن دنوں میں انہیں نماز کا حکم نہیں وہ بھی پانچوں وقت '' آیۃُ الکُرسِی ''اس نِیَّت سے کہ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی تعریف ہے نہ اس نِیَّت سے کہ کلامُ **اللّٰہ** ہے پڑھ لیا کریں اور جب اس کلمہ پر پہنچیں '' وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا '' دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اس کلمہ کو گیارہ بار کہیں پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(2) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نور نور نور نور نور
سفید چینی کی تشتری (یعنی پلیٹ) پر اسے اسی طرح لکھیں کہ واؤ اور میم کے سر کھلے رہیں آبِ زمزم شریف اور نہ ملے تو آبِ باراں (یعنی بارش کا پانی) اور نہ ملے تو آبِ جاری اور نہ ملے تو آبِ تازہ سے دھو کر دو سو چھپن بار اس پر یَا نُوْر پڑھ کر دم کریں اوّل و آخر تین تین بار یہ درود شریف '' اَللّٰھُمَّ یَا نُوْرُ یَا نُوْرَ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی نُوْرِكَ الْمُنِیْرِ وَاٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ'' یہ پانی آنکھوں پر لگائیں اور باقی پی لیں۔(3) ٹُھلیا کے تعویذوں کا چلّہ کریں۔

﴿پھر فرمایا:﴾ یہ عمل ایسے قَوِیُّ التَّاثِیر (یعنی زبردست اثر والے) ہیں کہ اگر صِدقِ اِعْتِقاد (یعنی سچا یقین) ہو تو اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی گئی ہوئی آنکھیں واپس آجائیں۔

بچا ہوا پانی پھینکنا

مُؤَلِّف: ایک صاحب نے پانی پی کر بچا ہوا پھینک دیا اس پر

ارشاد فرمایا: پھینکنا نہ چاہیے۔ کسی برتن میں ڈال دیتے، اس وقت تو پانی اِفْراط (یعنی کثرت) سے ہے، اس ایک گھونٹ پانی کی قدْر نہیں۔ جنگل میں جہاں پانی نہ ہو وہاں اس کی قدر معلوم ہوسکتی ہے کہ اگر ایک گھونٹ پانی مل جائے تو ایک انسان کی جان بچ جائے۔

ساری سَلْطَنَت کی قیمت ایک گلاس پانی

حضرت خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ علماء دوست تھے۔ دربار میں علماء کا مجمع ہر وقت لگا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ پانی پینے کے واسطے منگایا، منہ تک لے گئے تھے، پینا چاہتے تھے کہ ایک عالم صاحب نے فرمایا: ''اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین! ذرا ٹھہریئے! میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔'' فوراً خلیفہ نے ہاتھ روک لیا۔ اُنہوں نے فرمایا: ''اگر آپ جنگل میں ہوں اور پانی مُیَسَّر نہ ہو اور پیاس کی شِدَّت ہو تو اِتنا پانی کس قدْر قیمت دے کر خریدیں گے؟'' فرمایا: ''**واللہ**! آدھی سلطنت دے کر۔'' فرمایا: ''بس پی لیجئے!'' جب خلیفہ نے پی لیا، انہوں نے فرمایا: ''اب اگر یہ پانی نکلنا چاہے اور نہ نکل سکے تو کس قدْر قیمت دے کر اس کا نکلنا مَول (یعنی خرید) لیں گے'' کہا: **واللہ**! پوری سلطنت دے کر۔ ارشاد فرمایا: ''بس آپ کی سلطنت کی یہ حقیقت ہے کہ ایک مرتبہ ایک چُلُّو پانی پر آدھی بک جائے اور دوسری بار پوری اس پر جتنا چاہے تکبر کرلیجئے!''

(تاریخ الْخُلَفَا، ص۲۹۳ ملخصاً)

سبز رنگ کا جوتا پہننا کیسا؟

عرض: سبز رنگ کا جوتا پہننا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز ہے۔

کیا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کے رُخِ انور کے مشابہ تھا؟

عرض: حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شکل مبارک شکل اَقْدَس (یعنی سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) سے ملتی تھی یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔

ایک شعر کا مطلب

عرض: پھر اِس شعر کا کیا مطلب ہے؟ ؎

نَقشہ شاہِ مدینہ صاف آتا ہے نظر

جب تَصَوُّر میں جماتے ہیں سَراپا غوث کا

ارشاد : اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ جَمالِ غَوْثِیَّت آئینہ ہے جَمالِ اَقْدَس کا، اُس میں وہ شَبِیْہِ مُبارَک دِکھائی دے گی۔

﴿پھر فرمایا:﴾ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل مبارک سَر سے سینہ تک حضورِ اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُشابِہ تھی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سینے سے ناخن پا ء (یعنی پاؤں کے ناخن) تک (سنن الترمذی، کتاب المناقب، مناقب الحسن و الحسین، الحدیث ٣٨٠٤، ج٥، ص ٤٣٠) اور حضرت امام مَہدِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سَر سے پاؤں تک حُضُوْرِ اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُشابِہ ہوں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اَندازِ ادب

ایک صَحابی حضرت عابِس ابن رَبیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شَباہَت (یعنی صورت) کچھ کچھ سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) سے ملتی تھی جب وہ تشریف لاتے حضرت امیر مُعاوِیَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت سے سَروقَد (یعنی تعظیمًا سیدھے) کھڑے ہوجاتے۔

جیسے میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ویسا نہیں کوئی

﴿پھر فرمایا:﴾ اور یہ تو ظاہری شَباہَت ہے ورنہ فِي الْحَقِيْقَت وہ ذاتِ اَقْدَس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) تو شَبِیْہ سے مُنَزَّہ اور پاک بنائی گئی ہے کوئی ان کے فضائل میں شریک نہیں۔ امام محمد بُوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بُردَہ شریف میں عرض کرتے ہیں: ؏

مُنَـزَّهٌ عَنْ شَـرِيْكٍ فِـى مَحَاسِنِهٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْـهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

سارے جہاں میں آپ کی خوبیوں میں کوئی شریک نہیں، آپ کی ذات مقدسہ میں حسن کا جوہر تقسیم نہ ہوگا۔ (قصیدہ بردہ شریف، ص٢٦ مترجم)

اَہلِسُنّت کی اصطلاح میں جَوہَر اُس جُز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم مُحال ہو۔ یعنی حُضُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے حُسن میں سے کسی کو حصہ نہیں ملا۔

جمعہ پڑھانا کس کا حق ہے؟

عرض: جُمُعہ پڑھانا کس کا حق ہے؟

ارشاد: سُلطانِ اِسلام یا اس کے نائب یا اس کے ماذُون ﴿اِجازت یافتہ﴾ کا۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلاة، الباب السادس عشرفی صلاة الجمعة، ج١، ص١٤٥ ملخصاً)

عرض: جہاں سُلطانِ اسلام نہ ہو وہاں کیا عالِم دین اس کا قائم مقام مانا جائے گا؟

ارشاد: وہاں عالِمِ دین ہی سُلطانِ اسلام ہے وہ ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذُون۔

قعدے میں بھول کر الحمد شریف پڑھ لی تو؟

عرض: بجائے ''اَلتَّحِیَّات'' کے ''اَلْحَمْد'' شریف پڑھ گیا اب کیا کرے؟

ارشاد: سِوائے قِیَام کے، تِلاوتِ قرآن نہ رُکوع میں جائز ہے نہ سُجود میں، نہ قَعْدہ میں، بھول کر پڑھ گیا تو سَجدۂ سَہو کرے۔(النھر الفائق، کتاب الصلاة، باب سجود السھو، ج١، ص٣٢٤)

محض زبان سے کلمۂ کفر بَکنے والے کا حکم

عرض: جس طرح اِیمان کا تعلق قلب سے ہے کہ بغیر تَصْدِیقِ قَلْبی (یعنی دل کی گواہی کے بغیر) زبانی کلمہ گوئی (یعنی محض زبان سے کلمہ پڑھنا) کار آمد نہیں۔ اسی طرح صرف کلمۂ کفر بکنے سے بھی کفر نہ ہونا چاہیے جب تک کہ دل سے اس کا اقرار نہ کرے!

ارشاد: زبان سے بلا اِکراہ اُس کا کلمہ کفر بکنا صَراحۃً اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے دل میں ایمان نہیں، اِیمان ہوتا تو بلا اِکراہ ایسے لفظ نہ بکتا،

اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ (پ١٤، النحل:١٠٦)

ترجمۂ کنزالایمان: سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دِل اِیمان پر جما ہوا ہو۔

فرمایا گیا ہے: صرف صورتِ اِکراہ کا اِسْتِثْنَاء ہے۔ حدیث میں اِیمان کی تعریف آئی ہے کہ دوبارہ کافر ہونے کو آگ میں ڈالے جانے سے بَدتَر جانے۔(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر......الخ، الحدیث ٢١، ج١، ص١٩) اگر

ایسا جانتا ہرگز بلا اکراہ نہ بکتا۔

نماز کے سجدہ میں سجدۂ شکر کی نیت کرنا

عرض: سَجدۂ شُکر کی نِیت نماز کے سَجدہ میں کرلی تو کچھ حرج تو نہیں؟

ارشاد: کوئی حرج نہیں اور بہتر یہ کہ نماز سے علیٰحدہ کرے۔

سجدۂ شکر کا شرعی حکم

عرض: ''نُورُالاِیْضَاح'' میں ہے:

"سَجْدَةُ الشُّکْرِ مَکْرُوْهَةٌ عِنْدَ الْاِمَام" اِمامِ اعظم کے نزدیک سَجدۂ شُکر مکروہ ہے

(نور الایضاح،فصل فی سجدة الشکر،ص۱۲۷)

ارشاد: اس میں امام سے تین قول مَنقُول ہیں، ایک تو یہی کہ مَکْرُوہ ہے، اور ایک لَيْسَ بِشَيْءٍ ﴿سَجدۂ شُکر کچھ نہیں ہے۔﴾ اور صحیح یہ کہ مُسْتَحَب ہے۔(رد المحتار ، کتاب الصلاة ، ج۲،ص ۷۲۰)

طُلوعِ آفتاب یا غروب کے وقت نمازِ جنازہ پڑھنا

عرض: جنازہ کی نماز طُلوع یا غُروب کے وقت پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد: جنازہ اگر آیا خاص طُلوع یا غُروب کے وقت یا نمازِ عصر کے بعد تو پڑھ سکتا ہے اور اگر پہلے سے لایا ہوا رکھا ہے تو جب تک آفتاب بلند نہ ہو یا غُروب نہ ہولے نہ پڑھے۔(حاشیة الطحطاوی ، کتاب الصلاة،فصل فی اوقات المکروه،ص ۱۸۷)

مرنے کے لئے خوشی سے تیار رہئیے

عرض: ایک مرتبہ ارشادِ عالی ہوا تھا کہ مرنے کے لیے خوشی سے تیار رہے حضور جو مجرِم (یعنی گنہگار) ہے وہ کیسے خوش ہوسکتا ہے؟

ارشاد: گناہ چھوڑے تَوبہ کرے اور خوشی سے موت کے لیے تیار رہے، یہ مطلب نہیں کہ گناہ کرتا رہے اور موت کے لیے خُوش رہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے!

توبہ کرنے والے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ خوش ہوتا ھے

﴿پھر فرمایا:﴾ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا بندہ جب توبہ لاتا ہے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے حضور تو وہ اس سے زیادہ خُوش ہوتا ہے جتنا

وہ شخص جس کی اُونٹنی مَع زادِراہ کے (یعنی سامان سفر کے ساتھ) گم گئی اس کے مِل جانے پر خوش ہو۔

(ماخوذ از صیح مسلم، کتاب التوبة ،باب فی الحض علی التوبة......الخ،الحدیث ٢٧٤٤،ص ١٤٦٨)

زِنا کی توبہ

عرض: حُضور! اگر کوئی شخص ایسے مقام پر زِنا کرے جہاں اِقامتِ حُدُود (یعنی شرعی سزاؤں کا باضابطہ نظام) نہ ہو وہاں توبہ کرنے سے معافی ہو جائے گی یا نہیں؟

ارشاد: جس گناہ میں صرف ''حَقُّ اللہ'' (یعنی اللہ کا حق) ہو'' حَقُّ الْعبد'' (یعنی بندہ کا حق) نہ ہو وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا اور بعض وہ ہیں جن میں ''حَقُّ العبد'' بھی شامل ہوتا ہے تو جب تک اس سے معاف نہ کرائے تو صرف توبہ سے معاف نہ ہوں گے۔

زِنا کی معافی کس کس سے مانگے؟

عرض: زِنا میں وہ کون کون ہیں جن کا حق شامل ہوتا ہے؟

ارشاد: بعض وقت عورت کا بھی حق ہوتا ہے جب کہ اس سے جَبْراً (یعنی زبردستی) زِنا کیا جائے اور اس کا باپ، بھائی، شوہر جس جس کو اِس خبر سے عار (یعنی شرم) لاحق ہو گی اُن سب کا حق ہے۔ عُلماء میں اِختِلاف ہے بعض نے کہا کہ صاف لفظوں میں ان سے معافی مانگے کہ ''میں نے یہ کام کیا ہے، معافی چاہتا ہوں۔'' اور بعض نے کہا: یوں کہہ سکتا ہے کہ جو چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا تمہارا حق میرے ذِمّہ ہے معاف کر دو لیکن یہ قولِ مَرجُوح ہے اور مُفتی کو جائز نہیں کہ قولِ مَرجُوح پر فتویٰ دے اور نہ قاضی حُکم دے سکتا ہے۔ فُقَہائے کِرام تَصْرِیح فرماتے ہیں:

اَلْحُکْمُ وَالْفُتیا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَهْلٌ وَخَرْقُ الْاِجْمَاع   قولِ مَرجُوح پر فتویٰ اور حُکم دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔

(در مختار، مطلب اذا تعارض تصحیح ،ج١،ص ١٧٥)

معافی مانگنے کا عجیب واقعہ

﴿پھر فرمایا:﴾ اس بَرَیلی میں غدر (یعنی 1857ء کی جنگ آزادی) سے پہلے ایک صاحب نے عجیب شان سے توبہ کی کہ نہ ایسا کہیں دیکھا نہ سنا! کسی عورت کے ساتھ ان سے گُناہ سَرزَد (یعنی واقع) ہوا بعد کو نادِم (یعنی شرمندہ) ہوئے ایک گڑھا

قدِ آدم (یعنی آدمی کے برابر) اکیلے مکان میں آکر کھودا اور اس عورت کے شوہر کو وہاں لاکر اس گڑھے میں کو دے، تلوار اس کو دی، اس وقت کہا: ''یہ خطا مجھ سے سَرْ زَد ہوئی ہے خواہ قتل کر کے مجھ کو اسی گڑھے میں دفن کر دے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی یا (پھر) **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے واسطے معاف کر دے۔'' اُس کی زبان سے کچھ نہ نکلا اور معاف ہی کرنا پڑا۔

مکان رہن رکھنا

عرض: اگر قرضدار ہے اور میعاد پوری ہو چکی ہے اور ڈر یہ ہے کہ قرض خواہ قید کرادے گا اور مکان کوئی لیتا نہیں ہے، ایسی حالت میں دخلی رہن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر حاجت صحیح ہے اور سچے دل سے بیچنا چاہتا ہے اور کوئی نہیں لیتا تو اجازت ہے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ مگر ایسی صورت بہت کم ہوگی دس کا مال نو میں فروخت کرے گا ہر کوئی لے گا اور رَہن میں یہ حالت ہوتی ہے کہ ہزار کا مال چار سو میں۔

خِلال کرنا سنّت ہے

عرض: خِلال کرنا سُنت ہے؟

ارشاد: ہاں تنکے سے کرنا سُنّت ہے۔

کیا جھوٹ بولنے، غیبت کرنے سے وضو ٹوٹے گا؟

عرض: وُضو کی حالت میں جھوٹ بولا یا غیبت کی یا فُحش بکا تو وُضو میں کوئی خرابی تو نہیں آتی؟

ارشاد: مُسْتَحَب یہ ہے کہ پھر وُضو کرلے اگر نماز اسی وُضو سے پڑھ لی خِلافِ مُسْتَحَب کیا۔

(البحر الرائق، کتاب الطھارۃ، ج ۱، ص ۳۵)

دوا میں اَفْیُون شامل ہو تو!

عرض: اگر دوا میں اَفْیُون اس قدر پڑی ہو کہ نشہ نہ لائے تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ اس کا کوئی اثر واقع نہ ہوتا ہو اور اس کی عادت نہ پڑے اور آئندہ بھی کوئی بات ظاہر نہ ہو تو جائز ہے۔

ایک اِشکال اور اس کا جواب

عرض: حدیث شریف میں آیا ہے:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَّ مُفْتِرٍ — رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے نشہ لانے والی اورفتور پیدا کرنے والی ہرایک چیز منع فرمائی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ،باب النھی عن المسکر،الحدیث ۳۶۸۶،ج۳،ص ۴۶۱)

اورافیون مُفْتِر (یعنی عقل کوخراب کرنے والی) ہےتو چاہیے کہ حرام ہو!

ارشاد : ہاں اگرحدِ تفتِیر کو پہنچے گی تو حرام ہے۔

شراب اگر نشہ نہ لائے تو جائز ہے؟

عرض: توحضورشراب کا بھی جب تک حدِ اِسکار(یعنی نشے کی حد) کونہ پہنچے یہی حکم ہونا چاہیے!

ارشـــاد : وہ تو حرام لِعَیْنِہٖ (یعنی بالذات حرام) ہے مثل پیشاب کے نَجَس (یعنی ناپاک) ہے اپنی نجاست کے سبب حرام ہے نہ(کہ)اِسْکار(یعنی نشے) کے سبب۔ اگر(اس کا)ایک قطرہ کوئیں میں پڑجائے سارا کنواں نَجَس ہوجائے گا۔

(ردالمحتارودرمختار، کتاب الاشربۃ، ج ۱۰،ص۳۳)

اِمام ضامِن کا پیسہ

عرض: اِمام ضامِن کا جو پیسہ باندھا جاتا ہے اس کی کوئی اَصل ہے؟

ارشاد : کچھ نہیں۔

اِمام ضامِن کس کا لقب ہے؟

عرض: حُضُوْر! یہ کسی صاحب کا لقب ہے؟

ارشاد : ہاں امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

گردوغبار کی وجہ سے آنکھ سے پانی بہہ نکلے تو!

عرض : اگرمٹی آنکھ میں پڑجائے اور پانی نکلے تو ناقضِ وُضو (یعنی وضوتوڑنے والی) ہے یانہیں؟

ارشاد: یہ وہ پانی نہیں جس سے وُضو ٹوٹے، ہاں دُکھتی آنکھ سے اگر پانی نکلے ناقضِ وُضو ہے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الطهارة، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس، ج۱، ص۱۰)

نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے

عرض: حضور! یہ مشہور ہے "اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ" (وِلایت نُبُوَّت سے افضل ہے)

ارشاد: یوں نہیں بلکہ یوں ہے "وِلَایَۃُ النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِنْ نُبُوَّتِہٖ" نبی کی وِلایت اس کی نُبُوَّت سے افضل ہے۔

(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسک، تحت الحدیث ۲۷۳۰، ج۵، ص۶۱۳)

وِلایت کی تَوَجُّہ اِلَی اللہ ہے اور نُبُوَّت کی تَوَجُّہ اِلَی الْخَلْق ہے۔

ولی کی ولایت نبی کی ولایت کے کروڑویں حصے کو بھی نہیں پہنچتی

عرض: حضور! ولی کی وِلایت بھی مُتَوَجِّہ اِلَی اللہ ہوتی ہے۔

ارشاد: ہاں مگر اس کی تَوَجُّہ اِلَی اللہ، نبی کی تَوَجُّہ اِلَی الْخَلْق کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتی۔

عُرس کا دن خاص کرنے میں حکمت

عرض: حضور بزرگانِ دِین کے اَعْرَاس کی تَعْیِیْن (یعنی عرس کا دن مقرر کرنے) میں بھی کوئی مصلحت ہے؟

ارشاد: ہاں اولیائے کرام کی اَرْوَاحِ طَیِّبَہ کو ان کے وِصال شریف کے دن قُبُورِ کریمہ کی طرف تَوَجُّہ زیادہ ہوتی ہے چُنانچہ وہ وقت جو خاص وِصال کا ہے اَخْذِ برکات کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

عرس میں ناجائز کام ہوں تو صاحبِ مزار کو تکلیف ہوتی ہے

عرض: حُضُوْر! بزرگانِ دِین کے اَعْرَاس میں جو اَفعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد: بِلاشُبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی تَوَجُّہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قَدْر فُیُوض ہوتے تھے وہ اب کہاں!

مزار شریف پر پائنتی کی طرف سے حاضر ہونا

عرض: یہ حکم جو فرمایا گیا ہے کہ مزار شریف پر پائنتی کی طرف (پاؤں کی جانب) سے حاضر ہو، ورنہ صاحب قبر کو سر اٹھا کر دیکھنا

پڑے گا تو کیا عالَمِ بَرْزَخ میں بھی اَوْلِیائے کرام کو سَر اُٹھانے کی ضرورت پڑتی ہے؟

ارشاد : ہاں عوام کو بلکہ عامّہ اَوْلِیائے کرام کو بھی اس کی ضَرورت ہے اور یہ تو شانِ نُبوَّت میں سے ہے کہ آگے پیچھے یکساں دیکھنا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم آگے پیچھے یکساں دیکھتے تھے

بعض صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جو نئے مسلمان ہوئے تھے، نماز میں حضورِ اَقْدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سَبْقت کی، بعدِ نماز کے حُضُور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هَاهُنَا اِنِّيْ اَرٰى — کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ قبلہ کو ہے میں ایسا

مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى مِنْ اَمَامِيْ — ہی اپنے پیچھے دیکھتا ہوں جیسا آگے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاۃ، الحدیث ۷۴۱، ج۱، ص۲۶۲ و المعجم الاوسط، الحدیث ۴۹۶۶، ج۳، ص۴۰۸)

ہِندو کے پھوڑوں کا علاج

مُؤَلِّف : حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ حضرت خواجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مزار سے بہت کچھ فُیُوض و برکات حاصل ہوتے ہیں، مولانا برکات احمد صاحب مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ہی جانتا ہے کہ کس قَدْر تھے، ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لَوٹتا اور کہتا ''کھواجہ اگن (یعنی اے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلن) لگی ہے۔'' تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا ہے۔

5 روپے، 1 گھنٹے میں، ایک ہی شخص سے

﴿پھر فرمایا:﴾ بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اَجمیر شریف حاضر ہوا کرتے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی۔ اس نے کہا: میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو بے کار اتنا روپیہ صَرْف کرتے ہو! انہوں نے کہا: چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔ خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا (یعنی موٹی لکڑی) لیے روضہ شریف کا طواف

کررہا(یعنی چکرلگارہا) ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے: ''خواجہ! پانچ روپیہ لُوں گا اور ایک گھنٹے کے اندر لوں گا اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔'' جب اس وہابی کوخیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا ایک گھنٹہ ہوگیا ہوگا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا، جیب سے پانچ روپیہ نِکال کران کے ہاتھ پر رکھے اور کہا: ''لومیاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے، بھلا خواجہ کیا دیں گے! لو ہم دیتے ہیں۔'' فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکرلگا کر زور سے کہا: ''خواجہ تورے بلہاری جاؤں (یعنی اے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھ پر قربان جاؤں) دلوائے بھی تو کیسے خبیث مُنکِر سے!''

﴿پھر فرمایا:﴾ یَمن میں حضرت سیِّد احمد بن علوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مزار شریف ایسا ہی مشہور ہے۔

قُربِ قیامت کی علامات

عرض: حُضُور قُربِ قیامت کی عَلامات اَحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں؟

ارشاد: اِن کے بارے میں صحیح حدیثیں[1] بھی آئی ہیں اور حَسَن وضَعِیف ومَوضُوع[2] بھی مگر دَجّال کا خُرُوج امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظُہور حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نُزُول، آفتاب کا مغرب سے طُلُوع، یہ سب اَحادیثِ مُتَواتِرہ[3] سے ثابت ہے۔ جس رُوز آفتاب مغرب سے نکلے گا وہی وقت درِتَوبہ (یعنی توبہ کا دروازہ) بند ہونے کا ہوگا۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، الحديث ۴۰۷۰، ج۴، ص ۳۹۶)

انہیں اَیّام (یعنی دنوں) میں ''دابَّةُ الْاَرض'' (یعنی ایک جانور رہے) کعبہ مُعَظَّمہ کے قُرب میں زمین سے نکلے گا اور گھوڑے کی طرح پُھریری لے کر غائب ہوجائے گا، پھر دوبارہ نکلے گا اور اسی طرح پُھریری لے کر غائب ہوجائے گا، تیسری مرتبہ جب نکلے گا، تو دہنے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عَصا ہوگا۔ اور بائیں ہاتھ میں سیِّدُنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

---

[1] صحیح: وہ حدیث جس کی سند میں اِتّصال ہو اس کے راوی عادل اور تامُّ الضَّبْط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ وغیر مُعَلَّل ہو۔ (نزہۃ النظر، ص۳۰)

[2] حسن: وہ حدیث جسکے راوی کے صرف ضبط (یعنی محفوظ کرنے کی صفت) میں کمی ہو اور حدیث صحیح کی باقی شرائط پائی جاتی ہوں۔ ضعیف: وہ حدیث جس میں حدیث حسن کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے۔ (نزہۃ النظر، ص۴۰، ۴۱) موضوع: وہ جھوٹی اور گھڑی ہوئی بات جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ (نزہۃ النظر، ص۶۸، ۶۹)

[3] حدیث متواتر سے مراد وہ خبر ہے جسے اتنے کثیر راوی روایت کریں جن کے جُھوٹ پر اِتفاق کرنے کو عقلِ اِنسانی مُحال قرار دے۔ پھر یہ کثرت سَند کی اِبتدا سے اِنتہا تک مُسلسل برقرار رہے اور اس کا مرجع اَمرِ حِسّی ہو یعنی اَمرِ مشاھد ہو یا اَمرِ مَسمُوع وغیرہ۔ (نزہۃ النظر، ص۹، ۱۰، ۱۱)

اَنگُشْتَرِی (یعنی انگوٹھی) ہوگی جو علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں مسلمان ہوگا اس کی پیشانی پر عَصا سے نورانی نشان کردے گا اور جو کافر ہوگا اَنگُشْتَرِی سے کالا داغ لگا دے گا۔(مصنف ابن ابی شيبه، كتاب الفتن، باب من كره الخروج فی الفتنة، الحديث ١٧٩، ج٨، ص٦١٩) (جامع الترمذی، كتاب التفسير، من سورة النمل، الحديث ٣١٩٨، ج٥، ص١٣٠ ملخصاً)

حدیث شریف میں آیا ہے: ایک دسترخوان پر چند آدمی بیٹھے ہوئے کھانا کھاتے ہوں گے یہ کہے گا کہ وہ کافر ہے وہ کہے گا کہ یہ مسلمان۔(جامع الترمذی، كتاب التفسير، من سورة النمل، الحديث ٣١٩٨، ج٥، ص١٣٠) پھر نہ کوئی مسلمان کافر ہوسکے گا اور نہ کافر مسلمان۔

قیامت کی تین قسمیں

﴿پھر فرمایا:﴾ قیامت تین قسم کی ہے:

قیامتِ صُغریٰ: یہ موت ہے۔" مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ" جو مرگیا اس کی قیامت ہوگئی۔

دوسری قیامت وُسطیٰ: وہ یہ کہ ایک قَرْن (یعنی ایک زمانہ) کے تمام لوگ فنا ہوجائیں اور دوسرے قَرْن کے نئے لوگ پیدا ہوجائیں۔

تیسری قیامت کُبریٰ: وہ یہ کہ آسمان وزمین سب فنا ہوجائیں گے۔

قیامت سے پہلے یہود ونصاریٰ کی باہمی عداوت

عرض: قرآن شریف میں آیا ہے:

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًاۚ (پ٦، النسآء:١٥٩)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی مَوت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا۔

اور یہ بھی آیا ہے:

وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِؕ (پ٦، المآئدہ:٦٤)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُن میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بَیر ڈال دیا۔

جب سب یہود و نصاریٰ قبلِ قیامت اِیمان لے آئیں گے تو عَداوت (یعنی دشمنی) کس طرح ہوگی۔

ارشاد : کتابیوں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں ان کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے۔

(ماخوذ از تفسیر الطبری،النساء،تحت الآیۃ ١٥٨،ج ٤،ص ٣٥٦ تا ٣٦٠)

پھر زمانہ بدلے گا،خَیر سے شَر کی طرف، اِسلام سے کفر کی طرف، یہود و نصاریٰ باقی نہ رہے ہوں گے،سب مسلمان ہوگئے ہوں گے لیکن جو اُن کی نسلیں ہوں گی ان میں یہود بھی ہوں گے نصاریٰ بھی ہوں گے، ہنود (یعنی ہندو) بھی ہوں گے غرض سب طرح کے کافر ہوں گے،ان کے آپس میں قیامت تک دشمنی وعداوت ہوگی۔

ایک آیت کی تفسیر

عرض: یہ آیۂ کریمہ عام ہے یا خاص؟ ''وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ '' اِلَخ [1]

ارشاد: اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

اگر مَوْتِهٖ کی ضمیر عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف پھیری جائے تو یہ آیت ان سب کے واسطے ہوگی جو اُن کے زمانہ میں ہوں گے۔ اب پہلے جو ہیں وہ کفر پر مرتے ہیں اِسی طرح جو بعد میں ہوں گے وہ بھی کفر پر مریں گے،ہاں! آپ کے زمانہ میں جو کتابی ہوں گے،ان میں سے وہ جو تلوار سے بچ رہے ہوں گے کوئی اَیسا نہ ہوگا جو آپ پر اِیمان نہ لائے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ مَوْتِهٖ کی ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے اب یہ آیت عام ہوگی کوئی کتابی نہیں مرتا مگر مرتے وقت جب اُس کو عذاب دکھایا جاتا ہے، پردے اُٹھا دیئے جاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں اِیمان لایا اس عیسٰی (علیہ الصلوۃ والسلام) پر جس نے بِشارَت (یعنی خوش خبری) دی تھی اَحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لیکن یہ ایسے وقت کا اِیمان ہوگا جب کہ نفع نہ دے گا، اِیمان یاس (یعنی نا امیدی کا ایمان) بے کار ہے۔ جب نار (یعنی جہنم کی آگ) سامنے ملائکہ عذاب (یعنی عذاب کے فرشتے) سامنے اس وقت کا ایمان مفید نہیں۔(تفسیر الطبری ،النساء،تحت الایۃ ١٥٩،ج ٤،ص ٣٥٧، ٣٥٨ ملخصاً)

---

[1] وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ترجمۂ کنزالایمان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔ (پ ٦،النساء: ١٥٩)

جب فرعون ڈوبنے لگا بولا:

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (پ ۱۱، یونس: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

فرمایا گیا:

آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ (پ ۱۱، یونس: ۹۱)

اب ایمان لاتا ہے اور اس کے پہلے نافرمان تھا

کافر کی توبۂ یاس مقبول نہیں

عرض: حضور قرآن شریف میں آیا ہے:

وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (پ ٤، النسآء: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

﴿سائل کی یہ عرض ختم نہ ہوئی تھی﴾ ختم ہونے سے پہلے ہی ارشاد فرمایا:

وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ (پ ٤، النسآء: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ ان کی جو کافر مریں.

﴿پھر فرمایا:﴾ مسلمان کی توبۂ یاس (یعنی نا اُمیدی کی توبہ) کے مقبول ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول ہے اور کُفّار کی توبۂ یاس یقیناً مردود و نا مقبول ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر تشریف فرما ھیں

عرض: (قرآن پاک میں ہے)

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ○

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

(پ ۱ ,البقرة:۳٦)

اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی آدم میں سے کوئی شخص زمین کے سوا کہیں نہ جائے گا اور یہ خطاب تمام بنی آدم (یعنی انسان) کو عام ہے تو چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر تشریف فرما نہ ہوں۔

ارشاد: بے شک یہ عام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو زمین پر قرار (یعنی ٹھہرنا) ہے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قرار زمین ہی پر ہے زمین سے کوئی جُدا نہ ہوگا اور اگر یہ معنی لیے جائیں کہ زمین سے کوئی کسی وقت جدا نہ ہوگا تو معراجِ جَسَدی (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم کے ساتھ معراج پر جانے) سے بھی انکار کرنا پڑے گا اور چاہیے کہ سَمُندر پر چلنا[1] مُحال ہو کہ اس وقت بھی زمین پر قرار نہیں ہوتا لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ سَمُندر پر تھوڑی دیر کے واسطے چلا جانا زمین پر قرار ہونے کے مُنافی نہیں۔

ہزار برس کا ایک دن

عرض: لیکن عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کتنی صدیوں سے آسمان پر تشریف فرما ہیں اُن کا مُستَقَر (یعنی ٹھہرنا) تو آسمان ہی پر ہوگیا۔

ارشاد: وہ ایسے عالَم میں ہیں جہاں ہزار برس کا ایک دن ہے۔

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

(پ ۱۷ ,الحج:٤٧)

تو شاید ایک دن گزرا ہوگا، دوسرے دن کے کچھ حصے میں اُتر آئیں گے۔

---

[1] یونہی ہوائی جہاز پر اڑنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تخت کا ہوا پر جانا بعض اولیائے کرام کا اپنی کرامت سے ہوا پر چلنا، ۱۲ مؤلف غفرلہٗ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مَنسُوب ایک مُناجات کا حکم

عرض: ایک مُناجات حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مَنسوب ہے اس میں یہ اَلفاظ ہیں (اِبنُ مُوسٰی اِبنُ عِیسٰی اِبنُ یَحیٰی اِبنُ نُوح)۔

ارشاد: یہ نسبت جُھوٹ ہے اور اس کا وِرْد بھی اچھا نہیں۔ کوئی شخص صِدِّیق تَخَلُّص[1] رکھتا ہوگا جس کو عَرَبی عبارت بھی لکھنا نہ آتی تھی۔

تفسیر کا ایک سوال

عرض: قرانِ عظیم میں فرمایا:

یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا (پ۳، اٰل عمرٰن:۵۵)	ترجمہٴ کنزالایمان: اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا۔

"تَوَفِّی" کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَالَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا (پ ۲٤، الزمر:٤٢)	**اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو جو نہیں مریں اُن کے سونے کے وقت۔

ایک لفظِ "تَوَفِّی" کا معنی دونوں کے واسطے فرمایا گیا۔ "تَوَفِّی" مَنَام (یعنی نیند) کو بھی شامل ہے اور موت کو بھی۔

(تفسیر الطبری، ال عمران، تحت الآیة ۵۵، ج ۳، ص ۲۸۸، ۲۸۹)

تو اب معنی یہ ہوں گے کہ عیسٰی علیہ السلام میں تم کو سُلا دینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تم

[1] شاعر کا وہ مختصر نام جسے وہ اپنے اشعار میں استعمال کرتا ہے۔

کو کافروں سے اور فرض کیا جائے "تَوَفّی" کے معنی اگر موت ہی کے ہیں تو یہ کہاں سے نکلا کہ تم کو وفات دینے والا ہوں تم کو پھر اُٹھانے والا ہوں اپنی طرف، "ف" نہیں، "ثم" نہیں "و" ہے اور وہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا صرف جمع کے لیے آتا ہے اور "ک" خطاب جو رَافِعُک میں ہے وہ نہ صرف رُوح سے خِطاب ہے اور نہ صرف جسم سے، بلکہ رُوح مَعَ الْجَسد (یعنی جسم کے ساتھ روح) مخاطب ہے اگر صرف روح مراد ہوتی تو رَافِعُک نہ فرمایا جاتا بلکہ رَافِعُ رُوحِک.

اِسی طرح عُلمائے کرام نے مِعراج جَسَدی کو فرمایا ہے کہ فرمایا گیا ہے " اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ "عبد رُوح مَعَ الْجَسد کا نام ہے اگر مِعراج رُوحی ہوتی تو "اَسرٰی بِرُوحِ عَبْدِہٖ" فرمایا جاتا۔(تفسیر الطبری، پ ۱۵، بنی اسرائیل تحت الایۃ، ۱، ج ۸، ص ۱۶)

متولی کی اجازت کے بغیر مسجد میں وعظ کہنا

عرض: بغیر اِجازتِ مُتَوَلّی[1] کے مسجد میں وعظ کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ خصوصاً اس حالت میں جب کہ مُتَوَلّی کا حکم ہو کہ بغیر میری اجازت کے کوئی وعظ نہ کہے۔

ارشاد: مُتَوَلّی اگر عالمِ دِین ہے اور یہ روک اس وجہ سے ہے کہ پہلے وہ وَاعِظ (یعنی بیان کرنے والے) کے عَقائد جانچ (یعنی معلوم کر) لے، سُنّی صَحِیحُ الْعقیدہ پائے تو وعظ کی اجازت دے، ایسی حالت میں بغیر اس کی اجازت کے وعظ کہنا جائز نہیں اور اگر ایسا نہیں تو مُتَوَلّی روکنے کا مجاز نہیں (یعنی اختیار نہیں رکھتا)۔

اپنی زندگی میں اپنے لئے ایصالِ ثواب کرنا

عرض: زید اپنی زندگی میں اپنے لیے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں کر سکتا ہے۔(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، فصل صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی القراۃ ......الخ، ج ۳، ص ۱۸۰) محتاجوں کو چھپا کر دے۔ یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اَغْنِیاء[2] اور بَرادری کی دعوت ہوتی ہے ایسا نہ کرنا چاہیے۔

صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے

﴿پھر فرمایا:﴾ چھپا کر دینا محتاجوں کو اعلیٰ و افضل ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

---

[1]: جائیداد موقوفہ کا انتظام کرنے والا۔ [2]: غنی کی جمع

صَدَقَةُ السِرِّ تُطفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تُدفِعُ مِيتَةَ السُّوءِ

چُھپا کر صَدَقہ دینا ربُّ العِزَّت جل جلالہٗ کے غَضَب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

(المعجم الكبير، الحديث ١٠١٨، جلد١٩، ص٤٢١، صحيح ابن حبان، كتاب الزكوة، باب صدقة التطوع، الحديث ٣٢٩٨، ج٥، ص١٣١ ملتقطاً)

زندگی میں صدقہ کرنا موت کے بعد صدقہ کرنے سے افضل ہے

﴿پھر فرمایا:﴾ زندگی میں اپنے واسطے صَدَقہ کرنا بعدِ موت کے صدقہ سے افضل ہے، حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل صدقہ کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا:

اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمَلُ الْغِنٰى وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا اِلَّا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ

اَفضل صَدَقہ یہ ہے کہ تو تَصَدُّق (یعنی صدقہ) کرے اِس حال میں کہ تو تندرست ہو اور مال پر حریص، خواہش مند سے دولت کی تمنا رکھتا ہو۔ اور محتاجی سے ڈرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ جب دم گلے میں اَٹکے اس وقت کہے کہ فُلاں کو اتنا فُلاں کو اتنا کہ اب تو فُلاں کے لیے ہو ہی چکا۔

(صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب صدقة عند الموت، الحديث ٢٧٤٨، ج٢، ص٢٣٤)

قَبْرِستان میں جانے کا طریقہ

عرض: حکم یہ ہے کہ قبر کی پائنتی سے حاضر ہو قبرستان میں جب کہ قُبُور کا اِختِلاط ہے کیونکر ہوگا؟

ارشاد: سب سے پہلے قبرستان کی پائنتی جانب سے آئے اور اسی پائنتی کنارے پر کھڑا ہو کر سلام کہے اور جو کچھ چاہے عام اِیصالِ ثواب کرے کسی کو سر اُٹھانے کی حاجت نہ ہوگی اور اگر کسی خاص کے پاس جانا ہے تو ایسے راستہ سے جائے جو اس قبر کی پائنتی کی جانب کو آیا ہو بشرطیکہ کوئی قبر درمیان میں نہ پڑے ورنہ ناجائز ہوگا۔

فُقَہائے کرام فرماتے ہیں زِیارت کے واسطے قبروں کو پھاند (یعنی پھلانگ) کر جانا حرام ہے۔

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، ج٣، ص١٨٤)

قَبْرِستان میں ننگے پاؤں جانا

عرض: حضور! یہ حکم ہے کہ قبرستان میں اگر دفن کرنے جائے تو جوتے اُتار لے اور اہلِ قُبُور کے واسطے اِستغفار کرتا چلے اگر

راستہ میں بَبُول[1] کے کانٹے وغیرہ پڑے ہوں تو کیا کرے؟

ارشاد: شریعتِ مُطَہرہ کا عام قاعِدہ ہے کہ کسی کام کو منع فرماتی ہے کسی مصلحت سے اور جب بندہ کو ضرورت پیش آ جاتی ہے فوراً اپنی مُمانَعت اُٹھالیتی ہے خمر (یعنی شراب) وخنزیر سے بڑھ کر کون سی چیز حرام فرمائی گئی! مگر ساتھ ہی مُضْطَر (یعنی اضطراری حالت والے) کا اِستثناء فرما دیا جنگل میں ہے پیاس کی شِدَّت ہے شراب موجود ہے پانی کہیں نہیں ہے نہ کوئی اور چیز ہے جس سے پیاس بُجھ سکے اب اگر شراب نہ پئے تو پیاس کی وجہ سے مرجائے گا یا نِوالہ اَٹکا اور سوائے شراب کے کوئی ایسی چیز نہیں جس سے نِوالہ اُتر جائے اگر نہ پئے تو دم گُھٹ کر مرجائے گا، ایسی حالت میں اگر اُس نے شراب نہ پی اور مرگیا گنہگار رہوا، حرام موت مرا یا مثلاً بھوک کی شِدَّت ہے اب اگر کچھ نہ کھائے تو مرجائے گا اور سوائے خنزیر کے گوشت کے کچھ موجود نہیں اگر اس نے نہ کھایا اور مرگیا تو گنہگار رہوگا حرام موت مرے گا۔ (الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال، ص ۷۳ ملخصًا)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شبیہ

عرض:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ (پ ۶، النساء: ۱۵۷)	ترجمۂ کنزالایمان: اور ہے یہ کہ انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کیلئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔

اس کے کیا معنی ہیں شبیہ بنادی گئی ان کے واسطے یا شبہ ڈال دیا گیا۔

ارشاد: عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ انہیں میں سے ایک کافر پر ڈال کر شُبہ (یعنی شک) ڈال دیا گیا۔ جب اُس خَبیث پر سَیِّدُ نا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہ آ گئی انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اب وہ کہتا ہے میں تمہارا وہی ہوں سب کہتے ہم تجھ کو جانتے ہیں تو وہی مَکّار ہے جس نے لوگوں میں فتنہ ڈال دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔

(حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی البیضاوی، تحت الآیۃ ۱۵۷، ج۳، ص ۴۴۴)

---

[1]: ایک خاردار درخت جسے کیکر کہتے ہیں۔

آگے فرمایا جاتا ہے:

وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ	اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے عیسیٰ کے بارہ میں
شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ	اختلاف کیا ان کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور
اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًاۙ	ان کو کوئی علم نہیں سوائے وہم کی پیروی کرنے کے اور
بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ	انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے ان
اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۝	کو اپنی طرف اٹھالیا اور **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) غالب حکمت
(پ٦، النساء:١٥٧، ١٥٨)	والا ہے۔

یہود و نصاریٰ جو اختلاف کرتے ہیں کوئی بات یقین سے نہیں کہتے۔ اپنے اَوْہام[1] کے مُتَّبِع (یعنی پیروی کرنے والے) ہیں اس وقت کے نصاریٰ یہی کررہے ہیں سوائے مُہْمَلات (یعنی لغو باتوں) کے ان کے پاس اور کیا ہے اور انہیں پر کیا مُنْحَصِر عام کُفّار کو یہی فرمایا:

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ	وہ سوائے اپنی خواہش نفسانی اور ظن کے کسی اور
(پ٢٧، النجم:٢٣)	کا اِتِّباع نہیں کرتے۔

بلکہ تمام کُفّار اسلام کی حقّانیت (یعنی سچائی) پر یقین رکھتے چلے آئے ہیں عِنَاداً (یعنی دشمنی کی وجہ سے) اس کے مُنْکِر ہیں۔

ایک آیت کی تاویل

عرض:

وَ وَجَدَكَ عَآىٕلًا فَاَغْنٰى۝	ترجمۂ کنزالایمان: اور تمھیں حاجت
(پ٣٠، الضحیٰ:٨)	مند پایا پھر غنی کردیا۔

اس کے معنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو کثیر اُمّت والا پایا کہ شَفاعت کا وعدہ فرما کر آپ کو بے پروا کر دیا؟

ارشاد: کہہ سکتے ہیں کہ تاویل کے درجے میں ہوگی۔

---

[1] وہم کی جمع

تَاوِیل کا جواز

عرض: تاویل[1] کہاں تک جائز ہے؟

ارشاد: جہاں تک لفظ مُحتَمَل (یعنی احتمال رکھتا) ہو۔ ﴿پھر فرمایا:﴾

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک پچھلی تمھارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ (پ ۳۰، الضحیٰ: ٤)

کی تفسیر ظاہر یہی ہے کہ آخرت آپ کے واسطے دنیا سے بہتر ہے اور میں ہمیشہ اس کی یہی تاوِیل کرتا ہوں "وَالسَّاعَةُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ السَّاعَةِ الْاُوْلٰى" کہ جو ساعت آتی ہے وہ گزر جانے والی ساعت سے آپ کے لیے افضل ہے۔

لکڑی کا جوتا

عرض: کھڑاؤں (یعنی لکڑی کا جوتا) پہننا کیسا ہے؟

ارشاد: صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعدِ وُضو کھڑاویں پہنا کرتے۔

(بهجة الاسرار، فصل ذكر فصول من كلامه ......الخ، ص ۱۳۲)

خُطبے میں خُلَفَاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکرِ خیر

عرض: خطبہ میں خُلَفَائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر زمانۂ اَوَّل میں نہ تھا؟

ارشاد: زمانۂ اَوّل میں ثابت ہے فاروقِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہِ خلافت میں ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ذکر خطبہ میں کیا، بعد آپ کے ذکر کے سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا۔ اس کی خبر فاروقِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی سخت ناراض ہوئے کہ تم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر میرے بعد کیوں کیا؟ مجھ سے پہلے چاہیے تھا۔ ذکر کرنے پر ناراضی نہ فرمائی۔

---

[1]: تاویل کا لغوی معنی لوٹانا ہے اور اصطلاحِ شرع میں "ایک لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر ایک ایسے معنی پر محمول کرنا جس کا وہ احتمال رکھتا ہو اور وہ احتمال کتاب وسنت کے موافق بھی ہو" (التعریفات للجرجانی، ص ۳۸)

خطبے میں سیّدُنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ مبارک

عرض: "رَغْمًا لِاُنُوْفِ الْوَھَابِیَۃِ وَالرَّافِضِیَۃِ"[1] خطبہ میں سرکار حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیسا ہے؟

ارشاد: جائز و مُسْتَحْسَن ہے اور میرے تو اکثر خطبوں میں حضور کا ذکر ہوتا ہے، ہاں اِلْتِزام (یعنی با قاعدگی) سے نہیں۔

خطبے میں عالمِ دین کے لئے دُعا کرنا

عرض: جب کہ عالم دین حقیقۃً سُلطان اِسلام ہے اور " وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ " سے عُلمائے دین ہی مراد ہیں تو جس جگہ بادشاہِ اِسلام نہ ہو وہاں خطبہ میں عالمِ دین کا نام لے کر اس کے واسطے دعا کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز ہے۔ جس طرح سلطان اِسلام دُعا کا مُستحق ہے اسی طرح عالم دین بھی۔

سیّد زادے کو سزا دینا

عرض: سَیّد کے لڑکے کو اس کا اُستاد تادِیْباً (یعنی ادب سکھانے کیلئے) مار سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: قاضی جو حُدودِ الٰہیہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزائیں) قائم کرنے پر مجبور ہے، اس کے سامنے اگر کسی سَیّد پر حد ثابت ہوئی تو باوجود یہ کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اُسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے ع

تا بہ معلم چہ رسد ٭ پھر مُعلّم کو کیسے حق پہنچتا ہے!

شعبان میں نکاح کرنا کیسا؟

عرض: شعبان میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: کوئی حرج نہیں، ہاں یہ آیا ہے۔ "لَا نِکَاحَ بَیْنَ الْعِیْدَیْنِ" (دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں) (رد المحتار، کتاب النکاح، ج ٤، ص ٧٦) اس سے مُراد یہ ہے کہ جُمُعہ کے دن اگر عید پڑے تو ظاہر ہے کہ جُمُعہ وعیدین کے درمیان فُرصت کہاں ہو سکتی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

عرض: حضرت عمر فاروق اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکر اسلام لائے؟

---

[1] وہابیہ اور روافض کی ناک خاک آلود کرنے کے لئے۔ مؤلف غفرلہ

ارشاد: حضرت عمر فاروق اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ایمان لائے جب کُل مرد و عورت ۳۹ مسلمان تھے۔ آپ چالیسویں مسلمان ہیں، اسی واسطے آپ کا نام "مُتَمِّمُ الْاَرْبَعِین" ہے یعنی چالیس مسلمانوں کے پورا کرنے والے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۠ اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تجھ کو کافی ہے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) اور اس قدر لوگ جواب تک مسلمان ہوگئے۔ (پ ١٠، الانفال: ٦٤)

کُفّار نے جب سنا تو کہا آج ہم اور مسلمان آدھوں آدھ ہوگئے۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے عرض کیا یَــارَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کو خوشخبری ہو کہ آج آسمانوں پر عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اسلام لانے پر شادی رچائی گئی (یعنی جشن منایا گیا) ہے (سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضائل اصحاب رسول، فضل عمر، الحديث ١٠٣، ج ١، ص ٧٦)

اور آپ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ کُفّار ہمیشہ سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی اِیذا رسانی (یعنی تکلیف پہنچانے) کی فکر میں رہتے آیہ کریمہ نازِل ہوئی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) تمہارا حافظ و ناصر ہے کوئی تمہارا کچھ نہیں کرسکتا (پ ٦، المائدہ: ٦٧)

اس وقت تک یہ بھی مسلمان نہ ہوئے تھے ابوجہل لعین نے اعلان کردیا کہ جو شخص ......[1] اس کو اس قدر اِنعام دُوں گا ان کو جوش آیا تلوار ننگی کرلی اور قسم کھائی کہ اس کو نیام میں نہ کریں گے جب تک کہ مَعَاذَ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) اپنے اِرادے کو پورا نہ کرلیں گے۔ "مَعَارِج" میں ہے کہ انہوں نے تو یہ قسم کھائی اور ادھر ربُّ العزۃ جل جلالہٗ نے قسم یاد فرمائی کہ یہ تلوار نیام میں نہ ہوگی تاوقتیکہ کُفّار کو اسی سے قتل نہ کریں۔

جارہے تھے راستہ میں عبدُ اللہ بن نُعَیم صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ملے، دیکھا نہایت غُصّہ کی حالت میں سُرخ آنکھیں، ننگی تلوار لیے ہیں۔ پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے اپنا اِرادہ ظاہر کیا۔ عبداللہ بن نُعَیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا:

[1] غالبًا یہاں پر بقیہ الفاظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ادب کی وجہ سے حذف کردیئے گئے ہیں۔

بنی ہاشم کے حملوں سے کیسے بچو گے؟ انہوں نے کہا: شاید تو بھی مسلمان ہو گیا ہے تجھی سے شروع کروں۔ عبداللہ بن نُعَیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ''میری کیا فکر کرتے ہو اپنے گھر میں تو جا کر دیکھو تمہارے بہن بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔'' ان کو غیظ (یعنی سخت غصہ) آیا سیدھے بہن کے مکان پر گئے دروازہ بند پایا اندر سے پڑھنے کی آواز آ رہی تھی ان کی بہن کو حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''سورۂ طٰہٰ'' شریف سکھا رہے تھے۔ آواز اجنبی، کلام اجنبی، خیر آواز دی۔ بہن نے صَحِیفَہ کو کسی گوشہ میں چھپا دیا۔ اور حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک کوٹھری میں چھپ گئے۔ دروازہ کھولا گیا آتے ہی بہن سے پوچھا: تو دین سے پھر گئی؟ اِسلام میں رافضیوں کا سا تَقِیَّہ (یعنی حق بات چُھپانا) کہاں! صاف کہہ دیا میں نے سَچّا دِین اسلام قبول کیا۔ خیر انہوں نے تلوار سے تو نہیں مارا مگر ہاتھ سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ خون بہنے لگا۔ جب آپ کی بہن نے دیکھا کہ چھوڑتے ہی نہیں تو کہا: ''اے عمر! تم مار ہی ڈالو مگر دینِ اِسلام ہم سے نہ چھوٹے گا۔'' جب انہوں نے خون بہتا ہوا دیکھا غُصَّہ فَرو (یعنی کم) ہوا اپنی بہن کو چھوڑ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں نے نئے کلام کی آواز سنی تھی وہ مجھے دکھاؤ۔ آپ کی بہن نے کہا: تم مُشْرِک ہو اس کو چُھو نہیں سکتے۔ انہوں نے زبردستی کر کے مانگ لیا، دو تین آیتیں پڑھیں فوراً ان کے مُنہ سے نکلا: ''وَاللّٰہِ مَا ھٰذَا کَلَامُ الْبَشَر'' (خدا کی قسم یہ کلام بشر کا نہیں) یہ سن کر حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً کوٹھری سے نکل آئے اور کہا: اے عمر! تمہیں خوش خبری ہو کل ہی حُضُوْرِ اَقْدَس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ	الٰہی اِسلام کو عزت دے ابوجہل یا عمر کے
بْنِ ھَشَّام اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ	ذریعہ سے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (عَزَّوَجَلَّ) کہ حضور کی دعا تمہارے حَق میں قبول ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور کہاں تشریف فرما ہیں؟ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: دارِ اَرقم میں انہوں نے کہا: مجھے لے چلو حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دَرِ دولت پر لے کر حاضر ہوئے یہاں مسلمان بخوف کُفّار چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ دروازہ پر آواز دی۔ اندر سے آواز آئی: ''کون؟'' انہوں نے کہا: ''عمر۔'' ضُعَفَائے مُسلِمین خائِف ہوئے (یعنی کمزور مسلمان ڈرے) دو تین آوازیں دیں مگر جواب نہ دیا گیا جب انہوں

نے سختی سے آواز دی۔ سَیِّدُ نا اَمیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کواڑ (یعنی دروازہ) کھول دیا جائے اگر خیر (یعنی اچھائی) کے لیے آیا ہے فَبِہا (یعنی بہتر) اور اگر ارادۂ شرّ (یعنی برائی) سے آیا ہے تو وَاللّٰہ! اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا۔ دروازہ کُھلا یہ اندر گئے حضور اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور ان کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''عمر! کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو مسلمان ہو؟'' فرماتے ہیں: مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک عظیمُ الشّان پہاڑ میرے اوپر رکھ دیا گیا۔ یہ عظمتِ نبوت تھی فوراً عرض کیا: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ'' یہ دیکھتے ہی مسلمانوں نے خوش ہوکر بآوازِ بلند تکبیریں کہیں جن سے پہاڑ گونج اُٹھے۔ انہوں (یعنی حضرت عمر فاروقِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مسلمان ہوتے ہی عرض کیا: '' یَارَسُوْلَ اللّٰہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کُفّار عَلَی الْاِعْلَان (یعنی کُھلم کُھلا) اپنے مَعبودانِ باطِل (یعنی جھوٹے خداؤں) کی پَرستش (یعنی پوجا) کریں اور ہم مسلمان چُھپ کر اپنے سچّے خدا کی عبادت کریں! ہم علانیہ مسجدُ الحَرام میں نماز پڑھیں گے۔'' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر برآمد ہوئے، (یعنی باہر تشریف لائے) مسجد حرام شریف میں اذان کہی گئی، دو صفیں ہوئیں، ایک میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے اور دوسری میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جس کافر نے دیکھا چُپکا (یعنی خاموشی سے) اپنے گھر میں گھس گیا۔ (تاریخ الخلفاء، فصل عمر بن خطاب......الخ، ص ۹۰ ملخصاً)

جب ضُعَفائے مُسلمین (یعنی کمزور مسلمانوں) نے ہجرت کی تو کُفّار سے چُھپ چُھپ کر چلے گئے۔ انہوں نے جب ہجرت فرمائی (تو) ایک ایک مجمعِ کُفّار (یعنی کافروں کے ہجوم) میں ننگی شمشیر لے جا کر فرمایا: ''جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا ہو وہ اب جان لے، پہچان لے کہ میں ہوں عمر، جسے اپنی عورت بیوہ اور اپنے بچے یتیم کرنا ہوں وہ میرے سامنے آئے! میں اب ہجرت کرتا ہوں۔ پھر یہ نہ کہنا کہ عمر بھاگ گیا۔ تمام کُفّار سر جھکائے بیٹھے رہے کسی نے چوں بھی نہ کی۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابہ، الحدیث ۳۵۷۹۱، ج ۱۲، ص ۲۵۷، ملخصًا)

﴿پھر فرمایا:﴾ سَیِّدُ نا عمر فاروق اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیرِ قدم موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیرِ قدم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اسی واسطے انکی شِدَّت اور ان کی رَحم دِلی درجۂ کمال پر تھی۔

سیدنا ابوذر غفّاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کس نبی کے زیرِ قدم تھے ؟

عرض: حضرت ابوذرؓ غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کس نبی کے زیرِقدَم تھے؟

ارشاد : ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی ہیں، کس کس طرح کس کس کے زیرِقدَم بتاؤں! نام بھی تو سب کے نہیں معلوم، وہ صحابہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم) جن کے نام معلوم ہیں سات ہزار ہیں۔ حَجَّۃُ الْوَداع (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آخری حج مبارک) میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔

کیا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ہیں؟

عرض : حضور! یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ علی میرا نظیر ہے۔

ارشـــاد : ذَال سے یا ظا سے؟ اگر ذال سے نذیر مراد ہے تو تمام علماء حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نِیابَت (یعنی نائب ہونے) میں نَذِیْر (یعنی ڈرانے والے) ہیں مگر یہ کوئی حدیث نہیں، ہاں یہ آیا ہے:

اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ　　بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب السنة،باب فضل ،الحدیث ۲۲۳،ج۱،ص۱۴۶)

اور اگر ظَا سے نَظِیر لیا ہے تو یہ صَرِیح کلمۂ کُفر ہے حدیث میں کہاں آ سکتا ہے؟ وہ ذات تو **اللہ** تعالٰی نے بے مِثل و بے نَظِیر بنائی حضور اَقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نَظِیر مُحَال بالذّات ہے تحتِ قُدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا نہ اَوَّلِیْن میں نہ آخرین میں نہ اَنْبِیَاء میں نہ مُرسَلِیْن میں۔

حضرت سیدنا احمد زَرُوق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمان

عرض: حضرت سیدی اَحمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے: جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا زَرُّوق کہہ کر نِدا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

ارشاد: مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی جب کبھی میں نے اِستِعانَت کی (یعنی مدد مانگی) ''یا غوث'' ہی کہا　ع

یَكْ دَرْ گِیْر مُحْکَمْ گِیْر　　ایک دروازہ پکڑیئے اور مضبوطی سے پکڑیئے۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مزار پر حاضری

﴿پھر فرمایا:﴾ میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ اِحاطہ میں مَزَامِیر (یعنی ساز، ڈھول) وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت مُنتشِر (یعنی پریشان) ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا: ''حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس شور وشَغَب سے مجھے نجات ملے۔'' جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہوگئے۔ میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہوگئے، قدم درگاہ شریف (یعنی مزار شریف) سے باہر نکالا پھر وہی شور وغُل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرُّف (یعنی کرامت) ہے یہ بَیِّن (یعنی کھلی) کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی، بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نامِ مُبارَک کے ''یَا غَوْثَاہ'' زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے ''اِکْسِیرِ اَعْظَمْ'' قَصِیْدَہ بھی تَصْنِیف کیا۔

﴿پھر ارشاد فرمایا:﴾ اِرادت شرطِ اَہم ہے بَیعت میں، بس مُرشِد کی ذرا سی توجُّہ (یعنی عنایت) درکار ہے اور دوسری طرف (یعنی مرید کی طرف سے) اگر اِرادت (یعنی اعتقاد) نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا۔

مجھے میرا پیر کافی ہے

ایک صاحب حضور سَیِّدُنا غوث اَعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلاموں میں سے تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ٹِیلہ پر یاقوت کی کرسی بچھی ہے۔ اس پر حضرت سَیِّدُنا معروف کرخی رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف فرما ہیں اور نیچے ایک مخلوق جمع ہے ہر ایک اپنی اپنی چِٹھی (یعنی رُقعہ) دیتا ہے، حضرت اس کو بارگاہِ ربُّ العزّۃ (عَزَّوَجَلَّ) میں پیش کرتے ہیں۔ یہ چپکے کھڑے رہے، جب حضرت نے بہت دیر تک انہیں دیکھا اور انہوں نے کچھ نہ کہا تو خود فرمایا: ''ھَاتِ قِصَّتَکَ اَعْرِضُھَا'' (لاؤ کہ میں تمہاری عرضی پیش کروں) انہوں نے عرض کیا: ''اَوَ شَیْخِی عَزَلُوْہٗ'' (کیا میرے شیخ کو معزول کردیا گیا) فرمایا: ''وَاللّٰہِ مَا عَزَلُوْہُ وَلَا یَعْزِلُوْنَہٗ'' (خدا کی قسم! ان کو معزول نہیں کیا گیا اور نہ کبھی ان کو معزول کریں گے۔) انہوں نے عرض کی: ''تو بس میرا شیخ کافی ہے۔'' آنکھ کھلی، حاضِر ہوئے دربار میں سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کہ واقعہ عرض کریں۔ قبل اس کے کچھ عرض کریں۔ حضور نے

ارشادفرمایا:"هَاتِ اَعْرِضُ قِصَّتَكَ"(لاؤ کہ تمہاری عرضی پیش کروں)﴿فرمایا:﴾ اِرَادَت (یعنی اعتقاد) یہ ہے۔

(بهجة الاسرار،ذکرفضل صحابه و بشرهم،ص ۱۹۱/۱۹۲،ملخصًا)

ع همه شیرانِ جهاں بسته ایں سلسله اند

دنیا کے تمام دلاور و بہادر اسی سلسلہ سے منسلک ہیں

کامِل مُرید

﴿پھر فرمایا:﴾ جب تک مرید یہ اِعْتِقَاد (یعنی یقین) نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اَولیائے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے، نَفع نہ پائے گا۔علی بن ہیتی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جو حضور غوثِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص خلیفہ ہیں، ایک بار بیمار پڑے تو حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کی عیادت کو گئے۔ان کے خاص مُرید تھے حضرت علی جُوسَقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔یہ کھانا لائے خیال کرتے ہیں کہ روٹیاں کس کے سامنے پہلے رکھوں؟ اپنے شیخ کے سامنے رکھتا ہوں تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کے خِلاف ہے اور اگر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھتا ہوں تو اِرادت تقاضا نہیں کرتی۔انہوں نے اس طرح روٹیاں گھمائیں کہ دونوں کے حضور ایک ساتھ جا گریں۔حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:" یہ مُرید تمہارا بہت با اَدب ہے۔" علی بن ہیتی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا:"بہت ترقیاں کر چکا ہے اب اس کو حضور اپنی خدمت میں لیں۔" علی جوسقی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ سنتے ہی ایک کونہ میں گئے اور رونا شروع کیا۔حضور نے فرمایا:"اس کو اپنے ہی پاس رہنے دو جس پستان کا ہِلا ہوا ہے اسی سے دُودھ پیئے گا دوسرے کو نہیں چاہتا۔" (بهجة الاسرار،ذکرشیخ ابو الحسن الجوسقی، ۳۸۳)

﴿پھر فرمایا:﴾ اپنے تمام حَوائج (یعنی حاجتوں) میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے۔

ایک حدیث کے معنی

عرض: اس حدیث کے کیا معنی ہیں؟"لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِي"

(شعب الایمان،باب ذکر حدیث جمع القران،الحدیث۱۷۶، ج۱،ص۲۰۰)

ارشاد: اگر موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تشریف لائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اِتِّباع (یعنی پیروی) کرو، گمراہ ہوجاؤ گے حالانکہ

نبی نبی میں بحیثیت نبوت کے کچھ فرق نہیں وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناسخ جمیع اَدیانِ سابقہ (یعنی پچھلے تمام مذاہب کومنسوخ کرنے والے) ہیں بہت احکام شریعت مُوسوی اور شریعت عیسوی کے ہماری شریعت میں منسوخ ہوئے تو اگر ان احکام کو چھوڑ کر ان کی پیروی کی جائے یقیناً گمراہی ہے۔

پورے مسلمان ہو جاؤ

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند یہود مُشرف باِسلام ہوئے اور نماز میں توریت شریف بھی پڑھنے کی اِجازت چاہی آیہ کریمہ نازِل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (پ ۲، البقرۃ: ۲۰۸)

اے مسلمانو اگر مسلمان ہوتے ہو تو پورے مسلمان ہو جاوٴ۔ شیطان کے فریب میں نہ پڑو بے شک وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے۔

مُرشِد کے سامنے خاموش رہنا افضل ہے

عرض: شیخ کے حضور چُپکا (یعنی خاموش) رہنا افضل ہے یا نہیں؟

ارشاد: بے کار باتوں سے تو ہر وقت پرہیز چاہیے اور شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے، ضروری مسائل پوچھنے میں حرج نہیں۔ اَولیائے کِرام فرماتے ہیں: شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہوگا اور یہ حقیقۃً مُمانعتِ ذکر نہیں بلکہ تکمیلِ ذکر (یعنی کمالِ ذکر) ہے کہ وہ جو کرے گا بلاتوَسُّل (یعنی بغیر وسیلہ کے) ہوگا اور شیخ کی توَجُّہ سے جو ذکر ہوگا وہ بتوَسُّط (یعنی وسیلہ کیساتھ) ہوگا یہ اس سے بدرجہا اَفضل ہے۔

﴿پھر فرمایا:﴾ اَصل کار حُسنِ عقیدت ہے، یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں اور صرف حُسنِ عقیدت ہے تو خیر اِتّصال (یعنی قُرب) تو ہے۔ ﴿پھر فرمایا:﴾ پَرنالہ کی مثل تم کو فیض پہنچے گا۔ حُسنِ عقیدت ہونا چاہیے۔

ایک روایت کے بارے میں سوال

عرض: حضور! کیا یہ صحیح ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وَفاتِ اَقدس کے وقت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض

کیا: ''صبر بہتر ہے مگر آپ پر اور رُونا بُرا ہے مگر آپ پر۔''

ارشاد : یہ اَلفاظ نظر سے نہ گزرے بہت ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

عرض : اگر اس کو صحیح مانا جائے تو اس کے کیا معنیٰ ہوں گے؟

ارشاد : معنیٰ ظاہر ہیں صبر ہوتا ہے مُتَنَاہی (یعنی انتہائی) رَنج پر اور سرکارِ دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جُدائی کا رَنج ہر مسلمان کو غیر مُتَنَاہی (یعنی بے انتہاء) ہے تو غیر مُتَنَاہی پر صبر کیونکر ہوگا۔

غم تازہ کرنا

عرض : لیکن ہمارے عُلَمائے کرام غم تازہ کرنے کو حرام فرماتے ہیں؟

ارشاد : غم تازہ کرنا اپنی طرف سے ہوتا ہے اور یہاں تو جو رَنج ہے وہ اپنے اختیار میں نہیں۔

عزیز کی موت پر صبر

عرض : تو اگر بے اِختیاری میں اپنے عزیز کی موت پر صبر نہ کرے تو جائز ہوگا؟

ارشاد : بے اِختیاری بنا لیتے ہیں ورنہ اگر طبیعت کو روکا جائے تو یقین ہے کہ صبر ہوسکتا ہے۔

اوّل صدمے پر صبر

حضور اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لیے جا رہے تھے راہ میں ملاحظہ فرمایا کہ ایک عورت اپنے لڑکے کی مَوت پر نوحہ[1] کر رہی ہے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''صبر کر۔'' وہ اپنے حال میں ایسی بے خَبَر تھی کہ اس کو نہ معلوم ہوا (کہ) کون فرمارہے ہیں۔ جواب بے ہودَہ دیا کہ آپ تشریف لے جائیں، مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) تشریف لے گئے بعد کو لوگوں نے اس سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ وہ گھبرائی اور فوراً دربار میں حاضِر ہوئی اور عرض کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم)! مجھے معلوم نہ ہوا کہ حضور منع فرمارہے ہیں، اب میں صبر کرتی ہوں۔ اِرشاد فرمایا: '' اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی '' (صبر پہلی ہی بار کرتی تو ثواب ملتا پھر تو صبر آ ہی جاتا ہے۔) (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی صبر علی المصیبة......الخ، الحدیث ٦٢٦، ص ٤٦٠ تا ٤٦١)

---

[1]: میت پر چلا کر رونا یا بین کرنا،

نفس بچے کی طرح ہے

اِس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی صبر کرے تو ہوسکتا ہے۔امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نفس بچہ کی مثل ہے کہ اگر اس کودُودھ پلائے جاؤ جوان ہوجائے گا اور پیتا رہے گا اور اگر چُھڑادو چھوڑ دے گا۔(قصیدہ بردہ شریف،ص ١٤،مترجم) میں نے خود دیکھا گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی ،ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس وقت تک نہ چھڑایا تھا ماں ہر چند منع کرتی ،وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔

کیانفس اور رُوح میں فرق ہے؟

عرض: حضور نَفس اور رُوح میں فَرق اِعتباری معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد: اصل میں تین چیزیں علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں،نَفس،رُوح،قَلب (یعنی دل) رُوح بمنزلہ بادشاہ کے ہےاور نَفس وقلب اس کے دووَزیر ہیں۔نَفس اس کو ہمیشہ شَرّ کی طرف لے جاتا ہےاور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہےاور مَعاذَ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) کثرتِ مَعاصی (یعنی گناہوں کی زیادتی) اور خصوصاً کثرتِ بِدْعات سے اندھا کردیا جاتا ہے۔اب اس میں حَق کے دیکھنے،سمجھنے،غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر اَبھی حَق سننے کی اِسْتِعْدَاد (یعنی قابلیت) باقی رہتی ہےاور پھر مَعاذَ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) اَوندھا کردیا جاتا ہے۔اب وہ نہ حَق سن سکتا ہےاور نہ دیکھ سکتا ہے،بالکل چوپَٹ (یعنی ویران) ہوکر رہ جاتا ہے۔

قلب کسے کہتے ہیں؟

﴿پھر فرمایا:﴾ قلب (یعنی دل) حقیقۃً اس مضغۂِ گوشت (یعنی گوشت کے لوتھڑے) کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لَطِیفَہ غَیبِیہ ہے جس کا مرکز یہ مضغۂ گوشت ہے سینے کے بائیں جانب۔اور نفس کا مرکز زیر ناف ہے اسی واسطے شافعیہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ نفس سے جووَساوِس اُٹھیں وہ قلب تک نہ پہنچنے پائیں اور حنفیہ زیر ناف باندھتے ہیں۔ ع

کہ سر چشمہ باید گرفتن بہ میل چوں پر شد نشاید گرفتن بہ پیل

چشمہ اُبلتے ہی سُرمَچو سے اس کا منہ بند کیا جاسکتا ہے مگر جب اُمڈ پڑے تو پھر ہاتھی سے بھی بند نہیں کیا جاسکتا

گربہ کشتن روز اول باید

یعنی ابتدا ہی میں برائی کا خاتمہ کردینا چاہئے۔

اسی واسطے یہ تحریر کیا گیا ہے کہ اگر ہاتھ سختی سے باندھیں جائیں تو وَساوِس نہ پیدا ہوں۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا

عرض: کسی شخص کو اَیسی بلا میں مُبتلا دیکھے جو بظاہر انسان کی طرف سے پہنچتی ہے اس وقت بھی یہ دُعا پڑھ سکتا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً

اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے اس سے عافیت بخشی جس میں تجھے مبتلا کیا اور بہت ساری مخلوق پر مجھے اس نے فضیلت عطا فرمائی۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا رای......الخ، الحدیث ۳۴۴۲، ج۵، ص ۲۷۲)

ارشاد: ہر بلا میں مُبتلا کو دیکھ پڑھ سکتا ہے خواہ وہ بَلا اِنسانی ہو یا آسمانی۔

﴿پھر فرمایا:﴾ میں تو کافر کا مُردہ بھی دیکھ کر پڑھتا ہوں کہ جس بلا میں وہ مبتلا ہوا یعنی مَوت عَلَی الْکُفر (یعنی کفر پر مرا) اس سے خدا نے ہم کو نجات دی کہ اس پر شکر کرنا چاہیے۔

کافر کے جنازے پر شیطان کا رقص

﴿پھر فرمایا:﴾ حدیث میں ہے کافر کے جَنازہ کے آگے شیطان آگ کے شُعلے اُڑاتا ہوا، شُور مچاتا، ناچتا ہوا چلتا ہے کہ آدمی کفر پر مرا۔

وَسَط کا معنی

عرض: حضور! وَسط کے معنی اَفضل کے بھی آتے ہیں جیسے

جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمّتوں میں اَفضل۔

(پ ۲، البقرة: ۱۴۳)

ارشاد: ہاں وَسط کے لیے اَفضلیت لازِم ہے آیت کے معنی یہ ہیں ''ہم نے تم کو بہترین اُمَّت بنایا۔'' حدیث میں ارشاد ہوا:

اَنْتُمْ تَتِمُّوْنَ سَبْعِیْنَ اُمَّةً وَاَنْتُمْ خَیْرُھَا

تم سے پہلے ۶۹ اُمّتیں گزریں اور تم سب میں بہتر ہو۔

(مستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، باب ذکر الفضائل، ۷۰۷۰، ج۵، ص ۱۱۳)

سب سے پچھلی امت

شبِ معراج ربُّ الْعِزّت جل جلالہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

هَــل غَــمَّكَ اَنْ جَــعَــلْتُكَ کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے

اٰخِرَالنَّبِيّٖنَ تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا؟

عرض کی: ''نہیں۔'' اِرشاد فرمایا کہ تمھاری اُمَّت کو اس بات کا غم ہوا کہ میں نے انہیں سب سے پچھلی اُمَّت کیا؟ عرض کی: ''نہیں اے ربّ (عَـزَّوَجَلَّ) میرے!'' ارشاد فرمایا: ''میں نے انہیں اس لیے سب سے پچھلی اُمَّت کیا کہ سب اُمّتوں کو ان کے سامنے رُسوا کروں اور انہیں کسی کے سامنے رُسوا نہ کروں۔''

(الخصائص الکبری،باب کلامه لله عزوجل عند سدرة المنتهی،ج ٢،ص ٣٣١)

دامنِ رحمت کی وسعت

﴿پھر فرمایا:﴾ ایک آنکھ کے لیے کروڑوں آنکھوں کا اِعْزاز کیا (یعنی مرتبہ دیا) جاتا ہے۔ روزِ قیامت تمام اُمّتوں کو مُنادی (یعنی نِدا دینے والا) پُکارے گا جب اس اُمَّت کی باری آئے گی نِدا کرے گا: ''کہاں ہیں اُمَّتِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)؟'' اور دامنِ رحمت وسیع کیا جائے گا اس میں سب کو لے لیا جائے گا کسی کو ان کے حساب کا پتا بھی نہ چلے گا۔

امت کا حساب اور بخشش

ایک حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی: اے ربّ (عَـزَّوَجَلَّ)! میری اُمَّت کا حساب مجھے دے دے۔ ارشاد فرمایا: ''اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تیری اُمَّت میرے بندے ہیں خود حساب لُوں گا اور خود ہی بخش دوں گا۔''

(کنز العمال، کتاب القیامة،قسم الاقوال،الحدیث٣٨٩٦٧،ج١٤،ص ١٦٠،ملخصًا)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ

روزِ قیامت دَامنِ رَحمت میں تمام اُمَّت کو جمع فرمایا جائے گا اور ارشاد فرمایا جائے گا: میں نے اپنے حُقُوق مُعاف

کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے حُقُوق مُعاف کرو اور جنت کو چلے جاؤ۔(المعجم الاوسط، الحدیث ۱۳۳۶، ج ۱، ص ۳۶۷) یہ سب صَدَقہ ہے سرکار کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پہلی منزل

﴿پھر فرمایا:﴾ بندگی ہونا چاہیے، مرتے وقت محمدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے پھر تو سب آسان ہے۔ یہی ایک پہلی منزل ہے جو تمام منزلوں سے سخت تر ہے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) آسان فرمائے۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ○ ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ (پ ۴، اٰل عمرٰن: ۱۷۳)

عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا (اسی پر ہم توکل کرتے ہیں)

اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنّت میں چلا جا

﴿پھر فرمایا:﴾ قیامت کے دن باوجود ان رحمتوں اور مہربانیوں کے ہم میں بعض وہ لوگ ہوں گے جو اس وقت بھی بُخْل کریں گے۔ حدیث میں ہے: ایک شخص کو جنت کا حکم ہوگا وہ جانا چاہے گا کہ اس کا حق دار کھڑا ہوگا۔ عرض کرے گا: اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ)! میرا حق میرے اس بھائی سے دلا۔ حکم ہوگا: اس کی نیکیاں اُسے دے کر حق پورا کرو۔ نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اس کا حق باقی رہے گا۔ ﴿فرمایا کہ:﴾ تین پیسے جو کسی کے اپنے اوپر آتے ہوں گے ان کے بدلے میں 700 باجماعت نمازیں لی جائیں گی۔

حق دار پھر کھڑا ہوگا عرض کرے گا: اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ)! میرا حق میرے اس بھائی سے دِلوا حکم ہوگا اس کی بَدیاں (یعنی برائیاں) اس پر رکھ کر حق پورا کرو۔ اس کی بدیاں بھی ختم ہو جائیں گی اور اَبھی حق باقی ہے پھر وہ کھڑا ہوگا اور عرض کرے گا: اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ)! میرا حق میرے اس بھائی سے دلوا۔ ارشاد ہوگا: اس کی تمام نیکیاں تجھے مل گئیں تیری تمام برائیاں اس پر رکھ دی گئیں۔

فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ (پ ۱۳، یوسف: ٦٤)

اب اس کے پاس کیا ہے جو تولے گا۔ عرض کرے گا: اے ربّ میرے! میرا حق اَبھی باقی ہے وہ اس سے دِلوا۔ تب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جنت سے ایک مکان خوب آراستہ کر کے عَرَصات (یعنی میدانِ محشر) میں لایا جائے سب لوگ اس کو نہایت شوق سے دیکھنے لگیں گے۔ ربُّ العزت جل جلالہ ارشاد فرمائے گا: میں اس مکان کو بیچتا ہوں کوئی ہے جو اس کو خریدے حَق دار عرض کرے گا: اے ربّ میرے! اس کی قیمت کس کے پاس ہوگی؟ اِرشاد فرمائے گا: ولیکن تیرے پاس اس کی قیمت ہے۔ عرض کرے گا: اے ربّ میرے! وہ کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمائے گا: اپنے بھائی کا حَق مُعاف فرمادے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں چلا جا۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الحدود، باب الترغیب فی العفو، الحدیث ۳۷٦۸، ج ۳، ص ۲٤۷ ملتقطاً)

حقوق العباد کی معافی

﴿پھر فرمایا:﴾ خدا نے وَعدہ فرمالیا ہے کہ حَقُّ العبد کو میں مُعاف نہ کروں گا ورنہ بندے کا بھی وہی مالک بندے کے حُقُوق کا بھی وہی مالک وہ چاہے تو تمام بندوں کے تمام حقوق مُعاف کردے مگر چونکہ اس نے وعدہ فرمالیا ہے اس لیے اس طور پر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں سے حقوقُ الْعِبَاد مُعاف کرائے گا۔

چاند دیکھنے کا سیدھا حساب

عرض: قَواعِد رُؤیَتِ ہلال (یعنی چاند دیکھنے کے اُصول) یقینی ہیں یا تخمینی؟

ارشاد: تخمینی ہیں، سب میں پہلا فن ہیئت[1] کا اِمام جو گِنا جاتا ہے بَطْلِیْمُوس ہے اس نے مُجَسْطِی لکھی، اس میں تمام اَفلاک کے اَحوال، ستاروں کا طُلوع وغُروب، ان کا آپس میں نظری فاصلہ، یہاں تک کہ ثَوابت (یعنی ستاروں) کا بھی طُلُوع وغُروب لکھا ہے کہ فلاں ستارہ آفتاب سے اتنے بُعد (یعنی دُوری) پر ہوگا تو نظر آئے گا اور اتنے بُعد (یعنی دُوری) پر ہوگا تو نہیں اور ہلال (یعنی چاند) کو چھوڑ گیا وہ اس کے قابو (یعنی بَس) کا نہ تھا۔ مُتَاَخِّرِین نے اس کا قاعدہ (یعنی اصول) ایجاد کیا ہے آٹھ

[1]: وہ علم جس میں اَجرامِ فلکی سے بحث کی جاتی ہے۔

وَرق کامِل (یعنی ماہرفن) پراس کے اَعمال آتے ہیں اوراس کے بعد کبھی یقینی جواب آتا ہےاور کبھی اس قدر اَعمالِ کَثِیْرَہ کے بعد بھی مَشکوک (یعنی مُشتبہ)۔سیدھا حساب جو ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہے وہ کبھی نہ ٹُوٹ سکتا ہے نہ ٹوٹے گا۔

اِنَّـا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَـكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلٰثِيْنَ

ہم اُمَّت اُمِّیَہ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں مہینہ ۲۹ کا ہے یا ۳۰ کا تو اگر تمہیں شُبہ پڑ جائے تو ۳۰ کی گنتی پوری کرلو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصوم،باب الشهر یکون......الخ،الحدیث۲۳۱۹/۲۳۲۰،ج۲، ص۴۳۲/۴۳۳ وسنن النسائی، کتاب الصیام،الحدیث ۲۱۲۰،ص۳۵۸)

علیہ رحمۃ ربِّ العزّت

اعلیٰ حضرت کا سنِ ولادت

مُؤَلِّف: وِلادت کی تاریخوں کا ذکر تھااوراس پر

ارشاد فرمایا: بِحَمْدِ اللّٰه تعالیٰ میری وِلادت کی تاریخ اس آیۃ کریمہ میں ہے.

اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (پ۲۸،المجادلة:۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے ایمان نقش فرمادیا ہےاوراپنی طرف سے روحُ القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے

اوراس کا صدر (یعنی آیت کا ابتدائی حصہ) ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (پ۲۸،المجادلة:۲۲)

نہ پائیں گے۔آپ ان لوگوں کو جو **اللّٰہ** ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ **اللّٰہ** و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یاان کی اولاد یاان کے بھائی یاان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں

اِسی کے مُتَّصِل فرمایا:'' اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ " بِحَمْدِ اللّٰهِ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اَعداءُ اللّٰہ سےاور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بِفَضْلِ اللّٰه تعالیٰ عَداوتِ اَعداءِ اللّٰه (یعنی اللہ کے دشمنوں سے دشمنی) گُھٹّی میں پلا دی گئی ہےاور بِفَضْلِهٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوگا۔

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم　اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ[1] بِحَمْدِ اللّٰہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پر لکھا ہوگا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

اور بِحَمْدِ اللّٰہِ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح وظفر (یعنی کامیابی ومدد) حاصل ہوئی ربُّ العزّۃ جل جلالہ نے رُوْحُ الْقُدُس سے تائید (یعنی مدد) فرمائی **اللہ** (عزَّوَجلَّ) پورا فرمائے۔

وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؑ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں **اللہ** ان سے راضی اور وہ **اللہ** سے راضی یہ **اللہ** کی جماعت ہے سنتا ہے **اللہ** ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(پ ۲۸، المجادلہ: ۲۲)

جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کی برکات

﴿پھر فرمایا:﴾ یہ سب برکات ہیں حضرت جدِ امجد (یعنی حضرت مولانا رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی۔ قرآن عظیم میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم بچے ایک مکان میں رہتے تھے اس کی دیوار گرنے والی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے:

وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا ۚ　ان کا باپ صالح تھا۔

(پ ۱۶، الکھف: ۸۲)

اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ علماء فرماتے ہیں: وہ باپ ان کی ساتویں پُشت (یعنی نسل) میں تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، الکھف: ۸۲ ج ۵، ص ۳۳۳)

[1] ترجمہ کنزالایمان: یہ ہیں جن کے دلوں میں **اللہ** نے ایمان نقش فرمادیا۔ (پ ۲۸، المجادلۃ: ۲۲)

صَالح (یعنی پرہیزگار) باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں یہاں تو ابھی تیسری ہی پُشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلے میں رہیں۔

جدِّ امجد کی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت سے محبت

﴿پھر ارشاد فرمایا:﴾ حضرت جدِّ اَمْجد (یعنی حضرت مولانا رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بِحَمْدِ اللّٰہِ تعالیٰ میرے ساتھ اس وقت تک وہی محبت ہے جو پہلے تھی۔ میرے حضرت جدِّ امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک حقیقی بھتیجے تھے، انہوں نے کوئی دَقِیْقَہ میری برائی میں اپنے نزدیک اُٹھا نہ رکھا (یعنی برائی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی)۔ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جدِّ اَمْجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور وہ صاحب پائینتی بیٹھے ہیں اور ہر چند بات کرنا چاہتے ہیں، حضرت جواب نہیں دیتے اور مُتَوَجِّہ نہیں ہوتے۔ اتنے میں مَیں حاضر ہوا۔ حضرت مجھے دیکھ کر فوراً سَرْوْ قَد (یعنی تکریماً سیدھے) کھڑے ہوگئے اور فرمایا: آیئے مولانا تشریف لایئے۔ باوجود یہ کہ میں ان کی پاؤں کی جوتی کی خاک مگر حضرت نے مجھ کو نہایت تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا اور جب تک میں بیٹھا رہا حضرت برابر میری طرف مُتَوَجِّہ رہے۔ دو روز ہوئے تھے کہ لکھنو سے خَمِیْرَہ[1] آیا تھا۔ حضرت حُقّہ مُلاحظہ فرما رہے تھے، مجھے خواب میں خَمِیْرَہ یاد آیا میں اُٹھا اور عرض کیا: میں لکھنو کا خَمِیْرَہ بھرتا ہوں۔ سنتے ہی گھبرا گئے اور فوراً کھڑے ہوگئے، فرمانے لگے: مولانا آپ تکلیف نہ فرمایئے، مولانا آپ تکلیف نہ فرمایئے اور مجھے بٹھالیا۔ میری محبت کے سبب اپنے حقیقی بھتیجے سے کلام نہ فرمایا۔

شرفِ بیعت

﴿پھر فرمایا:﴾ میں روتا ہوا دوپہر کو سوگیا، دیکھا حضرت جدِّ اَمْجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ایک صَنْدُوقچی عطا فرمائی اور فرمایا: عنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ مَارہَرہ شریف لے گئے وہاں جا کر شرف بیعت حاصل کیا۔

مقدمہ جیت گئے

﴿پھر فرمایا:﴾ ایک مرتبہ جائیداد کا جھگڑا تھا اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رِزْق کے بند ہونے کے اَسباب تھے۔ اسی

[1] : حقے کا خوشبودار تمباکو۔

دوران (یعنی انہیں دنوں) میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جدِّ اَمجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی گھوڑے پر سوار، تمام اَعضاء نہایت روشن، عربی لباس میں تشریف لائے۔ میں اسی پھاٹک میں کھڑا تھا حضرت قریب آ کر گھوڑے سے اُترے اور فرمایا: ''بشیر الدین وکیل کے یہاں جانا ہے۔'' آنکھ کھلی میں نے کہا: ''اب مقدمہ فتح ہوگیا'' چنانچہ صبح ہی کو مقدمہ میں فتحیابی (یعنی کامیابی) ہوگئی۔

روزہ نہ چھوڑنا

آٹھ دس بَرَس ہوئے، رجب کے مہینے میں حضرت والد ماجد (یعنی رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ) کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں: ''اَحمد رَضا! اب کی رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی اور زیادہ ہوگی روزہ نہ چھوڑنا۔'' یہاں بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعالٰی جب سے روزے فرض ہوئے کبھی نہ سفر، نہ مرض، کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا۔ خیر رمضان شریف میں بیمار ہوا اور بہت بیمار ہوا مگر بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعالٰی روزے نہ چھوڑے۔

زمین کی خریداری

گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے مُتَّصِل ایک صاحِب کی تھی۔ وہ ایک سُود خوار کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ اُن سے کہا گیا، مُخالفت کی وجہ سے انہوں نے نہ مانا۔ والد ماجد خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: مجھے نہیں دیتے، سود خوار کو دیتے ہیں اور ملے گی مجھی کو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

باون برس مدینے میں

ایک بار بیمار ہوا اور شِدَّت کا درد ہوا آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضرت والد ماجد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور مولوی برکات اَحمد صاحِب مرحوم جو والد ماجد سے پڑھا کرتے۔ تشریف لائے۔ مولوی برکات اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''مزاج کیسا ہے؟'' میں نے کہا: ''درد کی شدت ہے، دعا کیجئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوجائے۔'' یہ کہا ہی تھا کہ والد ماجد کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا: ''اَبھی تو باوَن بَرَس مدینہ طیبہ میں۔'' اب اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں کہ باوَن بَرَس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضِری ہوگی۔ چنانچہ دوسری حاضِری میں میری عمر باوَن بَرَس کی تھی یا یہ کہ اس وقت سے باوَن بَرَس کے بعد مدینہ طیبہ کی حاضِری ہوگی اور خدا عزوجل سے اُمید ہے۔ کہ ایسا ہی کرے۔ آمین۔

اصرار کر کے کھانا کِھلایا

ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا۔ کئی روز سے والدین کریمین کو خواب میں دیکھا۔ والدہ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا، والد ماجد نے فرمایا: ''تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔'' مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔

گیارہ درجے تک پہنچا دیا

ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے، بہت نفیس اور اُونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: ''گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) مالک ہے۔'' میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔

خواب میں مدد

ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت والد ماجد اُن سے ناراض ہوگئے، فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں ہوئی اور گاؤں کے کام پر مُعْتَمَد آدمی (یعنی بااعتماد آدمی) درکار تھا اور ان سے بڑھ کر کون مُعْتَمَد ہوسکتا تھا مگر حضرت والد ماجد کی ممانعت تھی، سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ اِنہیں کو گاؤں کا کام دے دو۔ چنانچہ صبح ہی کو میں نے انہیں گاؤں کو بھیج دیا۔

مُرغی کے جھوٹے کا حکم

عرض: مرغی اگر پانی میں چونچ ڈال دے ناپاک ہوجائے گا؟

ارشاد: ناپاک نہ ہوگا مَکْرُوہ ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، مطالب فی السئور، ج ١، ص ٤٢٧) اُبال دیا جائے کراہت زائل ہوجائے گی۔ [1]

---

[1]: اس طرح کے پانی کے اُبالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کٹورے یا تھالی وغیرہ میں مکروہ پانی ہو دوسرا صاف پانی اس پر ڈالئے یہاں تک کہ بھر کر کناروں سے اُبل کر بہہ جائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی رضویہ مخرجہ ج ٢ ص ٣٥٣)

سجدہ سہو کب واجب ہوگا؟

عرض: مُتَشَابِہ لگا[1]، تین بارلَوٹا مگر نہ نکلا تو سجدہ سَہو لازم ہے؟

ارشاد: کیوں! اگر تین بار سُبحانَ اللّٰہ کے قَدْر رُکا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجدۃالسھو، ج۲، ص۶۷۷) (صرف) لَوٹنے سے نہ ہوگا اگرچہ دس ہزار بار۔

ناپاک پانی اُبالنے سے پاک ہوجائے گا؟

عرض: ناپاک پانی گرم کیا اِتنا کہ اُبل گیا پاک ہوگا یانہیں؟

ارشاد: نہیں کہ پاک پانی نے نہ اُبالا۔

کیا کتے کے بال ناپاک ہیں؟

عرض: کتے کا رواں (یعنی جسم کے باریک بال) تو ناپاک نہیں؟

ارشاد: صحیح یہ ہے کہ کتے کا صرف لعاب نَجِس ہے۔(ماخوذ ازالفتاوی الھندیہ، ج۱، ص۴۸) **لیکن بلاضرورت پالنا نہ چاہیے کہ رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ حدیث صحیح ہے کہ جبریل (علیہ السلام) کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کرکے چلے گئے۔ دوسرے دن اِنتظار رہا مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبریل (علیہ السلام) حاضر نہ ہوئے۔ سرکار باہر تشریف لائے، مُلاحظہ فرمایا کہ جبریل علیہ السلام درِدولت پر حاضر ہیں۔ فرمایا: ''کیوں؟'' عرض کیا:**

اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَلَاصُوْرَۃٌ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الباس، باب فی الصور، الحدیث ۴۱۵۷، ج۴، ص۱۰۰)

اَندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا، پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پِلّا نکلا اُسے نکالا تو حاضر ہوئے۔

خلافتِ راشدہ

عرض: خِلَافتِ راشدہ کس کس کی خِلَافت تھی؟

---

[1] بعض آیات کی جگہ دوسری ملتی جلتی آیات شبہ کے طور پر پڑھ لینا۔

ارشاد : ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولیٰ علی، اِمَام حسن، امیر معاویہ[1]، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خِلَافت راشدہ تھی اور اب سَیِّدُ نا اِمَام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خِلَافت، خِلَافتِ راشدہ ہو گی۔

---

[1] : حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابیِ رسول، کاتبِ وحی اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں، ان کی شان وعظمت میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے لیکن اس مقام پر خلفائے راشدین کی فہرست میں ان کا نامِ مبارک آنا کاتب کے سہو یا کسی کے تصرف کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت ملا علی القاری علیہ رحمۃ الباری نے ''شرح فقہ اکبر صفحہ 65'' اور علامہ عبدالعزیز پرھاروی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ''النبراس شرح شرح عقائد صفحہ 309'' پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ملفوظات شریف کے صفحہ 160 پر بھی خلفائے راشدین کے نام شمار کروائے ہیں جس میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی شامل نہیں ہے چنانچہ **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: خلافتِ راشدہ وہ خلافت کہ **منہاجِ نبوت** (یعنی نبوی طریقے) پر ہو جیسے حضرات **خلفائے اربعہ** (یعنی چار خلفائے کرام حضرت سیِّدُ نا صدیقِ اکبر، حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم، حضرت سیِّدُ نا عثمانِ غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) و امام حسن مجتبیٰ و امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کی اور اب میرے خیال میں ایسی خلافتِ راشدہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی قائم کریں گے۔ وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہ (یعنی: اور غیب کا علم **اللہ** تعالیٰ کو ہے۔ ت) (ملفوظات، ص160) نیز فتاویٰ رضویہ جلد 29 ص 356 تا 363 پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''اور حضرت امیر معاویہ تو اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج۲۹، ص۳۵۶)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت جلد 1 صفحہ 241 پر لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امامِ مطلق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہوئے، اِن حضرات کو خلفائے راشدین اور اِن کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۴۱) جبکہ جلد 1 صفحہ 257 پر لکھتے ہیں: منہاجِ نبوت پر خلافتِ حقہ راشدہ تیس سال رہی، کہ سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی، پھر امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیّدنا امام مَہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے، امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّل ملوکِ اسلام ہیں۔ (بہارِ شریعت ج۱، ص۲۵۷) واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال

کاتبِ وحی حضرت سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اگرچہ خلفائے راشدین میں نہیں ہوتا بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں لیکن ان کو ''خلیفہ'' کہنا بھی کئی بزرگانِ دین سے ثابت ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس فرمانِ مصطفٰے: لایزال الاسلام عزیزا الی اثناعشر خلیفۃ کلھم من قریش یعنی بارہ خلیفوں کے گزرنے تک اسلام غالب رہے گا اور وہ قریش سے ہوں گے۔ (صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب الامارۃ باب الناس تبع لقریش) کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ خُلفاء ہیں کہ والیانِ اُمّت ہوں اور عدل وشریعت کیمطابق حکم کریں، ان کا متصل مسلسل ہونا ضرور نہیں، نہ حدیث میں کوئی لفظ اس پر دال ہے۔ اُن میں سے خلفائے اربعہ و امام حسن مجتبےٰ و امیر معاویہ و حضرت عبداللہ بن زبیر و حضرت عمر بن عبدالعزیز معلوم ہیں اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی ہوں گے۔ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔ یہ نو ہوئے باقی تین کی تعیین پر کوئی یقین نہیں۔ واللہ تعالی اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج۲۷، ص۴۸)

علیگڑھی کو سیّد صاحب کہنا

عرض: بعض علیگڑھی کو سید صاحب کہتے ہیں؟

اِرشاد: وہ تو ایک خبیث مُرتَد تھا حدیث میں ارشاد فرمایا: لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَیِّدًا فَاِنَّہٗ اِنْ یَّکُ سَیِّدُکُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّکُمْ منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہوا تو یقیناً تم نے اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کو غضب دلایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاداب، باب لایقول الملوك، الحدیث٤٩٧٧، ج٤، ص٣٨٣)

عالِم کی زیارت کا ثواب

عرض: حضور! یہ صحیح ہے (کہ) عالم کی زِیارت ثواب ہے؟

اِرشاد: ہاں حدیث میں وَارِد ہوا: مِنَ الْعِبَادَۃِ اَلنَّظْرُ اِلَی الْکَعْبَۃِ وَالنَّظْرُ اِلَی الْمُصْحَفِ وَالنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ کعبہ معظّمہ کو دیکھنا عبادت ہے، قرآن عظیم کو دیکھنا عبادت ہے، عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ، الحدیث٤٣٤٨٦، ج١٥، ص٣٧١ ملتقطاً)

دِل میں طلاق دینا

عرض: دل میں اگر الفاظ طلاق بولے تو طلاق ہو گی یا نہیں؟

اِرشاد: نہیں، جب تک اتنی آواز سے نہ کہے کہ اگر کوئی مَانِع (یعنی رکاوٹ) نہ ہو تو خود اس کے کان سُن لیں۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الصلوۃ، الباب الرابع فی الصفۃ الصلوۃ، الفصل الاول، ج١، ص٦٩ ملخصاً)

شادی شدہ کافرہ کا اسلام لانے کے بعد نکاح

عرض: کافرہ اگر اسلام لائے اور شوہر والی ہو تو کیا کرے؟

اِرشاد: تین حیض تک انتظار کرے اگر اس کے اَندر شوہر اِسلام لے آیا، یہ اس کے نکاح میں ہے ورنہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ (درمختار ورد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، مطلب الصبی المجنون، ج٤، ص٣٥٨/٣٥٩)

مِرگی کی بیماری

عرض: حضور! یہ صَرْع کیا کوئی بلا ہے؟

اِرشاد: ہاں اور بہت خبیث بَلا ہے اور اسی کو اُمُّ الصِّبْیَان[1] کہتے ہیں، اگر بچوں کو ہو ورنہ صَرْع (مرگی)۔ تجربہ سے ثابت ہوا

---

[1]: بچوں کی ایک بیماری جس سے اعضاء میں جھٹکے لگتے ہیں۔

ہے کہ اگر پچیس بَرَس کے اندر اندر ہوگی تو اُمید ہے کہ جاتی رہے اور اگر پچیس بَرَس کے بعد یا پچیس بَرَس والے کو ہوئی تو اَب نہ جائے گی۔ ہاں کسی ولی کی کرامت یا تعویذ سے جاتی رہے تو یہ اَمرِ آخر (یعنی دوسری بات) ہے۔ یہ فی الحقیقت ایک شیطان ہے جو انسان کو ستاتا ہے۔

دربارِ رسالت میں مِرگی کا علاج

حضور اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں ایک عورت اپنے بیٹے کو لائیں عرض کی: ''صبح وشام یہ مُصرَع ہوجاتا ہے۔'' حضور نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اُخْـرُجْ عَـدُوَّ اللّٰہِ ،اَنَـا رَسُـوْلُ اللّٰہِ نکل اے خدا کے دشمن! میں **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا رسول ہوں۔ اسی وقت اسے قے آئی ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہوگئی اور وہ لڑکا ہوش میں ہوگیا۔[1] (مُسْنَد اَحمد، مسند الشامیین ،الحدیث ١٧٥٧٤، ج٦، ص١٧٨)

غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مِرگی کا علاج فرمایا

حضور غوث اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کو مِرگی ہوگئی۔ حضور نے فرمایا: ''اس کے کان میں کہہ دو غوثِ اَعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حکم ہے کہ بغداد سے نکل جا۔'' چنانچہ اسی وقت وہ اچھا ہوگیا اور اب تک بغدادِ مُقدَّس میں مِرگی نہیں ہوتی۔ (بھجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشی من عجائب، ص١٤٠ باختلاف الالفاظ)

بچوں کو مِرگی کے مرض سے بچانے کا نُسخہ

﴿پھر فرمایا:﴾ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو اَذان میں دیر کی جاتی ہے، اس سے اکثر یہ مرض ہوجاتا ہے اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا جائے کہ نہلا کر اذان و اِقامت بچہ کے کان میں کہہ دی جائے تو اِن شاءَ اللّٰہُ تعالیٰ عمر بھر محفوظی ہے۔ (شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد، الحدیث ٨٦١٩، ج٦، ص٣٩٠ بتغیر قلیل)

گراموفون سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کا حکم

عرض: گراموفون کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: بعض باتوں میں اصل کا حکم ہے، بعض میں نہیں۔ گراموفون[2] میں اگر قرآن عظیم ہو اس کا سُننا فرض نہیں بلکہ ناجائز اور آیت سَجدہ اس سے اگر سُنی سَجدہ واجب نہیں، حالانکہ یوں اِستماعِ قرآن (یعنی قرآن کا غور سے سننا) ہے اور آیت سجدہ پر سجدہ واجب اور گانے میں اصل کا حکم ہے، اگر اصل جائز یہ بھی جائز اگر اصل حرام یہ بھی حرام مثلاً عورت وامرد کی آواز نہ ہو

[1] یہاں غالباً کتابت کی غلطی تھی جو درست کردی گئی ہے۔ [2]: ایک آلہ جس کے ریکارڈ سے آواز نکلتی ہے۔

مَزَامِیر (یعنی ساز، ڈھول وغیرہ) کی آواز نہ ہو اَشعار خلافِ شَرْع نہ ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں اور قرآن عظیم کا سننا تَوَجُّد (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے کہ عبادت ہے اور گراموفون سے سننا لہو ہے کہ وہ موضوع ہی اسی لیے ہے اگرچہ کوئی نیتِ لہو نہ کرے مگر اصل وَضع (یعنی بناوٹ) کی تبدیل کوئی نہیں کرسکتا۔ پھر جو مصالحہ اس میں بھرا ہوتا ہے، اس میں اکثر اِسپرٹ کا میل ہوتا ہے اور اِسپرٹ شَراب ہے اور شَراب نَجِس ہے تو اس میں قرآن عظیم کا بھرنا ہی حرام ہوا۔

جانوروں کو کھلانے پلانے کا ثواب

عرض: جانوروں کو کھلانے پلانے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہاں حدیث میں ارشاد ہوا: فِی کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ ہر تر جگر میں اجر ہے۔ (السنن الکبری للبیھقی، کتاب الزکوۃ، باب ما ورد فی سقی الماء، الحدیث ۷۸۰۶، ج ٤، ص ۳۱۱) یعنی ہر جاندار کو آرام پہنچانے میں ثواب ہے۔

تھانوی کو سیّد کہنا کیسا؟

عرض: تھانوی کو لوگ سید کہتے ہیں اور وہ مانع نہیں ہوتا (یعنی انہیں ایسا کہنے سے نہیں روکتا) حالانکہ وہ قوم کا جھوجہ ہے۔

ارشاد: حدیث میں ہے: مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرفًا وَّلَا عَدْلًا جو شخص اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے اس پر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل (کنز العمال، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب ولحاق الولد، الحدیث ۱۵۳۰۹، ج ٦، ص ۷۸) **دوسری حدیث میں ارشاد** ہوا: فَالْجَنَّةُ عَلَیْہِ حَرَامٌ اس پر جنت حرام ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی الی غیر ابیہ، الحدیث ٦۷٦٦، ج ٤، ص ۳۲٦) **تیسری حدیث میں فرمایا:** فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ التَّابَعَةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اس پر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی پے در پے قیامت تک لعنت ہے۔ (کنز العمال، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب ولحاق الولد، الحدیث ۱۵۳۱۹، ج ٦ ص ۷۹)

ایامِ بِیض میں روزہ رکھنے کی فضلیت

عرض: اَیامِ بِیض میں روزہ رکھنے سے مہینہ بھر کا ثواب ملتا ہے؟

ارشاد: ہاں۔ پہلی دوسری تیسری یا تیرہ، چودہ، پندرہ یا ستائیس، اَٹھائیس، اُنتیس ان میں سے جس میں روزہ رکھے سب کا ثواب برابر ہے۔ پہلی، دوسری، تیسری لیالی ہلال (یعنی چاند کی راتیں) اور تیرہ چودہ پندرہ لیالی بِیض ﴿سفید راتیں﴾ اور ستائیس اَٹھائیس اُنتیس لیالی سود ﴿سیاہ راتیں﴾

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک چومنے والے کی بخشش

عرض : حضور! ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص دوسو بَرَس تک فِسق و فجور میں مبتلا رہا اور بعد اِنتقال اس کی مغفرت فرمادی گئی، اس وجہ سے کہ اس نے توریت شریف میں نام پاک حضور اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھ کر چُوم لیا تھا۔

(حلية الاولياء، الحديث ٤٦٩٥، ج٤، ص٤٥ ملخصاً)

ارشاد : ہاں صحیح ہے ان کا نام مُشطِح تھا۔

ربّ عزوجل کے کرم کی کوئی انتہا نہیں

﴿پھر فرمایا:﴾ اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اس کی رَحمت چاہے تو کروڑوں بَرَس کے گُناہ دھودے، غلامی ہونا چاہیے سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی۔ ایک نیکی سے مُعاف فرمادے بلکہ ان گُناہوں کو نیکیوں سے بدل دے اور اگر عدل فرمائے تو کروڑوں بَرَس کی نیکیاں ایک صغیرہ کے عوض رَدّ فرمادے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ کوئی شخص بغیر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی رحمت کے اپنے اَعمال سے جنت میں نہیں جاسکتا۔ صحابہ نے عرض کیا: ''وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' آپ بھی نہیں یارَسُوْل اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) ارشاد فرمایا: ''وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ'' اور میں بھی جب تک کہ میرا ربّ (عَزَّوَجَلَّ) رحمت نہ فرمائے۔ (یعنی میرے رب نے مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا ہے۔ مؤلف)

(صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، الحديث ٦٤٦٣، ج٤، ص٢٣٧)

حقِ مغفرت

گُناہ نہ سہی، اِسْتِحقاق (یعنی حق طلب کرنا) کس بات کا ہے! دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اَجِیْر (یعنی مزدور) ہے مزدوری کرے گا اُجرت پائے گا اور اگر عَبْد (یعنی غلام) ہے مَمْلُوک (یعنی زرخرید) ہے کتنی ہی خدمت کرے، کچھ نہ پائے گا۔ ہم سب تو اسی کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اس کی رحمت ہی رحمت ہے آپ ہی بندوں کو توفیق دی آپ ہی ان کو اَسباب دیئے آپ ہی آسان فرمایا اور فرماتا ہے: ''بدلہ ہے اُنکے نیک عملوں کا۔'' نِعْمَ الْعَبْد کیا اچھا بندہ ہے!

صبر کہاں سے کرتا؟

ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنے عرصہ تک بلا (یعنی مصیبت) میں مبتلا رہے اور صبر بھی کیسا جمیل فرمایا! جب اس سے نجات ملی عرض کیا: الٰہی (عَزَّوَجَلَّ)! میں نے کیسا صبر کیا؟ ارشاد ہوا: ''اور توفیق کس گھر سے لایا۔'' ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر خاک اڑائی عرض کیا: ''بے شک اگر تو توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا!''

کیا آدم علیہ السلام رسول بھی تھے؟

عرض: آدم علیہ الصلوۃ والسلام رسول[1] بھی تھے؟

ارشاد : ہاں۔ (عمدۃالقاری شرح صحیح البخاری، کتاب بدؤالوحی، باب کیف کان بدء الوحی......الخ، ج۱، ص۳۸)

اوّلُ الرُّسُل کون؟

عرض : نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو اَوَّلُ الرُّسُل کہا جاتا ہے یہ کس وجہ سے؟

ارشاد : کافروں کی طرف جو رسول بھیجے گئے ہیں ان میں سب سے اَوّل حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ آپ سے پہلے جو نبی تشریف لائے وہ مسلمانوں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ (تفسیر الخازن، البقرۃ ۲۱۳، ج۱، ص ۱۵۰)

کلبِ علی کے معنی

عرض : کلبِ علی کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سرکار کا کتا۔

کیا کسی نے "کلب" نام رکھا

عرض : اولیائے کرام میں بھی کسی کا نام کلب ہوا ہے؟

ارشاد : سلف صالحین صحابہ تابعین میں کلب کلیب کلاب نام ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، حرف الکاف، ج٦، ص٥٨٦، ٥٩٥)

خاندانِ سَلاریہ سے بیعت

عرض : خاندان سَلاریہ بھی کوئی خاندان بیعت ہے۔

ارشاد : نہیں۔ حضرت سیدی سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجاہد تھے۔ شہید ہوئے ہیں تو کیا ہر شہید سے بیعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا؟

[1] نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے **اللہ** تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں (شرح العقائد نسفیہ ص ۱۷، ۱۷۷) نبی وہ ہے جس کی طرف وحی شرع کی گئی ہو اور رسول وہ ہے جو وحی شرع کے ساتھ ساتھ مامور بالتبلیغ بھی ہو۔ لہذا ہر رسول نبی ہے مگر اس کا عکس نہیں (یعنی ہر نبی رسول نہیں)۔ (المعتقد المنتقد، ۱۰۵)

سمندر کے پاس ہوتے ہوئے نہر کی تمنا

﴿پھر بتذکرہ حضرت سیدی اَحمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا﴾ کہ آپ اَجلہ اَکابر اَولیاء سے ہیں۔ حضرت کے ایک مُرید بارگاہِ غوثیت میں حاضِر تھے۔ عرض کی: مجھے اپنے شیخ کی زیارت کا شوق ہے حضور نے ایک شیشہ سامنے رکھ دیا۔ اس میں شیخ کی شکل نظر آئی کہ دانتوں میں انگلی دبائے فرما رہے ہیں جو بحر (یعنی سُمندر) کے پاس ہو وہ جدول (یعنی نہر) کو چاہے!

(بهجة الاسرار، فصل ذكر احترام المشائخ......الخ، ص ٤٤٣ ملخصاً)

کیا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خُود کو غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کہا ہے؟

عرض: کیا حضرت مجدد اَلِف ثانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہیں حضور غوثِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تَفْضِیل (یعنی فضیلت) بھی لکھی ہے؟

ارشاد:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

ترجمۂ کنزالایمان: وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی اور تمھارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پُرسش نہ ہوگی۔ (پ ۱، البقرة: ۱٤۱)

﴿پھر فرمایا:﴾ مکتوبات کی اَوَّل دو جلدوں میں تو ایسے اَلفاظ ملیں گے جن میں حضور غوثِ اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی! تیسری جلد میں فرماتے ہیں: ''جو کچھ فُیُوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکارِ غوثیت سے ملے ہیں۔'' نُورُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُورِ الشَّمْسِ چاند کی روشنی سورج کے نور سے مستفاد ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۱۲۳، ج۲، ص ۱٤٥) اسی میں لکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اَگلی جلدوں میں کہا صحو سے (یعنی بیداری کی حالت میں) کہا! نہیں بلکہ زیادہ سُکْر (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے۔

اب اگر کوئی مُجدِّدی (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والا) ان کے قول سے اِستدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے (یعنی بیداری کی حالت میں) بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان کے شُیُوخ (یعنی بزرگوں) نے جو زبانی

دعوے کیے ہیں ظاہر کردیا ہے کہ ہمارا سُکر (یعنی بے خودی کی کیفیت) ہے اور ایسی غلطیاں دو وجھوں (یعنی دو سبب) سے ہوتی ہیں یا ناواقفی یا سُکْر۔

غوثِ اعظم وقت کے بادشاہ ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ سُکْر تو یہی ہے اور ناواقفی یہ کہ مثلاً حضور غوث اَعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک بُزُرگ سیدی عبدالرحمٰن طَفْسُونْجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک روز برسرِ منبر فرمایا:

"اَنَا بَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ کَالْکُرْکِی بَیْنَ الطُّیُوْرِ اَطْوَلُ عُنُقًا" میں اَولیاء میں ایسا ہوں جیسے پرندوں میں کلنگ[1] سب میں اُونچی گردن والا۔

وہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مُرید حضرت سیدی اَحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہیں ناگوار ہوا کہ حضور پر اپنے آپ کو تفضیل (یعنی فضیلت) دی۔ گدڑی[2] پھینک کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''میں آپ سے کُشتی لڑنا چاہتا ہوں۔'' حضرت سیدی عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اُن کو سر سے پیر تک دیکھا پھر پیر سے سر تک دیکھا پھر سر سے پیر دیکھا۔ غرض اسی طرح کئی بار نظر ڈالی اور خاموش ہوگئے لوگوں نے حضرت سے سَبَب پوچھا فرمایا: ''میں نے دیکھا اس کے جسم کو کہ کوئی رونگٹا[3] رحمتِ الٰہی سے خالی نہیں ہے'' اور ان سے فرمایا: ''گدڑی پہن لو۔'' انہوں نے کہا: ''فقیر جس کپڑے کو اُتار پھینک دیتا ہے دوبارہ نہیں پہنتا۔'' بارہ روز کے راستہ پر ان کا مکان تھا اپنی زوجہ مقدسہ کو آواز دی: ''فاطمہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) میرے کپڑے دو۔'' انہوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پہن لیے۔ حضرت سیدی عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دریافت کیا کس کے مُرید ہو؟ فرمایا: ''میں غلام ہوں سرکارِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔'' انہوں (عبدالرحمٰن طفسونجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)) نے اپنے دو مریدوں کو بغداد بھیجا کہ حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جا کر عرض کرو! بارہ بَرَس سے قُربِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں آپ کو نہ جاتے دیکھا نہ آتے۔ اِدھر سے یہ دونوں مُرید چلے ہیں کہ اُدھر غوث اَعظم

---

[1]: ایک مٹیالا لمبی گردن والا پرندہ۔ [2]: فقیروں کا وہ جُبّہ جس میں بہت سے پیوند لگے ہوں۔

[3]: وہ چھوٹے چھوٹے نرم بال جو انسان کے بدن پر ہوتے ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو مریدوں سے ارشاد فرمایا: ''مطفسونج جاؤ!'' راستہ میں شیخ عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دو آدمی ملیں گے ان کو واپس لے جاؤ اور شیخ عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جواب دو کہ وہ جو صحن میں ہے کیونکر دیکھ سکتا ہے اس کو جو دالان میں ہے؟ اور وہ جو دالان میں ہے اسے کیوں کر دیکھ سکتا ہے؟ جو کوٹھری میں ہے اور وہ جو کوٹھری میں ہے اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے جو نِہاں خانۂ خاص (یعنی خاص پوشیدہ جگہ) میں ہو؟ میں نِہاں خانہ خاص میں ہوں اور علامت یہ ہے کہ فلاں شب بارہ ہزار اولیاء کو خِلْعَت عطا ہوئے تھے۔ یاد کرو کہ تم کو جو خلعت ملا تھا وہ سبز تھا اور اس پر سونے سے ''قُلْ هُوَ اللّٰه'' لکھی تھی۔ یہ سن کر شیخ عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سر جھکالیا اور فرمایا:

صَدَقَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ وَھُوَ سُلْطَانُ الْوَقْت — شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا اور وہ بادشاہِ وقت ہیں۔

(ماخوذ از بهجة الاسرار، فصل ذکر فصول من کلامه......الخ، ص ٦٠/٦١)

نیلامی میں لاوارث جانور خریدنا

عرض: کانجی ہاؤس[1] کی لاوارث گائے بکری وغیرہ کا نیلام خریدنا کیسا ہے؟

ارشاد: حرام ہے۔

حق مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح کرنے کی وعید

عرض: جو شخص مہر قبول کرتے وقت یہ خیال کرے کہ کون ادا کرتا ہے اس وقت تو قبول کرلو پھر دیکھا جائے گا ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: حدیث میں ارشاد فرمایا: ایسے مرد و عورت قیامت کے روز زانی و زانیہ اُٹھیں گے۔[2]

(کنز العمال، کتاب النکاح، الفصل الثالث فی الصداق، الحدیث ٤٤٧١٩، ج ١٦، ص ١٣٧ بدون لفظ "الزانية")

کفّار کے سامنے بد مذہبوں کا رد

عرض: ایک جلسہ میں آریہ و عیسائی اور دیوبندی قادیانی وغیرہ جو اِسلام کا نام لیتے ہیں، وہ بھی ہوں وہاں دیوبندیوں کا

---

[1]: وہ سرکاری مکان جہاں لاوارث مویشی رکھے جاتے ہیں۔ [2]: یہ اس وقت ہے جب مرد مہر کو بے کار رسم سمجھ کر قبول کرے اور عورت کی طرف سے بھی یہی رویہ ہو، اسی وجہ سے دونوں کو زانی و زانیہ کی مثل قرار دیا گیا ہے، شرعی طور پر نکاح بہر حال ہوجائے گا جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد 12 صفحہ 199 پر لکھتے ہیں: یہ ان کے واسطے ہے جو محض برائے نام جُھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھ کر مہر باندھیں، شرعاً نکاح اُن کا بھی ہوجائے گا اور وُہ حکمِ شریعت زانی و زانیہ نہیں زن و شو (یعنی میاں بیوی) ہیں اگرچہ قیامت میں اُن پر اس بدنیت (یعنی بُری نیت) کا وبال مثلِ زنا ہو کہ اُنھوں نے حکمِ الٰہی کو ہلکا سمجھا۔

ردنہ چاہیے؟

ارشاد: کیوں! کیا ان سے موافقت کی جائے گی؟ حاشا! (یعنی ہرگز نہیں) یہ مُحال (یعنی ناممکن) ہے اِسلام پر اس میں کوئی اِعتراض نہیں۔

کیا اسلام میں اختلاف ہے؟

عرض: آریہ وغیرہ یہ کہیں گے کہ اِسلام ہی میں اختلاف ہو گیا۔

ارشاد: حاشا! (یعنی ہرگز نہیں) اسلام میں اِختلاف نہیں اسلام واحد ہے۔ یہ لوگ اِسلام سے نکل گئے مرتد ہو گئے مرتدین کی مُوافقت بدتر ہے کافرِ اصلی کی مُوافقت سے۔

وحی سے مُراد

عرض:

اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: جب ہم نے تیری ماں کو اِلہام کیا جو اِلہام کرنا تھا۔ (پ۱۶، طٰہٰ:۳۸)

اس وحی سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: اس کا بیان آگے فرمادیا:

اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ۘ(۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ اس بچے کو صندوق میں رکھکر دریا میں ڈالدے تو دریا اسے کنارے پر ڈالے کہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی اور اس لئے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ (پ۱۶، طٰہٰ:۳۹)

کیا غیرِ انبیاء پر بھی وحی آتی ہے؟

عرض: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیرِ اَنبیاء پر بھی وحی آتی ہے؟

ارشاد : یہاں وحی سے مراد وحی اِلہام ہے۔دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ ترجمۂ کنزالایمان: اورتمہارے رب نے شہد کی مکھی کو اِلہام کیا۔ (پ۱۴،النحل:۶۸)

اس سے بھی اِلہام مراد ہے۔وحی شریعت وہ خاص ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے، غیر کو نہیں آ سکتی۔

﴿پھر فرمایا:﴾ وحی اشارہ سے بات بتانے کو بھی کہتے ہیں کہ فرماتا ہے:

فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ○ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِشارے سے فرمایا کہ خدا کی تسبیح صبح وشام کرو۔ (پ۱۶،مریم:۱۱)

معجزات کی روایات کا متواتر ہونا

عرض : کھانے میں برکت اور پانی وغیرہ میں اَنگشتانِ مبارک (یعنی بابرکت انگلیوں) سے پانی کا جاری ہونا مُتواتر ہے؟

ارشاد : ہاں۔یہ اور اس قسم کے وقائع (یعنی واقعات) متواتر بالمعنی ہیں صدہا مرتبہ اَنگشتانِ مُبارک (یعنی بابرکت انگلیوں) سے پانی جاری ہوا تکثیر طعام (یعنی کھانے کی زیادتی) کے صدہا وقائع (یعنی بہت سے واقعات) ہیں۔جس سے یہ مُعجزے متواتر بالمعنی ہو گئے۔

سُتُون حَنَّانہ کی روایت

عرض : اُسْتُن حنانہ کا واقعہ بھی متواتر ہے؟

ارشاد : اس میں اِختلاف ہے بعض نے متواتر لکھا ہے (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،فصل فی قصة حنین الجزع، ج۱، ص۳۰۳) اور ہو تو کوئی عَجَب (یعنی تعجب) نہیں، تَتَبُّــع (یعنی جستجو) ایسی چیز ہے جس سے بہت پتا چل جاتا ہے۔یہ مسئلہ کہ ''سجدہ غیر خدا کو حرام ہے'' اس میں صرف دو حدیثیں مجھے یاد تھیں۔اِجماع[1] سے اس کی حُرمتِ قطعیہ میں نے ثابت کی۔قرآن عظیم میں کہیں اس کا ذکر نہیں تَتَبُّع اِس کا کیا تو 40 حدیثیں نکلیں کہ متواتر کی حد سے بھی بڑھ گئیں۔

متواتر ہونے کے لئے کتنی تعداد درکار ہے؟

عرض : متواتر ہونے کے لیے کتنی تعداد درکار ہے؟

[1]: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی وفات کے بعد امتِ محمدیہ مرحومہ کے مجتہدین کا کسی بھی عہد میں کسی حکم شرعی پر متفق ہونا۔(الحسامی،۱۹۳)

ارشاد : بعض نے تیرہ چودہ حدیثیں فرمائی ہیں بعض نے فرمایا کہ تیں اور یہاں چالیس ہو گئیں۔

ایک حدیث کی مُراد

عرض : "اِنِّی اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا" (اور میں دونوں سنگستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے اسے حرم بناتا ہوں۔) (سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل المدينه، الحديث ٣١١٣، ج٣، ص ٥٢١) یہ حدیث حنفیہ کے یہاں ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ وہاں ﴿مکہ معظمہ میں﴾ جزا لازم آتی ہے اور یہاں ﴿مدینہ طیبہ میں﴾ نہیں۔

فاسِق سے مُصافَحَہ

عرض : فاسق اگر مصافحہ کرنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر وہ کرنا چاہے تو جائز ہے ابتدا نہ چاہیے۔

بدعتی سے مصافحہ

عرض : حضور اگر فَاسِقِ مُعْلِن (یعنی اعلانیہ گناہ کرنے والے) ہو؟

ارشاد : اگرچہ مُعْلِن ہو، مُبْتَدِع (یعنی گمراہی پھیلانے والے) سے نہ چاہئیے۔

(در مختار ورد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٥)

پوشیدہ گناہ کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا

عرض : زید نے ایک شخص کو پوشیدگی میں گُناہ کرتے دیکھا۔ اب یہ اُس کے پیچھے اِقتدا کرسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : کرسکتا ہے۔ یہ اپنے کو دیکھے اگر اس نے کبھی کوئی گُناہ نہ کیا ہو تو نہ پڑھے۔ حدیث میں ہے:

تُبْصِرُ الْقَذَاةَ فِی عَیْنِ اَخِیْكَ — اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے اور اپنی

وَتَنْسٰی الْجِذْعَ فِی عَیْنِكَ — آنکھ میں شہتیر نہیں دیکھتا۔

(المقاصد الحسنة، حرف التاء المثناة، الحديث ٣١٤، ص١٥٨)

﴿ہاں فَاسِقِ مُعْلِن (یعنی اعلانیہ گناہ کرنے والے) کے پیچھے نماز پڑھنا گُناہ ہے﴾

اُونچی قبریں

عرض: قبر کا اُونچا بنانا کیسا ہے؟

ارشاد: خلافِ سُنّت ہے۔(رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ،ج۳،ص۱٦۸) **میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ،** میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اُونچی نہ ہوں گی۔

جیب میں لکھا ہوا کاغذ ہوتے ہوئے استنجا خانے جانا

عرض : اگر جیب میں کوئی لکھا ہوا کاغذ ہو تو بیتُ الخَلا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : چُھپا ہوا ہے جاسکتا ہے اور اِحتیاط یہ ہے کہ علیحدہ کردے۔

اسکول بَیج لگا کر نماز پڑھنا

عرض : تمغے جو اسکولوں میں ملتے ہیں، ان پر چہرہ بنا ہوتا ہے اس کو لگا کر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد : ہوگی، مگر مکروہ تحریمی ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی ، کتاب الصلاۃ،فصل فی المکروھات،ص ٣٦٢،ملخصًا)

امامِ اعظم کو ابو حنیفہ کیوں کہتے ہیں؟

عرض : حضور! امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو حنیفہ کیوں کہتے ہیں؟

ارشاد : حنیف اَوراق کو کہتے ہیں، حضور کو اِبتدا ہی سے لکھنے کا بہت شوق تھا۔

کشتی پر نماز پڑھنا

عرض : اگر بیچ دریا میں کشتی کھڑی ہو تو اس پر نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

ارشاد : اگر اتر نہیں سکتا تو ہوجائے گی ورنہ نہیں۔ (حاشیہ الطحطاوی ، کتاب الصلاۃ،فصل فی الصلاۃ فی السفینۃ،ص ٤٠٩)

ایک عِلمی اِشکال اور اس کا جواب

عرض : حضور! کشتی تو مستقر ہے؟

ارشاد : کشتی پانی پر ہے یا زمین پر۔ پانی پر بے شک مُستَقَر (یعنی قرار) ہے مگر پانی مُستَقَر نہیں۔

فضا میں نماز پڑھنے کا حکم

عرض : کرامت اَولیاء سے اگر تخت ہوا پر رُک جائے تو اس پر نماز ہو گی یا نہیں؟

ارشاد: نہیں کہ اس کے نیچے کی ہوا زمین پر مستقر نہیں ہاں اگر یہ ہو کہ تخت سے زمین تک جتنی ہوا ہے سب مُنْجَمِد ہو (یعنی جم) جائے تو ہو جائے گی۔ عَرْضِ شمالی میں بَرَف کی کثرت سے دریا ایسے جم جاتے ہیں کہ پھاوڑوں سے کھودے جائیں تب بھی نہ کھودیں اس پر نماز ہو جائے گی جائز ہے۔

دکان سے مال چوری ہونا

عرض : زید کا عمرو سے لین دین ہے اس کا مال لے جا کر اپنی دکان پر بیچتا ہے اگر وہ مال چوری ہو جائے تو عمرو اس کی قیمت زید سے لینے کا مُستحق ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر وہ مُضَارِب ہے اور اس کا لین دین مُضَاربت[1] کے طور پر ہے یعنی یہ کہ اس کا مال لاتا ہے اور جو کچھ نفع ہوتا ہے آدھا یا تہائی اس کو دیتا ہے باقی اپنے آپ لے لیتا ہے تو قیمت نہیں لے سکتا، ہاں! اگر عمرو سے مول لاتا ہے تو لے سکتا ہے کہ خود اس کا مال چوری ہوا۔

چوری کا ایک مسئلہ

عرض : زید نے عمرو کو گوٹے کا تار (یعنی ڈورا) بنانے کے لیے دیا۔ اس نے بکر کو دے دیا اِس کے یہاں چوری ہو گیا تو زید عمرو سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: عمرو تو بکر سے نہیں لے سکتا اور زید کو اگر یہ معلوم ہے کہ عمرو دوسرے سے بھی بنوایا کرتا ہے تو یہ بھی نہیں لے سکتا کہ اس کی رضا مندی پائی جاتی ہے اور اگر معلوم نہ تھا یا اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ خاص تمہیں بنانا دوسرے کو نہ دینا تو ظاہراً اس صورت میں زید کو لے لینے کا اِختیار چاہیے۔

---

[1] مُضَارَبَتُ ضَرْبٌ فِي الْاَرْض سے ماخوذ ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں جبکہ شرعاً مضاربت ایک ایسا عقد ہے جو فریقین کے درمیان طے پاتا ہے۔ جس میں ایک فریق کی طرف سے رقم اور دوسرے کی طرف سے عمل ہوتا ہے جبکہ منافع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب المضاربة، ج٥، ص٥١٤)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

﴿ملفوظات حصہ چہارم﴾

حدیثِ پاک کے مُتَواتِر ہونے کی شرط

عرض : حدیث کے ''متواتر'' ہونے کے لیے چودہ یا تیس کی تعداد ہے، تو چودہ یا تیس چاہے حَسَن ہوں یا صحیح ؟

ارشاد : ''حَسَن'' ہوں یا ''صحیح''۔ حَسَن صحیح کا فرق مُحدِّثین کا کیا ہوا ہے۔ فُقَہا کے نزدیک دونوں ایک ہیں۔

ستونِ حنَّانہ اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ

﴿پھر فرمایا﴾ اُسْتُن حنانہ[1] کے معجزہ[2] کو قیاس چاہتا ہے متواتر ہونے کو۔ مجمع کا وقت تھا، صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کا مجمع، سب کے سامنے کا واقعہ اور واقعہ بھی ایسا عجیب، ہر ایک نے اس واقعہ کو بیان کیا ہوگا۔

بخلاف شَقُّ الْقَمر[3] کے کہ وہ آدھی رات میں واقعہ ہوا تھا، صحابہ (علیہم الرضوان) بھی حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) کے ساتھ کم تھے، اس کی حدیث متواتر نہیں۔ قرآنِ عظیم سے اِسْتِنَاد کیا جائے گا۔ (یعنی دلیل لی جائے گی)

---

[1]: کھجور کا وہ خشک تنا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کے لئے منبر بنایا گیا تو وہ کھجور کا خشک تنا اونٹنی کے بچے کی طرح رو پڑا۔ پھر رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم میں اس کے رونے کی آواز صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے بھی سنی۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور اسے سینے سے لگایا اور فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اگر میں اسے یونہی چھوڑ دیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ (ماخوذ از دلائل النبوۃ، ج۲، ص۵۵۶ تا ۵۵۸)

[2]: نبی کے دعوئ نبوّت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر محالاتِ عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمّہ لیتا اور منکروں کو اُس کے مثل کی طرف بلاتا ہے، اللہ عزوجل اُس کے دعویٰ کے مطابق امرِ محالِ عادی ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں اسی کو معجزہ کہتے ہیں، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہو جانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو جلا دینا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے معجزے تو بہت ہیں۔ (بہارِ شریعت، جلد۱، حصہ۱، ص۵۶)

[3]: کفارِ قریش نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) سے معجزہ طلب کیا اور کہنے لگے اگر تم سچے نبی ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) نے چاند کی جانب اشارہ فرمایا وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ، باب ششم، ص۱۸۱)

ایک سَہْو کی نشاندھی

﴿اسی سلسلہ میں فرمایا﴾ فلسفہ میں تَوَغُّل (یعنی بہت زیادہ مشغولیت) کی وجہ سے قاضی بیضاوی نے ایک اورتاویل نکالی۔ انہوں نے لکھا ''اَیْ سَیَنْشَقُّ''، یعنی قیامت کے دن شق ہوجائے گا۔ چونکہ یقینیُّ الْوُقوع ہے، اِس لیے بصیغۂ ماضی فرمایا گیا۔ (تفسیر بیضاوی،پ۲۷، سورۃالقمر تحت الایۃ ۱،ج۵،ص۲۶۳) لیکن اس تاویل کوخود آگے کی آیت ردّ فرماتی ہے۔

وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ	اوراگروہ دیکھیں معجزہ کوتو اعتراض کریں گے
یَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○	اورکہیں گے یہ بڑازبردست جادو ہے۔

(پ۲۷،القمر:۲)

قیامت کے دن کوئی اعتراض کرنے والا نہ ہوگا،اس دن کیونکرکوئی کہہ سکتا ہے کہ جادو ہے!

شاہ ولی اللہ نے ''تفہیماتِ الٰہیہ'' میں لکھا کہ ''شقُّ القمر'' کوئی معجزہ نہیں محض اس وجہ سے کہہ دیا جائے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے خبردی تھی، چاندشق ہوجائے گا'' اور یہ (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ کہنا) محض غلط ہے۔

معجزہ ''شقُّ القمر'' کا ثبوت

''صحیح بُخاری'' اور ''صحیح مُسلِم'' کی حدیثیں اس کومردود (یعنی ردّ) کررہی ہیں۔ حدیث میں مُصَرَّح (یعنی صراحت) ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے اَنگُشتِ شہادت (یعنی سیدھے ہاتھ کی انگوٹھے کے پاس والی اُنگلی) سے اشارہ فرمایااوروہ شقّ ہوااورارشادفرمایا''اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ'' اے اللہ گواہ ہوجا۔

(صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة......الخ،باب انشقاق القمر،الحدیث ۲۸۰۰،ص۱۵۰۶)

اس کی (یعنی شقُّ القمرکی) اَحادیث مشہورہ ہیں اوران سے ''اجماعِ مسلمین'' لاحق ہوگیا۔

کس کا کلام خطا سے محفوظ ہے؟

عرض : تواس وجہ سے آیت میں دوسری تاویل کا اِحتمال نہ رہا؟

ارشاد : اصلاً نہ رہااورنہ پہلے تھا۔دوسری آیت اس تاویلِ باطل کوردّ کررہی ہے مگر ہے یہ کہ ''یَاْبَی اللّٰهُ الْعِصْمَةَ اِلَّا

لِکَلَامِہٖ وَلِکَلَامِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" (اللہ ورسول عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علاوہ کسی کا کلام خطا سے محفوظ نہیں۔ت)

﴿پھر فرمایا﴾ انسان سے غلطی ہوتی ہے مگر رحمت ہے اس پر جس کی خطا کسی اَمْرِ مُہِم دینی (یعنی اہم دینی معاملے) پر زد (یعنی نقصان) نہ ڈالے، یہ بڑی رحمت ہے۔

ایسی ہی باتوں کی نسبت شیخ مُحَقِّق (یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی) کو "مدارج شریف" میں غُصّہ آ گیا۔ فلاسفہ کے اعتراض نقل کیے کہ وہ ایسا کہتے ہیں۔ پھر فرمایا: اُن سے کوئی تعجب نہیں "**ایں بدبخت متکلماں راچہ شدہ است**"! (ان بدبختوں کے پاس عقل کہاں ہے!!!۔ت)

فلاسفہ کے نزدیک شقُّ القمر محال کیوں؟

﴿پھر فرمایا﴾ فلاسفہ کے طور پر تو شقّ القمر مُحال (یعنی ناممکن) ہے، وہ فَلَکِیَّات کو "قابلِ خَرق والْتِیَام" (یعنی پھٹنے اور پھر دوبارہ مِل جانے کے قابل) مانتے ہی نہیں۔ (مدارج النبوۃ، باب معجزات النبی ﷺ معجزہ شق القمر، ج ۱، ص ۱۸۱)

عرض: حضور! وہ تو فلک "مُحَدِّ دُالْجِہات" (یعنی وہ آسمان جو جہتوں (سمتوں) کی حد بندی کرنے والا ہو اس) کو قابلِ خَرق والتیام نہیں مانتے ہیں؟

ارشاد: دعویٰ تو ان کا تمام فلکیات کی نسبت ہے مگر دلیل ان کی سوائے "مُحَدِّ دُالْجِہات" کے کہیں نہیں چلتی۔

عقائد کے بارے میں کیسا اِعتقاد ہونا چاہیے؟

﴿پھر فرمایا﴾ "اِلٰہِیَّات" "نُبُوَّات" "مَعاد" (یعنی آخرت) کو جو میزانِ عقل (یعنی عقل کے ترازو) سے تولنا چاہے گا وہ لغزش (یعنی خطا) کرے گا۔ عقائدِ سَمْعِیَّہ[1] کے بارے میں ان نصوصِ شرعیہ کے ہاتھ میں ایسا ہو جائے جیسے غَسَّال (یعنی مُردے نہلانے والے) کے ہاتھ میں مَیِّت، بس!"

اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَاۚ ترجمۂ کنز الایمان: ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (پ ۳، اٰلِ عمران: ۷)

[1]: وہ عقائد جن کا سمجھنا دلیلِ شرعی پر موقوف ہے فقط عقل سے نہیں جانے جاسکتے جیسے نبوت، عذابِ قبر، آخرت، ثواب وعقاب وغیرہ۔ (المعتمد المستند، ص ۱۵ ملخصًا)

یہ راستہ سیدھا ہے اور یہ عطا ہوتا ہے سَلِیمُ الطَّبع، صَحِیحُ العَقِیدہ (یعنی درست عقائد والی) عوام کو اور خاص کر ان کی عورتوں کو اور خاص کر ان کی بوڑھیوں کو۔ اُن سے کتنا ہی کچھ کہو ہرگز نہ مانیں گی جو سن چکی ہیں اُسی پر عقیدہ رکھیں گی۔ اِس واسطے ارشاد ہوا:

''عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ'' بوڑھیوں کا دین اختیار کرو۔

(المقاصدالحسنة، کتاب الایمان ، الباب الثانی ،الحدیث ٧١٤،ص٢٩٧، ٤٨٩)

ان پڑھ شخص کا اپنے مذہب پر یقین

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان کا ایک شاگرد آیا۔ وہاں ایک جاہل اَن پڑھ بیٹھا تھا اس سے کہا: تمہارا کیا مذہب ہے؟ کہا: سُنّی۔ پوچھا: اپنے دل میں اس مذہب کی طرف سے کچھ خدشہ پاتے ہو؟ کہا: ''حَاشَا لِلّٰہ! (یعنی اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔) جیسا مجھے دوپہر کے آفتاب پر یقین ہے ایسا ہی مجھے اپنے مذہب پر ہے۔'' امام کا شاگرد یہ سُن کر اتنا رویا کہ کپڑے بھیگ گئے اور کہا کہ میں اِس وقت تک نہیں جانتا کہ کون سا مذہب حق ہے!

بدمذہبوں کی کتب پڑھنا جائز نہیں؟

﴿پھر فرمایا﴾ اِسی واسطے ناقص بلکہ کامل کو بھی بلاضرورت بدمذہبوں کی کتابیں دیکھنا ناجائز ہے کہ انسان ہے، ممکن ہے کوئی بات مَعاذَ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) دل میں جم جائے اور ہلاک ہو جائے۔

بدمذہبوں کے رد میں پہلی تصنیف

امام حارث محاسبی (رحمۃاللہ تعالٰی علیہ) نے بدمذہبوں کے ردّ میں ایک کتاب تصنیف کی، اور وہ بدمذہبوں کے ردّ میں پہلی تصنیف تھی۔ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ کہا: ''مجھ سے کیا خطا ہوئی؟ میں نے ان کا ردّ ہی تو کیا ہے۔'' فرمایا: ''کیا ممکن نہیں ہے کہ تم نے جو کلام بدمذہبوں کا نقل کیا ہے کسی کے دل میں جم جائے اور وہ گمراہ ہو جائے۔''

(احیاء علوم الدین ،کتاب قواعد العقائد ،الفصل الثانی فی وجه التدریج ......الخ ،ج١ ،ص ١٣٢)

رَدّ کی ضرورت

﴿پھر فرمایا﴾ پہلے تلوار تھی، ردّ کی حاجت نہ تھی، تلوار کے ذریعہ سارا انتظام ہوسکتا تھا۔ اَب کہ ہمارے پاس سوائے

ردّ کے کوئی علاج نہیں، ''ردّ کرنا فرض ہے۔'' حدیث میں ارشاد ہوا:

اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْقَالَ الْبِدَعُ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَل ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لَهٗ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلاً	جب فتنے یا بد مذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے تو اس پر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

(الجامع لاخلاق الراوی و آداب ،باب اذا ظهرت الفتن، الحديث ١٣٦٦ ،ص٣٠٨)

حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بد مذہب کی بات سننے سے انکار کردیا

﴿ پھر فرمایا ﴾ امام سعید ابنِ جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستہ میں تشریف لیے جاتے تھے ایک بد مذہب ملا۔ امام سے کہا: میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: میں سننا نہیں چاہتا۔ اس نے کہا: صرف ایک بات۔ آپ نے چھنگلیا کے پہلے پورے پر انگوٹھا رکھ کر فرمایا: ''وَلَا نِصْفَ كَلِمَةٍ'' آدھی بات بھی نہیں سنوں گا۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا: **"از ایشاں" منهم** (یعنی انہیں بد مذہبوں میں سے۔ت) ہے۔ (ماخوذ، سنن الدارمی، باب اجتناب اهل الاهواء، الحديث ٣٩٩، ج١، ص ١٢٠، ١٢١)

رد کون کرے؟

﴿ پھر فرمایا ﴾ اَکابر کی تو یہ حالت اور اب یہ حالت ہے کہ جاہل سا جاہل چٹا پڑتا ہے آریوں سے وہابیوں سے اور کچھ خوف نہیں کرتا۔ جو تمام فنون کا ماہر ہو، تمام پیچ جانتا ہو، پوری طاقت رکھتا ہو، تمام ہتھیار پاس ہوں اس کو بھی کیا ضرور کہ خواہ مخواہ بھیڑیوں کے جنگل میں جائے، ہاں اگر ضرورت ہی آپڑے تو مجبوری ہے۔ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) پر توکُّل کر کے ان ہتھیاروں سے کام لے۔

آب زم زم کے فوائد وبرکات

مؤلف: ایک مرتبہ بعدِ عصر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: آج چوتھا روز ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بَیِّن (یعنی واضح) معجزہ ظاہر ہوا۔ گائے کا گوشت کھانے سے مجھے معاً (یعنی فوراً) ضرر ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا، اور ساتھ ایک رقعہ میں لکھ دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا چکھ لیں۔ شوربے میں مرچ زیادہ تھی اور میں مرچ کا عادی نہیں۔ میں نے

ایک بوٹی صاف کر کے کھائی، بہت اچھا پکا تھا، میں نے ایک بوٹی اور مانگی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے۔ دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ سید محمود علی صاحب کا خدا بھلا کرے! زمزم شریف بہت سا انہوں نے بھیج دیا ہے۔ میں نے جس وقت اِبتِہال ہوا (یعنی گھبراہٹ ہوئی) فوراً زمزم شریف پیا، صبح تک برابر پیتا رہا، کچھ بھی نہ ہوا۔

﴿پھر فرمایا﴾ زمزم شریف میں یہ معجزہ ہے کہ دو مہینے کا زمزم شریف تھا اس سے یہ نفع ہوا حالانکہ باسی پانی سے فوراً مجھے نقصان ہوتا ہے۔ پہلی بار کی حاضری میں میری بائیس (22) برس کی عمر تھی۔ میں نے دونوں وقت کی روٹی چھوڑ دی تھی۔ صرف گوشت پر اکتفا کرتا اور گوشت بھی دنبے کا جو سَنا[1] چَرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ روز کے بعد پیٹ میں خَلِش (یعنی تکلیف) معلوم ہوئی۔ حرم شریف میں جا کر قَدَح (یعنی پیالہ) بھر کر زمزم شریف پیا۔ فوراً خَلِش جاتی رہی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرغوب چیز

﴿پھر فرمایا﴾ کھانے پینے کی چیزوں میں مجھے زمزم شریف سے زیادہ کوئی چیز مرغوب (یعنی پسند) نہیں۔ یہاں کیا ذریعہ! (یعنی یہاں بریلی شریف میں تو زمزم میسر نہیں مگر) وہاں (یعنی حرم شریف میں) صبح، دوپہر، شام ہر وقت پیتا۔ صبح آنکھ کھلی تو پہلا کام یہ کہ زمزم شریف پیتا، پانچوں نمازوں کے بعد پہلا کام یہی ہوتا تھا۔

زم زم شریف کا مزہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے

﴿پھر فرمایا﴾ زمزم شریف کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ ہر وقت مزہ بدلتا رہتا ہے۔ کسی وقت کچھ کھاراپن، کسی وقت نہایت شیریں اور رات کے دو بجے اگر پیا جائے تو تازہ دوہا ہوا گائے کا خالص دودھ معلوم ہوتا ہے۔

زم زم شریف غذا کی جگہ غذا اور دوا کی جگہ دوا

﴿پھر فرمایا﴾ زمزم شریف جس کے پاس کافی مقدار سے ہو اُسے نہ کسی غذا کی ضرورت، نہ دوا کی۔ حدیث شریف میں فرمایا: ''زمزم کھانے کی جگہ کھانا اور دوا کی جگہ دوا۔'' (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی فضل زمزم، الحدیث ۲، ج ٤، ص ۳٥۸)

---

[1]: ایک پودا جس کی پتی دست آور ہوتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حکایت

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ، جب ضُعفِ اسلام تھا صحابہ (علیھم الرضوان) چالیس (40) تک نہ پہنچے تھے، اس زمانے میں مکہ معظّمہ آئے۔ وہاں نہ کسی سے شَناسائی (یعنی جان پہچان) نہ کسی سے ملاقات۔ ایک مہینہ کامل وہی زمزم شریف پیا، حالت یہ ہوئی کہ پیٹ کی بلٹیں اُلٹ پڑیں۔ (یعنی خوب توانائی آ گئی) (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة،الحدیث ۲۴۷۲،ص ۱۳۴۲)

مومن اور منافق کی جانچ

﴿پھر فرمایا﴾ یہ جانچ ہے منافق اور مومن کی۔ منافق کبھی پیٹ بھر کر نہیں پی سکتا۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الحج،باب الشرب من زمزم،الحدیث ۳۰۶۱،ج۳،ص ۴۹۰) اور میں تو بِحَمْدِ اللّٰہ تعالٰی اِس قدر دودھ نہیں پی سکتا جس قدر زمزم شریف پی لیتا تھا۔ ایک بادیہ (یعنی بڑا کٹورا) جس میں دو سیر پانی آتا تھا کبھی نصف اور کبھی نصف سے زیادہ پی لیتا تھا، باقی جو بچتا منہ اور سر پر ڈال لیتا۔

زمزم شریف بھی تین سانسوں میں پئیں

عرض: زمزم شریف بھی تین سانسوں میں پینا چاہیے؟

ارشاد: ہاں، ہر چیز کا یہی حکم ہے۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

فَاشْرَبُوْہُ مَصًّا وَلَا تَشْرَبُوْہُ عَبًّا — چوس چوس کر پیو، غٹ غٹ کر کے بڑے بڑے

فَاِنَّ الْعَبَّ یُوْرِثُ الْکِبَادُ — گھونٹ نہ لگاؤ۔ کہ اس سے جگر کا مرض ہوتا ہے۔

(الجامع الصغیر، الحدیث ۷۱۰،ج۱،ص۴۹)

کونسا پانی کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں؟

عرض: حضور کن کن پانیوں کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے؟

ارشاد: زمزم اور وُضُو کا پانی شرع میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاشربه،باب شرب قائما، الحدیث ۵۶۱۶،۵۶۱۷،ج۳،ص ۵۸۹) اور لوگوں نے دو (2) اور اپنی طرف سے لگا لیے ہیں، ایک سبیل کا، اور دوسرا جُوٹھا پانی۔ اور

دونوں جھوٹے۔ سبیل کا تو یوں لگالیا کہ اکثر کیچڑ ہوتی ہے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

بہارِ مدینہ

﴿پھر فرمایا﴾ دوسری بار کی حاضری میں مجھے جیٹھ[1] کا پورا مہینہ مدینہ طیبہ میں گزرا۔ دن میں تو کچھ خَفِیف (یعنی ہلکی) گرمی ہوتی تھی، رات کو اکثر نمازِ عشاء پڑھ کر سوئے تو سوائے مؤذِّن کی آواز کے اور کوئی جگانے والا نہیں، نہ گرمی نہ پِسّو نہ کھٹمل نہ مچھر۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

لَیْلُ تِهَامَةَ لَاحَرٌّ وَّ لَابَرْدٌ وَّلَا مَخَافَةٌ وَّ لَا سَامَةٌ — مدینہ کی رات میں نہ گرمی ہے نہ سردی، نہ خوف نہ مَلال۔

(مجمع الزوائد کتاب النکاح، باب عشرة النساء......الخ، الحدیث ٢٦٨٧، ج ٤، ص ٥٨٠)

مِنٰی میں تین دن کہ کروڑوں جانور ذبح ہوتے ہیں، نہ مکھی نظر آتی ہے نہ کوا نہ چیل۔ اگر کوئی کہے وہاں مکھی ہوتی ہی نہ ہو تو مکہ معظّمہ میں شب کے وقت دیکھا گیا کہ اگر سوتے میں ہاتھ اُٹھ گیا تو مکھیوں کا ڈنگارا اُڑ گیا۔

شوہر کے مُرْتَد ہوجانے پر عورت پر عِدّت

عرض : زید مُرْتَد ہو گیا تو عورت پر عِدّت ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر قُرْبَت ہو چکی ہے تو عِدّت کرے گی ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب الصبی والمجنون......الخ، ج ٤، ص ٣٦٣)

شبہِ نکاح کی عدت

عرض : عِدّت تو نکاح کے لیے ہے اور مُرْتَد کا نکاح ہی نہیں!

ارشاد: شبہِ نکاح کی بھی عِدّت ہوتی ہے۔ (اور سوال تو بعدِ نکاح اِرْتِداد کی صورت سے تھا)

(الفتاوی الھندیة، کتاب الطلاق، الباب الثالث......الخ، ج ١، ص ٥٣٦)

---

[1]: ہندی سال کا دوسرا مہینہ جو 15 مئی سے 15 جون تک ہوتا ہے۔

مرتد کا بعد توبہ وتجدیدِ ایمان سابقہ بیوی سے نکاح

عرض : مرتد مسلمان ہوگیا تو اپنی بیوی سے جبراً نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : اس کی رضامندی سے کرسکتا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الجهاد، مطلب جملة من لا يقتل اذاارتد، ج٦، ص٣٧٧)

عرض : حضور! کیا اس صورت میں حَلَالہ ہے؟

ارشاد: نہیں کہ حَلَالہ طلاق کے ساتھ خاص ہے۔ (ردالمحتار، کتاب النكاح، مطلب الصبي والمجنون......الخ، ج٤ ص٣٦٢)

عرض : حالتِ اسلام میں دو طلاقیں دی تھیں پھر مَعَاذَ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) مرتد ہوگیا اب پھر اسلام لایا، اب کتنی طلاق کا مالک ہے؟

ارشاد : ایک طلاق کا۔

ایک غلط فہمی کا اِزالہ

عرض : حضور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسلام اپنے ماقبل کو مٹا دیتا ہے!

ارشاد : اپنے ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

نابالغ عالِم مکلّف نہیں

عرض : نابالغی میں زید عالم ہوگیا وہ مُکَلَّف ہے یا نہیں؟

ارشاد : ابھی سے مُکَلَّف[1] ہوجائے گا!!! ''عِلْم سببِ تکلیف نہیں۔'' جاہل محض ہے اور بالغ ہے (تو) مکلّف ہے، اور عَلاَّمہ ہے بالغ نہیں تو مُکَلَّف نہ ہوگا۔

نوشیرواں کو عادل کہنا کیسا؟

عرض : نوشیرواں[2] کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد : نہیں۔ اور اگر اس کے اَحکام کو حق جان کر کہے (تو) کفر ہے ورنہ حرام۔

---

[1] : وہ جس پر شرعی احکام کی پابندی لازم ہو۔

[2] : ساسانی خاندان کا مشہور بادشاہ، جسے عرب مؤرخ، کسریٰ اور مغرب والے قیصر کہتے ہیں۔ ایک کسان عورت کے بطن سے پیدا ہوا۔ تخت نشین ہوتے ہی اس نے اپنے تمام بھائیوں، بھتیجوں اور متروک پیرا اور اس کے ایک لاکھ پیروکاروں کو قتل کروا دیا۔

قرض کی ادائیگی کا وظیفہ

عرض: حضور! میں آج کل بہت پریشان ہوں، گزراوقات مشکل سے ہوتی ہے، قرضدار بہت ہوگیا ہوں!

ارشاد:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ — اے اللہ مجھے حلال چیزوں میں کفایت کرحرام چیزوں سے

وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ — دور رکھ اور تیرے ماسوا سے مجھے اپنے فضل سے غنی کردے

ہر نماز کے بعد ۱۱، ۱۱ بار اور صبح وشام سو، سو بار روزانہ اول وآخر درود شریف۔ اِسی دعا کی نسبت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ ''اگر تجھ پر مثل پہاڑ کے بھی قرض ہوگا تو اسے ادا کردے گا۔''

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، احادیث شتی......الخ، الحدیث ۳۵۷٤، ج ۵، ص ۳۲۹)

''نُور'' ''تار'' اور ''رُوح باصِرہ'' کی رفتار

عرض: مدراس سے جو ''تار'' آتا ہے اس کے آنے میں کچھ وقفہ نہیں لگتا!

ارشاد: شاید ایک سیکنڈ دو سیکنڈ کا وقفہ لگتا ہو۔ اگر تار کا سلسلہ برابر مُتَّصِل ہو کہیں مُنْقَطِع (یعنی ختم یا جدا) نہ ہو تو تیس سیکنڈ میں ساری زمین کا دورہ کرکے پھر وہیں آجائے گا۔ ایک سیکنڈ میں تقریباً ایک ہزار میل چلتا ہے اور ''نُور'' ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ بانوے ہزار میل چلتا ہے اور ''روحِ باصِرہ'' کی رفتار اِس سے بھی کہیں تیز ہے، اُس کی رفتار خدا ہی جانتا ہے، ایک نگاہ اٹھائی اور فوراً ''فلکِ ثَوَابِت'' (یعنی آسمان) تک پہنچی ایک سیکنڈ کا وقفہ نہیں لگتا۔

فلک ثوابت کے فاصلہ کی وسعت

عرض: ''فلکِ ثوابت'' کا فاصلہ کتنا ہوگا؟

ارشاد: واللّٰہ اَعْلَم! سب سے قریب تر ثابتہ جو مانا گیا ہے نو ارب انتیس کروڑ میل ہے۔

زمین سے سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کا فاصلہ

﴿پھر فرمایا﴾ زمین سے ''سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی'' تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے۔ اس سے آگے مُستَوٰی، اس کا بُعْد

اللہ (عَزَّوَجَلَّ) جانے! اس سے آگے عرش کے ستر ہزار حجاب ہیں۔ ہر حجاب سے دوسرے حجاب تک پانسو(500) برس کا فاصلہ اوراس سے آگے عرش اوران تمام وسعتوں میں فرشتے بھرے ہیں۔

فرشتوں کی تعداد

حدیث میں ہے: آسمانوں میں چار اُنگل جگہ نہیں جہاں فرشتے نے سجدے میں پیشانی نہ رکھی ہو۔(جامع ترمذی، کتاب الزھد، باب قول النبی ......الخ ، الحدیث ۲۳۱۹، ج ٤، ص ١٤١) فرمائیے! کس قدر فرشتے ہیں؟

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ اور تیرے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (پ ۲۹، المدثر: ۳۱)

﴿اسی سلسلہ میں فرمایا﴾ جب فرمایا گیا" عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ "دوزخ پر اُنیس فرشتے مُؤَکَّل (یعنی مقرر) فرمائے، اِس پر کفار نے اِسْتِہْزا کیا (یعنی مذاق اُڑایا)۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: یہ اِس واسطے تعداد فرمائی گئی تاکہ یقین کریں وہ لوگ جنہیں کتاب ملی اور زیادہ ہو ایمان والوں کا ایمان، اور شک کریں اہلِ کتاب اور مومنین۔

﴿پھر فرمایا﴾ ابوجہل لعین نے کہا تھا: دوزخ میں صرف انیس فرشتے ہیں، دس سے میں نبٹ لوں گا نو سے تم نبٹ لینا۔ ایک اور خبیث نے کہا: نو کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالوں گا اور آٹھ کو اپنی پیٹھ پر لادلوں گا، دو رہ گئے ان سے تم نبٹ لینا۔ مَعاذ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) (الجامع لاحکام القرآن، المدثر، تحت الایة ۳۰، ج ۱۰، ص ٦١، تفسیر بغوی، المدثر تحت الایة ۳۰، ج ٤، ص ۳۸٥، ملخصا)

تمام رسولوں، فرشتوں اور کتابوں پر ایمان

عرض: حضور! کتنے فرشتوں پر ایمان لانا چاہیے؟

ارشاد: جتنے ملائکہ ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرماتا ہے:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىٕكَتِهٖ ترجمہ کنزالایمان: سب نے مانا **اللہ** اور اسکے فرشتوں کو (پ ۳، البقرہ: ۲۸٥)

کوئی تعداد مقرر نہ فرمائی۔ تمام فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، جس طرح "وَ کُتُبِہٖ" فرمایا گیا۔ تمام کتابوں پر ایمان لانا

ضروری ہے۔(تفسیر کبیر،البقرۃ،تحت الایۃ ۲۸۵،ج۳،ص۱۰۷تا۱۰۹،ملخصًا) کتابوں میں چار کے نام معلوم ہیں اوران کے سوا اورصُحف نازل ہوئے (جن کی حتمی تفصیل معلوم نہیں لہٰذا) یہی کہنا چاہیے کہ ہم تمام کتابوں پر ایمان لائے۔اِسی طرح فرمایا "وَرُسُلِه" یہاں بھی تمام رسولوں پرایمان لاناضروری ہے۔اِسی طرح جتنے ملائکہ ہیں سب پر ایمان لازم ہے۔

(تفسیر کبیر،البقرۃ،تحت الایۃ۲۸۵،ج۳،ص۱۰۷تا۱۰۹،ملخصا)

کشتی پر نَماز کا حکم

عرض: اگر کشتی بیچ دریامیں کھڑی ہواور کنارے اترناممکن ہولیکن کوئی اترنے نہ دے تونماز ہوگی یانہیں؟

ارشاد: پڑھ لے،جب کنارے پراترے اعادہ کرلے۔

کلمۂ کفر بولنے پر عورت کے نکاح کامسئلہ

عرض: عورت سے اگرکلمۂ کفرنکل جائے تو نکاح ٹوٹے گایانہیں،بعدتوبہ کے پھرتجدیدِ نکاح کرے؟

ارشاد: ہاں۔ عَمَلاً بِاَصْلِ الْمَذْهَب یہی ہے کہ نکاح فی الحال فَسْخ ہوجاتا ہے۔(یعنی اصل فقہ حنفی پرعمل کے مطابق حکم یہی ہے کہ نکاح اسی وقت ٹُوٹ جاتا ہے۔ت)[1]

مسلمان کوکافرکہنے کاحکم

عرض: کسی مسلمان کوکافرکہہ دیا(تو) کیاحکم ہے؟

ارشاد: بطورسَبّ وشَتم (یعنی گالی گلوچ کےطورپر) کہاتو کافرنہ ہوا،گنہگار رہوااوراگرکافرجان کرکہاتو کافرہوگیا۔[2]

(الفتاوی الهندیه،کتاب السیر،الباب التاسع احکام المرتدین،ج۲،ص۲۷۸)

---

[1] :اورفتویٰ اِس پر ہے کہ ارتدادِزن سے عورت نکاح سےنہیں نکلتی وہ توبہ اورشوہرِ اوّل کی طرف رجوع پرمجبورکی جائے گی ورنہ امان اُٹھ جائے گی ۱۲مؤلف عُفی عنہ۔(اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ "اَجْلَی الْاِعْلَام اَنَّ الْفَتْوٰی مُطْلَقاً عَلٰی قَوْلِ الْاِمَام" مشمولہ فتاویٰ رضویہ شریف،ج1،ص135 میں اِسی کی صراحت فرمائی ہے۔علمیہ)

[2] :یہ حکم مسلمان کے کافر کہنے کاہےاور جوشخص باوجود اِدّعائے ایمان واسلام کلماتِ کفر بولے،اَفعالِ کفرکرے(تو)اس کوکافرہی کہاجائے گا کہ یہاں مسلمان کوکافرکہنانہیں بلکہ کافرکوکافرکہنا ہے۔مؤلف غفرلہ۱۲۔

ایک ولی کا کشف

عرض : حضور، ایک صاحب پہلے محدث صاحب (یعنی حضرت مولانا وصی احمد صاحب قدس سرہ العزیز ۱۲ مؤلف غفرلہ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں مدرسہ میں پڑھتے تھے اب ان کی حالت یہ ہے کہ اکثر مخفی باتیں بتاتے ہیں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہے اور نماز وغیرہ کی پابندی نہیں ہے۔

ارشاد : ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے تھے، آپ کی خدمت میں بادشاہِ وقت قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے، حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سیب دیا اور کہا: کھاؤ، عرض کیا: حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اُس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دیدیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا: ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھدی جاتی ہے، اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لئے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور اگر دیدیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا، یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔

(پھر فرمایا:) بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت (مثلاً کشف) جو غیر انسان کے لئے ہوسکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں اور وہ جو غیر مسلم کے لئے ہوسکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں۔ (یعنی جب وہ نماز کے پابند نہیں ولی نہیں، کشف مسلم تو مسلم کبھی غیر مسلم کو بھی ہوتا ہے، صاحبِ کشف ہونے سے ولی ہوجانا ضروری نہیں۔۱۲)

رُوح کی قُوَّتیں

عرض : ''مِسْمَر یزم''[۱] کی حقیقت کیا ہے؟

ارشاد : اصل اس کی ''تصحیحِ تَصَوُّر'' ہے (یعنی) روح کی قوتوں کو ظاہر کرنا۔ روح کی بہت قوتیں ہیں۔

ایک اُلو کی روح کی کارستانی

سبع سنابل شریف میں ہے: ''تین صاحب جا رہے تھے۔ دور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع

---

[۱]: آسٹریا کے ڈاکٹر مِسْمَر (۱۷۳۴ء۔۱۸۱۵ء) کا ایجاد کردہ ایک علم جس میں تَصَوُّر یا خیال کا اَثر دُوسرے کے ذہن میں جاگزیں کر کے پوشیدہ اور آئندہ کے حالات پُوچھے جاتے ہیں۔

ہے۔ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے۔حواری (یعنی درباری) حاضر ہیں۔ایک فاحشہ ناچ رہی ہے۔شمع روشن ہے۔یہ صاحب تیر اندازی میں بڑے مَشّاق (یعنی ماہر) تھے۔آپس میں کہنے لگے کہ اِس مجلسِ فسق وفجور (یعنی بری محفل) کو درہم برہم کرنا چاہیے، کیا تدبیر کی جائے؟ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کردو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔دوسرے نے کہا کہ اس ناچنے والی عورت کو قتل کرو۔تیسرے صاحب نے کہا: اِسے بھی قتل نہ کرو کہ وہ خود نہیں آئی، راجہ کے حکم سے آئی ہے۔اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے۔(لہٰذا) اِس شمع کو گل کرو۔یہ رائے پسند ہوئی۔انہوں نے تاک کر شمع کی لَو پر تیر مارا، شمع گل ہوئی۔اب نہ وہ راجہ رہا نہ فاحشہ نہ مجمع۔نہایت تَعَجُّب ہوا۔بقیہ رات وہیں گزاری۔جب صبح ہوئی دیکھا تو ایک اُلّو مرا پڑا ہے، اور اس کی چونچ میں وہی تیر لگا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی اُلّو کی روح کررہی تھی۔" (سبع سنابل، سنبلہ ششم، درحقائق وحدت، ص ۱۵۰)

ایک عجیب وغریب درخت

﴿پھر فرمایا﴾ نمرود کے دروازے پر ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا۔جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہوجاتا، دوسرا آتا تو دو کے لائق ہوجاتا۔غرض ایک لاکھ تک آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا سب دھوپ میں۔

عجیب وغریب حوض

اُسی کا ایک حوض تھا۔صبح کو لوگ آتے، کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا، کوئی شربت، کوئی شہد، جس کو جو پسند آتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور سب چیزیں خلط ہو (یعنی آپس میں مل) جاتیں۔اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا، جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی۔یہ کافر اور وہ بھی کیسے بڑے کافر کا اِستدراج[1] تھا!

کشف وکرامت نہ دیکھ، استقامت دیکھ

اِسی واسطے اولیائے کرام فرماتے ہیں: "کشف وکرامت نہ دیکھ، استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے۔"

حضرت خواجہ شیخ بہاؤالحق کی عاجزی وانکساری

حضرت خواجہ شیخ بہاؤالحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں۔آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں، حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں! فرمایا: "اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔"

---

[1]: بے باک فجار یا کفار سے جو خلافِ عادت بات ان کے موافق ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں۔(بہارشریعت، ج۱، حصہ۱، ص۵۸)

وضو کیلئے مسجد سے گرم پانی لے جانا کیسا؟

عرض: مکان میں وضو کے لیے مسجد سے گرم پانی لے جانے کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: حرام ہے اگرچہ وضو کے لیے لے جائے۔

رجالُ الغیب کون؟

عرض: حضور "رِجالُ الغَیب "ملائکہ سے ہیں؟

ارشاد: نہیں۔جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں۔آپ نے رِجال پر خیال نہیں کیا۔ملائکہ پاک ہیں رجال (یعنی مرد) اور نساء (یعنی عورت) ہونے سے۔

بد بودار پسینے سے وضو کا حکم

عرض: بودار پسینہ بغلوں سے نکلے (تو) وضو تازہ کرنا ہوگا یا نہیں؟

ارشاد: پسینہ نکلنے سے وضو ضرور نہیں۔ہاں اگر کھجائے تو تازہ وضو کر لینا مستحب ہے۔

مجاذیب کے سلسلے

عرض: "مَجاذِیب" [1] بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں۔ان کا کوئی سلسلہ نہیں،ان سے آگے پھر نہیں چلتا۔

کرامت کَسبِی نہیں ہوتی

عرض: کسی کی کرامت "کَسبی" (یعنی اپنی کوشش سے،ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے حاصل) بھی ہوتی ہے؟

ارشاد: کرامت سب کی "وَہبی" (یعنی محض اللہ کی طرف سے عطائی) ہوتی ہے۔اور وہ جو کَسب سے حاصل ہو بھان متی (یعنی مَداری) کا تماشا ہے،لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

---

[1] مجذوب کی جمع۔

''رِجالُ الْغَیْب'' کہلانے کی وجہ؟

عرض : ''رِجالُ الْغَیْب'' کیوں کہلاتے ہیں؟

ارشاد : غائب رہتے ہیں اس وجہ سے۔

عرض : ''رِجالُ الغیب'' بھی سلسلے میں ہوتے ہیں؟

ارشاد : ہاں! یہ بھی سلسلے میں ہوتے ہیں۔ البتہ ''اَفراد'' سوائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی اور کے ماتحت نہیں اِسی واسطے ''فَرد'' کہلاتے ہیں۔ سلسلے میں کسی کے نہیں لیکن حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں۔

سلاسلِ اَربَعہ کے علاوہ بھی کوئی سلسلہ ہے؟

عرض : ان چاروں سَلاسِل کے علاوہ بھی کوئی اور خاندان ہے جو ان چاروں میں سے کسی کی شاخ نہ ہو؟

ارشاد : ہاں تھے۔ اب تو بہت سے مُنْقَطِع (یعنی ختم) ہوگئے۔ ایک سلسلہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ایک عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ایک عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، ایک عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ایک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سلسلہ علاوہ سلسلہ نقشبندیہ کے ''ھواریہ'' تھا۔ اس کے امام حضرت سیدی ابو بکر ھوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ کے مرید حضرت ابو محمد شَنْبَکِی اور آپ کے مرید حضرت تاج العارفین ابو الوفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ڈاکو کی توبہ

﴿پھر فرمایا﴾ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کو ہدایت فرماتے دیر نہیں لگتی۔ یہ حضرت ابو بکر ھوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے رَہزن (یعنی ڈاکو) تھے، قافلے کے قافلے تنہا لُوٹا کرتے تھے۔ ایک بار ایک قافلہ اُترا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے، ایک خیمہ کی طرف گئے۔ اُس خیمے میں عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی: ''شام قریب ہے اور اس جنگل میں ابو بکر ھوار کا دخل ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ آجائیں!'' بس یہ کہنا ان کا ہادی (یعنی ہدایت کا سبب) ہوگیا۔ خود فرمایا: ''ابو بکر تیری حالت یہ ہوگئی کہ خیموں میں عورتیں تک تجھ سے خوف کرتی ہیں اور تُو خدا سے نہیں ڈرتا!'' اسی وقت تائب ہوئے اور گھر کو لوٹ آئے۔ شب کو سوئے خواب میں زیارتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) سے مشرف ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ

نے عرض کیا: بیعت لیجئے! ارشاد فرمایا: ''تجھ سے تیرا ہم نام بیعت لے گا۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت لی اور اپنی کُلاہ (یعنی عمامہ) مبارک انکے سر پر رکھی۔ آنکھ کھلی تو کُلاہ اقدس موجود تھی۔ یہ سلسلہ ھوار یہ آپ سے شروع ہوا۔

(جامع کرامات الاولیاء، حرف الالف،ابو بکر بن الھوار،ج ۱،ص ۴۲۵)

عرب کیساتھ محبت

عرض: عرب کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم حدیث میں ہے؟

ارشاد: ہاں حدیث میں ہے:

مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْعَرَبَ فَقَدْ اَبْغَضَنِی

جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عرب سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔

(المعجم الاوسط،من اسمہ ابراھیم،الحدیث۲۵۳۷،ج۲ص۶۶)

دوسری حدیث میں ہے:

حُبُّ الْعَرَبِ اِیْمَانٌ وَبُغْضُھُمْ نِفَاقٌ

عرب کی محبت ایمان اوران کی عداوت نفاق ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة،ذكر فضائل قبائل، الحديث ۷۰۸۰،ج۵،ص۱۱۷)

ایک اورحدیث میں ہے:

اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرانُ عَرَبِیٌّ وَلِسَانُ اَھْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیَّةٌ

تین باتوں کے سبب عرب سے محبت کرو کہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابه،ذكر فضائل قبائل،الحديث ۷۰۸۱،ج۵،ص۱۱۷)

مُنْکَر نَکِیْر کے سوال کس زبان میں ہوں گے؟

عرض: عربی زبان مرنے کے وقت سے ہوجاتی ہے؟

ارشاد: اس کی بابت (یعنی بارے میں) تو کچھ حدیث میں ارشاد نہیں ہوا۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صاحبِ کتابِ ''اِبریز'' (یعنی شیخ احمد بن مبارک علیہ الرحمۃ) کے شیخ فرماتے ہیں: ''منکر نکیر کا سوال سریانی میں ہوگا''[1] اور کچھ لفظ بھی بتائے ہیں۔(الابریز، کلام سیدی الغوث عبدالعزیز الدباغ، ج ۱، ص ۳۴۷)

اِنجیل اور تَورات کونسی زبان میں نازِل ہوئیں؟

عرض: عبرانی اور سریانی ایک ہی ہیں؟

ارشاد: عبرانی اور ہے اور سریانی اور، عبرانی میں انجیل نازل ہوئی اور سریانی میں توراۃ ہے۔

زمان ومکان کا وجود خارج میں نہیں

عرض: حضور! مُتَکَلِّمِین جو زمان ومکان کو ''بُعْد وامْتِداد مَوْہُوْم'' کہتے ہیں اس کے کیا معنی؟

ارشاد: خارج میں ان کا وجود نہیں (بلکہ) وہم حکم کرتا ہے لیکن ان کا وجود اَنْیاب اَغْوال (یعنی بُھوت پریت) کے مثل نہیں اَصلیت ہے۔

---

[1] الابریز میں ہے: ''شیخ احمد بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں میں نے **دریافت** کیا: کیا قبر میں سریانی زبان میں سوال جواب ہوگا؟ کیونکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک نظم میں یہ شعر موجود ہے:

ومن غریب ماتری العینان　　ان سؤال القبر بالسریانی

''انسان کے لئے حیرانگی کی بات یہ ہے کہ قبر میں میت سے سوال وجواب سریانی زبان میں ہوں گے۔''

اس نظم کے شارح بیان کرتے ہیں: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف ''شرح الصدور'' میں شیخ الاسلام علم الدین البلقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ قبر میں سریانی زبان میں میت سے سوال جواب ہوگا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: تاہم مجھے کسی حدیث میں یہ بات نہیں مل سکی۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہی سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا: حدیث کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاید قبر میں سوال جواب، عربی زبان میں ہوگا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ ہر شخص سے اس کی مخصوص زبان میں سوال جواب کیا جائے گا۔ اور یہ بات زیادہ معقول محسوس ہوتی ہے۔

حضرت سیدی دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **جواب** دیا: قبر میں سوال جواب سریانی زبان میں ہوگا۔ کیونکہ فرشتے اور ارواح یہی زبان بولتے ہیں سوال فرشتے کریں گے اور جواب روح دے گی کیونکہ جب روح جسم سے نکل جائے تو اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی ولی کو فتح کبیر عطا فرمادے تو وہ باقاعدہ سیکھے بغیر ہی سریانی زبان میں گفتگو کرنے کی صلاحیت حاصل کرلیتا ہے کیونکہ اس وقت اس پر روح کا حکم غالب ہوجاتا ہے۔ اس لئے (روح کے غلبے کے باعث ہی) مردے کو سریانی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے کوئی اُلجھن درپیش نہیں ہوگی۔

(الابریز، الباب الثانی فی بعض الایات القرآنیۃ التی سالناہ عنہا......الخ، ص ۳۴۷)

جُزْءِ لَایَتَجَزّٰی اور خلا کے ممکن ہونے کابیان

عرض : حضور! ''خلا'' ممکن ہے؟

ارشاد : خلا بمعنی ''فضا'' تو واقع ہے اور خلا بمعنی ''فضا خالی عَنْ جَمِیْعِ الْاَشْیَاء'' موجود تو نہیں لیکن ممکن ہے۔ فلاسفہ جتنی دلیلیں بیان کرتے ہیں ''جُزْءِ لَایَتَجَزّٰی'' اور ''خلا'' وغیرہ کے اِسْتِحالہ میں وہ سب مردود ہیں۔ کوئی دلیل فلاسفہ کی ایسی نہیں جو ٹوٹ نہ سکے۔ فلاسفہ نے جتنی دلیلیں قائم کی ہیں وہ سب اتصالِ اجزاء کو باطل کرتی ہیں، وجودِ جز کو باطل نہیں کرتیں اور تَرَکُّبِ جسم کے لیے اِتِّصال ضروری نہیں۔ ''دیوار'' جسمِ مرکب ہے اور اس کے اجزاء متصل نہیں۔

جُزْءِ لَایَتَجَزّٰی کا ثبوت

عرض : حضور مقابلہ تو نکلے گا اور ایک وہ سطح نکلے گی جو مقابل ہوگی اور ایک وہ جو مقابل نہ ہوگی، پھر تقسیم ہوجائے گی۔

ارشاد : مقابلہ کل سے ہوگا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اصولِ موضوعہ میں لکھا ہے کہ سطح اور خط اور نقطہ موجودِ خارجی ہیں، اب ہم ایک نقطہ سے تین خط ایک جانب کو ایک حد تک کھینچیں، ہر خط کی انتہا پر ایک نقطہ ہوگا۔ ہم پوچھتے ہیں: یہ تینوں نقطے ہر ایک آپس میں کل سے مقابل ہیں یا جز سے؟ اگر جز سے مانا جائے تو نقطے کے اجزاء ہوجائیں گے حالانکہ نقطہ متجزی نہیں تو ثابت ہوگیا کہ کل سے مقابلہ ہوسکتا ہے۔

﴿پھر فرمایا﴾ میں نے تو جزءِ لایتجزی کا قرآنِ عظیم سے اِثبات کیا ہے، فرماتا ہے:

وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ — اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کردیا ہے

(پ ۲۲، سبا: ۱۹)

پارہ پارہ کرنا '' مُمَزَّقٍ '' بمعنی اسم مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیلِ حاصل ہوگی بلکہ بمعنی مصدر ہے۔

کھانا کھاتے وقت باتیں کرنا

عرض : کھانا کھاتے وقت بولنا کیسا ہے؟

ارشاد : کھانا کھاتے وقت التزام کرلینا نہ بولنے کا یہ عادت ہے مَجُوس (یعنی آتش پرستوں) کی اور مکروہ ہے اور لغو باتیں کرنا یہ ہر وقت مکروہ، اور ذکرِ خیر کرنا یہ جائز ہے۔

نوکر نماز نہ پڑھے تو سیٹھ پر وبال آئے گا؟

عرض : نوکر نماز نہ پڑھے تو آقا پر مُؤاخَذَہ ہے یا نہیں؟

ارشاد : جتنی تاکید کرسکتا ہے اتنی نہ کرے تو مواخذہ ہے ورنہ نہیں۔

مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا کیسا؟

عرض : مسجد میں کرسی بچھا کر اس پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے؟

ارشاد : جائز ہے۔خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں کرسی بچھا کر اس پر وعظ فرمایا ہے۔

ھاتھی زندہ ھوگیا

عرض : کیا اولیاء سے بھی اِحْیَاءِ مَوْتیٰ (یعنی مُردے زندہ کرنے) کا ثبوت ہے؟

ارشاد : ہاں۔حضرت سیدی احمد جام زندہ پیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ تشریف لیے جاتے تھے۔راہ میں ایک ہاتھی مرا پڑا تھا۔لوگوں کا مجمع تھا، آپ تشریف لے گئے۔فرمایا: کیا ہے؟ عرض کیا: ہاتھی مر گیا ہے۔فرمایا: اس کی سونڈ ویسی ہی ہے، آنکھیں بھی ویسی ہیں، ہاتھ بھی ویسے ہی ہیں، پیر بھی ویسے ہی ہیں۔غرض سب چیزوں کو فرمایا کہ ویسے ہی ہیں پھر مر کیسے گیا! یہ فرمانا تھا کہ فوراً زندہ ہوگیا، جب سے آپ کا لقب ''زندہ پیل'' (یعنی ہاتھی زندہ کرنے والا) ہوگیا۔

نابالِغ لڑکی کے نکاح کا وَلی کون؟

عرض : اگر لڑکی نابالغ ہو تو اس کا ولی نکاح میں کون ہوسکتا ہے؟

ارشاد : باپ اور باپ کے بعد دادا اور دادا نہ ہو تو بھائی، بھائی نہ ہو تو بھتیجا، بھتیجا نہ ہو تو چچا پھر چچا کا بیٹا الخ

(الفتاوی الھندیہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء ج ۱، ص ۲۸۳)

طلاق کا حق

عرض : نابالغ لڑکے کا باپ طلاق دے تو ہوگی یا نہیں؟

ارشاد : نہیں ہوسکتی۔

عرض : حضور جب اس کو نکاح کا اختیار ہے تو طلاق کا بھی ہونا چاہیے؟

ارشاد : نکاح کرادینے کا مالک ہے کہ وہ نفع ہے طلاق کا نہیں کہ وہ ضرر ہے۔

''تجھے خدا سمجھے'' کہنا کیسا؟

عرض : بددعا میں یہ کہنا کہ ''تجھے خدا سمجھے''!

ارشاد : ''تجھے خدا سمجھے'' کہہ سکتا ہے۔ یہاں سمجھنے کے معنیٰ ''انتقام لینے'' کے ہیں۔

کسی کو ''زانی'' کہہ کر پکارنا کیسا؟

عرض : کسی کو زانی کہہ کر پکارنا کیسا ہے؟

ارشاد : اگر چار گواہ شرعی نہ لا سکے تو قاذِف[1] ہے۔

آج کل کے معروف غلط جملوں پر حکم

﴿پھر فرمایا﴾ اس طرح سے تو لوگ کم بولتے ہیں۔ آج کل جو عوام میں جاری ہے اور اس کو معیوب نہیں سمجھتے، کسی کو بیٹی کے ساتھ کسی کو بہن کے ساتھ، کسی کو لفظ بڑ کے ساتھ بڑا ہی فحش لفظ ملاتے ہیں۔ یہ بھی مُوْجِبِ حَدِّ قَذْف ہے۔ ایسے ہی کسی کو ''حرامی'' کہنا، لڑکی کو ''حرام زادی'' کہنا۔

حرام زادہ، حرام زادی کہنا کیسا؟

عرض : حضور! مرد کو ''حرام زادہ'' کہنا؟

ارشاد : یہ حدِّ قَذْف کا مُوْجِب نہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حدقذف، ج٦، ص٧٩) حرام زادہ کے معنیٰ ''شریر'' کے آتے ہیں۔

عرض : اگر کوئی حرام زادی کے معنیٰ ''شریرہ'' لے تو حَدِّ قَذْف کا مُوْجِب ہوگا؟

ارشاد : ہوگا کیونکہ یہاں عرف کا اعتبار ہے۔

عرض : اور اگر اِسْتِہْزَاءً (یعنی بطورِ مزاح) کہہ دیا!

ارشاد : جب بھی مُوْجِبِ حَدِّ قَذْف ہوگا۔

﴿پھر فرمایا﴾ بلکہ جو بڑ...... کے ساتھ ہے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں سے کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے: ''ایک وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگوں میں ان کی تحیت کی جگہ گالی ہوگی'' میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا سلام کی جگہ گالی بکتے ہوئے۔

---

[1] : زنا کی تہمت لگانے والا کو قاذف کہتے ہیں اور ایسا کرنا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ٢٣، ص ٣٢٤)

توبہ کا طریقہ

عرض : حضور! اگر کسی کو یہ الفاظ کہہ دیے ہیں (تو) ان کی تلافی کیونکر ہوگی؟

ارشاد : اگر اس کے منہ پر کہے ہیں یا اس کو خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگے اور **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) سے توبہ کرے اور اگر منہ پر نہ کہا اور نہ خبر ہوئی تو صرف توبہ کافی ہے۔

ایک حدیث کا مطلب

عرض : حضور یہ بھی کوئی حدیث ہے "لَا یَقُصُّ اِلَّا اَمِیْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ"

ارشاد : یہ حدیث نہیں بلکہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔[1]

عرض : اس کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد : وعظ نہ کہے گا مگر امیر یا جس کو امیر نے حکم دیا یا اِتْرانے والا۔

"اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" سے کون لوگ مراد ہیں؟

عرض : حضور! "علماء" مامور کی شق میں داخل ہوں گے؟

ارشاد : حاشا! علماء خود "امیر" ہیں۔ " وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ " سے علماء ہی مراد ہیں۔ (تفسیر طبری، النساء، تحت الایہ ٥٩، ج٤، ص ١٥١)
علماء نائب ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ حقیقۃً علماء ہی حاکم ہیں۔ علماء کی اطاعت فرض ہے سلاطین پر بشرطیکہ علماء ہوں۔

ایک عبارت کا مطلب

عرض : "باخدا داریم کار، وباخلائق کا رنیست"[2] کا کیا مطلب ہے؟ وَقَعَاتُ السِّنَان[3] میں لکھا ہے کہ "اس کا مطلب جو ہم اہلِ سنّت کے نزدیک ہے وہ تم کو کیوں پسند ہوگا اور جو تمہارا مطلب ہے وہ یقیناً کفر ہے۔"

ارشاد : مسلمانوں کا کام مثلاً اگر عالمِ دین سے ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ زید بن عمرو ہے بلکہ اس لیے کہ وہ عالمِ دین ہے تو یہ کام اُس سے نہیں، **اللہ** سے ہے۔ اِسی طرح صُلَحَا سے لے کر اولیاء، انبیاء اور پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم تک جو کچھ کسی سے کام ہوگا حقیقۃً **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ہی سے ہوگا۔ وہابیہ اگر اس مطلب کو لیتے تو مدد مانگنے اور پکارنے اور ان کے سوا اور مسائل میں مسلمانوں کو کافر مشرک نہ کہتے۔ اور جب یہ مطلب نہیں تو جو اس سے ظاہر ہے اس میں انبیاء اولیاء سب داخل اور

---

[1] : ہمیں "سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث ٣٦٦٥، ج٣، ص ٤٥١ "سمیت مذکورہ عبارت کے جتنے بھی حوالے دستیاب ہوئے، ان میں اس فرمان کی نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال

[2] : ہمیں اللہ سے کام ہے مخلوق سے نہیں۔ ت [3] : یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے۔

اُن سے کام نہ رکھنا یقیناً کفر ہے۔

مُباح کا واجِب ہونا

عرض : حضور! یہ مشہور ہے کہ جس مباح کو کفار منع کریں واجب ہو جاتا ہے۔

ارشاد : جس مباح کے ترک میں مسلمانوں کے لیے ذلت ہو وہ واجب ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ذلت پہنچانا حرام تو جس امر میں مسلمانوں کو ذلت پہنچے اس کا ترک واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ کے مصنف کون ہیں؟

عرض : فتاویٰ عالمگیریہ کس کی تصنیف ہے؟

ارشاد : مولانا نظام الدین صاحب جو مجمعِ علما کے سردار تھے ان کی تصنیف ہے۔

عالمگیریہ کہنے کی وجہ

عرض : حضور پھر اس کو عالمگیریہ کیوں کہتے ہیں؟

ارشاد : سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے علما کو جمع کر کے تصنیف کرائی اور اس میں کئی لاکھ روپیہ صَرف (یعنی خرچ) کیا، کثیر کتب خانہ جمع کیا تمام کتابوں میں دیکھ دیکھ کر یہ فتاویٰ تصنیف ہوا۔

مناظرہ کی ایک ناجائز شرط

عرض : مناظرہ میں یہ شرط کرنا کہ جو مغلوب ہو غالب کا مذہب اختیار کرلے، کیسا ہے؟

ارشاد : حرام ہے اور اگر دل میں ہے کہ دوسرا شخص غالب ہوگا تو وہ شخص اپنے مذہب کو چھوڑ دے گا تو یہ کفر ہے۔

کفر کا ارادہ کرنا کفر ہے

ائمہ کرام کی تصریح ہے کہ ''جو شخص کفر کا ارادہ کرے مضافاً یا مُعلَّقاً ابھی کافر ہو گیا''۔(الفتاوی الھندیہ، کتاب السیر، ج ۲، ص ۲۸۳) مضافاً یہ کہ مثلاً ارادہ کرے کہ بیس برس بعد کفر کرے گا تو ابھی کافر ہو گیا کہ کفر پر راضی ہوا۔ اور مُعلَّق کی شکل یہ ہے کہ اگر وہ کام ہو جائے یا نہ ہو تو وہ شخص کفر کرے گا۔ ہاں اگر دل میں یہ ہے کہ یقیناً میں ہی غالب آؤں گا تو کفر نہیں۔

محال بالذّات کی وضاحت و تعریف

عرض : حضور! اگر وہابیہ یہ کہیں کہ باری تعالیٰ کے لیے ظلم اس وجہ سے مُحال (یعنی ناممکن) ہے کہ غیر ''مالکِ مُستقِل'' ہے ہی نہیں تو (یہ) بِالذّات مُحال نہیں، اس کا جواب کیا ہے؟

ارشاد : یوں تو کوئی شے مُحال بالذّات نہ رہے۔مخالف پوچھے گا: یہ کیوں محال ہے؟ جب اس کی وجہِ اِسْتِحالہ بتائے گا، وہ (یعنی مخالف) کہہ دے گا: اِس وجہ سے محال ہے، نفسِ ذات میں اِسْتِحالہ نہیں۔ ''مُحال بالذّات وہ ہے جس کی نفسِ ذات اِبا (یعنی انکار) کرے وجود سے'' اور ''وہ عرض بھی مُحال بالذّات ہوتا ہے جو اپنے وجود کے وقت ایسی شے سے مُتعلق ہوتا ہے جس کی نفسِ ذات اِبا (یعنی انکار) کرتی ہے وجود سے اور اگر وہ شے مستقل نہیں تو جس کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس کی نفسِ ذات اِبا کرے اس کے وجود سے تو وہ بھی مُحال بالذّات ہے''۔

وجہِ اِسْتِحالہ بیان کرنے سے شے مُحال بِالْغَیر نہیں ہوجاتی۔ **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی۔ اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال؟ ممکن تو ہے نہیں اور مُحال بالذّات ہو نہیں سکتا کہ نفسِ ذات میں اِمکان ہے تو مُحال بِالْغَیر ہوگا۔ اب وہ غیر کیا ہے جس کے سبب سے یہ محال ہے؟ وہ کذبِ الٰہی ہے، لازم آئے گا کہ کذبِ الٰہی مُحال بالذّات ہو ورنہ مُحال بِالْغَیر تو مُمکن بالذّات ہوتا ہے اور مُمکن بالذّات پر کوئی شے موقوف ہونے سے مُحال بِالْغَیر نہیں ہوجاتی۔

کِذبِ الٰہی ممکن نہیں

﴿پھر فرمایا﴾ کذبِ الٰہی کا اِمکان مان کر عقائد، ایمان، شرائع [1]، اَدْیان [2] کچھ بھی نہ رہے گا۔ ''ایمان کہتے ہیں اعتقاد ثابت جازِم غیر مُتَزَلْزِل کو۔'' ہمارا ایمان ہے کہ قیامت آئے گی، پھر کیا سبب ہے کہ کوئی دلیلِ عقلی اس پر قائم نہیں؟ سَمْعِیّاتِ مَحْضَہ میں سے ہے (یعنی اُن مسائل میں سے ہے جن کا اِثبات قرآن وحدیث پر موقوف ہے، محض عقل سے انہیں نہیں جانا سکتا) لامُحالہ (یعنی ضرور) ماننا پڑے گا کہ اَخبارِ الٰہی ہیں اور جب اَخبارِ الٰہی میں کذب ممکن ہوا تو اعتقادِ ثابت جازِم غیر مُتَزَلْزِل کہاں سے آئے گا! پھر تو ہر بات میں یہ رہے گا کہ ممکن ہے جھوٹ کہہ دیا ہو۔ تو نہ دین رہا نہ قرآن، نہ اسلام رہا نہ ایمان۔

کلامِ لَفْظِی وکلامِ نَفْسِی کی بحث

عرض : حضور اگر ''کلامِ لفظی'' میں کذب ممکن مانا جائے اور ''کلامِ نفسی'' کو اس سے پاک مانا جائے تو کیا خرابی ہے؟

ارشاد : ''کلامِ لفظی'' تعبیر کس سے ہے، کسی معنی سے ہے یا یہ معنی سے علیحدہ الفاظ ہیں؟ ضرور ہے کہ معنی سے تعبیر ہے اور

---

[1] : شریعت کی جمع [2] : دین کی جمع

معنیٰ ''کلامِ نفسی''۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ صِدْق وکِذْب اَوَّلاً معنی کو عارِض ہوا یا الفاظ کو؟ ضرور ہے کہ معنی ہی کو عارِض ہے اس کے ذریعہ سے الفاظ پر تو کذب ''کلامِ نفسی'' پر ہوا یا صرف ''کلامِ لفظی'' پر! معنی اگر مُطابِقِ واقع ہیں تو صادِق ورنہ کاذِب۔ الفاظ اگر اس کے مُوافِق ہیں تو یہ (یعنی کلامِ نفسی) صادق ہوگا تو وہ (یعنی کلامِ لفظی) بھی صادق اور یہ (یعنی کلامِ نفسی) کاذِب تو وہ بھی کاذِب اور اگر مُوافِق نہیں تو تعبیر ہی نہ ہوئی۔ بشر کا کلام لیجئے، زید کے ذہن میں ایک معنی ہیں ''زَیْدٌ قَائِمٌ'' اب اگر الفاظ میں ''زَیْدٌ لَیْسَ بِقَائِمٍ'' ہیں تو سرے سے اس کی تعبیر ہی نہ ہوئی اور اگر ''زَیْدٌ قائِمٌ'' ہے تو معنی صادِق ہوں گے تو یہ بھی صادِق ہوگا اور وہ کاذِب تو یہ بھی کاذِب۔

کلامِ باری میں لفظی ونفسی کا کوئی فرق نہیں

﴿پھر فرمایا﴾ ''ہم تو کلامِ باری عَزَّوَجَلَّ میں لفظی ونفسی کا تَفْرِقَہ مانتے ہی نہیں، ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔ یہ متأخرین متکلمین کی غلطی ہے۔''

کیا پکّا سُنّی بد مذہب کی کُتُب دیکھ سکتا ہے؟

عرض : مُتَصَلِّب (یعنی پکے) سُنّی کو اعتراض کی نظر سے خُبَثَا (یعنی خبیثوں) کی کتابیں دیکھنا جائز ہیں یا نہیں؟

ارشاد : فقط مُتَصَلِّب ہونا کافی نہیں بلکہ عالم ہو، پورا ماہر ہو، وسیع نظر ہو، اِس کے ساتھ مُتَصَلِّب سُنّی بھی ہو، کیا اعتماد رکھتا ہے اپنے نفس پر؟ اور جو اپنے نفس پر اعتماد کرے اس نے بڑے کذَّاب پر اعتماد کیا۔ حدیث میں ہے:

اِنَّ الْقُلُوْبُ بینَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ	انسانوں کے دل رحمٰن کے دستِ قدرت کی دو انگلیوں میں ہیں، پھیرتا ہے ان کو جس طرف چاہتا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان القلوب......الخ، الحدیث ۲۱۴۷، ج۴، ص۵۵)

مجلس سے اُٹھتے وقت کی دعا

اس کے بعد مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ خود اعلیٰ حضرت قبلۂ عالَم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمانے سے پہلے حسبِ معمول یہ دعا پڑھی:

سُبْحٰنَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اے **اللہ** تجھے پاکی ہے اور تیری حمد ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں

اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

ایک خادم نے **عرض** کیا: حضور! اس کی فضیلت کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: حدیث میں ہے، ''جو شخص جلسہ سے اٹھتے وقت اس دعا کو پڑھے گا جس قدر نیک باتیں اس جلسے میں کی ہوں گی ان پر مہر لگا دی جائے گی، کہ ثابت رہیں اور جتنی بری باتیں کی ہوں گی وہ مَحو (یعنی ختم) کردی جائیں گی۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی کفارة المجلس، الحدیث ۴۸۵۷، ۴۸۵۹، ج ۴، ص ۳۴۷، ۳۴۸)

عالَم کی تعداد کے بارے میں بیان

عرض: مخلوقاتِ خالق تبارَک وتعالیٰ میں **ھَژْدَہ** (یعنی اٹھارہ) ہزار عالَم کہ مشہور ہیں اس طرح ہوتے ہیں: ''اوّل عالَمِ عقول، دوم عالَمِ اَرْوَاح، نو عالَمِ اَفلاک، چار عالَمِ عناصر، تین عالَمِ مَوَالِید، مجموع اٹھارہ ہوئے اور خداوندِ عالَم کے ہزار نام ہیں ہر نام ان میں ایک تَصَرُّفِ مخصوص رکھتا ہے۔ جب اٹھارہ کو ایک ہزار میں ضرب دی جائے گی اٹھارہ ہزار ہوں گے۔'' بعض روایات سے ''**سی صدو شست هزار**'' یعنی تریسٹھ ہزار پائے جاتے ہیں۔ بعض ستر ہزار بتاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اٹھارہ عالَم ہیں: عقلیہ، روحیہ، نفسیہ، طبعیہ، جسمانیہ، عنصریہ، مثالیہ، خیالیہ، برزخیہ، حشریہ، جناتیہ، جہنمیہ، اعرافیہ، رویتیہ، صوریہ، جمالیہ، جلالیہ، یہ سترہ ہوتے ہیں۔ یقیناً ایک رہ گیا ہے، وہ ارشاد ہو۔

ارشاد: یہ کسی کا تخیل (یعنی خیال) ہے اور غیر صحیح۔ اس کی تکمیل کیا ہو!

بَرْزَخ سے مراد قبر ہے یا زمانہ؟

عرض: ''بَرْزَخ'' کی تعریف تو یہ ہے کہ ''وہ شے جو متوسط ہو درمیان دو شے کے، جسے دونوں سے علاقہ ہو سکے۔'' جب صرف برزخ کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مفہوم قبر ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ برزخ سے مراد قبر ہے یا وہ زمانہ جو بعد مرنے سے قیامت یا حشر تک ہے؟

ارشاد: نہ قبر نہ وہ زمانہ بلکہ وہ مقامات جن میں اَرواح بعدِ موت حشر تک حسبِ مراتب رہتی ہیں۔

(مفردات الفاظ القران للراغب الاصفهانی، ص ۱۱۸)

قِیامت اور حَشر کا فرق

عرض : قیامت اورحشر کا فرق، قیامت وہ ہے جس میں سب موجودات فنا کئے جائیں گے اور حشر میں پھر اَزْ سَرِ نَو (یعنی نئے سرے سے) پیدا کیے جائیں گے۔ اگر برزخ کا زمانہ قیامت ہے تو بعدِ قیامت حشر تک کے زمانہ کا کوئی نام ہے یا نہیں اور قیامت کے کتنے عرصہ کے بعد حشر ہوگا؟

ارشاد : وہ ''ساعت'' ہے، کبھی اسے قیامت بھی کہتے ہیں ورنہ قیامت وحشر ایک ہیں۔ ساعت وحشر کے درمیان جو زمانہ ہے اسے ''مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْن'' (یعنی دو صُور پھُونکے جانے کا درمیانی زمانہ) کہتے ہیں۔ حشر چالیس برس بعد ہوگا۔

(الجامع لاحکام القران للقرطبی، سورۂ مومنون، تحت الایة ۱۰۰، ج۶، ص۱۱۳)

بَرْزَخ کے درجات

عرض : درجاتِ برزخ ''عِلِّیِّیْن'' اور ''سِجِّیْن'' اور ان کے سوا جو ہوں، ارشاد ہوں!

ارشاد : ''عِلِّیِّیْن'' اور ''سِجِّیْن'' برزخ ہی کے مقامات ہیں اور ہر ایک میں حسبِ مراتب تَفاوُت (یعنی فرق) بے شمار۔

درجاتِ فَقْر

عرض : ''درجاتِ فَقر'' ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اوّل کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا؟

ارشاد : صُلَحا، سالِکِیْن، قانِتِیْن، وَاصِلِیْن، اب ان واصِلوں کے مراتب ہیں: نُجَبا، نُقَبا، اَبْدَال، بُدَلا، اَوْتاد، اِمَامَیْن، غوث، صِدِّیق، نبی، رسول۔ تین پہلے ''سَیر اِلَی الله'' کے ہیں، باقی ''سَیر فِی الله'' کے اور ولی ان سب کو شامل۔

کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات شریفہ پاک ہیں؟

عرض : انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ''فُضْلاتِ شریفہ'' (یعنی جسم سے خارج ہونے والے زائد مادے مثل بول وبراز وغیرہ) پاک ہیں؟

ارشاد : پاک ہیں اور ان کے والدین کریمَیْن کے وہ نطفے بھی پاک ہیں جن سے یہ حضرات پیدا ہوئے۔

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، ج۱، ص۱۶۸، شرح العلامة الزرقانی، ج۱، ص۱۹۴)

قضائے حاجت کی جگہ سے مشک کی خوشبو آنا

﴿پھر فرمایا﴾ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی۔ دو متفرق پیڑ الگ الگ کھڑے تھے اور کچھ پتھر اِدھر اُدھر پڑے تھے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) نے اِرشاد فرمایا: ان پیڑوں اور پتھروں سے جا کر کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تم آپس میں مل جاؤ۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر فرمایا۔ دونوں پیڑوں نے جنبش کی اور اپنے تمام رگ و ریشہ زمین سے نکالے، ایک اِدھر سے چلا اور دوسرا اُدھر سے اور دونوں مل گئے اور پتھروں نے ایک دیوار کی مثل ہو کر اڑنا شروع کیا اور درختوں کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر حضور وہاں تشریف لے گئے اور قضائے حاجت فرمائی۔ جب فارغ ہو کر تشریف لائے، میں گیا اِس قصد سے کہ جو کچھ خارج ہوا ہو اُس کو کھاؤں (مگر) وہاں کچھ نہ تھا البتہ اس جگہ مُشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ فرمایا: ان پیڑوں اور پتھروں سے کہو، اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ وہ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! میں اِس نیت سے گیا تھا کہ جو کچھ ملے اس کو تبرُّکاً کھاؤں (مگر) وہاں سوائے مشک کی خوشبو کے اور کچھ نہ پایا۔ فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ زمین نگل لیتی ہے جو انبیاء سے خارج ہوتا ہے!

﴿پھر مسکرا کر فرمایا﴾ جو اچھی چیز ہوتی ہے اس کو زمین ہی نہیں چھوڑتی۔

انبیاء سے علاقہ رکھنے والی ہر شے طاہر ہے

﴿پھر فرمایا﴾ سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام طاہرِ محض ہیں اور جو شئے ان سے علاقہ (یعنی تعلُّق) رکھنے والی ہے سب طاہر۔ ہاں اُن کے فُضلات خود ان کے حق میں ایسے ہی نَجِس ہیں جیسے ہمارے نزدیک ہمارے فضلات نجس (یعنی ناپاک) ہیں اور اگر اُن سے کوئی فضلہ خارِج ہو جو ہمارے لیے ناقِضِ وُضو (یعنی وُضو توڑنے والا) ہے تو بے شک ان کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

اعلیٰ حضرت کی امام عینی شارِحِ بُخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری سے محبت

﴿پھر فرمایا﴾ میری نظر میں امام ابنِ حجر عسقلانی شارحِ صحیح بخاری (علیہ رحمۃ اللہ الباری) کی وُقعت (یعنی عظمت) اِبتداءً

امام بدرالدین محمود عینی شارح صحیح بخاری (علیہ رحمۃ اللہ الباری) سے زیادہ تھی۔ "فُضلاتِ شریفہ" کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔ امام ابنِ حجر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اَبحَاثِ مُحَدِّ ثانہ لکھی ہیں، امام عینی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بَسْط (یعنی تفصیل) سے لکھا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ "یہ سب کچھ اَبحاث ہیں۔ جو شخص طہارت کا قائل ہو اُس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں، میں سنتا نہیں۔" (عمدة القاری، کتاب الوضو، باب الماء الذی یغسل به شعر الانسان، ج۲، ص ۴۸۱ وفتح الباری کتاب الوضو، باب الماء الذی یغسل به شعر الانسان، ج۲، ص۲۴۶) یہ لفظ ان کی کمالِ محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وُقعت (یعنی عظمت) بہت ہو گئی۔

اَنبیاء کے موئے مبارک، دندان شریف اور ناخن شریف کھانا کیسا؟

عرض : انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اَعضائے شریفہ مثلاً مُوئے مبارک (یعنی بال) اور دندان شریف اور ناخن شریف کھانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : یہ ناجائز و حرام ہے۔ اِبْتِذَال و توہین ہے۔ جو چیز حرام کی گئی اس کی حِلَّت کی کوئی وجہ نہیں، وہ مُباح نہیں ہو سکتی۔ اگر تبرک چاہتا ہے پانی میں دھو کر پیئے۔

حلال و طَیِّب میں فرق

عرض :

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ ترجمہ کنزالایمان : کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ (پ۷، المائدۃ:۸۸)

میں " طَيِّبًا " کی قید کیسی ہے؟ کیونکہ ہر حلال طَیِّب ہے۔

ارشاد : جو چیز حلال ہو اور طَیِّب ہو اُسے کھاؤ! یہ معنی ہیں۔

﴿پھر فرمایا﴾ ہر طَیِّب حلال ہے اور ہر حلال طَیِّب نہیں۔ جو چیزیں مکروہ ہیں وہ طَیِّبات سے خارِج ہیں۔

طاہر وطَیِّب کے معنی

عرض: آدمیوں کی ہڈی طیب ہے اور حلال نہیں۔

ارشاد: طاہر ہے، طیب نہیں۔ طاہر کے معنی ''پاک'' کے ہیں، اگر نماز میں پاس ہو تو حرج نہیں اور طیب کے معنی ''پاک جائزُ الاستعمال'' جس میں کسی جہت سے نقصان نہ ہو۔ ناقص چیز کو خبیث کہا جاتا ہے۔ طاہر عام ہے، حلال اس سے خاص ہے، طیب اس سے بھی خاص ہے۔

جیل اور پاگل خانہ کی بنی ہوئی اشیاء کا حکم

عرض: قیدی لوگ قید خانہ میں جو اشیاء بناتے ہیں گورنمنٹ ان کو فروخت کرتی ہے ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: ظلماً بنوائی گئی ہیں، ناجائز ہے۔

عرض: پاگل خانہ کی اشیاء کا بھی کیا یہی حکم ہے؟

ارشاد: جو واقع میں پاگل ہیں اُن کو ایک جگہ پر رکھنا ظلم نہیں بلکہ خلائق (یعنی مخلوق) کو فائدہ پہنچانا ہے اور کام جو اُن سے لیتے ہیں، یہ روٹی کپڑے کے عوض۔

اوجھڑی کھانا کیسا؟

عرض: اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

ارشاد: مکروہ ہے۔

جھولا جھولنا کیسا؟

عرض: تفریحاً جھولا جھولنا کیسا ہے؟

ارشاد: شارِعِ عام پر نہ ہو۔ مکان میں ہو کچھ حرج نہیں۔ یہ تو بدن کی ریاضت ہے، بعض اَمراض میں اَطِبّا (یعنی طبیب حضرات) مفید بتاتے ہیں۔

عرض : حضور عورتوں کو بھی جائز ہے؟

ارشاد : کوئی نامحرم نہ ہو اور گھر کے اندر ہوں اور گانا نہ گائیں تو ان کے واسطے بھی جائز۔ اُمُّ الْمُؤمنین صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''مجھے اپنے نکاح کی کوئی خبر نہ تھی، میں اپنے مکان میں جھولا جھول رہی تھی کہ میری ماں مجھ کو اٹھا کر لے گئیں۔''

(ملخصًا،سنن ابو داؤ د، کتاب الادب،باب فی الأرجوحة،الحديث ٤٩٣٧،ج٤،ص ٣٧٠)

کُفّار کے جنازے کیساتھ جانا کیسا؟

عرض : کفار کے جنازے کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

ارشاد : اگر اِس اِعتقاد سے جائے گا کہ اس کا جنازہ شرکت کے لائق ہے تو کافِر ہوجائے گا۔ اور اگر یہ نہیں تو حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا: ''اگر کافر کا جنازہ آتا ہو تو ہٹ کر چلنا چاہیے کہ شیطان آگے آگے آگ کا شعلہ ہاتھ میں لیے اُچھلتا کُودتا خوش ہوتا ہُوا چلتا ہے کہ میری محنت ایک آدمی پر وصول ہوئی۔''

ہندوؤں کا میلا دیکھنے جانا کیسا؟

عرض : ہندوؤں کے رام لیلا وغیرہ دیکھنے جانا کیسا ہے؟

ارشاد :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾ (پ ٢،البقرہ:٢٠٨)	مسلمان ہُوئے ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ۔ شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔

حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِسْتِدْعا (یعنی اِلتجا) کی کہ اگر اِجازت ہو تو نماز میں کچھ آیتیں تَورَیت شریف کی بھی ہم لوگ پڑھ لیا کریں! اِس پر یہ آیۂ کریمہ اِرشاد فرمائی۔ (تفسیر الدر المنثور،البقرہ،تحت الایہ،٢٠٨،ج١،ص٥٧٩) تَورَیت شریف پڑھنے کے واسطے تو یہ حکم ہوا، رام لیلا کے واسطے کیا کچھ حکم نہ ہوگا!

گُردے کھانے کا حکم

عرض : گُردے کھانے کا کیا حکم ہے؟

ارشاد : جائز ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا اِس وجہ سے کہ پیشاب ان میں سے ہوکر مثانہ میں جاتا ہے۔

اوجھڑی مکروہ کیوں؟

عرض : حضور! یہ مانا ہُوا ہے (کہ) نجاست اپنے محل میں پاک ہے اور اوجھڑی میں جو فُضلہ ہے وہ بھی نجس نہیں تو پھر کراہت کی کیا وجہ؟

ارشاد : اِسی وجہ سے تو مکروہ کہا گیا، اگر نجاست کو (اس کے محل میں) نجس مانا جاتا تو اوجھڑی مکروہ نہ ہوتی بلکہ حرام ہو جاتی۔

آیت قرآنی کے معنی کی وضاحت

عرض :

وَلَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا ۠ ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

(پ ۵، النساء: ۱۴۱)

سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی کافر کسی مسلمان پر غالب نہ ہوگا حالانکہ واقع میں اِس کے خلاف ہے!

ارشاد : اِس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کوئی ولایت نہیں رکھی کافروں کے واسطے مسلمانوں پر۔ ولایت کہتے ہیں ''حکم نافِذُ التَّصَرُّف شَاءَ اَوْ اَبٰی چاہے مانے یا نہ مانے اور شریعت بھی اس کو قبول کرلے۔'' یہ بات کبھی حاصل نہ ہوگی کسی کافر کو کسی مسلم پر۔ والد اپنی نابالغ اولاد پر ولایت رکھتا ہے۔ یہ ان کا نکاح کردے اور وہ چِلّاتے رہیں: ہمیں نہیں منظور! نکاح نافذ ہوگیا (اور) بعد بالغ ہونے کے بھی کچھ اختیار نہیں۔ یا دو عادِل مسلمان کسی پر گواہی دیں۔ وہ (جواب میں) کہہ رہا ہے: یہ (یعنی گواہ) جھوٹے ہیں، مَیں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ (یعنی گواہ) کہہ دیں کہ اس نے ایسا کیا، گواہی نافذ ہوگئی۔

جِزْیہ کا بیان

عرض : حضور! عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے آیا ہے ''یَضَعُ الْجِزْیَۃَ'' (یعنی وہ جزیہ اُٹھادیں گے) اور ہماری شریعت میں جزیہ ہے تو عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ہماری شریعت کے ناسخ ہوئے!

ارشاد: یہ حکم کس میں ہے، اِنجیل میں ہے یا توریت میں؟ ظاہر ہے کہ ان میں نہیں بلکہ حدیث میں ہے۔(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، الحدیث ۲۲۲۲، ج ۲، ص ۵۱) یہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہوا۔ اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) یہ فرماتے کہ جزیہ ہمیشہ ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام آ کر اتار دیتے تو البتہ نسخ ہوتا۔

آیت قرآنی کا مطلب

عرض: حضور! قرآن مجید میں ہے کہ مسلمانوں نے یہ دعا کی:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا — ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال (پ ۲۸، الممتحنۃ: ۵)

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اِس طرح سے کافروں کے ہاتھ میں بے دست و پا نہ کر دیئے جائیں گے کہ ان کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ اگر اسلام سچا ہوتا تو ایسا کیوں ہوتا؟

ارشاد: یہ دعا کی تھی کہ کسی مسلمان کو فتنہ نہ کر یا ہم کو فتنہ نہ کر؟ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ دعا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ — ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے۔ اے ہمارے رب بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔ (پ ۲۸، الممتحنۃ: ۵)

اور وہ قبول ہوئی۔ اگر اس کے معنی یہ لیے جائیں کہ کبھی کوئی مسلمان کسی کافر کے فتنے میں نہ پھنسے گا تو پھر اس کے کیا معنی ہوں گے جو "اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ" کے لیے فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ — ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے ایذاء دی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ (پ ۳۰، البروج: ۱۰)

انبیاء علیہم الاسلام کا شہید ہونا

عرض: **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ (پ۲۸،المجادلة:۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول

تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے؟

ارشاد: رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیاء البتہ شہید کیے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ "یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ" فرمایا گیا نہ کہ "یَقْتُلُوْنَ الرُّسُلَ"۔[1]

جیسی رعایا ویسا حاکِم

عرض: حضور مسلمان کتنا ہی بڑا گنہگار ہو لیکن کلمۂ اسلام پڑھتا ہے، مسلمان پھر مسلمان ہے کافر سے بدتر تو کیا برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ قطعِ نظر "یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ"[2] کے کوئی وجہ کافر کو مسلمانوں پر مُسَلَّط ہونے کی نہیں معلوم ہوتی!

ارشاد: اس کا جواب حدیث دے گی:

كَمَا تَكُوْنُوْا يُوَلّٰى عَلَيْكُمْ جیسے تم ہوگے ویسا ہی حاکم تم پر بھیجا جائے گا۔

(فردوس الاخبار للدیلمی،باب الکاف،الحدیث ۴۹۵۳،ج۲،ص ۱۸۴)

اسلام کبھی مَغْلُوب نہ ہوگا

عرض: حضور! کچھ بھی ہو، آخر مسلمان تو ہیں، ان کا غلبہ اسلام کا غلبہ اور ان کی مغلوبیت سے اسلام کی مغلوبیت، حالانکہ یہ ثابت ہے اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی (اسلام بلند و غالب رہے گا مغلوب نہ ہوگا۔)(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی......الخ، ج۱،ص ۴۵۵) تو چاہیے کہ مسلمان کبھی مغلوب نہ ہوں۔

---

[1]: اور شہید ہوجانا مغلوبی نہیں، غلبہ سے مراد "غلبۂ حُجت" ہے كَمَا سَيَاْتِی (یعنی جیسا کہ عنقریب آگے دُوسرے اِرشاد میں ذِکر ہوگا)۱۲ مؤلِّف غُفِرَلَہٗ اس ارشاد کی مزید وضاحت کے لئے مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی تالیف "تحقیقات" (مطبوعہ فرید بک اسٹال مرکز الاولیاء لاہور) صفحہ 85 تا 94 ملاحظہ کیجئے۔

[2]: ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو چاہے کرے (پ ۱۷،الحج:۱۸)

ارشاد: اسلام کبھی مَغلُوب نہ ہوگا(اگرچہ)مسلمان مَغلُوب ہوجائیں۔مسلمانوں کے مغلوب ہونے سے اسلام کی مغلوبیت نہیں۔اسلام جب مغلوب ہوتا کہ کفار کی حُجَّت مسلمانوں کی حجت پر غالب آجاتی ''حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ'' (ان کی حجت مغلوب ہے۔)(پ ۲۵،الشوری:۱۶)

دنیا کی حیثیت

﴿پھر فرمایا﴾ حدیث میں ہے:''اگر دنیا کی قدر **اللّٰہ**(عَزَّوَجَلَّ) کے نزدیک ایک مچھر کے پَر کے برابر ہوتی تو ایک گھونٹ اس میں سے کافر کو نہ دیتا۔''(جامع ترمذی،کتاب الزھد،ما جاء فی اھوان الدنیا،الحدیث ۲۳۲۷،ج ٤،ص ۱٤٣،١٤٤) ذلیل ہے(اسی لیے) ذلیلوں کو دی گئی، جب سے اسے بنایا ہے کبھی اس کی طرف نظر نہ فرمائی۔دنیا کی رُوحانیت آسمان و زمین کے درمیان جَوّ (یعنی فضا) میں مُعلّق ہے۔فریادوزاری کرتی ہے اور کہتی ہے: اے میرے رب! تُو مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ مُدّتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے:''چُپ خبیثہ!''(احیاء علوم الدین ،کتاب ذم الدنیا،باب بیان ذم الدنیا،ج ٣،ص ٢٥١،ملخصا) سورۂ زُخرُف شریف میں تو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اندھے کہیں گے، یہ کفر ہی حق ہے، ورنہ ہم کافروں کے واسطے ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت سونے کے۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ یَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیۡهَا یَظۡهَرُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُیُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیۡهَا یَتَّكِـُٔوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ؕ وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لئے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے (پ ۲۵،الزخرف:۳۳،۳٤،۳۵)

صرف اس بات پر کہ کفار کو دنیا بہت دی ہے اور ہم کو تھوڑی اس پر تو آپ جیسے عالم یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر سب دنیا انہیں دے دی جاتی اور ہم کو بالکل نہ ملتی تو نہ معلوم کیا حال ہوتا؟

سونا چاندی خدا عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ سونا چاندی خدا عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں۔ وہ لوگ جو دنیا میں سونے چاندی سے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن پکارے جائیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جو خدا کے دشمن سے محبت رکھتے تھے۔

دنیا محبوبانِ خدا سے دور رکھی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ دنیا کو اپنے محبوب سے ایسا دور فرماتا ہے جیسے بلاتَشْبِیہ بیمار بچے کو اس سے مُضِر (یعنی نقصان دہ) چیزوں سے ماں دور رکھتی ہے۔

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۱)

آدمی اپنے منہ برائی مانگتا ہے جس طرح کہ اپنے لیے بھلائی مانگتا ہے۔ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) جانتا ہے کہ اس میں کتنا ضَرَر ہے یہ دعا مانگتا ہے اور وہ نہیں دیتا۔

﴿پھر فرمایا﴾ ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے کافروں کا ملکوں میں پھرنا یہ تھوڑی پونجی ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بُرا ٹھکانہ ہے۔

(پ ٤، ال عمران: ۱۹۶، ۱۹۷)

پِچکاری لگانے سے متعلق ایک مسئلہ

عرض: اِحلیل (وہ سوراخ جس میں سے پیشاب یا نطفہ نکلتا ہے۔) میں اگر پچکاری[1] لگائی جائے تو پانی جو پچکاری کا واپس آئے گا وہ پاک ہے یا نہیں؟

[1]: ایک چھوٹا سا شیشے یا دھات کا بغیر والو آلہ جس سے دوا یا پانی کی دھار خارج کی جاتی ہے۔

ارشاد : ناپاک ہے اور ناقضِ وضو ہے۔(یعنی وضوتوڑنے والا ہے۔)

اعلیٰ حضرت کی حِدَّتِ مزاج کا تذکرہ

مؤلف : اعلیٰ حضرت قبلہ کی حِدَّتِ مزاج کا تذکرہ تھا، ایک صاحب نے عرض کیا: ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔ اس پر **ارشاد** فرمایا: حدیث میں ہے:۔''اِنَّ الْحِدَّةَ تَعْتَرِیْ حَمَلَةَ القرانِ لِعِزَّةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ اَجْوَافِهِمْ''یعنی علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جوان کے دلوں میں ہے۔(فردوس الاخبار،ج۱،ص۲۵۲، الحدیث ۲۵۹۶)

کُشتی لڑنا کیسا؟

عرض : حضور کشتی کرنا جائز ہے یانہیں؟

ارشاد : کشتی جس طور پر آج کل لڑی جاتی ہے محمود (یعنی پسندیدہ) نہیں، اِس میں تن پروری ہوتی ہے، مجمع عام ہوتا ہے اور اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر[1] کھولے تو حرام ہے۔ ہاں اگر خاص مجمع ہے اپنے ہی لوگ ہیں، بند مکان میں نماز کی پابندی کے ساتھ بغیر ستر کھولے ہوئے لڑیں تو مضائقہ نہیں۔

دلدل سے نجات دلائی

حضرت بہاؤالحق والدین خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخارا میں حضرت امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو دیکھا کہ مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے، اکھاڑے میں کشتی ہورہی ہے۔ حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند عالم جلیل پابند شریعت، ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا۔ حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی۔ یہ خطرہ آتے ہی غنودگی آگئی، دیکھا کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے۔ یہ اس پار جانا چاہتے تھے، دریا میں اترے جتنا زور کرتے دھنستے جاتے، یہاں تک کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے، اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دریا کے اس پار کردیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ قبل اس کے کہ یہ کچھ عرض کریں، حضرت امیر کلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ہم اگر کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔ یہ سن کر فوراً قدموں پر گر پڑے اور بیعت کی۔(جامع کرامات اولیاء، السید امیر کلال، باب الالف، ج۱، ص۶۰۱، ملخصاً)

---

[1]: مردوعورت کا وہ مقام جسے چھپانا فرض ہے۔

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا توکُّل ونفس کشی

﴿پھر بتذکرہ نفس کشی ارشاد فرمایا:﴾ امام داوٗد طائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ امام نے جب دیکھا کہ ان کی دنیا کی طرف توجہ نہیں ان کو سب سے الگ کر کے پڑھانا شروع کیا، ایک دن تنہائی میں فرمایا: اے داوٗد! آلہ تیار کرلیا مقصود کس دن حاصل کرو گے؟ ایک سال درس میں حاضر رہے، یہ ریاضت کہ طلباء آپس میں مذاکرہ کرتے ان کو آفتاب سے زیادہ وجہیں روشن معلوم ہوتیں۔ نفس بولنا چاہتا مگر یہ چپ رہتے غرض ایک سال کامل سکوت فرمایا۔ جب ان کے والد ماجد کا انتقال ہوا، اَسی (80) درہم اور ایک مکان ورثہ میں ملا۔ وہ درہم عمر بھر کے لیے کافی ہوئے، اور مکان کے ایک درجے میں بیٹھا کرتے جب وہ گر گیا، دوسرے میں بیٹھنا شروع کیا۔ جب وہ اس قابل نہ رہا تو اور درجے میں ادھر ان کی روح نے پرواز کیا۔ ادھر بعض صالحین نے خواب میں دیکھا کہ داوٗد طائی نہایت خوشی کے ساتھ ہشاش بشاش دوڑے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ انہوں نے کبھی آپ کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا۔ پوچھا کیا ہے، کیوں دوڑے جاتے ہو! فرمایا ابھی جیل خانہ سے چھوٹا ہوں۔ خبر پائی کہ وہی وقت انتقال کا تھا۔ (الرسالۃ القشیریۃ، ص ٣٤، ٣٥، ملخصًا)

اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ دنیا مؤمن کا قیدخانہ ہے اور کافر کی جنت

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، الحدیث ٢٩٥٦، ص ١٥٨٢)

قبر میں جنّت ودوزخ کی ہوا کا اَثر

﴿پھر فرمایا﴾ مسلمان عمر بھر کتنی ہی تنگی ومصائب میں رہے ایک ہوا جنّت کی دیں گے اور پوچھیں گے تم نے دنیا میں کیا تکلیف اٹھائی! کہے گا **واللہ!** کوئی تکلیف نہ اٹھائی اور کافر کو ہزار برس تک نازونعم میں رکھا جائے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے گرم ہوا بھی نہ لگنے پائے، قبر میں ایک جھونکا اسے جہنم کا دیں گے کہے گا **واللہ!** مجھے دنیا میں کوئی آرام نہیں ملا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب صفۃ النار، الحدیث ٤٣٢١، ج ٤، ص ٥٣٠، ملخصًا)

﴿پھر فرمایا﴾

وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

(پ ٢٩، الدھر: ٢٠)

نَعیم اور مُلک کَبیر دیتے ہیں دنیا کی ایک ذرا سی تکلیف پر، عقل تو گوارا نہیں کرتی کہ مُلک کبیر آرام دنیا کی متاعِ قلیل کے بدلے چھوڑ دیا جائے مگر نفس اس کے عکس کو گوارا نہیں کرتا!

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ترجمہ کنزالایمان: آدمی جلد باز بنایا گیا۔

(پ۱۷،الانبیاء:۳۷)

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور آدمی بڑا جلد باز

(پ۱۵،بنیٓ اسرآئیل:۱۱) ہے۔

انسان اپنے قدموں کے نیچے دیکھتا ہے آگے نظر نہیں کرتا! یہاں کے آرام کو آرام سمجھتا ہے اور یہاں کی تکلیف کو تکلیف حالانکہ بہت سے آرام یہاں کے وہاں کی تکلیف ہیں اور بہت سی یہاں کی تکلیف وہاں کے آرام ہیں۔

بدمذہبوں کی صُحبت سے توبہ کرلی

﴿پھر فرمایا﴾ میرے حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ العزیز کے خالہ زاد بھائی الف کے نام ب نہ جانتے تھے۔ یہاں ایک شخص صُوفی بنے ہوئے تھے ان کے پاس آمد و رفت زیادہ تھی۔ انہوں نے مذہب تَفْضِیلیہ[1] اختیار کرلیا۔ میرا پندرہ سولہ برس کا سن تھا میں انہیں حدیثیں سناتا اور سمجھاتا کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ تفضیل باطل ہے وہ نہ مانتے۔ اَفیون کے عادی تھے جب حج کو گئے اور تین منزل مدینہ طیبہ رہ گیا۔ افیون کی ڈبیہ نکالی کھانا چاہی فوراً بدن میں ایک جھرجھری پیدا ہوئی اور کہا کیا حضور کے سامنے بھی کھاؤں گا اور ہاتھ سے پھینک دی۔ وہاں سے واپس آنے پر چند روز زندہ رہے۔ راہ میں اَفیون کھانا چھوڑ دیا تھا۔ یہ (یعنی افیون کا کھانا) تھی بداعمالی مگر وہ تھی عقیدے کی برائی اور عقیدہ کی برائی بدتر ہے بداعمالی سے۔ مرتے وقت بیوی کو بلا کر کہا: میرا بھتیجا مجھے سمجھایا کرتا تھا اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اب میں سمجھا کہ وہی حق تھا۔ اب تم شاہد (یعنی گواہ) رہو کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو ''احمد رضا'' کا ہے۔ میں نے ان کو ایک روز خواب میں دیکھا.....[2] کہنے لگے تم نے وہ حدیث مجھ سے بیان نہیں کی تھی کہ جو دنیا میں ہنستے وہ وہاں روتے ہیں اور جو دنیا میں روتے ہیں وہ وہاں ہنستے ہیں۔

---

[1]: وہ فرقہ جو امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم کو شیخین یعنی امیر المومنین ابوبکر صدیق اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتا ہے۔

[2]: یہاں الفاظ کریمہ ساقط ہوگئے۔ ۱۲ مؤلف غفرلہ

زندہ رہنے کے لئے تین چیزیں درکار ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ تین چیزیں ضروری ہیں ایک لقمہ جس سے جان باقی رہے اور ایک پارچہ (یعنی کپڑا) جس سے اپنا ستر ڈھانک لے اور ایک سوراخ جس میں گھس کر بیٹھ رہے۔ اس کے لیے حلال مال بہت مل سکتا ہے۔

رُوح کی طاقت کا راز

﴿پھر فرمایا﴾ جب نفس کمزور ہوجائے گا روح اور قلب قوِی ہوجائے گا کھانا نہ کھایئے آٹھ دن کامل بیٹھے رہیئے کچھ اثر نہ ہوگا۔

ایک شعر کی وضاحت

عرض: حضور یہ شعر کیسا ہے؟

ارے یہ وہ ہیں عبدالقادر محبوب سبحانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

کہ نابینا کو بینا چور کو ابدال کرتے ہیں

ارشاد: کوئی حرج نہیں۔ حضور نے تو کافروں کو اَوتاد و اَبدال بنایا ہے۔

پِیرِ کامِل کی تلاش

﴿پھر فرمایا﴾ ایک صاحب پیرِ کامل کی تلاش میں تھے بہت کوشش کی مگر پیرِ کامل نہ ملا۔ **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ضرور ہم انہیں اپنی راہ دکھائیں گے۔ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

یہ جو لوگ کہتے ہیں ہم نے اس قدر مجاہدات کیے ہیں کچھ نہ ہوا، جھوٹے ہیں تاکید کے ساتھ فرمایا جاتا ہے "لَنَهْدِیَنَّهُمْ" حقیقۃً مجاہدہ ہی نہیں کرتے۔ خیر ان کی طَلَب صادِق تھی جب کوئی نہ ملا تو مجبور ہوکر ایک رات عرض کیا: اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) تیری عزت کی قسم! آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا اس سے بیعت کرلوں گا۔ صبح کی نماز پڑھنے جارہے تھے سب سے پہلے راہ میں ایک چور ملا جو چوری کیئے آرہا تھا انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ حضرت بیعت لیجئے وہ حیران ہوا۔ بہت انکار

کیا نہ مانے، آخر اس نے مجبور ہو کر کہہ دیا کہ حضرت میں چور ہوں، یہ دیکھئے چوری کا مال میرے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا تو میرے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) سے عہد ہے کہ آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا بیعت کرلوں گا اتنے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے اور اس چور کو مَراتب دیئے۔ تمام مقامات فوراً طے کرائے، ولی کیا اور اس سے بیعت لی اور انہوں نے اس سے بیعت لی۔

سچی طلب کبھی خالی نہیں جاتی

﴿پھر فرمایا﴾ طلبِ صادِق (یعنی سچی تلاش) کبھی خالی نہیں جاتی۔ دنیا میں جن چیزوں کو طلب کرتے ہیں وہ دو قسم ہیں ایک وہ کہ آپ طلب کریں اور وہ بھاگیں اور دوسری وہ جو اپنی جگہ پر رہیں کہیں بھاگ کر نہ جائیں نہ آپ کی طرف آئیں۔ اور یہاں فرمایا جاتا ہے جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک گز آتا ہوں اور جو میری طرف دو گز آتا ہے میں اس کی طرف چار گز آتا ہوں اور جو میری طرف آہستہ آتا ہے میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں اور جو میری طرف لپک کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

طلبِ صادق کی مثال

﴿پھر فرمایا﴾ حضرت سیدنا شاہ آلِ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ مارہرہ شریف میں تشریف فرما ہیں۔ ایک صاحب سب سجادوں میں گھومے ہوئے مجاہدے ریاضتیں کیے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے یہی شکایت کی کہ اتنے برسوں سے طلب میں پھرتا ہوں مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا: ٹھہرو۔ ایک حجرہ میں خانقاہ شریف کے ٹھہرایا، خادم کو حکم دیا انہیں مچھلی کھانے کو دی جائے اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا جائے اور بعد کھانا کھانے کے فوراً حجرہ باہر سے بند کر دیا جائے۔ خادم نے مچھلی دی جب وہ کھا چکے فوراً زنجیر بند کر دی اب یہ اندر سے چلاتے ہیں کہ مجھے پانی دیا جائے مگر کون سنتا ہے۔ صبح کو حضور نماز کے واسطے تشریف لائے خادم نے حجرہ کھولا کھلتے ہی پانی پر جا گرے اور جس قدر پیا گیا خوب پیا۔ نماز کے بعد حضرت نے فرمایا خیریت ہے؟ عرض کیا: حضور! رات تو خادموں نے مار ہی ڈالا تھا کہ مجھے ایسی گرمی میں اوّل تو مچھلی کھانے کو دی، دوسرے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا اور پیاسا ہی حجرہ میں بند کر دیا۔ فرمایا: پھر رات کیسی گزری۔ عرض کیا: جب تک جاگتا رہا پانی کا خیال جب سویا سوائے پانی کے اور

کچھ نہ دیکھا۔فرمایا طلبِ صادق اس کا نام ہے کبھی ایسی طلب بھی کی تھی جس کی شکایت کرتے ہو وہ مجاہدات کیے ہوئے قلب صاف تھا۔نفس کا جو دھوکا تھا فوراً کھل گیا اور مقصود حاصل ہو گیا۔اپنے نام لینے والے کو وہ ضائع نہیں چھوڑتا۔

اچھوں کی نقل بھی اچھا بنادیتی ھے

﴿اسی سلسلے میں فرمایا﴾ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہروپیے نے صوفی بن کر دھوکا دے دیا۔آپ نے حسبِ وعدہ انعام دینا چاہا۔اس نے کہا خدا کا جھوٹا نام لینے سے تو تم جیسا بادشاہ میرے پاس حاضر ہوا سچا نام لوں گا تو کیوں نہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔﴿پھر فرمایا﴾ یہی معنی ہیں حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کے

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست

کہ آں بحر حقیقت کار سازیست

(عشق مجازی سے روگردانی نہ کرو کہ وہی عشق حقیقی کے لئے کارفرما ہے۔)

جو کسی کا تشبہ کرتا ہے **اللہ** (عزّوجلّ) اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کر دیتا ہے۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ   جو جس قوم سے تشبہ کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشهرت، الحدیث ۴۰۳۱، ج ۴، ص ۶۲)

تشبہ کا یہ فائدہ ہوتا ہے۔

﴿پھر فرمایا﴾ یہ حاصل ہے ہماری نماز و روزہ کا صرف اصلی نمازیوں کا تَشَبُّہ ہے اور "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُمْ" امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے تواجد (خود پر وجد طاری کر لینا) سے وجد پیدا ہوتا ہے۔تَشَبُّہ کی صورت یہ ہے کہ بہ تکلف وجد بنائے ہوئے ہوتے ہو جائے گا۔ہاں یہ نیت نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں۔یہ ریا ہے اور حرام ہے۔

گناہ صغیرہ کو ھلکا جاننا گناہ کبیرہ ھے

عرض: صغیرہ کا اِستخفاف کبیرہ ہے؟

ارشاد : بعض وقت صغیرہ کا استخفاف کفر ہوجائے گا جب کہ اس کا گناہ ہونا ضروریاتِ دین [1] سے ہو۔علماء فرماتے ہیں کسی نے کوئی گناہ کیا اس سے لوگوں نے کہا: توبہ کر جواب دیا۔

چہ کردہ ام کہ توبہ کنم

(یعنی میں نے کیا کیا ہے کہ توبہ کروں؟)

تو کفر ہوجائے گا۔بہت سے صغائر ایسے ہیں جن کا مَعْصِیَت ہونا ضروریات دین سے ہے مثلاً اجنبیہ سے مَس وتَقْبِیل صغیرہ ہے'' اِلَّا اللَّمَمَ ''میں داخل ہے اگر حلال جانے کافر ہے۔

﴿پھر فرمایا﴾ جس کو سمجھا کہ یہ ہلکا گناہ ہے فوراً صغیرہ سے کبیرہ ہوگیا۔اولیاء کرام فرماتے ہیں اس گناہ کو دوسرے گناہ سے نسبت دیتا ہے کہ اس سے چھوٹا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ گناہ کس کا کر رہا ہے! اگر دیکھتا تو یہ فرق نہ کرتا۔

ایک دعا کا معنیٰ

عرض : حضور چاند دیکھنے کے وقت ایک دعا آئی ہے: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ ھٰذَا ۔'' اس کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد : دنیا میں ایمان خیر محض ہے اور کفر شر محض، اِن دونوں کے سوا نہ کوئی چیز شرِ محض ہے نہ خیرِ محض، آفتاب کے غروب ہونے کے بعد چاند جب روشن ہوتا ہے اس وقت سَرکَش ومُتَمَرِّد جن زمین پر منتشر ہوتے ہیں۔اسی واسطے حدیث میں آیا ہے اپنے بچوں کو روکے رہو مغرب سے عشاء تک (صحیح مسلم، کتاب الاشربہ،باب الامر......الخ،الحدیث ۲۰۱۲،ص ۱۱۱٤) بہت لوگ اس بات کو بہادری سمجھتے ہیں کہ جب لوگوں کی پہچل موقوف ہو اس وقت چلیں پھیریں۔یہ جہالت ہے۔حدیث میں ہے جب پہچل موقوف ہو باہر نہ نکلو (سنن ابی داؤد، کتاب الادب،باب نھیق الحمیر......الخ،الحدیث ٥١٠٤،ج٤،ص٤٢٣ ملخصًا) اور اکیلے مکان میں تنہا سونے کو بھی لوگ فخر سمجھتے ہیں حالانکہ اس کو بھی منع فرمایا ہے۔

---

[1] : اس سے مراد وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء علیہم السلام کی نبوت، جنت ودوزخ وغیرہ۔(بہار شریعت، ج۱،حصہ ۱،ص ۱۷۲)

زہریلے جانوروں سے بچنے کی دعا

اس کے بعد کچھ واقعات مَار گُزِیدہ (یعنی سانپ کے ڈسے ہوئے) اَشخاص کے ذکر ہوئے اس پر ارشاد فرمایا حدیث میں ہے:

اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَق

(ترجمہ: پناہ لیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی ہر مخلوق کے شر سے)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، الحدیث ۳۸۹۸، ج ٤، ص ١٨)

جو صبح کو پڑھ لے گا تمام دن زہریلے جانوروں سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک۔

کھیلوں کے بارے میں حکم

عرض: حضور گیند کھیلنا کیسا ہے؟

ارشاد: عبث ہے، اگرچہ صاحبِ ہدایہ نے ہر عَبَث کو حرام لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ عَبَث باطل ہے۔ حدیث میں ہے: مسلمان کا ہر لَھْو باطل ہے مگر تین باتوں میں: اوّل گھوڑا پھرانا، دوسرے تیراندازی، تیسرے اپنی عورت سے مُلاعَبَت۔ (سنن ترمذی، کتاب فضائل الجهاد......الخ، باب ما جاء فی فضل الرمی......الخ، الحدیث ١٦٤٣، ج٣، ص٢٣٨) یہ ان تینوں باتوں میں داخل نہیں اس لیے باطل ہے۔

قدم بوسی سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضی

﴿حضور ایک صاحب کی طرف متوجہ ہو کر حکمِ مسئلہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اور صاحب نے یہ موقع قدم بوسی سے فیض یاب ہونے کا اچھا سمجھا﴾ قدم بوس ہوئے فوراً چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا: ''اِس طرح میرے قلب کو سخت اذیت (یعنی تکلیف) ہوتی ہے۔ یوں تو ہر وقت قدم بوسی ناگوار (یعنی ناپسند) ہوتی ہے مگر دو صورتوں میں سخت تکلیف ہوتی ہے، ایک تو اُس وقت کہ میں وظیفہ میں ہوں، دوسرے جب میں مشغول ہوں اور غفلت میں کوئی قدم بوس ہو کہ اُس وقت میں بول سکتا نہیں۔''[1]

﴿پھر فرمایا کہ﴾ ''میں ڈرتا ہوں خدا وہ دن نہ لائے کہ لوگوں کی قدم بوسی سے مجھے راحت ہو اور جو قدم بوس نہ ہو تو تکلیف ہو کہ یہ ہلاکت ہے۔''

[1]: حضرت قدس سرہٗ کو اپنی قدم بوسی نہایت ناگوار ہوتی۔ بارہا لوگوں کو اس سے سختی سے منع فرمایا۔ ۱۲ مؤلف غفرلہ

تعظیم، اطاعت میں ہے

﴿پھر فرمایا﴾ ''تعظیم اسی میں ہے کہ جس بات کو منع کیا جائے وہ پھر نہ کی جائے اگرچہ دل نہ مانے۔'' کون مسلمان ہے کہ جب حضورِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نام پاک سنے تو سجدہ کرنے اور سر جھکا دینے کو اس کا دل نہ چاہے! وَاللّٰہِ الْعَظِیْم اگر سجدہ کیا جائے تو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوں گے، راضی نہ ہوں گے۔ ورنہ ہم سے تو سجدہ بھی ان کی عظمت کے لائق نہیں ہوسکتا! اُن کو (تو) فرشتوں نے سجدہ کیا اُن کو جبریل نے سجدہ کیا۔

فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم کس کیلئے تھا؟

عرض: حضور! جبریل علیہ السلام نے بھی کسی وقت سجدہ کیا تھا؟

ارشاد: تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم تھا اور ایسا قطعی حکم کہ ایک جو اِن میں ملا ہوا تھا اس نے نہ مانا مَلْعُون اَبدی کردیا گیا۔ اور اِن میں سے جو نہ مانتا یہی حال ہوتا۔ مگر ملائکہ تو معصوم ہیں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں ملائکہ کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کا جو حکم ہوا تھا وہ حقیقۃً سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ ۳۴، حصہ ۶، ج ۲، ص ۴۲۵) آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبلہ تھے جیسے کعبہ قبلہ ہے اور سجدہ **اللہ** کو۔

﴿پھر فرمایا﴾ وہ فضائل جو عطا کیے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو جیسے مُردوں کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ان کے سوا۔ ان کا اثر تو یہ ہوا کہ ان کے اُمّتی بننے والے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ کس کے فضائل ہیں جو اس سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچ سکیں۔ فرمایا گیا تمہارا دین یہ ہے: ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' عَبْدُہٗ پہلے ہے رَسُوْلُہٗ بعد کو کہ عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔ احادیث میں کس قدر تاکید کے ساتھ سجدہ کی ممانعت فرمائی گئی کہیں فرمایا سجدہ لغیر اللہ حرام ہے، کہیں فرمایا سجدہ اللہ کے لیے خاص ہے، کہیں فرمایا سجدہ غیر اللہ کو نہ کرو۔ اتنی احتیاطوں کے ساتھ سجدہ حرام کیا گیا ورنہ کیا جانئے کیا ہوتا!

﴿پھر اُن صاحب سے فرمایا﴾ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) آپ کو شر سے بچائے اور امن وامان میں رکھے معاف فرمائیے غصے میں ایسے الفاظ نکل گئے، میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے مجھے ایسی ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینہ سے پیٹھ کو نکل گیا۔

سودا قرض دیتے وقت قیمت زیادہ لینا کیسا؟

عرض : حضور اکثر دوکاندار جب کسی کو سودا قرض دیتے ہیں تو قیمت سے زیادہ لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : کوئی حرج نہیں غایت یہ کہ خلافِ اولیٰ ہے۔

انگلیوں کے پَوروں پر ذکر الٰھی کاشمار

عرض : حضور! عَقْدِ اَنامِل (یعنی پوروں پر ذکر کا شمار کرنا) بھی حدیث میں آیا ہے؟

ارشاد : کوئی خاص طریقہ اس کا حدیث میں مذکور نہیں البتہ ایک حدیث میں ہے:

اِعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْؤُلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ پوروں پر ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کا شمار کرو کہ ان سے سوال ہونا ہے، یہ بولیں گے۔

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، فی فضل التسبیح والتھلیل......الخ، باب ما جاء فی عقد التسبیح، الحدیث ۳۴۹۷، ج۵، ص۲۹۵)

کیا جادو میں قلبِ حقیقت ھوجاتا ھے؟

عرض : حضور! سحر میں ''قلبِ حقیقت'' ہو جاتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : سحر (یعنی جادو) میں اصل شے بالکل متغیر نہیں ہوتی ہے۔ سَحَرَہٗ فرعون (یعنی فرعون کے جادوگروں) کے بارے میں فرمایا جاتا ہے:

سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں ڈرا دیا۔

(پ۹، الاعراف:۱۱۶)

یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے خیال میں ان کے جادو سے یہ بات پیدا ہوگئی کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہیں۔

(پ۱۶، طہ:۶۶)

ایک بازیگر کے مختلف کَرْتَب

سلطان جہانگیر مرحوم جدِّ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں ایک بازی گر آیا اور چند تماشے دکھائے۔ پھر

عرض کی: ''حضرت! مجھے آسمان پر جانے کی ضرورت ہے، ایک میرا دشمن آسمان پر ہے۔عورت کو حفاظت کے لیے محلاتِ شاہی میں بھجوا دیجئے!'' خیر عورت بھیج دی گئی۔اُس نے پیچک (یعنی ڈوری) نکال (کر) آسمان کی طرف پھینکی۔اب یہ اس کچے ڈورے پر چڑھتا ہوا آسمان کی طرف چلا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد شور وغُل کی آوازیں آنے لگیں اور ایک ہاتھ آ کر گرا پھر دوسرا ہاتھ پھر ایک پاؤں پھر دوسرا پھر سر اور دھڑ بھی جدا ہو کر گرا جس سے معلوم ہوا کہ دشمن غالب اور یہ مَغلُوب ہوا۔عورت نے جب یہ خبر سنی محل سے نکل کر آئی۔تمام اعضاء جمع کیے پھر خوب آگ روشن کر کے مع ان اعضاء کے جل کر خاکستر ہو گئی۔تھوڑی دیر میں دیکھا تو وہی بازی گر اسی ڈورے پر سے اُترا چلا آتا ہے۔اُس نے حاضر ہو کر بادشاہ سے کہا کہ ''حضور کی توجہ سے میں اپنے دشمن پر غالب آیا۔اب حضور میری بیوی کو محل سے بلوا دیں۔'' یہاں ''حضور'' خود ہی حیران تھے کہ کون بازیگر اور کس کی بیوی ابھی ابھی تو دونوں آگ میں جل گئے۔جب اس نے تقاضا کیا تو بادشاہ نے ساری کیفیت بیان کی (کہ) یہ راکھ جلی ہوئی پڑی ہے۔اس نے کہا: ''حضور ہم غریبوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے گا! میری بیوی تو محل میں ہے، میں تو حضور کے سپرد کر گیا تھا۔'' اب بادشاہ اور تمام حاضرین حیران کہ اس کو کیا جواب دیں؟ اس نے کہا: ''اگر حضور اجازت دیں تو میں آواز دے کر محل سے بلا لوں؟'' بادشاہ کی اجازت پر اس نے آواز دی، فوراً وہ عورت محل سے نکل آئی۔

مَداری کا تماشا

عرض: حضورِ والا! اگر اِس (یعنی جادو) میں ''اعمالِ بد'' جیسے شیاطین سے اِستِعانت وغیرہ نہ ہوں تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اعمال جس میں کچھ نہ ہوں جیسے آج کل کے بھانمتی (یعنی مداری) تماشے کرتے ہیں اس میں محض ہتھ پھیری ہوتی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: ''یہ بھی حرام ہے کہ اس میں دھوکا دینا ہے اور دھوکا دینا شریعت پسند نہیں فرماتی۔'' حدیث میں ہے:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وہ ہم میں سے نہیں جو دھوکا دے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی......الخ، الحدیث ١٦٤، ص ٦٥)

ہاں ''کافر حربی'' سے ایسا کرسکتا ہے، ''ذِمّی'' سے نہیں کہ وہ ہماری امان میں ہے۔''لَهُمْ مَا لَنَا وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَيْنَا'' (جو حکم مسلمانوں کے لئے ہے وہی ذمیوں کے لئے ہے اور جو قوانین مسلمانوں پر ہیں وہی ذمیوں پر ہیں۔) (درمختار وردالمحتار، کتاب الجهاد،

مطلب الکفار مخاطبون......الخ، ج٦، ص ٢٠٥) ایسے ہی ''مستاٗمن'' ہے (یعنی یہی حکم اس کافر کا ہے جسے امان دی گئی ہو) کہ اس کے لیے ایک سال تک ذِمّی کے اَحکام ہیں۔ غَدر (یعنی دھوکا) ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

کیا معجزہ میں ماہیت بدلتی ہے؟

عرض: معجزہ میں ''قلبِ ماہیت'' ہوتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اِس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ''قلبِ ماہیت'' (یعنی کسی شے کی ماہیت کا تبدیل ہونا) مُحال ہے یا ممکن؟ جو کہتے ہیں کہ محال ہے ان کے نزدیک پہلی حقیقت فنا ہوجاتی ہے اور دوسری حقیقت ربُّ العزت پیدا فرما دیتا ہے تو معجزہ میں تبدیلیِ حقیقت نہ ہوئی بلکہ تجدیدِ ماہیت۔ اور جو ممکن مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ معجزہ میں قلبِ حقیقت ہوتا ہے لیکن اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ معجزہ واقعی ہوتا ہے:

قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان سے فرمایا ہوجاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ (پ٩، الاعراف: ١٦٦)

وہ سب بندر ہوگئے۔ ''اِس میں کوئی شبہ نہیں یہ تاویل کہ ان کی عقلیں بندر کی سی ہوگئیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کی عقلیں بندر کی سی ہیں۔'' ان کے دل میں نصوصِ قرآنیہ کی عظمت نہیں۔ جتنے گمراہ ہوئے سب اِسی دروازے سے کہ انہوں نے نُصُوص (یعنی بالکل واضح آیات واحادیث) میں تاویلیں کرنا شروع کیں، جو نص اپنی اوندھی عقل کے مُوافق ہوئی خیر اور جہاں ذرا وَرا ہوئی (یعنی سمجھ میں نہ آئی) فوراً تاویل گھڑ دی۔

بندر کے دل میں عظمتِ قرآن

﴿پھر فرمایا:﴾ ان کی عقلیں بندر کی عقل سے بھی بدتر ہیں۔ بندر کے قلب میں عظمت ہے قرآنِ عظیم کی۔ ایک مرتبہ ننھے میاں ﴿برادر خورد اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہُ العزیز (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے چھوٹے بھائی علامہ محمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان)﴾ اپنی چھت پر قرآنِ عظیم پڑھ رہے تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بندر بیٹھا تھا۔ یہ کسی کام کو اٹھ کر گئے۔ بندر دوڑتا ہوا سامنے دیوار پر

گزرا اور اُس پار جانا چاہتا تھا جیسے ہی قرآنِ عظیم کے مُحاذات پر (یعنی سامنے) آیا۔ قرآنِ عظیم کو سجدہ کیا اور اپنی راہ چلا گیا۔

بندر کا محفلِ میلاد سننا

﴿پھر فرمایا﴾ میں نے بندر کو قیام کرتے دیکھا۔ میں اپنے پرانے مکان میں جس میں میرے منجھلے بھائی مرحوم[1] رہا کرتے تھے، مجلسِ میلاد پڑھ رہا تھا۔ ایک بندر سامنے دیوار پر چُپکا مؤدّب بیٹھا سن رہا تھا، جب قیام کا وقت آیا مؤدّب کھڑا ہو گیا پھر جب بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا۔ وہ بندر تھا وہابی نہ تھا۔[2] حدیث میں ہے:

مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کوئی شی ایسی نہیں جو مجھے **اللّٰہ** کا رسول نہ جانتی

اِلَّا کَفَرَۃُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ہو سوائے بے ایمان جن اور آدمیوں کے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ٦٧٢، ج ٢٢، ص ٢٦٢)

خدمت گزار شیر

﴿پھر فرمایا﴾ ''وہ تو وہ ہیں! ان کے غلاموں کا کہنا ایسا مانتے ہیں کہ مُطیع غلام بھی ایسا نہ مانے گا۔'' حضرت سیدی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَکابر اولیا سے ہیں۔ نَفَعَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِبَرَکَاتِھِمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃ (یعنی **اللّٰہ** تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے دنیا وآخرت میں نفع دے) آپ جنگل میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے ایک بیل نذر مانا۔ جب وہ خوب موٹا تازہ ہو گیا تو اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں چلا۔ تَیَّار (یعنی صحت مند اور تیز) بہت تھا راستہ میں چھوٹ گیا۔ ہر چند تلاش کیا، نہ ملا۔ خیر مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ ایک اور شخص کہ اس کے پاس ایک ہی بیل تھا تمام کھیتی وغیرہ کا کام اسی سے لیتا، نہایت لاغَر ونَحِیف (یعنی کمزور)

---

[1]: یعنی استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الحنان۔

[2]: جناب مرزا ذاکر بیگ صاحب نے مجھ (یعنی شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اِس قسم کے سانپ کا واقعہ بیان کیا کہ انھوں نے مجلسِ میلاد شریف کی تھی۔ جب خوب مجمع ہو گیا، ایک سانپ تیزی سے آیا اور منبر کے نیچے بیٹھ گیا۔ جب تک مجلس شریف ہوتی رہی بیٹھا سنتا رہا (اور) بعدِ ختم چلا گیا، نہ آتے کسی کو آزار پہنچایا نہ جاتے۔ لوگوں نے بہت چاہا کہ اسے مار دیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں: میں نے سب کو باز رکھا کہ یہ سرکاری مہمان کی حیثیت سے ہے، میں ہرگز نہ مارنے دوں گا۔ ١٢ مؤلف غفرلہ

ہو گیا تھا، لے کر حاضر ہوا، عرض کیا: ''حضرت میرے رزق کا ذریعہ یہی بیل ہے، دعا فرمائیے یہ دُبلا بہت ہے، اس میں طاقت آ جائے!'' آپ کے پاس چند شیر بیٹھے تھے۔ ایک کو اشارہ فرمایا، وہ گیا اور اس بیل کا شکار کیا اور کچھ کھایا۔ پھر دوسرے کو اشارہ فرمایا، وہ گیا اور کچھ کھایا۔ اِسی طرح سب نے کھایا اور وہ بیل ختم ہو گیا۔ یہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا: ''میں اچھی دعا کرانے آیا تھا کہ میرا دُبلا بیل بھی ہاتھ سے گیا!'' تھوڑی دیر میں اچھا موٹا تازہ بیل آیا جو اس آدمی سے چھوٹ گیا تھا اور سامنے آ کر مؤدّب (یعنی باادب) کھڑا ہو گیا۔ فرمایا: ''اِسے اُس کے بدلے میں لے لے!'' اس نے لے تو لیا لیکن دل میں یہ خطرہ گزرا کہ یہ شیر حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہیں حضرت کے سامنے تک تو کچھ نہیں بولتے، یہاں سے پھر مجھے اور اس بیل کو کھالیں گے۔ آپ کو فوراً اس کے خطرے پر اطلاع ہو گئی، اور کیوں نہ ہو ''جو اُس کو جانتا ہے اُس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔'' فرمایا: ''شیروں سے ڈرتے ہو!'' اب اِن کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ معلوم نہیں کس کا بیل ہے، کوئی پوچھے تو کیا کہوں گا؟ خود ہی فرمایا: ''تم سے کوئی نہ بولے گا۔'' ایک شیر کو اشارہ فرمایا، وہ ان کے ساتھ کتے کی طرح ہو لیا اور ان کی اور ان کے بیل کی حفاظت کی۔ آبادی کے قریب آ کر وہ شیر واپس چلا گیا۔

بارگاہ ولی میں دل سنبھال کر حاضر ہونا چاہیے

﴿اسی سلسلہ میں فرمایا﴾ ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ ان کی خدمت میں دو عالم حاضر ہوئے۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھی، تجوید کے بعض قواعدِ مُسْتَحَبَّہ ادا نہ ہوئے۔ ان کے دل میں خطرہ گزرا کہ اچھے ولی ہیں ان کو تجوید بھی نہیں آتی! اُس وقت تو حضرت نے کچھ نہ فرمایا۔ مکان کے سامنے ایک نہر جاری تھی، یہ دونوں صاحب نہانے کے واسطے وہاں گئے، کپڑے اتار کر کنارے پر رکھ دیئے اور نہانے لگے۔ اِتنے میں ایک نہایت مَہِیب (یعنی خوفناک) شیر آیا اور سب کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا۔ یہ دونوں صاحب ذرا ذرا سی لنگوٹیاں باندھے ہوئے، اب نکلیں تو کیسے؟ علماء کی شان کے بالکل خلاف۔ جب بہت دیر ہو گئی (تو) حضرت نے فرمایا کہ بھائیو! ہمارے دو مہمان سویرے آئے تھے، وہ کہاں گئے؟ کسی نے کہا: حضور! وہ تو اِس مشکل میں ہیں۔ تشریف لے گئے اور شیر کا کان پکڑ کر ایک طمانچہ مارا اُس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا، آپ

نے اُس طرف مارا اُس نے اِس طرف منہ پھیر لیا۔ فرمایا: ''ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہمارے مہمانوں کو نہ ستانا، جا چلا جا!'' شیر اٹھ کر چلا گیا۔ پھر ان صاحبوں سے فرمایا: ''تم نے زبانیں سیدھی کی ہیں اور ہم نے قلب سیدھا کیا۔'' یہ اُن کے خطرے کا جواب تھا۔ (الرسالة القشيرية ،باب كرامات الاولياء،ص ٣٨٧،ملخصًا)

مندر میں نماز پڑھنا کیسا؟

عرض : مندر میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد : اگر وہ کفار کے قبضہ میں ہے تو مکروہ وممنوع ہے کہ وہ ماوائے شیاطین (یعنی شیطانوں کا ٹھکانا) ہے اور اول تو مندروں میں جانا ہی کب جائز ہے! (ردالمحتار، كتاب الصلوة،باب تكره الصلوة......الخ،ج ٢،ص ٥٣)

اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ کا یقینِ کامل

ایک روز بعد نماز ظہر باہر تشریف فرما ہوئے۔ عالی جناب، فواضلِ اکتساب مولوی چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس سہاور مصنف ''کنز الآخرۃ'' بھی حاضر تھے۔ ان سے ارشاد فرمایا کہ اِس بار مجھے ۳۴ دن کامل بخار رہا۔ کسی وقت کم نہ ہوا۔ انہوں نے عرض کیا: جاڑا (یعنی سردی کا بخار) بھی آتا تھا؟ اِس پر ارشاد ہوا: ''جاڑا، طاعون اور وبائی اَمراض جس قدر ہیں اور نابینائی و یک چشمی، برص، جُذام وغیرہ وغیرہ کا مجھ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ یہ امراض تجھے نہ ہوں گے جس پر میرا ایمان ہے۔''

''بخار اور دردِ سر'' مبارک امراض ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ اِس میں بھی خوف ہے کہ کوئی مرض نہ ہو۔ بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی بخار و دردِ سر و دردِ کمر تو اکثر رہتا ہے۔ ایک مرتبہ کمر میں بہت شدت سے درد ہوا اور اس کا اثر اَعصاب پر پڑا کہ ہاتھ سیدھا نہ ہوتا تھا۔[1]

﴿پھر فرمایا﴾ ''بخار و دردِ سر تو مبارک امراض ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ہوا کرتے۔''

---

[1] :اللہ اکبر! کام اس حالتِ علالت میں بھی نہ چھوٹتا۔ اِسی مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دوات سینۂ اقدس پر رکھوالی اور لیٹے لیٹے ہی تحریر فرمایا۔ ۱۲ مؤلف غفرلہٗ

درد سر ہونے کے شکر میں رات بھر نوافل پڑھنا

ایک صاحب حضرات اولیاء کرام میں سے تھے۔ اُن کو دردِ سر لاحق ہوا (تو) تمام رات نوافل میں گزار دی اِس شکر یہ میں کہ مجھے وہ مرض دیا جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مرض ہے اور یہاں یہ حالت ہے کہ جب کبھی درد سر ہوا تو یہی کوشش کی جاتی ہے کہ اوّل وقت نمازِ عشاء سے فارغ ہو جائیں۔

لَقْوَہ کا رُوحانی علاج

ایک صاحب کے رخسارہ (یعنی رُخسار کے بالائی حصّہ) پر لقوہ[1] کا اثر ہو گیا تھا انہوں نے حاضر ہو کر حضورِ والا (یعنی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دعائے خیر چاہی ارشاد فرمایا: ''لوہے کے پَتَّر پر ''سورہ زِلْزال'' شریف کَنْدہ کرا لیجئے اور اسے دیکھتے رہا کیجئے۔''

بچے کی ''تقریبِ بسم اللّٰہ'' کب ہو؟

عرض : حضور! ''تقریبِ بسم اللہ'' کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے؟

ارشاد : شرعاً کچھ مقرر نہیں۔ ہاں مشائخ کرام کے یہاں چار برس چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔

خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریبِ بسم اللّٰہ

حضرت خواجہ قطبُ الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی، ''تقریبِ بسم اللہ'' مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے، حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر اِلہام ہوا کہ ٹھہرو! حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آتا ہے وہ پڑھائے گا۔ اِدھر ناگور میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا! قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا: صاحب زادے پڑھیئے! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ آپ نے پڑھا: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور شروع سے لے کر پندرہ پارے حفظ سنا دیئے۔ حضرت قاضی صاحب اور خواجہ صاحب نے فرمایا: صاحبزادے آگے پڑھیئے! فرمایا: ''میں نے اپنی ماں کے شِکَم (یعنی پیٹ) میں اِتنے ہی سنے تھے اور اِسی قدر اُن کو یاد تھے وہ مجھے بھی یاد ہو گئے۔'' (ماخوذ از سبع سنابل، ساتواں سنبلہ، ص ۲۲۷، ۲۲۸)

---

[1]: وہ بیماری جس میں منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

کاکی کہلانے کی وجہ

عرض : حضور کے کاکی ہونے کی کیا وجہ ہے؟

ارشاد : کاک ''کلچے'' کو کہتے ہیں۔ حضرت کو ایک مرتبہ چند فاقے ہوئے تھے اور گھر بھر میں کسی کے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا، اُس وقت آسمان سے آپ کے واسطے کاکیں آئی تھیں یوں کاکی مشہور ہو گئے۔

حضرت شیخ فریدالحق رحمۃ اللہ علیہ ''گنج شکر'' کیسے ہوئے؟

﴿پھر فرمایا﴾ حضرت شیخ فرید الحق والدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ ۸۰ فاقے ہو چکے تھے۔ نفس بھوکا تھا ''اَلْجُوع اَلْجُوع'' (ہائے بھوک، ہائے بھوک) پکار رہا تھا، اُس کے بہلانے کے لیے کچھ سنگریزے (یعنی کنکر) اٹھا کر منہ میں ڈالے۔ ڈالتے ہی شکر ہو گئے، جو کنکر منہ میں ڈالتے شکر ہو جاتا اِسی وجہ سے آپ ''گنج شکر'' مشہور ہیں۔

(سیر الاولیاء مترجم، ص۱۳۰، ملخصاً)

حضرت محبوبِ الٰہی علیہ رحمۃُ اللہ الھادی کا لقب ''زَربخش'' کیسے ہوا؟

حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''زَربخش'' (یعنی مال بانٹنے والا) ہے۔ حضرت کی بخشش کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے خوان (یعنی تھال) بڑے بڑے قیمتی جواہرات کے لا کر رکھے گئے۔ ایک صاحب حاضر تھے، انہوں نے عرض کی: ''اَلْھَدَایَا مُشْتَرِکَۃٌ'' (ہدیئے مشترک ہیں۔) ارشاد فرمایا ''**امّا تنہا خوشتر**'' (تنہا لینا زیادہ بہتر ہے۔) یہ فرما کر سب اُن کو دے دیئے۔

امام ابو یوسُف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تَشْرِیع

حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہارون رشید نے روپے، اشرفیوں کے خوان بھیجے، ایک صاحب نے عرض کی: ''اَلْھَدَایَا مُشْتَرِکَۃٌ'' ارشاد فرمایا: ''یہ اَمثالِ فَواکِہ (یعنی میوہ جات) کے لیے ہے کہ جو ہدیہ پیش کیا جائے وہ تمام حاضرین میں مشترک ہوتا ہے، ان کے سوا اور چیزوں کا یہ حکم نہیں۔''

اِن دونوں واقعوں کولکھ کر مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اعتراض کیا کہ دونوں کا جواب آپس میں مُوافق (یعنی یکساں) نہیں اور میں نے اس کے حاشیے پر یہ جواب لکھا کہ ''امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مقامِ تشریع'' میں تھے۔ (یعنی منصب قضا پر تھے) اُن کے اَفعال واَقوال واَحوال یہاں تک کہ ان کی ایک ایک وَضع (یعنی طورطریق) سے اِستِدلال کیا جاتا ہے اور یہ (یعنی حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے ''مقامِ تبتُّل'' میں۔ (یعنی صوفی تھے) اُن کا مرتبہ اِن کے مرتبہ سے علیحدہ ہے۔ یہاں غیر سے بالکل اِنْقِطَاع (یعنی جدائی) ہے بخلاف اس کے ان کا ایک ایک فعل بلکہ ان کی پوشش (یعنی لباس) تک حجت (یعنی دلیل) ہوتی ہے۔ اُن کے تمام حالات منقول ہوتے ہیں۔

یومِ شک کا روزہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت

کتبِ فقہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ''یَوْمُ الشَّك'' میں یعنی جس روز شُبہ ہو کہ وہ رمضان کی پہلی ہے یا شعبان کی تیس۔ آپ بعدِ ضحوہ کبریٰ[1] کے بازار میں تشریف لائے اور فرمایا: ''روزہ کھول دو''۔ اُس وقت کی وَضع منقول ہے کہ سیاہ گھوڑے پر سوار تھے، سیاہ لباس پہنے تھے، سیاہ عمامہ باندھے تھے، غرض کہ سوائے رِیش (یعنی داڑھی) مبارک کے کوئی چیز سفید نہ تھی۔ اس سے یہ مسئلہ اِسْتِنْبَاط (یعنی ثابت) کیا گیا کہ ''سواد ﴿سیاہ رنگ﴾ کا پہننا جائز ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا: آپ کا روزہ ہے یا نہیں؟ چپکے سے کان میں فرمایا: ''اَنَا صَائِمٌ میں روزہ سے ہوں۔'' اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ ''مفتی خود ''یَومُ الشَّك'' میں روزہ رکھے اور عوام کو نہ رکھنے کا حکم دے۔ غرض کہ حاصل جواب یہ ہے کہ آپ نے ان دونوں صاحبوں کے مَراتِب میں فرق نہیں کیا، انہوں نے یہ کہا: دونوں قولوں میں کتنا فرق ہے! لیکن دونوں (کے) مرتبوں میں بھی تو کتنا فرق ہے!

حضرت خِضَر علیہ السلام نبی ہیں

عرض : حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟

ارشاد : جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں، زندہ ہیں۔ (عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب ما ذکر فی ذہاب موسی......الخ، ج۲، ص۸٤، ۸٥) خدمت بحر (یعنی سمندر میں لوگوں کی رہنمائی کرنا) اِنہیں سے متعلق (یعنی انہیں کے سپرد) ہے اور

[1] :طلوعِ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کے نصف وقت کو ضحوہ کبریٰ اور نصف النہار شرعی کہتے ہیں۔ (فتاوی فقیہ ملت ج۲، ص۸۵)

اِلیاس علیہ السلام ''بَرّ'' ﴿خشکی﴾ میں ہیں۔(الاصابة فی تمییز الصحابة،حرف الخاء المعجمة،باب ماوردفی تعمیره،ج۲،ص۲۵۲)

انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدۂ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں یوں تو ہر نبی زندہ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ	بے شک **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء
اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ	علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو خراب کرے تو **اللہ**
یُرْزَقُ	(عَزَّوَجَلَّ) کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز،باب ذکر وفاته......الخ،الحدیث۱۶۳۷،ج۲،ص۲۹۱)

اَنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایک آن کو محض تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے بعد اِس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حسّی دنیوی عطا ہوتی ہے۔

خیر اِن چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس علیہما السلام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ (علیہما السلام) آسمان پر۔(الدرالمنثور،سورة کهف،تحت الآیة،۶۰،ج۵،ص۴۳۲،الاصابة فی تمییز الصحابة،حرف الخاء المعجمة،باب ماوردفی تعمیره،ج۲،ص۲۵۲،)

ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے

عرض: حضور اِن پر موت طاری ہوگی؟

ارشاد: ضرور

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ	ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے

(پ۴،اٰل عمران:۱۸۵)

﴿پھر فرمایا﴾ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ﴿ۚ۲۶﴾	جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہوں گے۔

(پ۲۷،الرحمٰن:۲۶)

فرشتے خوش ہوئے کہ ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں، جب دوسری آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے

(پ٤، ال عمران:١٨٥)

ملائکہ نے کہا: اب ہم بھی گئے۔(روح البیان، الرحمٰن، تحت الایۃ ٢٦، ج٩، ص٢٩٧، ٢٩٨)

حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ

عرض: حضور ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ کیا ہے؟

ارشاد: آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے واقعہ میں علماء کو اختلاف ہے، اِتنا تو ایمان ہے کہ آپ آسمان پر تشریف فرما ہیں۔قرآنِ عظیم میں ہے:

وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا ۝ ہم نے ان کو بلند مکان پر اٹھالیا۔

(پ١٦، مریم:٥٧)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ بعدِ موت آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔(تفسیر البغوی، مریم ٥٧، ج٣، ص١٦٧)

ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک بار آپ دھوپ کی شدّت میں تشریف لیے جارہے تھے، دوپہر کا وقت تھا، آپ کو سخت تکلیف ہوئی۔خیال فرمایا کہ جو فرشتہ آفتاب پر موَکّل (یعنی مقرر) ہے اس کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی؟ عرض کی: اے **اللہ!** (عَزَّوَجَلَّ) اُس فرشتہ پر تخفیف (یعنی آسانی) فرما۔فوراً دعا قبول ہوئی اور اُس پر تخفیف ہوگئی۔اس فرشتہ نے عرض کیا: **یا اللہ** !مجھ پر تخفیف کس طرف سے آئی؟ ارشاد ہوا: ''میرے بندے ادریس (علیہ السلام) نے تیری تخفیف کے واسطے دعا کی میں نے اس کی دعا قبول کی۔'' عرض کی: مجھے اجازت دے کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔اجازت ملنے پر حاضر ہوا۔ تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ ''حضرت کا کوئی مطلب ہو تو ارشاد فرمائیں۔'' فرمایا: ایک مرتبہ جنت میں لے چلو۔عرض کی: یہ تو میرے قبضے سے باہر ہے لیکن عزرائیل مَلَكُ الْمَوْت سے میرا دوستانہ ہے، ان کو لاتا ہوں شاید کوئی تدبیر چل جائے۔ غرض عزرائیل علیہ السلام آئے، آپ نے اُن سے فرمایا: انہوں نے عرض کیا: حضور! بغیر موت کے تو جنت میں جانا نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: روح قبض کرلو۔انہوں نے بحکم خدا ایک آن کے لیے روح قبض کی اور فوراً جسم میں ڈال دی۔آپ نے فرمایا: مجھ کو دوزخ وجنت کی سیر کراؤ۔حضرت عزرائیل علیہ السلام دوزخ پر لائے ،طَبقاتِ جہنم کُھلوائے ،آپ دیکھتے ہی بے ہوش ہوکر گر پڑے۔عزرائیل علیہ السلام وہاں سے لے آئے۔جب ہوش ہوا تو عرض کیا: یہ تکلیف آپ نے اپنے ہاتھوں سے اٹھائی۔پھر جنت میں لے گئے ،وہاں کی سیر کرنے کے بعد عزرائیل علیہ السلام نے چلنے کے واسطے عرض کیا۔آپ نے اِلتفات نہ فرمایا۔پھر دوبارہ عرض کیا: آپ نے جواب نہ دیا۔پھر جب انہوں نے عرض کیا تو فرمایا: ''اب چلنا کیسا، جنت میں آ کر بھی کوئی واپس جاتا ہے؟ **اللّٰہ** تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اِن دونوں میں فیصلہ کرنے کے واسطے بھیجا۔اس نے آ کر پہلے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے سارا واقعہ سُنا پھر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیوں نہیں تشریف لے جاتے؟ ارشاد فرمایا: **اللّٰہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: ہرجان کو موت چکھنی ہے۔

(پ٤،ال عمران:١٨٥)

اور میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں۔اور فرماتا ہے

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ تم میں سے ہر ایک جہنم کی سیر کرے گا۔

(پ١٦،مریم:٧١)

اور میں جہنم کی سیر بھی کر آیا ہوں۔اور فرماتا ہے:

وَ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۟ اور وہ لوگ جنت سے کبھی نہ نکالے جائیں گے ۔

(پ١٤،الحجر:٤٨)

اب میں جنت میں آ گیا کیوں جاؤں؟ حکم ہوا ''میرا بندہ ادریس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سچا ہے اس کو چھوڑ دو۔''

(الجامع الاحکام القران للقرطبی،المریم،تحت الایۃ ٥٦، ٥٧،ج٦،ص٣٥، ٣٦)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات

عرض : حضرت خضر علیہ السلام کی لِقا (یعنی ملاقات) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد : لِقا ثابت ہے ﴿پھر فرمایا﴾ کس نبی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لِقا نہ ہوئی؟ سب اولین و آخرین وانبیاء و مرسلین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی۔

(ملخصا،تفسیر الطبری،بنی اسرائیل تحت الایة ۱، الحدیث ٤ ١ ٢٠ ٢٢، ج٨، ص٤)

حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

در آں مسجد امام انبیاء شد　　صف پیشیناں راپیشوا شد

نماز اَسرا میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنی اوّل آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

﴿پھر فرمایا﴾ یہاں تمام انبیاء اور مُرسَلین کے ساتھ نماز پڑھی اور "بَیْتُ الْمَعْمُور" میں سب انبیاء علیہم السلام اور امت مرحومہ نے بھی۔ کچھ لوگ پہلی صف میں تھے کچھ دوسری کچھ تیسری اور کچھ ان صفوں میں تھے جو بیتُ المعمور کے باہر تھیں، فرق مَراتِب میں تھا، اُن میں کچھ کے کپڑے سپید (یعنی سفید) تھے اور کچھ کے میلے۔ سپید والے صالحین ہیں اور میلے ہم جیسے گنہگار، پڑھی سب نے بیت المعمور میں۔ (دلائل النبوة للبیہقی، جماع ابواب المبعث، باب الدلیل علی ان النبی......الخ، ج٢، ص٣٩٤، ملخصا)

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دینا کیسا؟

عرض : حضور بعض لوگ تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیتے ہیں پھر نیت باندھتے ہیں؟

ارشاد : نہیں چاہیے، بلکہ بعض لوگ تو پہلوانوں کی طرح جھٹکا بھی دیتے ہیں۔

بدبودار دوائی لگاکر مسجد میں جانا

عرض : حضور مسجد میں بدبو کے ساتھ نہ جانا چاہیے، اگر کوئی دوا بدبودار لگائی ہو تو کیا کرے؟

ارشاد : کھجلی (یعنی خارش) وغیرہ میں اگر گندھک وغیرہ لگائی ہو تو مسجد کی حاضری معاف ہے۔

اِستفتاء کے متعلق سائل کے دھوکے

ایک صاحب فرائض (یعنی وراثت) کا ایک اِسْتِفتاء (یعنی مسئلہ) لائے کہ سوتیلی ماں کی اولاد کو ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

اس پر **ارشاد** فرمایا: یہ عجیب سوال ہے! ایسا سوال اب تک نہیں آیا۔ مُستَفْتی (یعنی مسئلہ دریافت کرنے والا) یہ چاہتا ہے کہ دھوکے سے اس کے مُوافق لکھ دیا جائے۔ اِس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ جواب کے سوچنے سے پہلے سوال کو سمجھے کہ اس میں دھوکا تو نہیں ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب میرے پاس اِستِفتاء لائے کہ زوجہ نے ایک مکان اپنے شوہر کے ہاتھ بیع بِلا بدل کیا۔ (یعنی بلا معاوضہ بیچا) اب زوجہ کے مرنے کے بعد وہ مکان اُس کے ترکہ میں ہوگا یا نہیں؟ میں نے کہا: میں اس وقت تک فتویٰ نہیں دے سکتا جب تک بیع نامہ (یعنی فروخت شدہ چیز کی دستاویز) کی نقل نہ لاؤ۔ فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ ''بیع بلا بدل'' باطل ہے یعنی بلا معاوضہ بیع کرنا اور ہمارے یہاں عرف میں بیع بلا بدل کے یہ معنی ہیں کہ ''بیع تو ہوئی لیکن اُس کا معاوضہ قرض ہے ادا نہیں ہوا۔'' میں نے ان سائل سے کہا: اگر بیع بلا بدل کی صورت ہوگی تو یہی ہوگی اس کے سوا نہیں ہوسکتی۔ غرض بیع نامہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہی صورت تھی۔ وہ اسی مسئلہ کو شاہجہاں پور لے گئے اور لکھا لائے کہ بیع بلا بدل باطل ہے اور وہ مکان اُس عورت کا ترکہ ہے۔ مجھے لا کر دکھایا چھ سات مہریں بھی تھیں۔

﴿پھر فرمایا﴾ مجھے چاہیے تھا کہ اسی وقت اُس پر جواب لکھ دیتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر وباطن پر حکم فرمانے کے مختار ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار تھا خواہ حقیقت پر حکم فرمائیں یا ظاہر پر، لیکن اکثر اَحکام ظاہر ہی پر فرماتے اور بعض دفعہ باطِن پر بھی حکم فرمایا۔

چوری کرنے والے شخص پر قتل کا حکم

ایک شخص حاضر لایا گیا (یعنی بارگاہ میں پیش کیا گیا) جس نے چوری کی تھی۔ فرمایا ''اُقْتُلُوْہُ'' اس کو قتل کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اِس نے تو چوری کی ہے!'' فرمایا ''فَاقْطَعُوْہُ'' اچھا ہاتھ کاٹا جائے۔ دہنا ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ اُس نے پھر چوری کی، بایاں پیر کاٹ لیا گیا۔ اس نے پھر چوری کی، بایاں ہاتھ کاٹ لیا گیا چوتھی بار پھر چوری کی اور داہنا پیر کاٹ لیا گیا۔ پانچویں مرتبہ اس نے منہ میں کوئی شے چھپا کر رکھی۔ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا "اُقْتُلُوْہُ" یہ اسی کا نتیجہ تھا۔"

(مستدرك على الصحيحين، كتاب الحدود، باب حكاية السارق، الحديث ٨٢١٤، ج٥، ص٥٤٥ ملخصًا)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تنہاء مخالفین کا مقابلہ کیا

بتذکرۂ اَعداو حاسِدین (یعنی دشمنی رکھنے والوں اور حسد کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا میری اتنی عمر گزری لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے۔ ایک طرف کفار کا نرغہ دوسری طرف حاسِدین کا مجمع، مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ "مجموعہ اعمال بھرا ہوا ہے، سیفیاں بھری پڑی ہیں، کوئی عمل کر لیجئے۔" میں نے کہا: "جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں انہیں کا یہ حکم ہے کہ تلوار ہاتھ میں کبھی نہ لینا، ہمیشہ ڈھال ہی سے کام لینا۔" چنانچہ کبھی کسی پر حَرْبَہ (یعنی عمل) نہ کیا۔ سوائے ایک دفعہ کے کہ میں نے کرنا چاہا اور نہ ہوا۔ جس سے ثابت کر دیا گیا کہ تیرے کئے کچھ نہیں ہو سکتا، ہم کرتے ہیں۔

دلدل میں پھنسی بیل گاڑی کیسے نکلی؟

﴿پھر فرمایا﴾ وہ خود ایسی مدد کرتا ہے کہ اپنے آپ انتظام کرنے کی ضرورت نہیں۔ میری عمر انیس سال کی تھی۔ اُس وقت رامپور کو ریل نہ تھی۔ بیل گاڑی پر سوار ہو کر گیا، ساتھ میں عورتیں بھی تھیں۔ راستہ میں دریا پڑا، گاڑی والے نے غلطی سے بیلوں کو اس میں ہانک دیا۔ اس میں دلدل تھی، بیل پہنچتے ہی گھٹنوں تک دھنس گئے اور نصف پہیہ گاڑی کا۔ جتنا بیل زور کرتے اندر دھنستے چلے جاتے تھے۔ اب میں نہایت حیران کہ ساتھ میں عورتیں ہیں، اتر سکتا نہیں کہ دَلْدَل میں خود دھنس جانے کا اندیشہ، اسی پریشانی میں تھا کہ ایک بوڑھے آدمی جن کی صورت نورانی اور سفید داڑھی تھی، نہ اس سے پہلے انہیں دیکھا تھا نہ جب سے اب تک دیکھا۔ تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے تمام واقعہ عرض کیا۔ فرمایا: یہ تو کوئی بات نہیں۔ گاڑی والے سے فرمایا: ہانک۔ اس نے کہا: کدھر ہانکوں؟ آپ دیکھتے ہیں دلدل میں گاڑی پھنسی ہے۔ فرمایا: ارے تجھے ہانکنا نہیں آتا؟ ادھر کو ہانک، یہ کہہ کر پہیہ کو ہاتھ لگایا فوراً گاڑی دلدل سے نکل گئی۔

دُعائے مَغْفِرَت

﴿پھر فرمایا﴾ ایسی مَعُونتیں (یعنی مددیں) تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بہت زائد ہوئیں۔ پہلی بار کی حاضری میں مِنیٰ شریف کی مسجد

میں مغرب کے وقت حاضر تھا، اس وقت میں وظیفہ بہت پڑھا کرتا تھا اب تو بہت کم کر دیا ہے۔ بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ ''سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں۔'' لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں۔ نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں، خیر جب سب لوگ مسجد سے چلے گئے تو مسجد کے اندرونی حصہ میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبلہ رُو وظیفہ میں مصروف ہیں۔ میں صحنِ مسجد میں دروازہ کے پاس تھا اور کوئی تیسرا مسجد میں نہ تھا۔ یکا یک ایک آواز گنگناہٹ کی سی اندر مسجد کے معلوم ہوئی جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔ فوراً میرے قلب میں یہ حدیث آئی ''اَہل اللہ کے قلب سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔'' میں وظیفہ چھوڑ کر اُن کی طرف چلا کہ ان سے دعائے مغفرت کراؤں، کبھی میں کسی بزرگ کے پاس بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی دنیاوی حاجت لے کر نہ گیا، جب گیا اسی خیال سے کہ ان سے دُعائے مغفرت کراؤں گا۔ غرض دو ہی قدم ان کی طرف چلا تھا کہ ان بزرگ نے میری طرف منہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَخِیْ ھٰذَا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَخِیْ ھٰذَا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَخِیْ ھٰذَا'' (اے **اللہ** میرے اس بھائی کو بخش دے، اے **اللہ** میرے اس بھائی کی مغفرت فرما، اے **اللہ** میرے اس بھائی کو معاف فرما۔) میں نے سمجھ لیا کہ فرماتے ہیں ''ہم نے تیرا کام کر دیا اب تو ہمارے کام میں مُخِل نہ ہو۔'' میں ویسے ہی لوٹ آیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ایک مَجْذُوب کے پاس ملاقات کیلئے جانا

﴿پھر فرمایا﴾ بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب اَخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے۔ مجھے اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا، میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا اُن کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حُجرہ (یعنی مسجد کے متصل ایک چھوٹا کمرہ) میں چارپائی پر بیٹھے تھے، مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا: صاحبزادہ! تم مولوی رضا علی خان صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟

میں نے کہا: مقدمہ تو ہے لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں، میں صرف دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے **اللّٰہ** کرم کرے **اللّٰہ** رحم کرے **اللّٰہ** کرم کرے **اللّٰہ** رحم کرے۔

اس کے بعد میرے منجھلے (یعنی درمیانے) بھائی (مولوی حسن رضا خان صاحب) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا، مولوی صاحب سے کہنا ''قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ ترجمۂ کنز الایمان: **اللّٰہ** کی مدد اور جلد آنے والی فتح۔

(پ۲۸،الصف:۱۳)

بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔

بے وُضو نماز پڑھا دینے کا حکم

عرض: امام کو دوسری رکعت میں یاد آیا کہ میں بے وضو ہوں اس نے بے وضو ہی نماز ختم کی تو کافر ہوگا یا نہیں؟

ارشاد: اگر لوگوں کی شرم کی وجہ سے اس نے وضو نہ کیا تو کفر نہ ہوگا، حرام اور گناہ کبیرہ کا اِرتکاب کیا۔ اور اگر مَعَاذَ اللّٰہ اِستِحقَارًا (یعنی حقیر جانتے ہوئے) ایسا کیا اور مسلمان سے ایسا مُتَصَوَّر (یعنی خیال) نہیں تو البتہ کفر ہو جائے گا۔

صاحبِ نصاب نابالغ پر زکوٰۃ نہیں

عرض: نصاب کا مالک اگر نابالغ کو کر دے تو زکوۃ ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں ہوگی کہ نابالغ مکلّف نہیں۔

عرض: تملیک (یعنی کسی کو کسی چیز کا مالک کر دینا) کس طرح ہوگی؟

ارشاد: یا تو کچھ دے اور زبان سے کہے کہ میں نے تم کو یہ دے دیا یا دلالۃً تملیک پائی جائے، جیسے کچھ دیا اور نیت ہبہ کی اور سمجھا گیا کہ مالک کر دیا تو ہبہ صحیح ہو جائے گا۔ مُتَعاطی (یعنی چیز لے کر قیمت دے دینے سے) سے بیع ہو جاتی ہے ہبہ[1] تو دوسری چیز ہے۔

[1]: کسی چیز کا دوسرے کو بلاعوض مالک کر دینا ہبہ کہلاتا ہے۔

﴿پھر فرمایا﴾ عورتوں کو زیور بنا دیتے ہیں، اگر عرفِ عام میں وہاں مالک کر دینا سمجھا جاتا ہو تو عورت مالک ہو گئی۔ اگر عرفِ عام اِس کا نہ ہو یا مختلف ہو تو نہیں۔

نابالغ کا خرید و فروخت کرنے کا حکم

عرض : نابالغ اگر مال فروخت کرے تو بیع ہو گی یا نہیں؟

ارشاد : ولی کی اجازت پر موقوف ہے بشرطیکہ ثَمَنِ مثل ﴿نرخ بازار﴾ پر بیچے اور ثَمَنِ قلیل بقدر مَا یَتَغَابَنُ فِیۡہِ النَّاسُ (جس میں لوگ دھوکا کھاتے ہیں) کا اعتبار نہیں۔

اِیصال کرنے سے ثواب بڑھتا ھے

مؤلف : چند علمائے کرام حاضر تھے، حضور والا (یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن) نے ان سے اِستفسار فرمایا: وہ کون سا ہبہ ہے جو نابالغ کرے اور ولی کی اجازت نہیں بلکہ مُمانعت ہے اور ہبہ صحیح ہو؟ حالانکہ ولی کی اجازت پر بھی نابالغ کا ہبہ صحیح نہیں۔ سب نے سُکوت کیا (یعنی خاموش رہے) اور عرض کیا: حضور ہی ارشاد فرمائیں۔

فرمایا: وہ ہبہ ثواب کا ہے کہ گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔

عرض : حضور اس ثواب کے ہبہ کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا؟

ارشاد : ہاں اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں، اختلاف اس میں ہے کہ وہ ثواب اگر چند آدمیوں کو ہبہ کیا جائے تو وہ تقسیم ہو کر پہنچے گا یا اُتنا ہی اُتنا سب کو ملے گا؟ اور صحیح یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے اتنا ہی اتنا سب کو ملے گا۔ ہاں وہابیہ نے لکھا ہے کہ "یہ نِیابت ہوئی یعنی اِس ہبہ کرنے والے نے اُس کی طرف سے یہ عمل کیا اب اِس کے لیے کوئی ثواب نہیں اور مُعتزِلہ مطلقاً پہنچنے کا اِنکار کرتے ہیں۔

علمِ منطق سے علمِ بیان افضل ھے

عرض : علمِ منطِق سے علمِ بیان افضل ہے یا نہیں؟

ارشاد : ہاں فلاسِفہ کی بنائی ہوئی منطق سے تو افضل ہی ہے۔

شرعی مَنطِق عِلمِ بیان سے افضل ھے

عرض : حضور شریعت کی منطق ؟

ارشاد : ہاں شریعت کی منطق بے شک علمِ بیان سے افضل ہے۔

شرعی منطق کی تعریف

عرض : اس کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد : وہ ایک ایسا قانون ہے جس کی مُراعات (یعنی رعایت) خطاءِ کفر سے بچائے۔

عرض : حضور اس کے جاننے والے بھی ہوئے ہیں؟

ارشاد : حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کیا تھا جس سے وہ خطاءِ کفر سے بچتے تھے حالانکہ فلاسفہ کی منطق اس وقت تھی بھی نہیں اور پھر ائمۂ مجتہدین کونسی منطِق جانتے تھے؟

عرض : علمائے ظاہر میں کوئی ایسا گزرا یا نہیں؟

ارشاد : میں جس کو بتاؤں گا آپ کہیں گے یہ علمائے باطن میں سے تھے۔ شریعت کی منطق ایک نور کا نام ہے جس کو خدا عطا فرمائے، آپ چاہیں کہ ظلمت والوں میں کوئی ایسا ہو، ''میں ظلمت والوں سے کس کو لاؤں جونُو روالا ہو؟''

عُلُومِ ظَاھِری

عرض : علمِ ظاہری میں وہ کون سا علم ہے؟

ارشاد : وہ علم اصول فقہ و حدیث ہے اور باقی یہ سب منطِق و فلسفہ تو فضول ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں　　حکمت ایمانیاں راھم بخواں

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

گر بہ استدلال کاردیں بدلے　　فخر رازی راز دار دیں بدلے

امام رازی اور شیطان کا مناظرہ

﴿پھر فرمایا﴾ اِستِدلال پر دار و مدار دو باتوں کی طرف لے جاتا ہے، یا حیرت یا ضلالت۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کی نزع کا جب وقت آیا، شیطان آیا کہ اس وقت شیطان پوری جان توڑ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس (میّت) کا اِیمان سلب ہوجائے، (یعنی چھین لیا جائے) اگر اس وقت پھر گیا تو پھر کبھی نہ لوٹے گا۔ اُس نے اِن سے پوچھا کہ تم نے عمر بھر مُناظروں مُباحثوں میں گزاری، خدا کو بھی پہچانا؟ آپ نے فرمایا: بیشک خدا ایک ہے۔ اس نے کہا اس پر کیا دلیل؟ آپ نے ایک دلیل قائم فرمائی، وہ خبیث **مُعَلِّمُ الْمَلَکُوت** (یعنی فرشتوں کا استاد) رہ چکا ہے اس نے وہ دلیل توڑ دی۔ اُنہوں نے دوسری دلیل قائم کی اُس نے وہ بھی توڑ دی۔ یہاں تک کہ ۳۶۰ دلیلیں حضرت نے قائم کیں اور اس نے سب توڑ دیں۔ اب یہ سخت پریشانی میں اور نہایت مایوس۔ آپ کے پیر حضرت نجم الدین کُبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں دُور دراز مقام پر وُضو فرما رہے تھے، وہاں سے آپ نے آواز دی ''کہہ کیوں نہیں دیتا کہ میں نے خدا کو بے دلیل ایک مانا۔''

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلے خواھی ازوے رومتاب

طلوعِ آفتاب، آفتاب ہی کی دلیل ہے اگر دلیل چاہئے تو اس سے منہ نہ پھیر۔ ت

آسمان کہاں ہے!

عرض: حضور دُوربین سے آسمان نظر آتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہم اپنی آنکھوں سے تو آسمان دیکھ رہے ہیں۔ کیا دوربین لگانے سے اندھا ہوجاتا ہے کہ بغیر دوربین کے دیکھتے ہیں اور دوربین سے سوجھائی نہ دے؟ ہمارا ایمان ہے کہ جس کو ہم دیکھ رہے ہیں یہی آسمان ہے:

أَفَلَمْ يَنظُرُوٓا۟ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَٰهَا وَزَيَّنَّٰهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ﴿٦﴾

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ہم نے اس کو کیسی زینت دی اور اس میں کوئی شگاف نہیں

(پ۲۶، ق:۶)

ہم نے اسے خوبصورت بنایا دیکھنے والوں کے

واسطے۔ (پ ۱٤،الحجر:١٦)

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند بنایا گیا۔

(پ ۳۰،الغاشیة:١٨)

فلاسفہ بھی یہی کہتے تھے کہ جو نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں، آسمان شفاف بے لَون (یعنی بے رنگ) ہے۔

﴿پھر فرمایا﴾ اس میں اَکذب (یعنی سب سے بڑا جھوٹا) کون؟ ''جس کی تکذیب کرے قرآن۔''

''خوف اور اُمید'' دونوں کا پایا جانا ضروری ھے

﴿پھر فرمایا﴾ نجات مُنْحَصِر ہے اس بات پر کہ ایک ایک عقیدہ اہلِ سنت و جماعت کا ایسا پختہ (یعنی مضبوط) ہو کہ آسمان وزمین ٹل (یعنی جگہ سے ہٹ) جائیں اور وہ نہ ٹلے، پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔

سلبِ ایمان کا خوف

علمائے کرام فرماتے ہیں ''جس کو سلبِ ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اُس کا ایمان سلب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوفِ خدا عزوجل

سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر آسمان سے ندا کی جائے کہ ''تمام روئے زمین کے آدمی بخش دیئے گئے مگر ایک شخص، تو میں خوف کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔'' اور اگر ندا کی جائے'' روئے زمین کے تمام آدمی دوزخی ہیں سوائے ایک شخص کے، تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔''

(احیاء علوم الدین، کتاب الخوف، بیان ان الافضل ھو غلبة الخوف......الخ، ج٤، ص٢٠٢)

خوف و رجا کا مرتبہ ایسا مُعتدِل ہونا چاہیے۔

﴿پھر فرمایا﴾ خیر یہ تو حصہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تھا لیکن کم سے کم ہر مسلمان کو اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ صحت وتندرستی کے وقت خوف غالب ہو اور مرتے وقت رِجا۔ (یعنی اُمّید)

موت کا جھٹکا تلوار سے سخت ہے

حدیث میں ہے ''ہر جھٹکا موت کا ہزار ضرب تلوار سے سخت تر ہے۔(کنزالعمال، کتاب الموت،باب الثانی،فصل قسم الاول، الحدیث ۴۲۱۸۳،ج۱۵،ص۲۴۰) ملائکہ دبوچے بیٹھے رہتے ہیں ورنہ آدمی تڑپ کر نہ معلوم کہاں جائے، اُس وقت اگر مَعَاذَ اللہ کچھ اس طرف سے ناگواری آئی تو سلبِ ایمان ہوگیا۔اس لیے اس وقت بتایا جائے کہ کس کے پاس جارہا ہے۔

ایمان اور شھود میں فرق

عرض : اگر خدائے تعالیٰ کے سمیع وبصیر ہونے پر ایمان ہے تو کبیرہ تو درکنار صغیرہ بھی نہیں ہوسکتا۔

ارشاد : ایمان اور ہے اور شُہود اور۔ ایمان اِرتکابِ سیئات (یعنی گناہ کرنے) کے مُنافی (یعنی خلاف) نہیں۔ ہاں اگر شُہود ہوگا تو بے شک کبیرہ تو درکنار صغیرہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اکابر اولیاء پر بھی اَکل وشُرب ونوم (یعنی کھانے، پینے، اور سونے) کے وقت ایک گونہ (یعنی چند لمحوں کے لئے) غفلت دی جاتی ہے ورنہ کھانے پینے پر قادر نہ ہوں۔

غفلت کی مختلف اقسام اور ان کے احکام

﴿پھر فرمایا﴾ غفلتِ مُطلَقہ کفر ہے اور غفلتِ غالبہ فسق اور تذکُّرِ غالب ولایت اور تذکُّرِ مطلق نبوت پھر تذکُّرِ غالب میں بھی مراتب ہیں۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙۙ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ ۙ (پ۱۸،النور:۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت **اللہ** کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

یہ وہی تذکُّرِ غالب ہے اور غفلتِ مطلقہ یہ ہے جسے حضرت مولانا فرماتے ہیں:

اھلِ دنیا کافران مطلق اند　　روز و شب درز قزق ودربق بق اند

اھلِ دنیا چہ کھیں وچہ مھیں　　لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِمۡ اَجۡمَعِيۡن

چیست دنیا از خدا غافل بدن　　نے قماش و نقرۂ و فرزند و زن

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت

عرض: حضور بچہ سے محبت تو بچہ ہونے کی بنا پر ہوتی ہے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے واسطے کون کرتا ہے؟

ارشاد: اَلْحَمْدُ لله کہ میں نے مال "مِنْ حَيْثُ هُوَ مَال" (یعنی اس طور پر کہ وہ مال ہے) سے کبھی محبت نہ رکھی صرف "اِنْفَاق فِي سَبِيْلِ الله" (یعنی راہ خدا عزوجل میں خرچ کرنے) کے لیے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد "مِنْ حَيْثُ هُوَ اَوْلَاد" (یعنی اس طور پہ کہ وہ اولاد ہے) سے بھی محبت نہیں، صرف اس سبب سے کہ صلۂ رحم عملِ نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے۔

بیوی بچوں کے سبب ہونے والے گناہ

عرض: حضور بیوی بچہ کے سبب سے اکثر اوقات انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے!

ارشاد: پھر اس کا کیا علاج، **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ (پ۲۸، التغابن:۱۴)

اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں تم ان سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ

اور تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔

(پ۲۸، التغابن:۱۵)

اور فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ میں ہیں۔

(پ۲۸، المنفقون:۹)

ایک بار اِمامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دراقدس میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینے سے لگالیا اور فرمایا

اِنَّکُمْ لَتُبَخِّلُوْنَ وَ لَتُجَبِّنُوْنَ — تم لوگوں کو بخیل بنادیتے ہو اور نامرد کردیتے ہو۔

(مسند احمد، مسند قبائل، الحدیث ۲۷۳۸۳، ج ۱۰، ص ۳۷۰)

چونکہ اَزواج واولاد کو دشمن بتایا گیا تھا، ممکن تھا کہ کوئی سمجھ لیتا ان کو تکلیف دینا چاہیے لہٰذا اسی جگہ فرمایا:

وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ — اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کردو اور بخش دو تو بے شک **اللہ** بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۲۸، التغابن: ١٤)

کامدار جوتے پہننے کا حکم

عرض: کامدار (یعنی سونے یا چاندی کے کام والے) جوتے کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: اگر جھوٹا کام ہے تو مطلقاً مکروہ ہے حتّٰی کہ عورتوں کو بھی، اور اگر سچا (یعنی خالص سونے یا چاندی کا) ہے تو چار انگل سے کم مردوں کو جائز ہے اس سے زیادہ نہیں اور عورتوں کو مطلقاً جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی باریک بینی

مؤلف: ایک مسئلہ طلاق پیش ہوا جس میں لکھا تھا کہ زید نے کہا: ''میں نے اپنی بی بی کو طلاق کو دیا۔''

اس پر **ارشاد** فرمایا: کیا خوب! اب اگر لکھنے والے کی غلطی کہی جائے تو اور حکم ہوتا ہے اور اگر انہی الفاظ کو صحیح مانا جائے تو حکم بدل جائے گا۔ یوں کہنا کہ ''میں نے اپنی بی بی کو طلاق کو دیا'' اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ''اس نے اپنی بی بی کو طلاق دلوانے کے لیے دوسرے کے حوالے کردیا'' اور اس میں طلاق نہیں پڑے گی۔ اور اگر یوں کہا کہ ''میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیا'' تو طلاق ہوجائے گی۔ لوگ اس قدر دھوکے دے کر سوال کرتے ہیں!

خلاف سنّت بات دیکھ کر شیخ سے پھرنا کیسا؟

عرض: شیخ (یعنی اپنے کامل پیر) سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلافِ سنت ہے تو اس سے پھرنا کیسا؟

ارشاد : محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔

عرض : اگر زید نے ایک وقت شیخ پر اعتراض کیا اور دوسرے وقت نادم ہوا تو کیا اب بھی اس پر کوئی الزام ہے؟

ارشاد : اُس پر کوئی الزام نہیں: "اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ" (ندامت توبہ ہے)"

(سنن ابن ماجه، كتاب الذهد، باب ذكر توبه، الحديث، ٤٢٥٢، ج٤، ص٤٩٢)

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَن لَّاذَنْبَ لَہٗ   گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس سے گناہ ہوا ہی نہیں۔ت

(سنن ابن ماجه، كتاب الذهد، باب ذكر توبه، الحديث، ٤٢٥٠، ج٤، ص٤٩١)

کیا رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا چاہیے؟

عرض : دُرمختار، کبیری، صغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا سنّت ہے!

ارشاد : لَمْ یَثْبُت کہیں ثابت نہیں۔ دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے اور سب کا منتہیٰ "زاہدی"[1] ہے۔

گلا پھولنے کا روحانی علاج

عرض : ایک مریض کا گلا پھُول گیا ہے اس کے لیے کوئی دعا ارشاد ہو!

ارشاد : " اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ " لکھ کر گلے میں ڈال لیا جائے۔

خطبۂ جمعہ عربی ہی میں پڑھیں

عرض : حضور نئی روشنی والے (یعنی جدت پسند) کہتے ہیں کہ خطبہ سے مقصود عوام کو ترغیب وترہیب وتذکیر (یعنی رغبت دلانا، نصیحت کرنا اور آخرت کی یاد دلانا) ہے، اگر اُردو میں نہ پڑھا جائے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا تو خطبہ معاذ اللہ بے کار ہو جائے گا۔

ارشاد : صحابہ کرام کے زمانہ میں عَجَم (یعنی عرب کے علاوہ) کے کتنے ہی شہر فتح ہوئے، کئی ہزار منبر نصب ہوئے، کئی ہزار

---

[1] :اس کا نام مختار بن محمود الزاهدی الغزمینی ہے اور اس کو غزمینی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ خوارزم کے علاقوں میں سے ایک علاقہ غزمین کا رہنے والا تھا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوی رضویہ میں بھی فرمایا کہ زاہدی نقل میں ثقہ نہیں اور اس کی نقل پر اعتماد نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج۹، ص۲۵۴) یہ ۶۸۰ھ میں فوت ہوا۔ (الفوائد البهية في تراجم الحنفيه، حرف الميم، مختار بن محمود، ص ۲۸۰)

مسجدیں بنائی گئیں، کہیں منقول نہیں کہ صحابہ نے اُن کی زبان میں خطبہ فرمایا ہو۔ اس واسطے کہ وہ جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقف ہیں تمام مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ سے، تمام وقائع گزشتہ وآئندہ (یعنی جو پہلے ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کی آپ کو خبر ہے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو یہ معلوم تھا کہ ہندی، حبشی، رُومی، عجمی ہر زبان والے مسلمان ہوں گے۔ عربی نہ سمجھیں گے اور کبھی اجازت نہ دی کہ اُن کی زبان میں خطبہ پڑھا جائے۔ خود دربارِ اقدس میں رومی، حبشی، عجمی ابھی تازہ حاضر آئے ہیں۔ عربی ایک حرف نہیں سمجھتے، مگر کہیں ثابت نہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان کی زبان میں خطبہ ارشاد فرمایا ہو یا کچھ خطبہ عربی میں اور کچھ ان کی زبان میں فرمایا ہو، ایک حرف بھی ان کی زبان کا خطبہ میں منقول نہیں:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

ترجمۂ کنز الایمان: جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

(پ ۲۸، الحشر: ۷)

اب رہا یہ اعتراض کہ پھر تَذْکِیر (یعنی نصیحت کرنے) سے فائدہ کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ دو دو پیسے کی نوکری کے واسطے عمریں انگریزی (سیکھنے) میں گنواتے ہیں اور عربی زبان جو ایسی متبرک اِسی میں ان کا قرآن، ان کا نبی عربی، ان کی جنت کی زبان عربی اس کے لیے اتنی کوشش بھی نہ کریں کہ خطبہ سمجھ سکیں۔ یہ اعتراض تو اِنہیں پر پڑے گا نہ کہ خطیب پر۔

قرآنی آیات کی تفاسیر

عرض:

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

(پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۲۴)

کی تفسیر میں "عَنْ وِلَایَةِ عَلِيٍّ" صحیح ہے یا نہیں۔

ارشاد: روافض کے نزدیک یہ تفسیر ہے۔

عرض :

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى ؕ (پ۲۵،الشوریٰ:۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد : اس کی دو تفسیریں ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفارِ مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے قَرابت (یعنی رشتہ داری) نہ رکھتا ہو اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہلِ عرب کی طِینَت (یعنی عادت) میں رکھا گیا تھا، تو وہ جو تکلیفیں پہنچاتے تھے ان کی بابت (یعنی ان کے بارے میں) ارشاد فرمایا گیا کہ ''اور کسی بات کا خیال نہ کرو، قَرابت داری ہی کا پاس کر کے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تکلیفیں پہنچانے سے باز رہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قربیٰ سے مراد ساداتِ کرام واہلِ بیت عِظّام ہیں اور استثناء بہر صورت مُنقطع ہے (تفسیر الطبری،شوری،تحت الایۃ۲۳،ج۱۱،ص۱۴۲،۱۴۴) ''لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا'' سالبہ کلیہ ہے۔

ایک حدیث کے متعلق سوال

عرض :

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوۡرِ الۡقَلۡبِ نماز حضورِ قلب ہی سے (کامل) ہوتی ہے۔ت

کیا حدیث ہے؟

ارشاد : امام طحاوی نے ''معانی الآثار'' میں اسے بطور حدیث کے بلا سند ذکر کیا ہے۔

قبر کھولنے کا حکم

عرض : ایک قبر کچی ہے ہر بار پانی بھر جاتا ہے اس میں پکی ڈاٹ (یعنی سوراخ بند کرنے کی چیز) لگا دیں۔

ارشاد : قبر پر ڈاٹ لگانے میں حرج نہیں ہاں کھولی نہ جائے۔ میت کو دفن کر کے جب مٹی دے دی گئی تو وہ امانت ہو جاتا ہے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی، اس کا کَشف (یعنی کھولنا) جائز نہیں۔ (کیونکہ قبر میں میّت) دو حال سے خالی نہیں مُعَذَّب (یعنی عذاب میں مبتلا ہوا) ہے یا مُنعَم عَلَیہ (یعنی انعام کا حق دار ہوا)۔ اگر مُعَذَّب ہے تو دیکھنے والا دیکھے گا اسے جس سے اسے رنج پہنچے گا اور کر کچھ نہیں

سکتا۔اور اگر مُنْعَمْ عَلَیہ ہے تو اس میں اس کی ناگواری ہے۔[1]

قبر کھولنے کی عبرت ناک حکایت

علامہ طاش کبریٰ زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دیکھی کہ ''علمائے دین کے بدن کو مٹی نہیں کھاتی بدن ان کا سلامت رہتا ہے۔'' شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ ''ہمارے استاد بہت بڑے عالم ہیں ان کی قبر کھول کر دیکھوں کہ ان کا بدن کس حال پر ہے۔'' اس وسوسہ نے ان پر ایسا غلبہ کیا کہ ایک شب میں جا کر قبر کھولی، دیکھا کفن بھی میلا نہ تھا۔ جب دیکھ چکے قبر سے آواز آئی: ''دیکھ چکا! **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) تجھے اندھا کرے۔ اُسی وقت دونوں آنکھیں بہہ گئیں (یعنی اندھی ہوگئیں)۔''

قبر کھودنے والے شخص کا دردناک انجام

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''شرحُ الصدور'' میں لکھا ہے۔ کہ ایک عورت کا اِنتقال ہوا، دفن کر دی گئی، اس کے شوہر کو بہت محبت تھی۔ محبت نے مجبور کیا کہ اس کی قبر کھول کر دیکھے کیا حال ہے۔ ایک عالم سے یہ ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے منع کیا، نہ مانا اور ان کو قبرستان تک ساتھ لے گیا۔ عالم نے ہر چند منع کیا لیکن اس نے قبر کھولی۔ عالم صاحب قبر کے کنارے بیٹھے رہے، وہ نیچے اترا دیکھا کہ اُسی عورت کے دونوں پاؤں پیچھے سے لے جا کر اس کی چوٹی سے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اس نے چاہا کہ کھول دوں ہر چند طاقت کی مگر نہ کھول سکا۔ ''**اللہ** کی لگائی ہوئی گرہ کون کھول سکے۔'' ان عالم صاحب نے منع فرمایا، نہ مانا۔ دوبارہ پھر زور کیا۔ عالم صاحب نے پھر منع کیا کہ دیکھ اِسی میں خیریت ہے اسے ایسے ہی رہنے دے۔

---

[1]: فقیر کہتا ہے کہ اگر صورت معاذ اللہ صورتِ اولیٰ ہے تو ناگواری اور زیادہ ہونی چاہیے اور بے وجہ ناحق ایذائے مسلم حرام خصوصاً ایذائے میت نیز حدیث کے ارشاد سے ثابت ہے کہ ''مردے کو قبر سے تکیہ لگانے سے بھی اذیت ہوتی ہے۔'' تو مَعَاذَ اللہ محض اپنی خواہش کے لیے نہ ضرورت وحاجت کے لیے اس پر کدال چلانا اور قبر کو کھود ڈالنا کس قدر سخت ایذا کا باعث ہوگا۔ آہ! مسلمانوں کے قبرستانوں کی آج جو ردی حالت ہے اس پر جس قدر بھی رویا جائے کم ہے۔ قبر پر لوگ بیٹھ بیٹھ کر حقے پیتے خرافات کرتے، لغو باتیں بناتے، گالیاں بکتے، قہقہے اڑاتے ہیں غیر قوم ہی کے لوگوں پر بس نہیں خود مسلمان بھی یہ ناشائستہ بے ہودہ حرکتیں کرتے ہیں۔ بچے قبور پر کھیلتے کودتے پھرتے ہیں بلکہ گدھے اُن پر لوٹتے لید کرتے ہیں۔ بکریاں بیٹھتی مینگنیاں کرتی ہیں وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ، مسلمانو! خدا کے لیے آنکھیں کھولو ایک دن تمہیں بھی جانا ہے۔ ان مُردوں کی خاطر کچھ انتظام نہیں کرتے اپنے ہی لیے کرو۔۱۲ مؤلف **غفرلہ**

اس نے کہا، ایک بار تو اور زور کرلوں پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ زور کرہی رہا تھا، بالآخر زمین دھنسی اور وہ مرد وعورت دونوں زمین میں چلے گئے۔ وَالْعِیاذ بِاللّٰہ تَعَالٰی (شرح الصدور، باب عذاب القبر، ص ۱۸۱ ملخصاً)

کس کس کے بدن کو مٹی نہیں کھاتی؟

عرض : وہ کون کون ہیں جن کے بدن کو زمین نہیں کھاتی ؟

ارشاد : حافظ بشرطیکہ عمل کرتا ہو قرآن پر، بہتیرے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن اُنہیں لعنت کرتا ہے۔

رُبَّ تَالِی الْقُرانِ وَالْقُرانُ یَلْعَنُہٗ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ت

اور عالمِ دین اور شہید فی سبیل اللہ اور ولی اور وہ کہ درود شریف بکثرت پڑھا کرتا ہو اور وہ جسم جس نے کبھی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی نافرمانی نہ کی اور وہ مؤذن جو بلا اجرت اذان دیا کرتا ہو۔

مؤذن کا بلا اجرت اذان دینے کا ثواب

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''جو بلا اُجرت سات برس محض **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی رضا کے لیے اذان دے ''کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بَرَاءَ ۃً مِنَ النَّارِ'' اللہ تعالیٰ اس کے لئے نار سے بَرَاءَت (یعنی خلاصی) لکھ دیتا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاذان، باب فضل الاذان، الحدیث ۷۲۷، ۷۲۸، ج ۱، ص ۴۰۲)

قادیانی کا احادیث گھڑنا

عرض : یہ حدیث ہے۔

وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ حضرت موسیٰ وعیسٰی علیہما السلام اگر زندہ ہوتے تو مَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اِتِّبَاعِی انہیں میرے اتباع کے سوا گنجائش نہ ہوتی۔

ارشاد: یہ قادیانی ملعونوں کا حدیث پر افترا اور زیادت (یعنی اضافہ) ہے حدیث میں اتنا ہے:

وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِي — اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو انہیں کچھ گنجائش نہ ہوتی سوا میری اطاعت کے۔

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الایمان بالقرآن، الحدیث ۱۷۷، ج۱، ص ۲۰۰)

افترا بھی کیا اور کال نہ کٹا، ان کا مقصود اس افتراء سے وفاتِ مسیح ثابت کرنا ہے اور جب وفات ثابت ہوجائے گی تو ان کے نزدیک نزول نہ ہوگا تو ایک مثل کا (یعنی ان کی طرح کے ایک انسان کا) نزول ماننا پڑے گا۔ حالانکہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیوی ہے۔

حیات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ثبوت میں احادیث مبارکہ

صحیح حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ — بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته......الخ، الحديث ۱۶۳۷، ج۲، ص ۲۹۱)

دوسری صحیح حدیث میں ہے:

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ — انبیاء (علیہم السلام) سب زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

(مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالك، الحديث ۳۴۱۲، ج۳، ص ۲۱۶)

حیات انبیاء کا منکر گمراہ ہے

اگر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صرف آنی (یعنی ایک پل کے لئے) ہے ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ، یقینیہ، ضروریات مذہب اہلسنّت سے

ہے،اس کا مُنکِر نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ۔تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہی ہیں ان کا نزول مُمْتَنِع کیونکر ہوگیا۔

چار انبیاء کرام علیہم السلام کو ابھی تک وعدۂ الٰہیہ نہیں پہنچا

﴿پھر فرمایا﴾ چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔ دو آسمان پر سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام[1] اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور دو زمین پر سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔(الاصابة فی تمییز الصحابة،حرف الخاء المعجمة،باب ماورد فی تعمیرہ، ج ۲، ص ۲۵۲) ہر سال حج میں یہ دونوں حضرات جمع ہوتے ہیں، حج کرتے ہیں، ختمِ حج پر زمزم شریف کا پانی پیتے ہیں کہ وہ پانی ان کو کفایت کرتا ہے سال بھر کے طعام وشراب (یعنی کھانے، پینے) سے۔(الاصابة فی تمییز الصحابة،حرف الخاء المعجمة،باب ماورد فی تعمیرہ،ج ۲،ص ۲۶۴)

روزہ کے لئے نیت ضروری ہے

عرض: صومِ وصال[2] تو غیرِ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ناجائز ہے۔پھر جب یہ سال بھر کچھ نوش نہیں فرماتے ہیں تو سال بھر کا صوم (یعنی روزہ) متصل ہوا۔

ارشاد: صوم میں نیت ضروری ہے بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوتا۔

ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کا حکم

عرض: ایامِ تشریق (یعنی ۹ تا ۱۳ ذی الحج) و عید الفطر میں کچھ نہ کچھ کھانا ضروری ہے؟

ارشاد: ان ایام میں روزہ حرام ہے کھانا ضروری نہیں۔روزہ ایک ماہ کا فرض ہے اور کھانا کسی روز کا فرض نہیں۔[3]

روزہ کے لئے اِفطار ضروری نہیں

عرض: روزہ کے لیے تو افطار ''رکن'' ہے بغیر افطار کے روزہ نہیں ہوسکتا؟

---

[1]: ''عَلٰی اَحَدِ الْقَوْلَیْنِ کَمَا سَبَقَ''۱۲مؤلف غفرلہٗ

[2]: روزہ رکھ کر افطار نہ کرنا اور دوسرے دن پھر روزہ رکھنا۔(بہارشریعت، ج۱،حصہ۵،ص۹۶۶)

[3]: یعنی علی التعیین ۱۲مؤلف غفرلہ

ارشاد: روزے کے لیے افطار "رکن" کیا معنی! ضروری بھی نہیں، روزہ ہو جائے گا۔ اگرچہ کبھی افطار نہ کرے۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَى الَّیْلِ ۚ ترجمہ کنز الایمان: پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔ (پ ۲، البقرہ: ۱۸۷)

رات آئی اور روزہ پورا ہو گیا۔ بخلاف نماز کے کہ اس میں خروج بِصُنْعِہٖ ایک فعلِ ضروری ہے۔ نماز ہے فعل اس کے لیے ایک فعل ایسا کرنا ضروری ہے جس سے معلوم ہو کہ نماز ختم ہو گئی اور روزہ ہے ترک (یعنی چھوڑنا) یا کف (یعنی رکنا) باختلاف قولین اور کف فعل ہے قلب کا۔ نماز صرف نیت سے بغیر افعالِ جوارح (یعنی ظاہری اعضا) کے ادا نہیں ہو سکتی اور روزہ میں کوئی فعل نہیں صرف نیت ہے کسی فعل کی ضرورت نہیں۔ قلب نے جیسے سمجھا تھا کہ میرا روزہ ہے اب سمجھ لے کہ میرا روزہ ختم ہو گیا۔ بس اب **افطار** کرے یا نہیں روزہ ختم ہو گیا۔

اِفطار میں تاخیر کرنا مکروہ ہے

﴿پھر فرمایا﴾ مسئلہ ہے کہ "تاخیرِ افطار مکروہ ہے، مگر کسی کے پاس اگر کھانے کو نہ ہو تو کیا کھائے؟ افطار ان کے واسطے رکھا گیا ہے جو بشریت میں پھنسے ہوئے ہیں، قوتِ مَلَکِیَّہ (یعنی فرشتوں جیسی طاقت) ان میں نہیں اور خضر و الیاس علیہم الصلوۃ والسلام کو اعلیٰ درجے کی ملکوتی قوت حاصل ہے۔

اولیاء اللہ کی پہچان

عرض: اولیائے الٰہی کی کیا پہچان ہے؟

ارشاد: حدیث میں ارشاد فرمایا:

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ اولیاء **اللہ** وہ لوگ ہیں جن کے[1] دیکھنے سے خدا یاد آئے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الحدیث ۱۷۷۹، ج ۱، ص ۲۱۴)

[1] جو منصف کبھی آستانہ قدسیہ حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا، اُسے بے شک ضرور خدا یاد آیا۔ ۱۲ الفقیر عبید الرضا غفرلہٗ

دائرہ دنیا کہاں تک ہے؟

عرض : دائرہ دنیا کہاں تک ہے؟

ارشاد : ساتوں آسمان ساتوں زمین دنیا ہے اوران سے ورا (یعنی ان کے علاوہ) سدرۃُ المنتہیٰ، عرش وکرسی، دارِ آخرت ہے۔

مَفَاتِیْح وَ مَقَالِیْد میں فرق

﴿پھر فرمایا﴾ دارِ دنیا شہادت ہے اور دارِ آخرت غیب، غیب کی کنجیوں کو ''مَفاتیح'' اور شہادت کی کنجیوں کو ''مَقالِید'' کہتے ہیں۔

قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَؕ (پ۷، الانعام: ۵۹)

اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) ہی کے پاس ہیں غیب کی مَفاتِیح ﴿کنجیاں﴾ ان کو خدا کے سوا کوئی (بذاتِ خود) نہیں جانتا۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ (پ۲۴، الزمر: ۶۳)

خدا ہی کے لیے ہیں مَقالِید ﴿کنجیاں﴾ آسمان و زمین کی۔

مَفَاتِیْح اور مَقَالِیْد سے نام اقدس کا استخراج

اور مَفاتیح کا حرفِ اول (م) وحرفِ آخر (ح) اور مقالید کا حرفِ اول (م) وحرفِ آخر (د) انہیں مرکب کرنے سے نامِ اقدس ظاہر ہوتا ہے ''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب وشہادت کی کنجیاں سب دے دی گئی ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ کوئی شے ان کے حکم سے باہر نہیں۔ ؎

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں

کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے مفاتیح و مقالید غیب وشہادت سب حجرۂ خفا یا عدم میں مُقفّل (یعنی بند) تھیں وہ مِفتاح

وِمقلاد (یعنی چابی) جس سے ان کا قُفل (یعنی تالا) کھولا گیا اور میدانِ ظہور میں لایا گیا وہ ذاتِ اقدس ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مُقفّل حجرۂ عدم یا خفا میں رہتے ۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

عرش وکرسی کی وسعت وحقیقت

عرض : حضور والا کرسی کی کیا صورت ہے؟

ارشـــــاد : کرسی کی صورت اہلِ شرع وحدیث نے کچھ ارشاد نہ فرمائی۔ فلاسِفہ کہتے ہیں کہ وہ آٹھواں آسمان ہے۔ ساتوں آسمانوں کو مُحیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے۔ تمام کواکبِ ثابتہ (یعنی) اُسی میں ہیں، مگر شرع نے یہ نہ فرمایا۔

اسی طرح عرش کو جہلائے فلاسِفہ کہتے ہیں کہ نواں آسمان ہے اور اس کو ''فلکِ اطلس'' کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کوکب (یعنی بڑا تارا) نہیں، مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان وزمین کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے اور اس میں پائے ہیں یاقوت کے۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ اور یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ　اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو

يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝ (پ ۲۹، الحاقۃ: ۱۷)　اپنے اوپر اس دن آٹھ ﴿فرشتے﴾

ان فرشتوں کے پاؤں سے زانوؤں تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے ''اٰيَةُ الْكُرْسِي'' کو اسی وجہ سے آیۃُ الکرسی کہتے ہیں کہ اس میں ''کرسی'' کا ذکر ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ　اس کی کرسی آسمان وزمین کی وسعت رکھتی ہے۔ (پ ۳، البقرہ: ۲۵۵)

آسمان کی وسعت کا بیان

﴿پھر فرمایا﴾ آسمان ہی کی وُسعت خیال میں نہیں آتی۔ بیچ کا آسمان جس میں آفتاب ہے اس کا نصف قُطر نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے اور پانچواں اس سے بڑا۔ پانچویں کا ایک چھوٹا پرزہ جسے ''تَدوِیر'' کہتے ہیں وہ آفتاب کے آسمان سے بھی بڑا ہے۔ پھر یہی نسبت پانچویں کو چھٹے کے ساتھ ہے اور اس کو ساتویں کے ساتھ۔

اور صحیح حدیث میں آیا کہ ''یہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لَق ودَق (یعنی چٹیل) میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو۔

مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُوْنَ — اور یہ سب زمین وآسمان کرسی کے آگے

السَّبْعُ مَعَ الْکُرْسِیِّ اِلَّا کَحَلقَۃٍ — ایسے ہیں کہ ایک لق ودق میدان میں

مُلقَاۃٍ فِیْ اَرْضٍ فُلَاۃٍ — ایک چھلا پڑا ہو۔

(تفسیر درالمنثور، البقرۃ، تحت الایۃ ۲۵۵، ج۲، ص۱۸)

قلبِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت

اور ان سب عرش وکرسی وزمین وآسمان کی وسعت ایسی ہی ہے عظمتِ قلبِ مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے اور قلبِ مبارک کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی عظمت ربُّ العزت جل جلالہ سے، یہ غیر متناہی وہ متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال۔ [1]

---

[1]: افترأت وہابیہ (یعنی وہابیہ کی غلط باتوں) پر خدا کی لعنت ہو یہ توحید تو کبھی ان کے آباء واجداد نے بھی نہ سنی ہوگی ذرا دکھائیں تو کہ اس تفصیل کے ساتھ کسی نے توحید کو بیان کیا ہو مگر:

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم ، چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

(اندھے کو دن میں نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کیا قصور۔ت)

کے موافق ناواقفوں کے سامنے مکر کرتے ہیں کہ بندگان اعلیٰ حضرت (یعنی اہلسنت) تو علمِ خُدا اور رسول مساوی مانتے ہیں، '' لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ '' فقیر عبید الرضا غفرلہٗ

اولیائے کرام کی شان

﴿پھر فرمایا﴾ اولیائے کرام فرماتے ہیں:

مَا السَّمٰوٰتُ السَّبعُ وَالْاَرضُوْنَ	سیدی شریف عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
السَّبعُ فِی نَظَرِ الْعَبدِ الْمُؤْمِنِ اِلَّا	ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی
کَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِی فُلَاةٍ مِنَ	وُسعتِ نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق و دق
الْاَرضِ	میدان میں ایک چھلا پڑا ہو

(الابریز،فی ذکر شیخ التربیة،ج ۲،ص ۱۳۵،۱۳۶)

اَللّٰہُ اَکبر جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمت شانِ اقدس کو کون خیال کر سکے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان

عرض: صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بھی کشف ہوتا تھا؟

ارشاد: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، ان کے غلاموں اور اولیائے کرام کے پیش نظر عرش سے تَحتَ الثَّرٰی تک ہوتا ہے۔ پھر صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی شان کا کیا پوچھنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کشف

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے دریافت فرمایا "کَیفَ اَصبَحتَ" تم نے کیونکر صبح کی؟ عرض کی "اَصبَحتُ مُؤْمِنًا حَقًّا" میں نے صبح کی اس حال میں کہ میں سچا مومن تھا۔ ارشاد فرمایا: "ہر دعوے کی ایک دلیل ہوتی ہے جس سے اس دعوے کی سچائی ثابت ہوتی ہے تمہارے دعوے کی کیا دلیل ہے؟" عرض کی: "میں نے صبح کی اس حال میں کہ عرش سے "تَحتَ الثَّرٰی" تک تمام موجودات عالَم میری پیش نظر ہے، جنتیوں کو جنت میں عیش کرتے دیکھ رہا ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں چیختے چلاتے عذاب پاتے دیکھ رہا ہوں"۔ ارشاد فرمایا: "تم پہنچ گئے ہو اطمینان رکھو۔"

(المصنف ابن ابی شیبه، کتاب الایمان والرویا، باب ٦، الحدیث ۷۲، ۷٤، ج۷، ص۲۲٦) (المعجم الکبیر، الحدیث ۳۳٦۷، ج۳، ص۲٦٦)

اولیائے کرام کی نظر میں ماضی و مستقبل دونوں ہوتے ہیں

﴿پھر فرمایا﴾ ماضی تو ماضی مستقبل بھی ان کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں:

''کوئی پتا سبز نہیں ہوتا مگر عارِف کی نگاہ میں۔''

زمانہ کا وجود وہمی ہے یا حقیقی

عرض: حضور جو اشیا اب تک وجود میں نہ آئیں ان کا وجود سوا زمانے کے (یعنی زمانے کے علاوہ) اور کسی چیز میں تو ہے نہیں اور زمانے ہی میں وہ حضرات ملاحظہ فرماتے ہیں، تو زمانہ کا وجود ثابت ہو گیا۔

ارشاد: زمانہ کو پہلے موجود مان لوگے جب تو اشیاء کا ظرف اسے مانو گے اور وہ ہے موہوم (یعنی فرضی) اس کا وجود ہی نہیں، وجود اشیاء کا ظرف کیا ہے جو صورتیں ان اشیاء کی ہوں گی وہی پیشِ نظر ہوتی ہیں۔

عرض: جس وقت پیشِ نظر ہیں اس وقت ان اشیاء کا وجود نہیں تو ان کی صُوَر کہاں سے آئیں گی؟ لامحالہ (یعنی لازماً) ماننا پڑے گا کہ اپنے وقتِ موجود میں ان کی صورتیں موجود ہیں وہی پیشِ نظر ہوتی ہیں۔

ارشاد: وقت کس چیز کا نام ہے وقت ہے ہی نہیں، اصل یہ ہے کہ **اللّٰہ** تعالیٰ نے ہم کو زمانے اور جہت (یعنی سَمْت) میں گھیر دیا کسی چیز کو بغیر زمانے کے نہیں سمجھ سکتے۔

ربُّ العزّت زمانے سے پاک ہے مگر بولتے ہیں وہ ازل میں بھی ایسا ہی تھا جیسا اب ہے اور ابد تک ایسا ہی رہے گا۔ ''تھا'' اور ہے اور ''رہے گا'' یہ سب زمانے پر دلالت کرتے ہیں اور وہ زمانے سے پاک۔ حوادث جو ہیں فی الحقیقۃ وہ بھی زمانہ سے جدا ہیں مگر ان کا زمانہ سے جدا ہونا عقل بتائے گی اور کسی ذریعہ سے نہ معلوم ہوگا۔

مُحْکَم و مُتَشَابہ میں فرق کا بیان

عرض: مُشَبِّہ کہتے ہیں:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ — ترجمۂ کنز الایمان: ان کے ہاتھوں پر **اللّٰہ** کا ہاتھ ہے (پ ۲۶، الفتح: ۱۰)

یہ اور اِس کے سوا جو آیات تشبیہ[1] پر دلالت کرتی ہیں محکم[2] ہیں اور

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (پ۲۵، الشوریٰ: ۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

وغیرہ آیاتِ تنزیہ، مُتشابِہ اسی طرح وہابیہ کہہ دیں کہ

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ (پ۲۰، النمل: ۶۵) ترجمۂ کنز الایمان: غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ

محکم اور آیاتِ مُثبِتہ علمِ غیب (یعنی علم غیب ثابت کرنے والی آیات) متشابہ۔

قدریہ[3] کہتے ہیں:

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱۴، النحل: ۱۱۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

محکم اور

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ (پ۲۹، الدھر: ۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

متشابہ۔ اور جبریہ[4] اس کا عکس کہتے ہیں (یعنی جس آیت کو قدریہ محکم کہتے ہیں اسے جبریہ متشابہ اور جسے قدریہ متشابہ کہتے ہیں اسے جبریہ محکم مانتے ہیں) اس کا معیار کیا ہے جس سے محکم اور متشابہ کا امتیاز ہو جائے؟

---

[1]: وہ آیات جن کی مراد عقل میں نہ آسکے اور یہ بھی امید نہ ہو کہ رب تعالیٰ بیان فرمائے۔

[2]: جس کے معنی بالکل ظاہر ہوں اور وہی کلام سے مقصود ہوں، اس میں تاویل تخصیص کی گنجائش نہ ہو اور نسخ یا تبدیل کا احتمال نہ ہو (تفسیر نعیمی، ج۳، ص۲۵۰)

[3]: ایک فرقہ جو تقدیر کا اِنکار کرتا ہے۔ اور ان کے نزدیک بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا خود خالق ہے۔

[4]: وہ فرقہ جو اپنے آپ کو مجبور محض سمجھتا ہے کہ جیسا لکھ دیا گیا ویسا ہی انسان کرنے پر مجبور ہے۔

ارشاد : جس آیت کو اس کے ظاہر معنیٰ پر حمل کرنے (یعنی ظاہری معنیٰ مراد لینے) سے کوئی عقلی اِستحالہ (یعنی اس کا عقلاً مُحال ہونا) لازم آتا ہو وہ ''متشابہ'' ہے۔

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ (پ۲۶،الفتح:۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: ان کے ہاتھوں پر **اللہ** کا ہاتھ ہے

کے معنیٰ ظاہر اگر لیں تو اس کا ہاتھ مانا اور جب ہاتھ ہوا تو جسم بھی ہوا اور ہر جسم مرکب اور مرکب اپنے وجود میں اپنے ان اَجزا کا محتاج ہے جن سے وہ مرکب ہے، جب تک وہ موجود نہ ہولیں یہ موجود نہیں ہو سکتا تو خدا کا محتاج ہونا لازم آیا، اور ہر محتاج حادِث اور کوئی حادث قدیم نہیں اور جو قدیم نہ ہو خدا نہیں ہو سکتا تو سرے سے اُلوہیت ہی کا انکار ہو گیا، اس لیے ثابت ہوا کہ ''یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ'' محکم نہیں متشابہ ہے اور

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ (پ۲۵،الشوریٰ:۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: **اس جیسا کوئی نہیں۔**

محکم ہے۔ اسی طرح

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ (پ۲۰،النمل:۶۵) ترجمۂ کنز الایمان: **غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ**

کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو یہ معنیٰ ہوں گے کہ ''کسی طرح کا علم غیب کسی کو نہیں سوا ربّ عَزَّوَجَلَّ کے۔ حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے صدہا علومِ غیب جنت ونار وملائکہ وجن، حساب، ثواب، عذاب، عقاب، میزان، صراط، اَعراف کے متعلق بیان فرمائے ہیں تو مَعَاذَ اللّٰہ کذبِ الٰہی لازم آیا تو معلوم ہوا کہ یہ اپنے عمومِ ظاہر پر نہیں بلکہ آیات مُثْبِتَہ (یعنی علم غیب ثابت کرنے والی آیت) نے ''علم عطائی''[1] کی تخصیص کر دی ہے اور جب اس آیت میں بالعطا و بالذات (یعنی عطائی اور ذاتی) دونوں کو عام ٹھہرا لیا تو معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ ''ذاتی علم غیب[2] بھی سوا خدا کے کسی کو نہیں اور عطائی علم غیب بھی کسی کو سوا خدا کے

[1]: وہ علم جو اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہوا (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج۲۹، ص۵۰۳)

[2]: وہ علم کہ اپنی ذات سے بغیر کسی کی عطا کے ہو اور یہ صرف اللہ عزوجل ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۹، ص۵۰۳)

نہیں'' مَعَاذَ اللہ کیسا بڑا استحالہ (یعنی تضاد) لازم آیا کہ خدا کو کسی دوسرے نے علم عطا کیا تو جاہل ہوا اور جہل نقصان ہے اور جس میں نقصان ہو خدا نہیں ہوسکتا تو الوہیت سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہوا، تو یہ اپنے عموم ظاہری پر محکم نہیں ہوسکتی۔ ہاں اپنے معنی میں ضرور محکم ہے۔ اسی طرح

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

کو اگر اس کے ظاہر پر رکھو تو یہ معنی ہوں گے کہ ''بندے خود ان افعال کا خَلق کرتے ہوں'' تو قرآن عظیم میں جو سوال فرمایا گیا ہے۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (پ ۲۲، فاطر: ۳) کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق ہے۔

ہر عاقل کے نزدیک اس کا جواب نفی میں ہوگا اور اِس کا جواب مَعَاذَ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) اثبات میں ہوگا کہ ہاں ہزاروں سے زائد خالق خدا کے سوا موجود ہیں جو اپنے افعال کے خود خالق ہیں مَعَاذَ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) تو ظاہر ہوا کہ یہ بھی محکم نہیں۔ بس یہ محکم ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ ۱۷، الانبیاء: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ (پ ۲۹، الدھر: ۳۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ **اللہ** چاہے۔

بندے کچھ ارادہ بھی نہیں کر سکتے جب تک مشیتِ الٰہی (یعنی ارادہ الٰہی) نہ ہو، پھر بھی خدا (عَزَّوَجَلَّ) جو چاہے کرے۔ کوئی اس سے یہ سوال کرنے والا نہیں کہ تو نے ایسا کیوں کیا وہ فاعلِ مُختار ہے:

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ (پ ۳، ال عمران: ۴۰) ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** کرتا جو چاہے

يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱﴾ (پ ۶، المائدہ: ۱) ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** حکم فرماتا ہے جو چاہے

اور بندے جو کچھ بھی کریں اس سے سوال ہوگا۔ باوجود اس کے

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ تمہارا ربّ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

(پ ٢٤، حم السجده: ٤٦)

لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

(پ ٥، النساء: ٤٠)

تشبیہ وتنزیہ کا بیان

عرض: تشبیہ صحیح ہے یا تنزیہ؟

ارشاد: ''تَشْبِیہ محض'' کفر ہے اور ''تنزِیہ محض'' گمراہی اور ''تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ'' عقیدہ حقہ اہلِ سنّت ہے۔

تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ کا مطلب

عرض: تَنْزِیہ مَع تَشْبِیہ بِلا تَشْبِیہ کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ترجمۂ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

(پ ٢٥، الشوری: ١١)

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہی سنتا دیکھتا ہے۔

(پ ٢٤، المؤمن: ٥٦)

یہ تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے، ''تشبیہ محض'' تو یہ ہوئی کہ وہ ہماری ہی طرح ایک جسم مِن الاجسام (یعنی اجسام میں سے ایک جسم) ہے، اُس کے کان آنکھ ہماری ہی طرح گوشت پوست سے مرکب ہیں، وہ اِنہیں سے دیکھتا، سنتا ہے اور یہ ''کفر'' ہے۔ اور ''تنزیہ محض'' یہ کہ دیکھنے سننے میں اس کو بندوں سے مشابہت ہوتی ہے، لہٰذا اس سے بھی انکار کر دیا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے

کہ ''خدا(عَزَّوَجَلَّ) دیکھتا سنتا ہے۔ یہ کچھ اور صفات ہیں جن کو دیکھنے سننے سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ ''گمراہی'' ہے۔

اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ '' لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ '' یہ ''تنزیہ'' ہوئی کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ تشبیہ ہوئی اور جب سننے دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سننا کان کا محتاج نہیں وہ بے آلات کے سنتا ہے، یہ نفی تشبیہ ہے کہ بندوں سے جو وہمِ مشابہت ہوتا اس کو مٹا دیا تو ماحصل وہی نکلا ''تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ''

﴿پھر فرمایا﴾ تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ سے تو قرآنِ عظیم پُر ہے، علم وکلام یقیناً اسی کی صفات ہیں، یہ تشبیہ ہوئی مگر اس کا علم دل ودماغ وعقل کا اور کلام زبان کا محتاج نہیں۔ یہ نفی تشبیہ اور وہی '' لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ '' ہر ایک کے ساتھ مل کر پھر وہی حاصل ہوا ''تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ''۔

مُلاعَنہ و مُلاحَدہ کارَدّ

حیات اس کی صفت ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ زندہ ہے تو اس میں اسی طرح روح ہے، ہماری ہی طرح اس کی رگ وپے میں خون دوڑتا پھرتا ہے جیسا ''مُشَبِّہ مُلاعَنہ'' کہتے ہیں تو یہ کفر ہے اور اگر اس سے انکار کر دیا جائے جیسے ''مُلاحدہ باطنیہ'' بکا کرتے کہ وہ ''حَیٌّ لَا حَیٌّ نُورٌ وَلَا نُورٌ'' ہے تو یہ کھلی ضلالت ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ حَیٌّ ہے خود زندہ ہے اور تمام عالم کی حیات اس سے وابستہ ہے مگر نہ روح سے کہ روح خود اس کی مخلوق ہے، نہ وہ گوشت وپوست (یعنی جلد) وخونِ اُستُخوان (یعنی ہڈی) سے مرکب ہے، نہ وہ جسم ہے جسم وجسمانیت وزمان وجہت سے پاک ہے۔ یہ وہی ''تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ'' ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ زمان وجہت سے پاک ہے

﴿پھر فرمایا﴾ اصل یہ ہے کہ الفاظ اس کے لیے وضع ہی نہیں کیے گئے، الفاظ تو مخلوق نے مخلوق کے لیے بنائے ہیں خدا کو ''عَالِم، قادِر، مُحْیِ، مُمِیت، رَازِق، مُتَکَلِّم، مُؤمِن، مُهَیْمِن، خالِق، بارِئ، مُصَوِّر'' وغیرہا صفات سے موصوف کرتے ہیں اور یہ سب ہیں اسمِ فاعل اور اسم فاعل دلالت کرتا ہے حُدُوث اور زمانۂ حال یا زمانۂ مستقبل پر اور وہ حدوث و

زمانہ سے پاک ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعالٰی

وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ (پ ۲۷، الرحمن: ۲۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور باقی ہے تمہارے ربّ کی ذات۔

اور اس کے سوا صد ہا صیغے قرآنِ پاک نے فرمائے ہیں جو ماضی یا حال یا مستقبل سے خالی نہیں اور وہ زمانوں سے منزہ۔ اور قرآن میں برابر آتا ہے " بِاللّٰہِ، لِلّٰہِ، عَلَی اللّٰہِ ،فِی اللّٰہِ، مِنَ اللّٰہ" اور "ب" آتی ہے اِلصاق (یعنی ملانے) کے لیے اور **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) اس سے پاک ہے کہ کوئی شے اس سے مُلتَصِق ہو سکے (یعنی مل سکے)۔ **لام** آتا ہے نفع کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ کسی شے سے اس کو نفع پہنچ سکے۔ **علیٰ** آتا ہے "ضرر یا اِستعلا" (یعنی نقصان یا بلندی) کے لیے اور وہ اس سے برتر ہے کہ کسی شے سے اس کو ضرر پہنچ سکے۔ وہ اس سے مُتَعالی ہے کہ کوئی اس سے بلند ہو سکے۔ **فی** آتا ہے "ظرفیت" کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ کسی شے کا ظرف بن سکے۔ **مِنْ** آتا ہے "ابتداءِ غایت" کیلئے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا ابتدائی کنارہ یا حدِ ابتدائی بن سکے۔ **اِلٰی** آتا ہے "انتہائے غایت" کے لیے اور اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا انتہائی کنارہ بن سکے۔ فی الحقیقت یہ سب افعال و اسماء و حروف اپنے معانی حقیقیہ سے مَعْدُول (اپنے حقیقی معنی کی بجائے دوسرے معنی میں استعمال ہوتے) ہیں۔

﴿پھر فرمایا﴾ یہ سب وہی تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔

حرمت تصاویر کی وضاحت اور اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت کی کرامت

مؤلف: مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی سَلَّمہٗ کے دل میں یہ خیال آیا کہ قرآنِ عظیم میں ہے:

یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ (پ ۲۲، سبا: ۱۳) ترجمۂ کنز الایمان: اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔

یعنی سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جن ان کی حسبِ منشا محرابیں اور تصویریں بناتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ اگلی شریعتوں کو جب ربّ عَزَّوَجَلَّ بغیر انکار کے بیان فرمائے (یعنی اگلی شریعتوں کے وہ احکام جن سے منع نہ کیا ہو) تو وہ احکام ہمارے لیے بھی ہوتے ہیں اور تصویروں پر قرآنِ عظیم نے انکار نہ فرمایا، اور جن احادیث سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب

اَحاد (یعنی خبر واحد، حدیث کی ایک قسم کا نام ہے) ہیں تو قرآنِ عظیم کو منسوخ نہیں کر سکتیں۔ یہ شبہ دل میں لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا حضور والا حرمت تصاویر متواتر ہے؟

ارشاد: ہاں حرمتِ تصاویر ''متواتر'' ہے، مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً ''اَحاد'' ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہوجاتی ہے، تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث ''متواتر المعنیٰ'' ہے اور حدیث ''متواتر المعنیٰ''، قرآنِ عظیم کو ''منسوخ'' کر سکتی ہے جیسے ایسی احادیث نے

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ — ترجمۂ کنز الایمان: اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔ (پ۲۲، سبا:۱۳)

کو منسوخ کر دیا۔[1]

لفظ ''اللّٰہ'' مُفرَد ہے یا مُرکَّب

عرض: **اللّٰہ** کا لفظ مرکب ہے یا مفرد؟

ارشاد: مشہور یہ ہے کہ **ال** تعریف اور **الٰه** سے مرکب ہے ہمزہ کی حرکت لام کو دے کر اس کو حذف کر دیا اور لام کو لام میں ادغام کر دیا (یعنی ملا دیا) لفظ **اللّٰہ** ہوگیا، مگر مجھے دوسرا قول پسند ہے کہ لفظ **اللّٰہ** مرکب نہیں بلکہ بہیئت کذائیہ (اسی صورت پر) عَلَم ہے ذات باری کا کہ جس طرح اس کی ذات ''غیر مرکب'' ہے اسی طرح اس کا نام بھی غیر مرکب ہونا چاہیے۔ اور اُن کا مؤید (اس پر دلیل) اِس کا طرزِ استعمال بھی ہے کہ وقتِ ندا اِس کا الف نہیں گرتا ''یا اللّٰہ'' میں ایسا نہیں ہوتا کہ ہمزہ اور الف گر کر یا لام میں مل جائے، اگر لام تعریف ہوتا تو ضرور ایسا ہوتا کہ اس کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے۔ اور منادی بِیا معرف باللام[2] کے پہلے اَیُّھا زیادہ کرتے ہیں یہاں حرام ہے، اور اگر معنی کا تصور کرکے ہو تو کفر ہے۔ اَیُّھا کے معنی ہوتے ہیں ایک مُبْہَم ذات جس کا بیان آگے ہے، وہاں اِبہام کیسا وہ تو اَعْرَفُ الْمَعَارِف (یعنی سب سے زیادہ جانا پہچانا) ہے۔ ہر شے کو تعیین تو وہیں سے عطا ہوتی ہے۔

---

[1]: یہ حضرت کی کرامت کہیے تو بجا ہے اور یہ اسی بار نہیں اکثر ایسا ہوا ہے کہ شبہ بیان نہیں ہوا اور جواب فرما دیا۔۱۲ مؤلف

[2]: علمِ نحو کی ایک اصطلاح کا نام ہے۔

ماھتابِ نبوّت تمام مخلوقات کو روشن کرتا ھے

﴿پھر فرمایا﴾ وہ تو اس قدر ظاہر ہے کہ اس کا بے غایت ظہور ہی سبب ہو گیا اس کی بے نہایت بطون کا۔ قاعدہ ہے کہ ''شے جب تک ایک حدِ مُعْتاد (یعنی مخصوص مقدار) تک ظاہر رہتی ہے مَرئی (یعنی نظر آتی) ہے اور جب اُس حد سے گزرتی ہے نظر نہیں آتی۔'' آفتاب طلوع ہونے کے بعد کچھ بخاراتِ سَحابات (بادلوں) وغیرہ میں ہوتا ہے۔ پوری طرح نظر آتا ہے، خوب اچھی طرح اس پر نگاہ جم سکتی ہے اور جتنا بلند ہوتا جاتا ہے نگاہ میں خِیرَگی (یعنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجانے کی کیفیت) آتی جاتی ہے، یہاں تک کہ جب بالکل نصف النہار پر آجاتا ہے نگاہ کی مجال نہیں کہ اس پر جم سکے، مگر پھر بھی اس کا ظہور ایک حد ہی تک ہے۔ اس لیے اگرچہ ہم اس کو نہیں دیکھ سکتے پھر بھی اس کی روشنی سے مُستفید ہو سکتے ہیں، چودھویں شب کو جب آفتاب ہم سے بالکل پوشیدہ ہو جاتا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ آفتاب سے روشنی لے سکے اس وقت ماہتاب (یعنی چاند) آفتاب اور اہلِ زمین کے درمیان مُتَوَسِّط ہو کر آفتاب سے نور لیتا ہے اور اہلِ زمین کو نور پہنچاتا ہے۔ جو چاہے کہ اس ماہتاب سے نور نہ لوں گا بلکہ آفتاب ہی سے لوں گا ہرگز نہیں لے سکتا۔

بلاتشبیہ ذاتِ باری تعالیٰ بے حد ظاہر تھی اور اسی سبب سے بے حد باطن (چھپی ہوئی) تھی۔ تمام موجودات میں اس سے مُستفید ہونے کی اِستعداد بھی نہ تھی، اس لیے **اللہ** تعالیٰ نے ایک ماہتابِ نبوت بنایا کہ آفتابِ اُلوہیت سے منور ہو کر تمام مخلوقات کو منور کر دے۔ ؎

عرش تک پھیلی ہے تابِ عارض
یوں چمکتے ہیں چمکنے والے

جو چاہے کہ بغیر وسیلے اس ماہتابِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ حاصل کر لوں وہ خدا کے گھر میں نقب لگانا چاہتا ہے، بغیر اس توسل کے کوئی نعمت کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں مل سکتی، کون ہے جس سے تمام عالم منور و موجود ہے، وہ نہ ہو تو تمام عالم پر تاریکیِ عدم (یعنی نہ ختم ہونے والی تاریکی) چھا جائے، وہ قمرِ بُرجِ رسالت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اللّٰہ تعالٰی دیتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانٹتے ہیں

علمائے کرام فرماتے ہیں:

هُوَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِزَانَةُ السِّرِّ وَمَوْضِعُ نُفُوْذِ الْاَمْرِ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ يَدَيْهِ يُعْطِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَمْنَعُ مَنْ يَّشَآءُ لَا يَنْفُذُ اَمْرٌ اِلَّا مِنْهُ وَلَا يَنْقُلُ خَيْرٌ اِلَّا عَنْهُ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۂ سرِ الٰہی اور جائے نفاذ حکم خدا ہیں۔ ربُّ العزۃ جل جلالہٗ نے اپنے کرم کے خزانے اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے قبضہ میں کر دیئے جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے کوئی نعمت کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(ماخوذ ازالمواھب اللدنية، ج ۱، ص ۲۷ والجوهر المنظم ص ۴۳)

یہی معنی ہیں "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ" (صحيح البخاری، كتاب العلم، باب من يرد الله به......الخ، الحديث ۷۱، ج ۱، ص ۴۳)

"**جزایں نیست**" (اس کے سوا کچھ نہیں۔ت) کہ میں ہی بانٹنے والا ہوں اور **اللّٰہ** تعالیٰ دیتا ہے۔

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان جان سے ہے بقا وہی بُن ہے بن سے ہی بار ہے

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان

عرض: یہ حدیث ہے "لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَةَ"؟ (اے محبوب اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنا رب ہونا ہی ظاہر نہ کرتا۔ت)

ارشاد: میں نے حدیث میں نہیں دیکھا، ہاں صوفیہ کی کتاب میں آیا ہے "لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ رَبُوْبِيَّتِيْ" (ملخصا، مکتوبات امام ربانی، ج ۲، مکتوب ۱۲۴، ص ۱۴۶) **بااین همه معنی** (یعنی اس معنی میں۔ت) صحیح اور صحیح حدیث کے موافق ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:

لَقَد خَلَقْتُ الدُّنیَا وَاَھلَھَا لِاُعَرِّفَھُم کَرَامَتَکَ وَمَنزِلَتَکَ عِندِیْ وَلَولَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنیَا

اے میرے حبیب میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے پیدا کیا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو پہنچوادوں اور اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔

(المواهب اللدنية،ج١،ص٤٤)

یعنی اور نہ آخرت کو کہ دنیا دارُ العمل اور آخرت دار الجزاء ہے۔جب دار العمل نہ ہوتا دار الجزاء کہاں سے آتا؟ یہ تو اُس پر مُتفَرِّع (یعنی موقوف) ہے،تو جب نہ دنیا ہوتی نہ آخرت تو خدا کا خدا ہونا کس پر ظاہر ہوتا۔یہی معنی ہیں اس کے کہ اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا خدا ہونا اپنی اُلوہیت نہ ظاہر کرتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

موت وحیات وجودی ہیں

عرض: موت وُجُودی ہے یا عَدَمی؟

ارشاد: موت اور حیات دونوں وجودی ہیں۔قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (پ٢٩،الملك:٢)

اس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ دیکھے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔

موت وحیات کی شکل

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قبضے میں،جس کے پاس سے وہ ہوکر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کی سواری میں،جس بے جان کے پاس سے ہوکر نکلتی ہے وہ زندہ ہوجاتا ہے۔(تفسیر کبیر،الملك،تحت الاية٢،ج١٠،ص٥٧٩)

ہر ایک کو موت آئے گی!

﴿پھر فرمایا﴾ اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذاتِ باری عزجلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا۔جب آیت نازل

ہوئی:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ — جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہٗ کا۔

(پ۲۷،الرحمن:۲٦،۲۷)

فرشتے بولے ''ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔'' پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ — ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔

(پ٤،ال عمران:۱۸٥)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان وزمین سب فنا ہوجائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے حَمَلۂ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے ''عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ ''باقی ہیں تیرے بندے جبریل، میکائل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوجائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں ربُّ العزت کی تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملۂ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملۂ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ

بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملۂ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا "مُت" مرجا! عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوا ربُّ العزت جل جلالہٗ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔

(پ ۲٤، المؤمن: ۱٦)

کوئی ہو تو جواب دے، خود ربُّ العزت جل جلالہٗ جواب فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱٦﴾ **اللہ** واحد قہار کے لیے ہے۔

(پ ۲٤، المؤمن: ۱٦)

قیامت قائم ہوگی

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا، وہ صُور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پاجائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کرے گا۔ جہنمی نہایت خوشی سے جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غُرفاتِ جنت (یعنی جنتی بالاخانوں) سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔

موت کا مینڈھا

پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا "تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ "موت" ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کرکے پوچھا جائے گا "تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! ہم پہچانتے ہیں

، یہ موت ہے۔ پھر جنت ودوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا: اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو، کبھی مرنا نہیں۔ بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں۔ وہ نہایت خوش ہو کر پلٹیں گے۔ ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

شیطان مایوس ہو گیا

عرض: تراویح میں ختم کے روز ''اَلْمُفْلِحُوْنَ ۝'' تک پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز اور درست ہے۔ حدیث میں ایسا کرنے کو ''حال مُرتَحِل'' فرمایا ہے یعنی منزل پر پہنچ کر کوچ کر دینے والا۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، فصل فی القرائة، مطلب الاستماع للقران فرض کفایه، ج۲، ص ۳۳۰) (جامع ترمذی، کتاب القراءت...... الخ، ماجاء ان القران......الخ الحدیث ۲۹۵۷، ج ٤، ص ٤٣٧)

جب ایک پارہ پڑھ چکتا ہے شیطان کہتا ہے ''اب شاید رک جائے نہ پڑھے۔ جب دوسرا پارہ ختم کرتا ہے تو کہتا ہے ''اب شاید نہ پڑھے۔ اسی طرح ہر پارہ پر کہتا ہے، یہاں تک کہ جب تیسوں پارے ختم ہو جاتے ہیں کہتا ہے ''اب نہ پڑھے گا اب ختم کر چکا۔ پھر ''اَلْمُفْلِحُوْنَ ۝'' تک پڑھتا ہے۔ کہتا ہے ''یہ نہ مانے گا پڑھتا ہی رہے گا۔ مایوس ہو جاتا ہے، اس کی امید ٹوٹ جاتی ہے۔

ترتیب قراءت کا بیان

عرض: جن دو رکعتوں میں اول میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝'' اور دوسری میں ''الٓمّٓ ۝'' ، ''اَلْمُفْلِحُوْنَ ۝'' تک پڑھا جائے گا ان میں خلافِ ترتیب (پڑھنا) لازم آئے گا؟

ارشاد: کیوں لازم آئے گا؟ اولیائے کرام نے ایک ایک رکعت میں دس دس ختم کیے ہیں، آخر ان میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ کے بعد ''الٓمّٓ ۝'' پڑھا ہی ہوگا۔

سورۂ اخلاص کا تراویح میں تین بار پڑھنا کیسا؟

عرض: سورۂ اخلاص کا تراویح میں تین بار پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد : مستحسن ہے۔(الفتاوی الھندیة، کتاب الکراھیة،الباب الرابع،ج٥،ص٣١٧)

سورۂ اِخلاص کا ثواب

صحیح حدیث میں آیا کہ سورۂ اخلاص ثلثِ قرآن ہے۔(صحیح البخاری، کتاب فضائل القران،باب فضل......الخ، الحدیث٥٠١٣، ٥٠١٥،ج٣،ص٤٠٦، ٤٠٧) تو تین بار پڑھنے میں پورے قرآن عظیم کا ثواب کے ملنے کی امید ہے۔

سورۂ کافرون کا ثواب

عرض : یہ بھی آیا کہ سورہ کافرون رُبع قرآن (یعنی قرآن کے چوتھے حصے کے برابر) ہے تو اس کو اگر چار مرتبہ پڑھے؟

ارشاد : خیر مسلمانوں میں رائج یوں ہے اور سورۂ اخلاص کا ثلثِ قرآن ہونا متواتر حدیث میں ہے اور سورۂ کافرون کا رُبع ہونا متواتر نہیں۔

عرض : بعض لوگ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ " شریف تین بار پڑھتے ہیں اور ہر بار " بِسْمِ اللّٰهِ " باواز پڑھتے ہیں۔

ارشاد : ایک بار باٰ واز تسمیہ ہونا چاہیے خواہ کہیں ہو " الٓمّٓ " کے اول (یعنی شروع میں) ہو یا سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے اول ہو یا سورۂ اخلاص شریف کے اول ہو اور باقی آہستہ ہو۔

سبع مثانی سے مراد

عرض : " وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ "[1] سے کیا مراد ہے؟

ارشاد : سبعِ مثانی کی تفسیر کی گئی ہے سورۂ فاتحہ شریف کے ساتھ۔ (تفسیر کبیر،الحجر،تحت الایة٨٧،ج٧،ص١٥٩)

قبرستان میں باآواز قرآن عظیم پڑھنا کیسا؟

عرض : قبرستان میں باآواز قرآن عظیم پڑھنا کیسا ہے؟

ارشاد : ایسی آواز سے پڑھنا مستحسن ہے کہ اموات سنیں اور ان کا دل بہلے، نہ اتنی کریہہ آواز سے کہ مردے کو بھی پریشان کرے۔

---

[1] : ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دوہرائی جاتی ہیں۔(پ١٤،الحجر:٨٧)

وقتِ دفن اذان کہنا کیسا؟

عرض : وقتِ دفن اذان کیوں کہی جاتی ہے؟

ارشاد : دفعِ شیطان کے لیے[1]۔حدیث میں ہے اذان جب ہوتی ہے شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے۔الفاظ حدیث میں یہ ہیں کہ ''روحا'' تک بھاگتا ہے اور روحا مدینہ طیبہ سے ''۳۶'' میل دور ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان......الخ، الحدیث ۳۸۹،۳۸۸، ص۲۰۴)

موت کے وقت شیطان کا دخل

اور وہ وقت ہوتا ہے دخلِ شیطان کا، جس وقت منکر نکیر سوال کرتے ہیں ''مَنْ رَّبُّكَ'' تیرا ربّ کون ہے؟ یہ لعین دور سے کھڑا اشارہ کرتا ہے اپنی طرف کہ ''مجھ کو کہہ دے۔'' جب اذان ہوتی ہے بھاگ جاتا ہے، وَسْوَسَہ نہیں ہوتا۔ پھر سوال کرتے ہیں'' مَا دِيْنُكَ'' تیرا دین کیا ہے؟ اس کے بعد سوال کرتے ہیں ''مَا تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُل'' ان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اب نہ معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضۂ مقدسہ سے پردہ اٹھادیا جاتا ہے، شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی۔اور چونکہ امتحان کا وقت ہے اس لیے'' هٰذَا النَّبِي ''نہ کہیں گے'' هٰذَا الرَّجُل'' کہیں گے۔

بروز قیامت زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے

عرض : یہ زمین قیامت کے روز دوسری زمین سے بدل دی جائے گی؟

ارشاد : ہاں۔زمین وآسمان کا دوسرے زمین وآسمان سے بدلا جانا تو قرآنِ عظیم سے ثابت ہوتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (پ۱۳، ابراھیم:۴۸)

جس دن بدل جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان بھی اور کھل جائیں گے (قبروں سے لوگ) **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) واحد قہار کے لیے۔

مگر آسمان کے لیے یہ نہیں معلوم کہ وہ آسمان کا ہے کا ہوگا، ہاں زمین کے بارہ میں صحیح حدیث آئی ہے جس میں ہے

---

[1]: اس مسئلہ کی تفصیل جاننے کے لئے فتاوی رضویہ ج5،ص653 پر موجود رسالہ '' ایذان الاجر فی اذان القبر'' کا مطالعہ کیجئے۔

کہ ''آفتاب قیامت کے دن سوامیل پر آجائے گا۔صحابی جو اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ ''مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد مسافت ہے یا میلِ سرمہ (صحیح المسلم، کتاب الجنة......الخ،باب الصفات......الخ،الحدیث ٢٨٦٤،ص ١٥٣٢)

﴿پھر فرمایا﴾ اگر میلِ مسافت ہی مراد ہے تو بھی کتنا فاصلہ ہے؟ آفتاب چار ہزار برس کے فاصلہ پر ہے اور پھر اس طرف کو پیٹھ کئے ہے،اُس روز کہ سوامیل پر اور اِس طرف کو منہ کیے ہوگا اُس روز کی گرمی کا کیا پوچھنا!

جنت میں زمین چاندی کی کر دی جائے گی

﴿پھر فرمایا﴾ اور جنت میں چاندی کی زمین ہوجائے گی اور یہ زمین وسعت کیا رکھتی ہے! ان تمام انسانوں جانوروں کے لیے جو روزِ ازل سے روزِ آخر تک پیدا ہوئے ہوں گے۔حدیث میں ہے کہ ''رحمٰن عزوجل بڑھائے گا زمین کو جس طرح روٹی بڑھائی جاتی ہے۔اِس وقت کُروی شکل پر ہے اس لیے اس کی گولائی ادھر کی اشیاء کو حائل ہے اور اُس وقت ایسی ہموار کردی جائے گی کہ اگر ایک دانہ خشخاش (یعنی چاول کے دانے کا آٹھواں حصہ) کا اِس کنارہ پر پڑا ہو اُس کنارۂ زمین سے دکھائی دے گا۔حدیث میں ہے:

فَیُبْصِرُھُمُ النَّاظِرُ وَیُسْمِعُھُمُ	دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور سنانے
الدَّاعِیُ	والا ان سب کو سنائے گا۔

(صحیح البخاری،کتاب احادیث الانبیاء،باب قول اللّٰہ تعالٰی انا ارسلنا نوحا .....الخ ،ذریة من حملنا......الخ،الحدیث ٣٣٤٠،ج٢،ص ٤١٥)

میدان محشر میں زمین مثل روٹی کے ہو گی

عرض: حضور یہ صحیح ہے کہ یہ زمین جنت کی شکر بنادی جائے گی؟

ارشاد: میں نے نہ دیکھا۔ہاں یہ تو ہے کہ محشر کے عَرْصات (یعنی میدان) میں گرمی شدت کی ہوگی، پیاس بہت ہوگی اور دن طویل ہے، بھوک کی تکلیف بھی ہوگی اس لیے مسلمان کے لئے زمین مثلِ روٹی کے ہوجائے گی کہ اپنے پاؤں کے نیچے سے توڑے گا اور کھائے گا۔(تفسیر البغوی، ابراهیم،تحت الآیة ٤٨،ج٣،ص ٣٣،تفسیر الطبری،ابراهیم،تحت الآیة ٤٨،ج٧ص ٤٨١)

کعبہ معظمہ اور تمام مساجد جنت میں ......

عرض : حضور والا یہ صحیح ہے کہ کعبہ معظّمہ جنت میں جائے گا؟

ارشاد : ہاں کعبہ معظّمہ اور تمام مساجد۔

عرض : اور حضور روضۂ اقدس؟

ارشاد : روضۂ اقدس افضل ہے یا کعبہ معظّمہ!

عرض : روضۂ اقدس۔

ارشاد : پھر جب مَفضُول (یعنی کم فضیلت والا) جائے گا تو افضل کے جانے میں کیا شبہ؟ صرف روضہ اقدس ہی نہیں بلکہ تمام تُربتیں (یعنی قبریں) انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کھانا کیسا؟

عرض : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھا کر خلاف کرنے (یعنی پوری نہ کرنے) سے کفارہ لازم آتا ہے؟

ارشاد : نہیں۔

عرض : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کھانا جائز ہے؟

ارشاد : نہیں۔ (الفتاوی الهندية، كتاب الايمان......الخ،الباب الاول والثانی،ج٢،ص ٥١، ٥٣)

عرض : کیوں، کیا بے ادبی ہے؟

ارشاد : ہاں۔

جنات کو علمِ غیب نہیں

عرض : سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عصا میں دیمک لگ جانا صحیح ہے؟

ارشاد : ہاں۔ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنوں سے بیت المقدس بنوا رہے تھے اور آپ کا قاعدہ یہ تھا کہ خود کھڑے ہو کر کام لیتے تھے، اگر آپ وہاں تشریف فرما نہ ہوتے تو وہ معمار (یعنی عمارت بنانے والے) شرارت کرتے تھے۔ ابھی ایک سال کا

کام باقی تھا کہ آپ کے انتقال کا وقت آ گیا۔ آپ نے غسل فرمایا، کپڑے نئے پہنے، خوشبو لگائی اور اسی طرح تشریف لائے، عصا پر تکیہ فرما کر کھڑے ہو گئے۔ عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کی روح قبض کر لی۔ آپ اسی طرح عصا پر ٹیک لگائے رہے۔ پہلے تو جنوں کو رات کی فرصت مل بھی جاتی تھی اب دن رات برابر کام کرنا پڑتا تھا۔ حضرت ہر وقت کھڑے ہی رہتے تھے اور اجازت مانگنے کی کسی میں ہمت نہ تھی، ناچار سال بھر تک یک لخت دن رات برابر کام کیا۔ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام بِعَیْنِہَا ویسے ہی رہتے ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا جسم مبارک بھی اسی طرح رہا۔ جب کام پورا ہو چکا دیمک کو حکم ہوا، اس نے آپ کے عصا کو کھانا شروع کیا، جب عصا کمزور ہوا آپ نیچے تشریف لائے۔ جن پہلے غیب کے علم کا اِدّعار کھتے (یعنی دعوی کرتے تھے)

تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۱۴﴾

کھل گیا جنوں کا حال کہ اگر غیب جانتے کیوں رہتے ایک سال سخت عذاب میں۔

(پ ۲۲، السبا: ۱٤)

(تفسیر القرطبی، سبا، تحت الآیة ۱٤، ج۷، ص۲۰٦ ملخصا)

کیا تمام حیوانات ناطق ہیں

عرض: کیا حضور حیوانات بھی ناطق ہیں؟

ارشاد: بلا شبہ۔

فلاسفہ کا رد

عرض: انسان کو حیوانات سے تمیز ناطق ہی تھی، ناطق ہی فصل ہے اور فصل کا دو جنسوں میں اشتراک محال؟

ارشاد: یہ تمیز کس کے نزدیک ہے؟ جاہل فلاسفہ حُمقا کے نزدیک۔ ہر شے ناطق ہے۔ شجر، حجر، دیوار و در سب ناطق ہیں۔ نص ہے:

قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ (پ ۲٤، حٰمۗ السجدة: ۲۱)

اعضا کہیں گے کہ ہم کو اس **اللہ** نے ناطق کیا جس نے ہر شے کو ناطق کر دیا۔

قرآن وحدیث میں بلاضرورت تاویل باطل ہے

اور نصوص کا اُن کے ظواہر پر حمل واجب، بلاضرورت ان میں تاویل باطل و نامسموع۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ

کوئی شے ایسی نہیں کہ **اللہ** کی تسبیح وتحمید نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

(پ ۱۵، بنی اسرائیل: ٤٤)

ہر شے مکلّف ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ۔

جمادات ونباتات کی نماز

عرض:

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح۔ (پ ۱۸، النور: ٤١)

سے ان کا نماز پڑھنا ثابت ہے؟

ارشاد: اول تو یہ آیت خاص پرندوں اور ذَوِی الْعُقُول (یعنی عقل والوں) کے باب میں ہے۔ سباقِ آیت (یعنی پوری آیت یوں) ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ

کیا نہیں دیکھتے جو لوگ زمین و آسمان میں ہیں اور پرندے صف باندھے ہوئے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی تسبیح کرتے ہیں ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو پہچان لیا۔ (پ ۱۸، النور: ٤١)

دوسرے یہ کہ اس آیت میں لَف ونشر مرتب[1] مانا جائے کہ "مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" (جو کوئی آسمانوں اور

---

[1]: اس کا لغوی معنی لپیٹنا اور پھیلانا ہے۔ علم بیان کی اصطلاح میں وہ صفت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کیا جائے، پھر چند اور چیزیں بیان کی جائیں جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت اپنے منسوب الیہ سے ہو جائے۔

زمین میں ہیں) نے اپنی نماز کو جان لیا اور پرندوں نے اپنی تسبیح کو۔ تیسرے یہ کہ اگر اس آیت کو عام رکھا جائے تو از قبیل عطفُ العام علی الخاص (یعنی عام کا عطف خاص پر) ہو جائے گا، جمادات ونباتات کی نماز وہی ان کا ایمان وتسبیح ہے۔

ہر خشک وتر شے تسبیح میں مشغول ہے

﴿پھر فرمایا﴾ ان میں مادۂ مَعْصِیَت (یعنی گناہ کا عُنصر) بھی ہے ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے وہ ان کو دی جاتی ہے۔ اہلِ کشف فرماتے ہیں: ''تمام جانور تسبیح کرتے ہیں، جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں اسی وقت ان کو موت آتی ہے۔ ہر پتا تسبیح کرتا ہے، جس وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے اسی وقت درخت سے جدا ہو کر گر پڑتا ہے۔''

شمالی ہوا سے بارش نہ ہونے کی وجہ

جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں، غزوۂ اَحزاب[1] کا واقعہ ہے۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی، شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست ونابود کر دے۔ اس نے کہا:

اَلْحَلَائِلُ لَایَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں۔ تو اللہ

فَاَعْقَمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی (عَزَّوَجَلَّ) نے اس کو بانجھ کر دیا۔

اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا پھر صَبا (یعنی مشرقی ہوا) سے فرمایا

فَقَالَتْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا تو اس نے عرض کیا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔ صرف ایک خندق درمیان میں تھی اِس پار مسلمان تھے اُس پار کفار، اِدھر صبح تک چراغ جلتے رہے اور دوسری طرف اونٹ بارہ بارہ کوس پر گرے، توپُروائی (یعنی مشرقی ہوا) کو یہ نعمت دی کہ بارش اسی کے ساتھ ہوتی ہے۔

---

[1]: اَحزاب حزب کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں گروہ۔ اسے غزوہ احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مشرکین کے کئی گروہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے جمع ہوئے تھے اور قریش، غطفان، اور یہودیوں کے بعض قبائل بھی ان کے ساتھی تھے۔ مخالفین کی تعداد دس ہزار (10000) اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار (3000) اللہ عزوجل نے اس واقعہ کے بارے میں سورہ اَحزاب کی ابتدائی آیات اتاریں، اور اسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم سے مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی جبکہ اہل عرب کے ہاں خندق کھودنے کا طریقہ مروج نہیں تھا۔ اس لئے یہ غزوہ خندق کے نام سے مشہور ہوگیا۔ (المواھب اللدنیة، غزوہ خندق، ج ۱، ص ۲۳۸، ۲۳۹)

ہر چیز حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی رسالت جانتی ہے

﴿پھر فرمایا﴾ ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا اور کچھ، وہی مکلّف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے:

مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا کَفَرَۃُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ

کوئی شی ایسی نہیں جو مجھے **اللہ** کا رسول نہ جانتی ہو سوائے بے ایمان جن اور آدمیوں کے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۶۷۲، ج ۲۲، ص ۲۶۲)

انسان اور دیگر حیوانات میں فرق

عرض: پھر انسان اور دیگر حیوانات میں مَابِہِ الاِمْتِیَاز (یعنی جس کے ساتھ فرق معلوم ہو) کیا ہے؟

ارشاد: عقل ہے اور وہ ''تکالیفِ شرعیہ'' جو رکھی گئی ہیں اس پر اور وہ امانت ہے جس کو اٹھالیا انسان نے

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

(پ ۲۲، الاحزاب: ۷۲)

ہر شے سننے اور سمجھنے کی قوت رکھتی ہے

عرض: حضور والا وہ امانت کیا تھی؟

ارشاد: اس میں اختلاف ہے۔ علماء فرماتے ہیں وہ عشقِ الٰہی ہے۔

﴿پھر بیان سابق کی طرف توجہ فرمائی فرمایا﴾ علماء فرماتے ہیں جو ان (یعنی جمادات وحیوانات) کے سَمْع و اِدْرَاک (یعنی سننے اور سمجھنے کی قوت) پر ایمان نہ لائے اس کے ایمان میں نَقْص (یعنی خرابی) ہے۔ یہ سب ایمان لائے ہیں حضور پر (صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم) کوئی چیز ایسی نہیں یہاں تک کہ مصنوعاتِ انسانیہ (یعنی انسانوں کی بنائی ہوئی اشیاء) جیسے (اپنی گھڑی اور ڈبیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ گھڑی، یہ ڈِبیہ کہ ان کو انسان نے بنایا ہے مگر روزِ اَزَل سب سے عہد لیا گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تو اگر فہم وادراک نہ تھا تو یہ عہد کیسا۔ قرآن عظیم میں ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ۝

فرمایا آؤ تم خوشی سے یا مجبوراً ﴿کہ چاہتے نہ تھے مگر مجبور ہو کر چلے آئے﴾ تو انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آئے۔ (پ ۲٤، حٰم السجدۃ: ۱۱)

جسم نہیں روح سمجھتی ہے

جس طرح تمہارا بدن نہیں سمجھتا وہ روح سمجھتی ہے جو اس بدن سے متعلق ہے اسی طرح وہ اجسام بھی سننے سمجھنے والے نہیں بلکہ وہ روحانیتیں جو ان سے متعلق ہیں۔

عرض: تو پھر یہ تقسیم موجوداتِ دنیا کی حیوانات، نباتات، جمادات کی طرف غلط ٹھہرے گی؟

ارشاد: ہاں یہ ظاہر بینوں کی تقسیم ہے اور ظاہر نظر میں یہ تقسیم صحیح بھی ہے مگر نظرِ دقیق (یعنی گہری نظر) میں نہیں۔

پہاڑوں کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرنا

ابتدائے اسلام میں کفار دشمن سخت تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لیے جا رہے تھے۔ راہ میں ایک پہاڑ پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا، پہاڑ سے آواز آئی: حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ''مجھ پر نہ تشریف لائیں کہ مجھ پر کوئی جگہ امن کی نہیں، مجھے خوف ہے کہ اگر کفار نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو مجھ پر پا لیا اور ایذا دی تو **اللہ** (عزوجل) مجھ پر وہ سخت عذاب نازل کرے گا کہ کبھی نہ نازل کیا ہوگا۔ سامنے دوسرا پہاڑ تھا اس نے آواز دی ''اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللہ'' ''یارسول اللہ، حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری طرف تشریف لائیں۔'' سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس پر تشریف لے گئے (شرح الزرقانی، تسبیح الطعام......الخ، ج ٦، ص ٥١٢) تو اگر عِلم واِدراک ونُطق نہ تھا تو کیونکر ایسا ہوا۔ جب آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

پہاڑوں کے آنسو

وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚ جہنم کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

(پ ۱، البقرۃ:۲٤)

وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی پہاڑوں نے رونا شروع کیا یہ آنسو ہیں دریا جو بہہ گئے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کردیا گیا

﴿پھر فرمایا﴾ رجوع وخشوع وخضوع عام ہے تمام حیوانات ونباتات وجمادات کو

يٰجِبَالُ اَوِّبِيۡ مَعَهٗ وَالطَّيۡرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ ۙ (پ۲۲، سبا:۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اے پہاڑو! اس کے ساتھ **اللہ** کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا۔

داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے لوہے کا نرم ہوجانا اسی کے حکم سے تھا۔ محض ارادۃُ اللّٰہ (یعنی **اللہ** تعالیٰ کے ارادے۔ت) سے موم ہوجاتا تھا۔ (تفسیر قرطبی، السبا تحت الآیۃ ۱۰، ج۷، ص ۱۹۵ ملخصا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا

جیسے ٹھنڈا ہوجانا آگ کا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر۔ فرمایا:

يٰنَارُ كُوۡنِيۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ ۙ (پ۱۷، انبیاء:٦۹) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر۔

"یا نار" عام فرمایا تھا جتنی آگیں تھیں دنیا کی سب ٹھنڈی ہوگئیں روئے زمین پر کہیں آگ کا نام ونشان نہ رہا اور یہ آگ تو ایسی ٹھنڈی ہوگئی کہ علماء فرماتے ہیں اگر "سلاماً" نہ فرماتا اتنی ٹھنڈی ہوجاتی کہ اس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔ کئی کوس کے گرد میں وہ آگ تھی، کوئی اس کے قریب بھی نہ جاسکتا تھا۔ اب فکر ہوئی کہ ان کو ڈالیں گے کیونکر؟ شیطان ملعون آیا اور گوپھن[1] بنانا سکھایا کہ اس طرح کا بنا کر اس میں ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) کو بٹھا کر پھینک دو۔ جب آپ کو گوپھن میں بٹھا کر

[1]: رسی کا بنا ہوا آلہ جس میں پتھر یا مٹی کے گولے رکھ کر مارتے ہیں

پھینکا آپ آگ کی محاذات پر آئے، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے، عرض کی: ''یَا اِبْرَاهِیْمُ اَلَكَ حَاجَةٌ'' کوئی حاجت ہے ''اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا'' ہے تو مگر تم سے نہیں۔ عرض کی: تو جس سے ہے اسی سے کہیے۔ فرمایا: ''حَسْبِیْ مِنْ سُوَالِیْ عِلْمُهٗ بِحَالِیْ'' وہ خود جانتا ہے عرض کی ضرورت نہیں۔ (تفسیر القرطبی،الانبیاء تحت الآیۃ ۶۹،ج۶،ص۱۷۰، ۱۷۱)

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ (پ۱۷،انبیاء:۶۹) ترجمہ کنز الایمان: ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

مرنے کے بعد تمام حیوانات مٹی ہو جائیں گے!

عرض: یہ صحیح ہے کہ حیوانات مٹی ہو جائیں گے تو ان کی ارواح کہاں جائیں گی؟

ارشاد: مٹی ہو جائیں گی یہ تو ثابت ہے آگے کچھ نہ فرمایا، شرع نے بتایا کہ جو حیوانات موذی (یعنی نقصان دہ) ہیں وہ دوزخ میں کافروں کو عذاب دینے کے لیے جائیں گے (تفسیر کبیر،النباء،تحت الآیۃ ۴۰،ج۱۱،ص۲۷) ان کو خود کوئی تکلیف نہ ہوگی جس طرح فرشتگانِ عذاب کو خود کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

اَصحاب کہف کا کتا اور بَلْعَم باعُور

اور اصحابِ کہف کا کتا ''بَلْعَم باعور'' کی شکل میں جنت میں جائے گا اور بَلْعَم اس کتے کی شکل ہو کر جہنم میں جائے گا (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات،باب اسماء......الخ، ج۵،ص۹۸) اور ناقۂ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ناقۂ عضبا (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اونٹنی مبارک) جنت میں جائیں گے۔ (غمز العیون البصائر،الفن الثالث ،باب فائدہ لیس من الحیوان من یدخل ......الخ،ج۳،ص۲۳۹)

باقی حیوانات مٹی کر دیئے جائیں گے، ان کو مٹی ہوتا دیکھ کر کفار کہیں گے:

یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ (پ۳۰،النباء:۴۰) کاش میں بھی ﴿انہیں کی مانند﴾ مٹی ہو جاتا۔

(تفسیر کبیر، النباء، تحت الآیۃ ۴۰،ج۱۱،ص۲۷)

کیا جنات بھی جنت میں جائیں گے ؟

عرض : کیا حضور جنّت میں جنات نہ جائیں گے؟

ارشاد : ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت کے آس پاس مکانوں میں رہیں گے جنت میں سیر کو آیا کریں گے۔(عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن……الخ، ج ۱۰، ص ۶۴۵) ﴿پھر فرمایا﴾ جنّت تو جاگیر ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، اُن کی اولاد میں تقسیم ہوگی۔

تـــمت

کیا غُصّہ حرام ہے؟

عوام میں یہ غَلَط مشہور ہے کہ ''غُصّہ حرام ہے'' غُصّہ ایک غیر اختیاری اَمر ہے، انسان کو آ ہی جاتا ہے، اِس میں اس کا قُصُور نہیں، ہاں غُصّہ کا بے جا استِعمال بُرا ہے۔ بعض صُورَتوں میں غُصّہ ضَروری بھی ہے مَثَلاً جِہاد کے وَقت اگر غُصّہ نہیں آئے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں سے کس طرح لڑیں گے

احتیاطی تجدیدِ ایمان کب کب کریں؟

مَدَنی مشورہ ہے روزانہ کم از کم ایک بار مَثَلاً سونے سے قَبل (یا جب چاہیں) **اِحتیاطی توبہ و تجدیدِ ایمان** کر لیجئے اور اگر بآسانی گواہ دستیاب ہوں تو میاں بیوی توبہ کر کے گھر کے اندر ہی کبھی کبھی اِحتیاطاً **تجدیدِ نکاح** کی ترکیب بھی کر لیا کریں۔ ماں، باپ، بہن، بھائی اور اَولاد وغیرہ عاقِل و بالِغ مسلمان مرد و عورت **نِکاح** کے گواہ بن سکتے ہیں ۔ **احتیاطی تجدیدِ نکاح بالکل مفت ہے اس کے لئے مَہر کی بھی ضَرورت نہیں۔**

ماخذ ومراجع

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
(۱)	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(۲)	كَنْزُالْاِيْمَانِ فِیْ تَرجَمَةِ الْقُرْاٰن	اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(۳)	خزائن العرفان	مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(۴)	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی
(۵)	تفسیر خازن	علاؤ الدین علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ	خٹک
(۶)	تفسیر کشاف	جاداللہ محمود زمخشری متوفی ۵۲۸ھ	مکتبہ اعلام الاسلامی
(۷)	روح البیان	شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ
(۸)	تَفْسِيْرُ الطَّبرِی	ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفّٰی ۳۱۰ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۹)	تفسیر القران العظیم	اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفّٰی ۷۷۴ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۱۰)	تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی
(۱۱)	الجامع لاحکام القرآن	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۷۱ھ	دارالفکر العلمیہ بیروت
(۱۲)	تفسیر در منثور	امام جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر بیروت
(۱۳)	تفسیر بیضاوی	شیخ ناصر الدین عبداللہ متوفی ۷۹۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۱۴)	حاشیہ محی الدین شیخ زادہ	محی الدین محمد بن مصلح الدین متوفی ۹۵۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۱۵)	تفسیر بغوی	ابومحمد حسین بن مسعود البغوی متوفّٰی ۵۱۶	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۱۶)	تفسیر عزیزی	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
(۱۷)	نزهة النظر	علامہ احمد بن علی العسقلانی	مدینۃ الاولیاء ملتان
(۱۸)	صَحِيْحُ الْبُخَارِی	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفّٰی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۹)	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری متوفّٰی ۲۶۱ھ	دارابن حزم بیروت
(۲۰)	سُنَن الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفّٰی ۲۷۹ھ	دارالفکر بیروت
(۲۱)	سُنَنُ اَبِی دَاوٗد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفّٰی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی
(۲۲)	سنن النسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی متوفّٰی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۲۳)	سُنَنُ ابن ماجة	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی متوفّٰی ۲۷۳ھ	دارالفکر بیروت
(۲۴)	موطا امام مالك	امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ	دارالمعرفہ بیروت
(۲۵)	اَلْمُعْجَمُ الْكَبِيْر	امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی
(۲۶)	اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسط	امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفّٰی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۲۷)	شُعَبُ الْاِيْمَان	امام احمد بن حسین بیہقی متوفّٰی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۲۸)	المصنف للامام عبد الرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۲۹)	کشف الخفاء	امام اسماعیل بن محمد العجلونی الشافعی متوفّٰی ۱۱۶۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۳۰)	مشكاة المصابيح	امام محمد بن عبدالرحمٰن الخطیب التبریزی متوفی ۷۴۲ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۳۱)	سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ	دارالعلمیہ بیروت
(۳۲)	كَنْزُ الْعُمَّال	علامہ علاء الدین علی المتقی الھندی متوفّٰی ۹۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۳۳)	فِرْدَوْسُ الْاَخْبَار	حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی متوفّٰی ۵۰۹ھ	دارالفکر بیروت
(۳۴)	اَلْمُسْنَدُ لِلْاِمَامِ اَحْمَد بْن حنبل	امام احمد بن حنبل متوفّٰی ۲۴۱ھ	دارالفکر بیروت
(۳۵)	مسند ابو یعلی	شیخ الاسلام ابویعلی الموصلی متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۳۶)	المستدرك عَلَى الصَّحِيْحَيْن	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری متوفّٰی ۴۰۵ھ	دارالمعرفہ بیروت
(۳۷)	مَجْمَعُ الزَّوَائِد	حافظ نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی متوفّٰی ۸۰۷ھ	دارالفکر بیروت

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
(۳۸)	سنن الکبری للبیھقی	امام ابوبکر احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۳۹)	المصنف لابن ابی شیبہ	الحافظ عبد اللہ بن محمد بن شیبہ متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت
(۴۰)	الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۴۱)	سنن الدّارمیُ	امام عبد اللہ بن عبد الرحمن متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۴۲)	الطبقات الکبری	محمد بن سعد ہاشمی البصری متوفی ۱۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۴۳)	عُمْدَۃُ الْقَارِی	امام بدر الدین محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان شریف
(۴۴)	ارشاد الساری	شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت
(۴۵)	فتح الباری	امام احمد بن علی عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۴۶)	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۴۷)	عمدۃ القاری	امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا
(۴۸)	اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
(۴۹)	فتاوی ہندیہ	شیخ نظام و جماعۃ ۵۹۶/ ۶۹۵ھ	کوئٹہ
(۵۰)	در مختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ بیروت
(۵۱)	رد المحتار	سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ بیروت
(۵۲)	بحر الرائق	زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ	کوئٹہ
(۵۳)	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	شیخ محمد امین عابدین شامی دمشقی متوفی ۱۲۵۴ھ	کوئٹہ
(۵۴)	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد متوفی ۸۶۱ھ	کوئٹہ
(۵۵)	النھر الفائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ	کوئٹہ
(۵۶)	فتاوی قاضی خان	علامہ حسن بن منصور قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ	پشاور
(۵۷)	حاشیہ الطحطاوی علی مراقی	علامہ محمد بن اسماعیل متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ کراچی
(۵۸)	العقود الدریۃ	سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	پشاور
(۵۹)	درر الحکام	علامہ قاضی ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ	باب المدینہ کراچی
(۶۰)	الحلبی الکبیر	شیخ ابراہیم الحلبی الحنفی متوفی ۹۵۶ھ	مرکز الاولیاء لاہور
(۶۱)	فَتَاوٰی رَضَوِیہ	اعلیٰحضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
(۶۲)	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
(۶۳)	اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیۃ	علامہ عبد الغنی نابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ	پشاور
(۶۴)	اَلْاِصَابَۃُ فِیْ تَمْیِیْزِ الصَّحَابَۃ	حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶۵)	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶۶)	کشف الظنون	المولی مصطفے بن عبد اللہ الحنفی متوفی ۱۰۶۸ھ	باب المدینہ کراچی
(۶۷)	التمھید لما فی الموطا	الحافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد متوفی ۴۶۳ھ	عباس احمد الباز
(۶۸)	تاریخ الخلفاء	امام عبد الرحمن جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
(۶۹)	حیاتِ اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری متوفی ۱۳۸۲ھ	مکتبہ رضویہ لاہور
(۷۰)	تھذیب والتھذیب	الحافظ شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دار الفکر بیروت
(۷۱)	تحصیل التعریف فی معرفۃ الفقہ	شاہ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ	مرکز الاولیاء لاہور
(۷۲)	موسوعہ لامام ابن ابی الدنیا	الحافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد متوفی ۲۸۱ھ	المکتبہ العصریہ بیروت
(۷۳)	شرح الشفاء	القاضی ابوفضل عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا
(۷۴)	الیواقیت والجواھر	امام احمد بن علی الشعرانی متوفی ۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۷۵)	مثنوی شریف	حضرت مولانا جلال الدین رومی	خدیجہ پبلیکیشنز
(۷۶)	مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ۱۰۳۴ھ	کوئٹہ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
(۷۷)	الزواجر	امام ابن حجر الھیتمی متوفی ۹۷۳ھ	دار الحدیث القاہرہ
(۷۸)	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۷۹)	شرح المقاصد	علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۸۰)	شرح عقائد نسفیہ	سعد الدین التفتازانی متوفی ۷۹۱	باب المدینہ کراچی
(۸۱)	مواھب اللدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۸۲)	الخصائص الکبری	امام عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۸۳)	المقاصد الحسنہ	علامہ شیخ محمد عبدالرحمٰن السخاوی متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۸۴)	الروض الازھر	شیخ علی بن سلطان متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۸۵)	دلائل النبوۃ للبیھقی	امام ابوبکر احمد بن الحسین متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۸۶)	شرح الزرقانی	علامہ محمد الزرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۸۷)	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا
(۸۸)	الطبقات الکبری للشعرانی	عبدالوہاب بن احمد بن علی متوفی ۹۷۳ھ	دار الفکر بیروت
(۸۹)	رسالۃ القشیریۃ	عبدالکریم بن ھوازن القشیری متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۹۰)	نسیم الریاض	شہاب الدین احمد بن محمد متوفی ۱۰۶۹ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۹۱)	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین ابراہیم متوفی ۹۷۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۹۲)	غمز العیون البصائر	علامہ شیخ سید احمد بن محمد المصری متوفی ۱۰۹۸ھ	باب المدینہ کراچی
(۹۳)	الابریز	علامہ احمد بن مبارک متوفی ۱۱۵۵ھ	
(۹۴)	الخیرات الحسان	مولانا ابن مسعود سید شجاعت علی قادری	مدینہ پبلشنگ کمپنی
(۹۵)	جامع کرامات اولیاء	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا
(۹۶)	سیر الاولیاء	سید بن محمد مبارک کرمانی	مشتاق بک ڈپو
(۹۷)	حاشیہ طحطاوی علی الدر	علامہ سید احمد طحطاوی	کوئٹہ
(۹۸)	بھجۃ الاسرار	ابوالحسن نور علی بن یوسف متوفی ۷۱۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۹۹)	شرح الصدور	الامام شیخ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا
(۱۰۰)	سبع سنابل	سید بلگرام میر عبدالواحد	قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ
(۱۰۱)	القول البدیع	الحافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی متوفی ۹۰۶ھ	مؤسسۃ الریان بیروت
(۱۰۲)	تَذکِرَۃُ الاَولِیَاءِ	شیخ فرید الدین عطار متوفی ۶۰۶/۶۱۲ھ	انتشارات گنجینہ
(۱۰۳)	رَوْضُ الرَّیَاحِین	علامہ عبداللہ بن اسعد متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
(۱۰۴)	راحۃ القلوب	بابا فرید الدین	مکتبہ شبیر برادرز
(۱۰۵)	احیاء العلوم	امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت
(۱۰۶)	التعریفات للجرجانی	سید شریف جرجانی ۸۱۶ھ	دار المنار للطباعۃ

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
حکایات		زائد کفن واپس دے دیا	154
مسلمان پری کی حکایت	64	بُرا پڑوسی	154
مرید ہونا اس سے سیکھو	65	نصرانی طبیب مسلمان ہوگیا	156
بیل کے گوشت میں گندھک کی بُو	72	مؤمن کی فراست	156
تُو آگ میں ہے	73	مجھے شرم آتی ہے	158
زنا کی اجازت مانگنے والا شخص	91	ٹھنڈا پانی	158
سستا سودا	108	دُودھ کا پیالہ	159
وہ بُزرگ کون تھے؟	114	دریا کے پار اترنے والا	165
بخار کے شُکرانے میں نوافل ادا کرنے والے بزرگ	118	سامنے سے کھانا اُٹھوادیا	168
زمانۂ کفر کے بال!	121	وہابی واعظ کا پردہ چاک ہوگیا	168
نمازی کا قتل	123	ایک ہزار شمعیں	174
سونے کی بارش	127	ایک نمازی کی اصلاح	176
غربت وافلاس کی شکایت کرنے والے پر انفرادی کوشش	127	حُضور غوثِ پاک کی شان	179
کعبہ کی فریاد	130	سمندری طُوفان سے نجات مل گئی	181
رَجم کی حکایت	132	والدہ سے اجازت کیسے لی؟	182
لنگڑے اور اندھے کی حکایت	140	بریلی شریف سے بمبئی تک کا سفر	183
خدمتِ علم سے محروم ہوگئے	143	بمبئی سے سوئے عرب روانگی	184
شاگرد کی عاجزی	143	مزار شریف کی حاضری	185
اہلِ بیت کا ادب	144	استغاثہ کی برکت	186
اُستاذ کے قدم دُھلانے والا شاگرد	144	غیب سے مدد	187
علم کی عزت	145	المدد یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	187
علمائے کرام کا احترام	145	لوہے ٹھنڈے ہوگئے	192
عیسائیہ کا بیٹا	145	تقاریظ ضائع کرنے کیلئے بدمذہبوں کی سازش	193
گانے والوں پر لعنت	149	تُرک فوجی افسر کے ہاتھوں وہابیہ کی ذلت ورسوائی	194
کا کی کے معنی	150	خلیل انبیٹھی کا راہِ فرار اختیار کرنا	195
جلی ہوئی روٹی اور کپڑے والا چھوہارا	150	آبِ زم زم سے علاج	200
خوفزدہ بادشاہ	151	خطیب کی اصلاح	202
صاحبِ مزار کی تاکید	153	وہ بزرگ کون تھے؟	206
نیا کفن	154	بارش میں طواف کعبہ	209

دعا و وظائف

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ تقریباً165کتب ورسائل مع عنقریب آنے والی16 کتب ورسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت﴾

اردو کتب:

1 کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات(کِفلُ الفَقِیہِ الفَاھِمِ فِيْ اَحکَامِ قِرطَاسِ الدَّرَاھِمِ)(کل صفحات:199)

3......فضائل دعا(اَحسَنُ الوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَہٗ ذَیلُ المُدَّعَا لِاَحسَنُ الوِعَاءِ)(کل صفحات:326)

4......والدین،زوجین اوراساتذہ کے حقوق(اَلحُقُوقُ لِطَرحِ العُقُوقِ)(کل صفحات:125)

5......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب(اِظْھَارُ الْحَقِّ الْجَلِي)(کل صفحات:100)

6......ایمان کی پہچان(حاشیہ تمہیدِ ایمان)(کل صفحات:74)

7......ثبوتِ ہلال کے طریقے(طُرُقُ اِثبَاتِ ھِلاَلِ)(کل صفحات:63)

8......ولایت کا آسان راستہ(تصورِ شیخ)(اَلیَاقُوتَۃُ الوَاسِطَۃُ)(کل صفحات:60)

9......شریعت وطریقت(مَقَالُ العُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرعِ وَعُلَمَاءِ)(کل صفحات:57)

10......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟(وِشَاحُ الجِیدِ فِيْ تَحلِیلِ مُعَانَقَۃِ العِیدِ)(کل صفحات:55)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں(اعجب الامداد)(کل صفحات47)

12......معاشی ترقی کاراز(حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح)(کل صفحات:41)

13......راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کرنے کے فضائل(رَادُّ القَحطِ وَالوَبَاءِ بِدَعوَۃِ الجِیرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الفُقَرَاءِ)(کل صفحات:40)

14......اولاد کے حقوق(مشعلۃ الارشاد)(کل صفحات31)

عربی کتب:

15،16،17،18......جَدُّ المُمتَارِ عَلٰی رَدِّ المُحتَارِ(المجلد الاول والثانی والثالث والرابع)(کل صفحات:570،672،713،650)

19...... اَلزَّمزَمَۃُ القَمَرِیَّۃِ(کل صفحات:93) 20...... تَمھِیدُ الاِیمَان۔(کل صفحات:77) 21......کِفلُ الفَقِیہِ الفَاھِمِ(کل صفحات:74

22...... اَجلَی الاِعلَامِ(کل صفحات:70) 23......اِقَامَۃُ القِیَامَۃِ(کل صفحات:60) 24...... اَلاِجَازَاتُ المَتِینَۃ(کل صفحات:62

25......اَلفَضلُ المَوھَبِی(کل صفحات:46)

عنقریب آنے والی کتب

1......جَدُّ المُمتَارِ عَلٰی رَدِّ المُحتَار(المجلدالخامس) 2......اولاد کے حقوق کی تفصیل(مشعلۃ الارشاد)

﴿شعبہ تراجم کتب﴾

1...... جہنم میں لے جانے والے اعمال..جلداول(الزواجر عن اقتراف الکبائر)(کل صفحات:853)

2......جنت میں لے جانے والے اعمال(اَلمَتجَرُ الرَّابِحُ فِيْ ثَوَابِ العَمَلِ الصَّالِحِ)(کل صفحات:743)

3......احیاء العلوم کا خلاصہ(لباب الاحیاء)(کل صفحات:641) 4......عُیُونُ الحِکَایَات(مترجم،حصہ اول)(کل صفحات:412)

عنقریب آنے والی کتب

﴿شعبہ درسی کتب﴾

عنقریب آنے والی کتب

﴿شعبہ تخریج﴾

عنقریب آنے والی کتب

﴿شعبہ اصلاحی کتب﴾

﴿شعبہ امیر اہلسنّت دامت بر کاتھم العالیہ﴾

عنقریب آنے والے رسائل

﴿شعبہ مدنی مذاکرہ﴾

عنقریب آنے والے رسائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (تسہیل وتخریج شدہ) کے بارے علماء ومشائخ کے تأثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ مجلس **المدینۃ العلمیۃ** (دعوتِ اسلامی) کو بہت کم عرصے میں بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔مجلس المدینۃ العلمیۃ نے چند سالوں میں کئی تحقیقی کام کیے ہیں جن میں سے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ردالمحتار پر تحقیقی حاشیے بنام **جد الممتار علی ردالمحتار** کی از سرنو تدوین، تخریج، تحقیق وغیرہ اور صدر الشریعہ **مفتی امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ القوی کی فقہ حنفی کی مایہ ناز اُردو کتاب **بہارِ شریعت** کی تخریج وتسہیل کا کام بھی ہے اول الذکر کی 4 اور ثانی الذکر کی 3 جلدیں شائع ہوچکی ہیں اس کام کی پاک وہند میں خوب تحسین ہوئی اور علماء ومشائخ نے پسند فرمایا۔اب سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کئے جانے والے 610 سوالات وجوابات پر مشتمل **ملفوظات** کا عظیم مجموعہ بنام **الملفوظ** جسے آپ کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع فرمایا، **پہلی بار مکمل تخریج، توضیح، تسہیل وحواشی** کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔**مکتبۃ المدینہ** سے شائع شدہ الملفوظ معروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) کی چند **خصوصیات** یہ ہیں :

☆ پاک وہند کے کئی قدیم وجدید نسخوں سے تقابل ۔☆ ہزاروں مشکل الفاظ کے معانی ۔☆ سینکڑوں عنوانات و موضوعات ۔☆ توضیح، تطبیق اور تسہیل کی غرض سے 217 حواشی کا اضافہ۔☆ جدید رسم الخط کے ساتھ علاماتِ ترقیم کا استعمال ۔☆ کتاب اور موضوعات کے اعتبار سے 2 فہرستیں ۔☆ آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور مسائل فقہیہ وغیرہ کی اصل عربی کتب سے حتی المقدور تخاریج ۔☆ ماخذ ومراجع کی تفصیل مصنفین اور مؤلفین کے ناموں، سنِ وفات اور مطابع کے ساتھ۔

دعوت اسلامی نے ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (تسہیل وتخریج شدہ) پاکستان کے جید علما ومشائخ کی خدمات میں پیش

کرنے کی سعادت حاصل کی، علماء ومشائخ نے اس کے بارے جو تأثرات دیئے اُن کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

(1) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد ابرہیم قادری مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ باغ حیات، سکھر باب الاسلام سندھ)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت یعنی علم ومعرفت کے وہ جواہر جو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے جاری ہوتے اور انہیں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان قدس سرہ العزیز نے جمع فرمایا ہے، علوم ومعارف کے اس خزینہ کو مختلف اداروں نے شائع کیا، حال ہی میں ''المدینۃُ العلمیۃ'' نے اسے نئے تقاضوں کے مطابق چھاپا ہے۔ اس جدید طباعت میں جن واقعات ومسائل کا ملفوظات میں ذکر ہے تخریج کی کوشش کی گئی ہے تخریج کا کام خاصا مشکل ہے خصوصاً جو کتاب کسی خاص موضوع پر مؤلفہ نہ ہو بلکہ مختلف مسائل وعلوم کا مجموعہ ہو وہاں تخریج کا کام ایک بڑا امتحان ہوتا ہے۔ بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی ملفوظات اعلیٰ حضرت کا بیشتر حصہ مخرج ہو چکا ہے مزید برآں قاری کا ذوق قائم رکھنے کے لئے گاہے بگاہے جلی قلم سے عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ المدینۃُ العلمیۃ کی اس کاوش کو مقبول اور نافعِ خلائق بنائے۔ آمین

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(2) حضرت مولانا مفتی عزیز احمد القادری مدظلہ العالی

(جامعہ قادریہ رضویہ سردار آباد (فیصل آباد)

آپ کی عطا کردہ الملفوظ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، یہ مکتبہ المدینہ کی بڑی کامیابی ہے اور بہت بڑی کاوش ہے۔ اِس کتاب میں جو حاشیہ دیا گیا ہے اور مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے یہ بہت اچھا کام ہے، اس سے قارئین کو دِقت نہیں ہوگی اور کتاب پڑھنے کے ذوق میں ہی اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور امیر اہلسنت ابو بلال علامہ محمد الیاس عطار القادری الرضوی کی عمر میں برکت فرمائے جن کی کاوش سے یہ کام سَر انجام پا رہے ہیں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(3) حضرت مولانا مفتی لیاقت علی صدیقی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جامعہ لیاقتیہ صدیقیہ چراغ کالونی شاد باغ، مرکز الاولیاء لاہور)

آپ کی ارسال کردہ کتاب ملفوظات موصول ہوئی کتاب کا مطالعہ کیا بہت خوب پایا، اگرچہ یہ کتاب پہلے بھی

موجود تھی مگر آپ نے جدید طرز پر اس کی اشاعت کی یہ آپ کی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ محبت اور ان سے وابستگی کا اعلیٰ ثبوت ہے، اس نہج پر کام کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ عزوجل اپنے حلقہ یا احباب میں اِس کتاب کے مطالعہ اور میلاد شریف، گیارھویں شریف پر اس کتاب کی تقسیم کے لیے بھی کوشش کریں گے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کے اہل علم حضرات کو ترقی عطا فرمائے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صلَّی اللہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(4) حضرت مولانا مفتی محمد اسلم نعیمی مدظلہ العالی

(ملیر کالونی اے ۲۶۲، نزد لیاقت کالج کراچی نمبر ۳۷)

المدینۃُ العلمیۃ کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔ آپ حضرات فکرِ رضا کو عام کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو رہے ہیں، خدا کرے تحقیق کا عمل اور بھی زیادہ ہو، یہ کام بہت پہلے ہونا چاہیے تھا۔ بہرطور آپ کے جملہ رفقاء و رجال کار علما تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔ آپ کی اِرسال کردہ کتاب ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت موصول ہوئی بہت بہت شکریہ خداوند کریم جناب کو جزاء جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صلَّی اللہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(5) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام محمد سعیدی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث ومفتی حزب الرحمٰن اسلامی اکادمی دربار قادر بخش شریف کمالیہ ٹوبہ دارالسلام)

کتاب مستطاب بنام ملفوظات موصول ہوئی۔ میں نے کتاب کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا جس کو میں نے بہت زیادہ مفید، علمی مواد سے لبریز اور جویائے تحقیق کے لیے علم ومعارف کا بحرِ ذخار پایا۔ اس کتاب کے چار اجزاء کو ایک جلد میں پیش کیا گیا ہے جو 561 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دین متین کے سربستہ رازوں سے لبریز امام حق کی زبان ترجمان حق کا شاہکار ہے۔ یہ کتاب جنت ماوی میں بلند درجہ پانے والے امام ہمام احمد رضا خان کے صدق وصداقت کی عکاسی کرنے والی ہے۔ یہ کتاب جگر گوشہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان (جن پر احسان فرمانے والے رب عزوجل کی رحمت ہو) کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ ہم المدینۃ العلمیۃ کی مجلس کو ان کی انتھک کاوشوں اور دین وملت کے خدمات کی بجا آوری پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ جزا عطا فرمائے اور آپ کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین

(اصل تاثرات عربی میں ہیں، اس کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ علمیہ)

صلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(6) حضرت مولانا سید سجاد احمد شاہ بخاری مدظلہ العالی

(قطب پور سادات تحصیل دنیاپور ضلع لودھراں)

آپ کی جانب سے ارسال کردہ مدنی تحائف (۱) پردے کے بارے میں سوال جواب (۲) گھریلو علاج (۳) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موصول ہوئے۔ میں مجلس المدینۃ العلمیۃ کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مُبارک باد پیش کرتا ہوں کہ از سرِ نو نئے زمانہ کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اہم کتب کی اشاعت عظیم نہج پر جاری ہے جس پر مجلس انتہائی مبارک باد کی مستحق ہے، اللہ کریم اپنے پیارے حبیب صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے تصدق سے مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور مجلس کے جملہ اراکین ومعاونین کو مزید ہمت وتوفیق سے نوازے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و آلہ الصلوۃ و التسلیم

صلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(7) حضرت مولانا مفتی محمد سراج احمد قادری سعیدی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ مدرسہ عزیز العلوم اوچ شریف ضلع بہاولپور)

سیدی وسندی اعلیٰ حضرت کا ملفوظ نامہ معروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت باصرہ نواز ہوئے۔ ملفوظات کا مطالعہ جاری ہے، حضرت قبلہ پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کا سایۂ عاطفت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ دراز فرمائے، جنہوں نے سنیوں کو ایک پلیٹ فارم عطا فرما کر بہترین کتابوں اور خوبصورت معمولات کے تحفے بخشے ہیں، اب ملفوظات کا تحفہ گراں قدر ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

صلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(8) حضرت مولانا صاحبزادہ قاری محمد ارشاد علی قادری مدظلہ العالی

(پرنسپل مرکزی جامعۃ البنات لاری اڈا قصور)

مَدَنی تحفہ موصول ہوا اس کے مُطالعہ سے مجھے اِنتہائی خوشی ہوئی کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ایک جدید انداز کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنی بے مثال خوبیوں کے ساتھ منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ میری دِلی دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزت اِس عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے مدنی عُلمائے کرام کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

صلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(9) حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی مدظلہ العالی

(بانی وشیخ الحدیث دارالعلوم انوارِ رضا منگتال ٹاؤن راولپنڈی پاکستان)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مع التخریج نسخہ آپ کی طرف سے ملا، شکریہ۔ دعوت اسلامی کے عمائدین علمائے کرام کی کاوش قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس پر عظیم اجر عطا فرمائے جبکہ دعوت اسلامی، مدنی چینل، تدریس کے عنوان پر خدمات ''دُور رَس''، تصنیف کے میدان میں درس نظامی کی کتب سے ''استدلال عقائد'' جیسے کارناموں کی وجہ سے کافی تنظیمات سے سبقت لے گئی ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے اور مزید مسلک کیلئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ این دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

صلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(10) پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف صاحب

(پی ایچ ڈی، شعبہ اردو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور)

''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' کی جلد موصول ہوئی آپ نے دریائے علم ومعرفت کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ ہر صفحہ دلکش، دلچسپ اور اتنا چشم کشا ہے کہ کتاب ملتے ہی اسے میں پڑھتا چلا گیا اور بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے، خصوصاً سفر حرمین شریفین کے احوال جہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی دقیق اور وسیع علمیت پر دلالت کرتے ہیں وہاں دیارِ حرم کے علماء ومشائخ سے آپ کے تعلق خاطر کا اندازہ ہو کر حیرت ہوتی ہے کہ علم وعشق کی بلندیوں کو چھو لینے والی ایسی عظیم شخصیت کو مخالفین نے اعتراضات اور تہمتوں کی آندھیوں میں روپوش کر دینے کی ہزار کوششیں کیں لیکن وہ تمام ادارے اور شخصیتیں قابلِ تحسین ہیں جنہوں نے حق کو بالآخر بے نقاب کیا۔

ٹی وی چینل کے سلسلے میں بھی آپ مبارک باد کے مستحق ہیں اس کی نشریات ایمان افروز اور زندگی آموز ہوتی ہیں۔ مسلک اہل سنت کے لیے آپ کی تنظیم کی عملی اور علمی کوششیں لائقِ تحسین ہیں، خدا کرے آپ کی روشن کردہ چراغوں سے مزید چراغ روشن ہوتے رہیں، اور دنیا سے گمراہی اور ظلمت کے اندھیرے دور ہوتے رہیں روشنیاں پھیلتی رہیں۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

صلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(11) تلمیذ شارحِ بخاری، اُستاذ العلماء، شیخ الحدیث **اِفتخار احمد قادری مصباحی** دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث دار العلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت قائد اہلسنّت امام احمد رضا قدس سرہ کی نگارشات اور تحقیقات بھی بے پایہ ہیں اور آپ کے ملفوظات بھی بے مثل ہیں، لیکن آپ کی تحریریں، جیسے حوالوں سے پُر اور مملو ہوتی ہیں، ملفوظات میں بہت سارے مراجع اور تخریجات کا فقدان تھا۔ عالمی تحریک **دعوتِ اسلامی** کو یہ سعادت ملی کہ اس نے یہ خلا بھی پُر کر دیا اور حوالوں کا نقص دور کر دیا، **مجلس المدینۃ العلمیۃ** (دعوتِ اسلامی) قابلِ صد مبارک ہے کہ اس نے اپنے محققین و مبلغین کی خدمات و تعاون سے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔ دعوتِ اسلامی عالمی سطح پر اپنی خدمات کا دائرہ وسیع کر رہی ہے، اور افقِ عالم پر ایک عظیم تحریک اہلسنت کی صحیح نمائندگی کرتی ہے، اور دنیا بھر میں اسلام کو پھیلانے اور لوگوں کی اصلاح و رہنمائی کے سلسلے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہی ہے، اور **بابانگِ دہل یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہماری ماضی کی بہت سی غفلتوں کا کفارہ بھی ادا کر رہی** ہے اور اجر وثواب کی مستحق بن رہی ہے۔

الملفوظ شریف کا یہ ایڈیشن درجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہے:

﴿1﴾...... موضوع کے لحاظ سے ایک تفصیلی فہرست کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد کس موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

﴿2﴾...... مراجع و مآخذ و تخریجات کو بڑھا کر اس اشاعت کو بہت اہم اور وقیع کر دیا گیا ہے، اہلِ نظر جانتے ہیں کہ کسی حدیث یا کسی مسئلہ کا ماخذ تلاش کرنے میں کتنی دقتوں اور مغز ماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اس سخت مرحلہ سے بھی **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کامیاب گزری ہے۔

﴿3﴾...... عربی یا مشکل عبارتوں کی تسہیل و ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔

اس طرح دعوتِ اسلامی کا شائع کردہ یہ ایڈیشن سابقہ سارے ایڈیشنوں سے ممتاز اور منفرد ہے۔

ربِ قدیر ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقہ وطفیل **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کو اس کا بھرپور صلہ عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کے تمام منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس کو مزید ترقیاں اور برکتیں مرحمت فرمائے۔ آمین

صلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ محمّد

(12) حضرت مولانا محمد ذاکر الہاشمی مدظلہ العالی

(مدرس جامعہ قادریہ رضویہ سردار آباد فیصل آباد)

کل اسی ملفوظات شریف کا نسخہ موصول ہوا، فرحتِ قلب اور قرۃ عین ہوا۔ یہ مجلس **المدینۃ العلمیہ** کی عظیم کاوش ہے، خدائے بزرگ و برتر اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے، اور **المدینۃ العلمیہ** کو اسی طرح فیض اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جاری رکھنے کی سعادت نصیب ہو۔ اس نسخہ میں یہ خصوصیات ہیں۔

☆ کلمات کے ضبط کی وجہ سے عام وخاص ہر قاری کے لیے مطالعہ آسان ہو گیا ہے۔

☆ بین القوسین مشکل الفاظ کے معنی کا بیان نہایت مفید ہے۔

☆ تخریج سے کتاب پر اعتماد کو چار چاند لگے ہیں۔

☆ کتاب پڑھنے کی پچیس نیتیں گراں قدر مدنی تحفہ ہے۔

اور بہت سے محاسن پر مشتمل یہ طباعت **دعوتِ اسلامی** کے شاندار مستقبل کی روشن راہیں واضح کر رہی ہے۔ **اللہ** تعالیٰ مجلس **المدینۃ العلمیہ** کی ہر کاوش کو مقبول فرمائے۔ آمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مَدَ نی ماحول میں بکثرت سنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات کو فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی میں مغرب کی نماز کے بعد ہونے والے سنّتوں بھرے اجتماع میں ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے، عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سنّتوں کی تربیت کے لیے سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کرکے اپنے یہاں ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، اِن شآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی بَرَکت سے پابندِ سنّت بننے گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھنے کا ذہن بنے گا، ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِن شآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

اپنی اِصلاح کے لیے مَدَنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے مَدَنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ اِن شآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

کراچی: شہید مسجد کھارادر۔ فون: 021-2203311
لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-7311679
سردارآباد (فیصل آباد): امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
کشمیر: چوک شہیداں میرپور۔ فون: 058274-37212
حیدرآباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
پشاور: فیضانِ مدینہ گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر۔
خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
نواب شاہ: چکرا بازار، نزد مسلم کمرشل بینک۔ فون: 0244-362145
سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 5619195
گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ۔ فون: 055-4225653
اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی) فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)
فون: 4921389-93/4126999 فیکس: 4125858
SC 1286
Email:maktaba@dawateislami.net \ www.dawateislami.net